فقہی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب
کا پہلا آسان سلیس اُردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب الآثار

بروایت

امام المحدثین قاضی
ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری رحمہ اللہ م ۱۸۲ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ



فقہی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب

کا پہلا آسان سلیس اُردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب الآثار

بروایت

امام المحدثین قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاریؒ م ۱۸۲ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

جلد دوم



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمن الرحیم



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب الآثار (جلد دوم)

ترجمہ تحقیق وفوائد

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور



اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

انتساب

احقر اپنی اس علمی کاوش کو اپنے ماموں جان

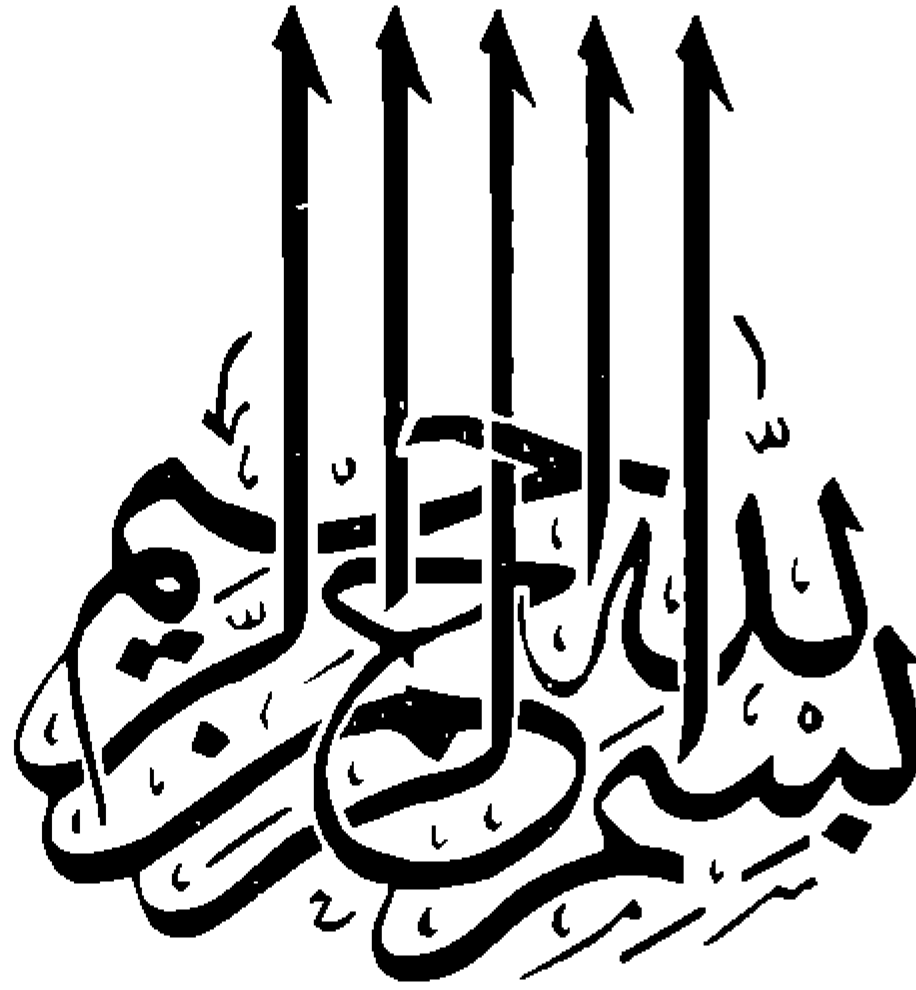
جناب حاجی مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ

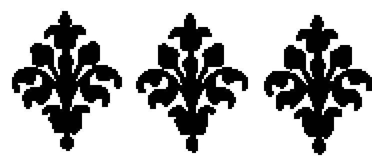
کے اسم گرامی سے انتساب کرتا ہے۔

یا الٰہی! اس علمی خدمت کا ثواب میرے ماموں جان مرحوم کو
عطا فرما کر ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ان کی قبر کو
جنت کا ٹکڑا بنا دے۔ (آمین)

احقر

نیاز احمد غفرلہٗ
ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ


بسم الله الرحمن الرحیم



تفصیلی فہرست مضامین

(جلد دوم)

۱۹۔ نماز عیدین کا بیان

۲۰۔باب: قربانی کا بیان

۲۱۔باب: نماز کسوف کا بیان

۲۲۔باب: نماز خوف کا بیان

۲۳۔باب: میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان

۲۴۔ باب: دعاؤں اور تلاوت قرآن کا بیان

۵۔ زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل

۶۔ روزوں سے متعلق احکام ومسائل

۷۔ حج سے متعلق احکام و مسائل

۲۵۔ باب: محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان

۲۸۔ باب: شکار کا بیان

۲۹۔باب: جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے

۳۰۔ہدی کا بیان

۸۔نکاح سے متعلق احکام و مسائل

۳۱۔ باب: حق مہر کا بیان

۳۲۔ نکاح متعہ کا بیان

۳۳۔ باب: عزل کا بیان

۹۔ رضاعت سے متعلق احکام و مسائل

۱۰۔ طلاق سے متعلق احکام و مسائل

۳۴۔باب: اختیار دینے کا بیان

۳۵۔باب: ایلاء کا بیان

۳۶۔ظہار کا بیان

۳۷۔لعان کا بیان

۳۸۔باب: نامرد کا بیان

۳۹۔عدت کا بیان

۴۰۔ باب: اولاد کی پرورش کا بیان

۴۱۔ خرچ کا بیان

۱۱۔ غلام آزاد کرنے سے متعلق احکام ومسائل

۴۲۔ باب: مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان

۱۲۔ قسموں سے متعلق احکام و مسائل

۱۳۔ شرعی سزاؤں سے متعلق احکام ومسائل

۱۴۔ سیر سے متعلق احکام ومسائل

۱۵۔ گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام ومسائل

۱۶۔ خرید وفروخت سے متعلق مسائل

١٧۔ فیصلہ کرنے سے متعلق احکام و مسائل

١٨۔ دعویٰ سے متعلق احکام و مسائل

۱۹۔ گواہی سے متعلق احکام و مسائل

۲۰۔ مضاربت سے متعلق احکام و مسائل

۲۱۔ ہبہ سے متعلق احکام و مسائل

۲۲۔ شفعہ سے متعلق احکام و مسائل

۲۳۔ کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام و مسائل

۲۴۔ ذبیحہ سے متعلق احکام و مسائل

۲۵۔ کراہت کا بیان

۴۳۔ باب: ریشم اور سونا پہننے کا بیان

۴۴۔ باب: خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا بیان

۲۶۔ مشروبات سے متعلق احکام ومسائل

۲۷۔شکار سے متعلق احکام ومسائل

۲۸۔گروی سے متعلق احکام ومسائل

۲۹۔دیتوں سے متعلق احکام ومسائل

۳۰۔ وصیتوں سے متعلق احکام ومسائل

۳۱۔ فرائض (وراثت) سے متعلق احکام ومسائل

۳۲۔ آداب کا بیان

۳۳۔ فتنوں کا بیان

۳۴۔ شمائل نبوی ﷺ کا بیان

۳۵۔فضائل ومناقب کا بیان

اشاریہ اسماء الرجال

{فجر کی نماز میں قنوت کو چھوڑنے کا بیان}

۲۰۹. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ وَاَصْحَابَهٗ كَانُوْا لَا يَقْنُتُوْنَ فِي الْفَجْرِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۲۱۰. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ اِلَّا شَهْرًا وَّاحِدًا حَارَبَ حَيًّا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَنَتَ يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ لَمْ يُرَ قَانِتًا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشرکین کے ایک قبیلے سے لڑائی کے دوران نبی مکرم ﷺ نے صرف ایک مہینہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے آپ ان کے خلاف بددعا کرتے تھے جبکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی بھی آپ کو قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور دیگر متعدد کتب میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

۲۱۱. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهٗ.

ایک دوسری متصل سند کے ساتھ بھی یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۱۲. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَقْنُتْ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قنوت نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ اللہ

رب العزت سے جا ملے (یعنی دنیا سے تشریف لے گئے)۔

تحقیق:

سرِ مرسل مسند صحیح ہے۔

۳۱۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَنَتَ یَدْعُوْ عَلٰی مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِیْنَ حَارَبَهُ فَاَخَذَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ عَنْهُ وَقَنَتَ مُعَاوِیَةُ یَدْعُوْ عَلٰی عَلِیٍّ فَاَخَذَ اَهْلُ الشَّامِ عَنْهُ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت نازلہ علی رضی اللہ عنہ سے لی ہے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے موقعہ پر قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے، اہلِ شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے لی وہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ میں قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۳۱۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ یَقْنُتُ اِذَا حَارَبَ وَیَدَعُ الْقُنُوْتَ اِذَا لَمْ یُحَارِبْ۔

زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب جنگ لڑتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہ لڑتے تو قنوت چھوڑ دیتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند الطحاوي: ۱۴۹۱)

۱۔ امام ابو زید عبدالملک بن میسرہ الہلالی العامری الکوفی الزراد رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(۵۶۶،۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۴۱،۱، الکاشف: ۳۴۸۶)

۲۔ امام ابو سلیمان زید بن وہب الجہنی الکوفی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۲۱۳،۱، ۳،تاریخ الثقات للعجلی: ۴۹۰)

۳۱۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ صَحِبْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَنَتَیْنِ لَمْ اَرَهُ قَانِتًا فِیْ سَفَرٍ وَّلَا حَضَرٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام اسود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں دو سال تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، میں نے انہیں سفر و حضر میں کبھی بھی (بلا سبب) قنوت پڑھتے نہیں دیکھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۱۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ ثَنَا الصَّلْتُ بْنُ بَهْرَامَ عَنْ حَوْطٍ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ لِاَبِي الشَّعْثَاءِ اُنْبِئْتُ اَنَّ اِمَامَكُمْ بِالْعِرَاقِ يَقُوْمُ فِيْ آخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْفَجْرِ لَا تَالِيَ قُرْآنٍ وَلَا رَاكِعًا۔

ابوشعثاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (ایک دفعہ) ابوشعثاء سے فرمایا کہ مجھے اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ عراق میں تمہارا امام فجر کی آخری رکعت میں قیام کرتا ہے اور قرآن کی تلاوت اور رکوع نہیں کرتا؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۱۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۲۴، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۱۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۴۹۵۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۳۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۲۴۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ "امام ابو ہاشم صلت بن بہرام التیمی الکوفی رحمہ اللہ" ثقہ راوی ہیں۔ (الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۱۰۹، تاریخ اسماء الثقات: ۵۸۷)

۲۔ امام حوط بن عبداللہ بن رافع العبدی رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ۱۲۸۶، الثقات لابن حبان: ۷۵۴۳، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۳۳۵۲)

۳۔ امام ابوالشعثاء سلیم بن اسود بن حنظلہ المحاربی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۴۸۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۶۰۳، تاریخ اسماء الثقات: ۴۷۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد اس امام کا قنوت پڑھنا تھا۔ (کتاب الآثار

روایۃ الامام محمد: ۲۱۴)، نیز جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۲۴) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس امام کو (بلا سبب) ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ مذکورہ بالا احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ بلا سبب فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ قنوتِ نازلہ صرف اسی وقت پڑھی جائے جب کوئی آفت نازل ہو یا کوئی دشمن چڑھائی وغیرہ کر دے۔ اس عنوان کے متعلقہ دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث و آثار مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۴۲)

☆☆ محمد (بن سیرین رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ تو (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''ہاں! رکوع کے بعد تھوڑا عرصہ (پڑھتے رہے ہیں)۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۷۷، بخاری: ۱۰۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۱۰۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۱۷، سنن الدارمی: ۱۶۴۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۳۲، مسند السراج: ۱۳۲۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۵۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۲۳۵، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۳۱۲۳، السنن الصغیر: ۴۳۱

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنی عمرو الناقد وزهير بن حرب قالا حدثنا اسماعيل عن ايوب عن محمد قال قلت لانس. ....الخ. (صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا م بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۶۴۳)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی، آپ ﷺ رعل اور ذکوان قبائل پر بدعا کرتے تھے اور کہتے تھے: عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اسے شیخین (بخاری: ۴۰۹۴، مسلم: ۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۰۹۴، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن النسائی: ۱۰۷۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۵۲، مسند ابی یعلی الموصلی:

۴۲۶۲، مسند السراج: ۱۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۳، السنن الکبری للبیہقی: ۳۳۲۲، معجم ابن عساکر: ۳۷۰۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد اخبرنا عبد الله اخبرنا سليمان التيمي عن ابي مجلز عن انس رضي الله عنه.....الخ.

(صحيح البخاري: ۴۰۹۴)

فائدہ:

ان کے ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دھوکا کر کے کچھ مبلغین حاصل کیے جو سب قرآن کے قاری تھے اور انہیں اپنے علاقے میں لے جا کر ان قبائل سے قتل کرا دیا۔ ایک دوسرے حادثے میں نبی ﷺ کے دس صحابہ شہید کر دیے گئے۔ ان مسلسل جانی نقصانات سے آپ ﷺ غمگین ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت نازلہ کا اہتمام کیا۔

وَعَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ اُنَاسًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلٰى اُنَاسٍ قَتَلُوْا اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۶۴۴)

☆☆ عاصم (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ تو انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے ہے۔ عاصم کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی تو انہوں نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ ان کے متعلق بددعا کی جنہوں نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا تھا جنہیں قراء کہا جاتا ہے۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۷۷، بخاری: ۱۰۰۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۱۰۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۹۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۰۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۵۴، فتح الباری لابن رجب: ۱۰۰۲، طرح التقریب فی شرح التقریب: ج ۲ ص ۲۹۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابو كريب قالا حدثنا ابو معاوية عن عاصم عن انس.....الخ.

(صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا م بَعْدَ

الرُّکُوْعِ فِیْ صَلَاۃِ الْفَجْرِ یَدْعُوْ عَلٰی بَنِیْ عُصَیَّۃَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۳۵)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے اور آپ ﷺ بنی عصیہ کے خلاف بددعا کرتے تھے۔ اسے مسلم (۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بھی بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنی محمد بن حاتم حدثنا بهز بن اسد حدثنا حماد بن سلمة اخبرنا انس بن سيرين عن انس بن مالك رضی الله عنه..... الخ۔ (صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَنَتَ شَھْرًا یَدْعُوْ عَلٰی (اَحْیَاءٍ مِّنْ) اَحْیَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَکَہٗ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۳۶)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ عرب کے قبیلوں میں سے چند قبائل کے خلاف بددعا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے قنوت کو چھوڑ دیا۔ اسے مسلم (۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۴۰۹۰، سنن النسائی: ۱۰۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۵۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۰۲۸، ۳۰۶۹، حدیث السراج: ۱۲۷۰، ۱۲۷۲، صحیح ابن حبان: ۱۹۸۵، السنن الکبری للبیہقی: ۳۱۰۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۹۲۵، بلوغ المرام: ۳۰۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مثنى حدثنا عبد الرحمن حدثنا هشام عن قتادة عن انس رضی الله عنه... الخ۔

(صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْہُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ لَا یَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلٰی قَوْمٍ۔ رَوَاہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۳۷)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی قوم کے حق میں دعا یا کسی کے لیے بددعا کرتے تو صرف اسی وقت قنوت پڑھتے تھے (ورنہ نہیں پڑھتے تھے)۔ اسے ابن خزیمہ (۶۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث شواہدات ومؤیدات کی بناء پر کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے

ساتھ نقل کیا ہے:

نا محمد بن محمد بن مرزوق الباهلي حدثنا محمد بن عبدالله الانصاري حدثنا سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن انس. .... الخ. (صحيح ابن خزيمة: ٦٢٠)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنِ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهٖ فِي الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا فُلَانًا لِاَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ٦٣٨)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لیے بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے حق میں دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے ، پھر کبھی تو آپ جس وقت {سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ} کہتے تو (قومہ کی حالت میں) کہتے: { اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنِ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ} ''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو خلاصی عطا فرما، اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ کو سخت فرما اور ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح خشک سالی فرما۔'' ان کلمات کو بلند آواز سے کہتے ، اور کبھی فجر کی نماز میں فرماتے: {اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا فُلَانًا لِاَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ} ''اے اللہ! عرب کے قبیلوں میں سے فلاں فلاں قبیلہ پر لعنت فرما۔'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ} ''اے پیغمبر! تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں (کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے)''۔ اسے بخاری (۴۵۶۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۵۶۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۴۶۵، سنن الدارمی: ۱۶۳۶، السنن الکبری للبیہقی: ۳۰۸۴، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۲۶، شرح السنۃ للبغوی: ۶۳۷، مشکاۃ المصابیح: ۱۲۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۸، مسند الحمیدی: ۹۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، سنن النسائی: ۱۰۷۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۸۷۳، صحیح ابن خزیمۃ: ۶۱۵، مسند السراج: ۱۳۰۱، صحیح ابن حبان: ۱۹۶۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسیٰ بن اسماعيل حدثنا ابراهيم بن سعد حدثنا ابن شهاب عن سعيد بن المسيب وابي سلمة بن عبدالرحمن عن ابي هريرة رضي الله عنه. .... الخ. (صحيح البخاري: ۴۵۶۰)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ يَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰى قَوْمٍ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۴۹)

☆☆ انہی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم کے حق میں دعا یا کسی کے لیے بددعا کرنا چاہتے تو صرف اسی وقت قنوت پڑھتے تھے (ورنہ نہیں پڑھتے تھے)۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں (بحوالہ نصب الرایہ: ج ۲ ص ۱۳۰) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ اَنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ اَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْفَجْرِ قَالَ اَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۵۰)

☆☆ ابو مالک سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد (سیدنا طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ) سے کہا، اے اباجان! آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی، اور کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی تقریباً پانچ سال نمازیں پڑھی ہیں، کیا یہ حضرات فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: بیٹا! یہ بدعت ہے۔ اسے ابوداود کے سوا اصحاب خمسہ (ابن ماجہ: ۱۲۴۱، ترمذی: ۴۰۲، احمد: ۱۵۸۷۹) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے تلخیص (الحبیر) میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۱، سنن الترمذی: ۴۰۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۳، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۸۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۷۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۲۱۴، السنن الکبری للبیہقی: ۳۱۵۶، شرح السنۃ: ۶۳۸

اور اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا ابو مالك قال قلت لابی یاابت.....الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۷۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حتیٰ کہ متعدد غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی، شعیب ارناؤط اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۴۱، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۲۴۱، مسند احمد بتحقیق الشعیب: ۱۵۸۷۹)

فائدہ:

واضح رہے کہ سیدنا طارق رضی اللہ عنہ نے مطلقاً قنوت کو بدعت نہیں کہا بلکہ فجر کی نماز میں قنوت ہمیشہ پڑھنے کو بدعت کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات ایک کام اصل میں جائز ہوتا ہے لیکن اسے غلط طریقے سے انجام دینے یا اس کی اصل حیثیت سے گھٹا بڑھا دینے کی وجہ سے وہ بدعت بن جاتا ہے، یعنی اس عمل کی وہ خاص کیفیت بدعت ہوتی ہے اگرچہ اصل عمل بدعت نہ ہو۔

وَعَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۱)

☆☆ اسود (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔'' اسے طحاوی (۱۴۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن منصور عن ابراهيم عن الاسود. ....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۸۴)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۴)

☆☆ علقمہ، اسود اور مسروق رحمہم اللہ نے کہا: ''ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر پڑھتے تھے، وہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔'' اسے طحاوی (۱۴۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا عبد الحميد بن صالح قال ثنا ابو شهاب عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة والاسود ومسروق. ....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۸۶)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۵)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا ابو عامر عن سفیان عن ابی اسحاق عن علقمۃ ..... الخ.
(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۷)

وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلاَّ الْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۶)

☆☆ اسود (رحمہ اللہ) نے کہا کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے سوائے وتر کے کہ وہ اس میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۰۶) اور طبرانی (۹۱۶۶، ۹۴۲۵، ۹۴۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا المسعودی قال ثنا عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ۔ ..... الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۶)

وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا شَهِدْتُ وَمَا رَأَيْتُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۷)

☆☆ ابوالشعثاء (رحمہ اللہ) نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا نہ تو میں کسی ایسے موقع پر حاضر ہوا اور نہ میں نے دیکھا۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا وھب ومؤمل قالا حدثنا شعبۃ عن الحکم عن ابی الشعثاء۔ ..... الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۸)

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا الْقُنُوْتُ فَقَالَ اِذَا فَرَغَ الْاِمَامُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَامَ يَدْعُوْ قَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا يَّفْعَلُهٗ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكُمْ مَعَاشِرَ اَهْلِ الْعِرَاقِ تَفْعَلُوْنَهٗ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۵۸)

☆☆ انہی (ابوالشعثاء رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قنوت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، قنوت کیا ہے؟ (سائل نے) کہا امام جب آخری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو تو کھڑا ہو کر دعا کرے، انہوں نے کہا، میں نے (بلاسبب) کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، میرا خیال ہے کہ عراق والوں کے گروہ ایسا کرتے ہیں۔ اسے طحاوی () نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا زائدۃ عن الاشعث عن ابیہ۔۔۔الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۶۹)

وَعَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ یَقْنُتْ فَقُلْتُ الْکِبَرُ یَمْنَعُکَ فَقَالَ مَا اَحْفَظُہٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ. رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ (آثار السنن: ۶۵۹)

☆☆ ابومجلز (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی، میں نے پوچھا: بڑھاپا آپ کے لیے مانع ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی سے بھی اسے یاد نہیں رکھا (کہ انہوں نے بلا سبب قنوت پڑھی ہو)۔ اسے طحاوی (۱۴۶۷) اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عبدالصمد بن عبدالوارث قال ثنا شعبۃ قال ثنا قتادۃ عن ابی مجلز۔۔۔۔۔الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۶۷)

وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانَ لَا یَقْنُتُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ. رَوَاہُ مَالِکٌ وَّاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۶۶۰)

☆☆ نافع (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ بلاشبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے مالک (۵۴۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلا اعتبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ مؤطا مالک میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر۔۔۔۔۔الخ۔ (مؤطا مالك: ۵۴۸)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَارِثِ السُّلَمِیِّ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ یَقْنُتْ. رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۶۶۱)

☆☆ عمران بن حارث سلمی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ''میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔'' اسے طحاوی (۱۵۰۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا شعبۃ عن حصین بن عبدالرحمن قال انا عمران بن الحارث السلمی۔۔۔۔۔الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۴)

وَعَنْ غَالِبِ بْنِ فَرْقَدِ الطَّحَّانِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شَهْرَيْنِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ٦٦٢)

☆☆ غالب بن فرقد الطحان (رحمہ اللہ) نے کہا: ''میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو مہینے رہا، انہوں نے نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔'' اسے طبرانی (٦٩٣) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کا ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز ثنا شیبان بن فروخ ثنا غالب بن فرقد الطحان. ....الخ. (المعجم الکبیر للطبرانی: ٦٩٣)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَلَا يَقْنُتُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ٦٦٣)

☆☆ عمرو بن دینار (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (١٥١٢) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا ابن ابی مریم قال انا محمد بن مسلم الطائفی قال حدثنی عمرو بن دینار .....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ١٥١٢)

فائدہ:

قَالَ النِّيمَوِيُّ تَدُلُّ الْأَخْبَارُ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَمْ يَقْنُتُوا فِي الْفَجْرِ إِلَّا فِي النَّوَازِلِ.

(آثار السنن: ٦٦٣)

محقق نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (مذکورہ بالا) احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمازِ فجر میں ہنگامی حالات کے سوا قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

{ماہ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت}

٣١٦. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ صَلَّى وَصَامَ حَتَّى: إِذَا كَانَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ شَدَّ الْمِئْزَرَ وَأَحْيَا اللَّيْلَ.

ہیثم رحمہ اللہ نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ جب رمضان آتا تو نبی مکرم ﷺ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے، یہاں تک کہ جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو کمر کس لیتے اور راتوں کو جاگتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۰۲۴، صحیح مسلم: ۱۱۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۷۰۲، مسند الحمیدی: ۱۸۷، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۴، صحیح ابن حبان: ۳۴۲۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۲۶۸۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح البخاری اور دیگر متعدد کتب میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ جامع المسانید میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنيفة عن الهيثم عن رجل عن عائشة رضي الله عنها. ......الخ۔(جامع المسانید: ج۱ص۲۸۲)

فوائد ومسائل:

۱۔ کمر کسنے سے مراد عبادت اور نیکی میں مزید محنت اور کوشش ہے۔

۲۔ آخری عشرے کی اگر سبھی راتیں عبادت میں گزاری جائیں تو بہت بہتر ہے، ورنہ طاق راتوں کو تو اہتمام کرنا ہی چاہیے۔

۳۔ سنن ابن ماجہ (۱۷۶۸) وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے۔ لہٰذا نیکی کے کاموں میں اہل وعیال کو بھی شریک کرنا چاہیے تا کہ وہ بھی عظیم ثواب سے محروم نہ رہیں اور اللہ کے ہاں بلند درجات حاصل کر سکیں۔

۴۔ جاگنے کا مقصد عبادت، ذکر اور تلاوت میں مشغول ہونا ہے۔ بعض لوگ یہ فضیلت والی راتیں فضول بات چیت میں گزار دیتے ہیں، یہ انتہائی محرومی اور بدقسمتی کی بات ہے، خاص کر مساجد میں شور وغوغا، عبادت کرنے والوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

{صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے}

۲۱۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ) رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (یعنی بیس تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

تراویح کے متعلقہ چند ضروری مباحث:

تراویح کے متعلق چند ضروری مباحث قارئین کے استفادے کے لیے یہاں پر درج کی جاتی ہیں۔

لفظ تراویح:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لفظ تراویح کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

" والتراويح جمع ترويحة وهي المرة الواحدة من الراحة كتسليمة من السلام "(فتح الباري : ۴/۳۱۵)

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں جیسے تسلیمہ ایک دفعہ سلام پھیرنے کو کہتے ہیں۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

"والتراويح جمع ترويحة ويجمع ايضا على ترويحات" (عمدة القاري : ۸/۲۴۱)

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کی جمع ترویحات بھی آتی ہے۔

نماز تراویح کی وجہ تسمیہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نماز تراویح کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں:

" سميت الصلاة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا تريحون بين كل تسليمتين " (فتح الباري : ۴/۳۱۵)

جو نماز رمضان کی راتوں میں با جماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام تراویح رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلی مرتبہ اس نماز پر مجتمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد ترویحہ یعنی آرام کیا کرتے تھے۔

''فتاوی علمائے حدیث'' میں ہے کہ:

''نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے اور اس نماز کا نام تراویح اس لئے رکھا گیا ہے کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد

استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔''

نماز تراویح کی ابتداء:

تراویح کی نماز سب سے پہلے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوئی اور خود نبی کریم ﷺ نے اس سنت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی ایک بڑی جماعت پر جمع فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"واول من سنه رسول الله ﷺ......ونسبت الى عمر لانه جمع الناس على ابى بن كعب"(المغنى ۱/۸۰۲:)

سب سے پہلے نماز تراویح کی سنت رسول اللہ ﷺ نے شروع فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بھی لکھا ہے کہ:

"وصلاة التراويح سنة مؤكدة سنها رسول الله ﷺ وتنسب الى عمر رضى الله عنه لانه جمع الناس على ابى بن كعب"(مجموع مؤلفات الشيخ محمد بن عبدالوهاب: ۴/۱۱۷)

تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مسنون کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس سنت کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں جداگانہ نمازیں ہیں۔ جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاہے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔ یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید محقق جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان حضرات کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں، او چونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتوی کے خلاف آواز اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی، چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دونہیں یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا، قاموس میں ہے: تھجد استیقظ انتھی. (اہل حدیث کا مذہب: ص ۹۶، رسائل ثنائیہ: ص ۸۸)

اس جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبداللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعوی پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر فریق مخالف کس دلیل کی بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا　　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱)۔ تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے مخالفین کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قیام اللیل فھو غیر قیام رمضان. (نزل الابرار: ص ۲۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲)۔ تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاوی علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث: ۶/ ۲۵۱)

فریق مخالف کے محقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاوی ثنائیہ: ۱/ ۴۳۱)

فریق مخالف کے مفسر صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہرحال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔ نبی ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ (تفسیری حواشی قرآن مجید: ص ۷۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی ستائیسویں شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داود:۱/۱۹۵، ترمذی:۱/۹۹)

(۳)۔ تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔ (جامع الرموز:۱/۱۹۵، المغنی لابن قدامہ:۱/۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴)۔ نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے ہے۔ (نیل الاوطار:۳/۵۷) لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵)۔ نماز تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ومن الليل فتهجد به نافلة لك" (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹) اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قم الليل الا قليلا" (سورة المزمل:۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ (ترجمہ جوناگڑھی غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے مفسر صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (تفسیری حواشی: ص ۱۶۴۳)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه".

(سنن النسائي: ۱/۲۳۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله قد افترض عليكم رمضان وانا آمركم بقيامه. (طبقات المحدثين باصبهان: ۲/۲۳۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کو فرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں۔

(٦)۔آگے آ رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہوجائے ،لیکن تہجد کی فرضیت اس سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہوچکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

" ان الله عزوجل افترض قيام الليل فى اول هذه السورة فقام نبى الله ﷺ واصحابه حولا وامسك الله تعالى خاتمتها اثنى عشر شهرا فى السماء حتى انزل الله فى آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد الفريضة ."

(صحیح مسلم : ١/٢٥٦، کتاب القراءۃ للبیہقی : ص٣)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (المزمل) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفلاً جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ المزمل مکی ہے) منسوخ ہوچکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی ﷺ نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(٧)۔آنحضرت ﷺ ،صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ،امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ ﷺ نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ يصلى فى رمضان فجئت فقمت الى جنبه وجاء رجل فقام ايضا حتى كنا رهطا فلما احس النبى ﷺ انا خلفه جعل يتجوز فى الصلاة ثم دخل رحله فصلى صلاة لا يصليها عندنا .(صحیح مسلم : ١/٣٥٢)

رسول اللہ ﷺ (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا

ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ ﷺ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل فی حجرتہ" (بخاری: ۱/۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ " فصلی صلاۃ لا یصلیھا عندنا" بھی صراحتاً اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز نماز تہجد تھی جبکہ آپ ﷺ نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

"زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسیٰ عندنا وافطر ثم قام بنا تلك اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجل فقال اوتر باصحابك فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلۃ۔" (سنن ابی داود: ۱/۳۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور یہیں روزہ افطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا دیا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تصلوا صلاة فی یوم مرتین. (سنن ابی داود: ۱/۸۶)
ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج ۱ ص ۴۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ انکے حالات میں لکھا ہے:
رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبد السلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔ (نتائج التقلید: ص ۲۹ بحوالہ خزائن السنن: ج ۳ ص ۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعوی کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو دیکھ کر لوگوں سے فرمایا:
"والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون". (بخاری: ج ۱ ص ۲۶۹)
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:
معنی اس قول کے یہ ہیں:
جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔ (الرائی النجیح: ص ۷)
علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وما قاله عمر رضی الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول علی غیرهم لا علیهم اذانهم رضی الله

عنهم جمعوا بين الفضيلتين من قيام اول الليل وآخره." (المدخل: ج۲ص۲۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغائرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح بخاری" میں، امام ابوداود رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی "سنن" میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے "مؤطا" میں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "بلوغ المرام" میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ فریق مخالف کی کتب "صلاۃ الرسول" وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

بیجوری شرح شمائل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیا ملا بد منہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ

علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ''الرائی النجیح'' مولانا حبیب الرحمان الاعظمی صاحب کی ''رکعات التراویح'' اور محقق اہلسنت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کی '': رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

باجماعت تراویح کے چند دلائل:

ذیل میں نماز تراویح کی جماعت پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ا:

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلَاتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلّٰى فَصَلُّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَصَلُّوْا بِصَلَاتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۲۶۶)

☆☆ عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ ''رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ آدھی رات کے وقت گھر سے نکلے اور مسجد میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے صبح کی تو واقعہ بیان کیا تو پہلے کی نسبت زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی، پھر لوگوں نے صبح کی اور واقعہ بیان کیا تو تو تیسری رات مسجد والے اور زیادہ ہو گئے۔ آپ تشریف لائے، نماز پڑھی تو لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں (کی وجہ) س تنگ ہو گئی (یعنی بہت کثرت سے لوگ آئے، مسجد میں جگہ نہ رہی) یہاں تک آپ صبح کی نماز کیلئے باہر تشریف لائے، جب آپ نے فجر کی نماز پوری فرمائی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ کہا پڑھا پھر فرمایا امابعد! تمہارا یہاں ہونا مجھ پر مخفی نہیں لیکن میں نے خوف محسوس کیا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ (یعنی پڑھ نہ سکو)، پس رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔ اسے شیخین (بخاری: ۹۲۴، مسلم: ۷۶۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری : ۹۲۴، صحیح مسلم : ۷۶۱، سنن ابی داود : ۱۳۷۳، مؤطا مالک : ۳۷۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی : ۴۷۲۳، مسند الامام احمد بن حنبل : ۲۵۳۶۲، صحیح ابن خزیمۃ : ۱۱۲۸، مستخرج ابی عوانۃ : ۳۰۵۰، صحیح ابن حبان : ۱۴۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی : ۵۲۸۱، السنن الکبری للبیہقی : ۴۲۷۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيىٰ بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل، عن ابن شهاب قال اخبرني عروة ان عائشة اخبرته.......الخ (صحيح البخاري : ۹۲۴)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهِ لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَّظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَازَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۶۷۶)

☆☆ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ بنایا، اس میں چند راتیں نماز ادا فرمائی، یہاں تک کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، پھر ایک رات لوگوں نے آپ کی آواز نہ سنی اور انہوں نے سمجھا کہ آپ سو گئے ہیں، بعض لوگوں نے کھانسنا شروع کر دیا تا کہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں، آپ نے فرمایا: تمہارا معاملہ (یعنی کثرت سے آنا) جو میں نے دیکھا، اسی طرح رہا، یہاں تک کہ میں ڈر گیا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اسے ادا نہ کر سکتے۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں یہ نماز پڑھو، بلاشبہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اسے شیخین (بخاری: مسلم:) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری : ۷۲۹۰، صحیح مسلم ،۷۸۱، سنن النسائی : ۱۵۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل : ۲۱۵۸۲، مستخرج ابی عوانۃ : ۲۲۱۰، صحیح ابن حبان : ۲۴۹۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم : ۱۷۷۴، السنن الکبری للبیہقی : ۴۲۷۸، ۵۲۳۶، السنن الصغیر للبیہقی : ۸۲۰۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق اخبرنا عفان حدثنا وهيب حدثنا موسى بن عقبة سمعت ابا النضر يحدث عن

بسر بن سعید عن زید بن ثابت ان النبی ﷺ.......الخ۔(صحیح البخاری: ۷۲۹۰)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ قَالَ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔(آثار السنن: ۶۸۰)

☆☆حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے ہمارے ساتھ کوئی قیام نہ کیا، حتیٰ کہ مہینے میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا، تو آپ نے ہمیں قیام کروایا، حتیٰ کہ تہائی رات ہوگئی۔ جب چھٹی رات آئی تو آپ نے قیام نہ کرایا۔ جب (آخر سے) پانچویں آئی تو ہمیں قیام کروایا، حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاش آپ ہمیں پوری رات نفل پڑھا دیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسان جب امام کے نماز پڑھتا ہے اور اس کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے۔'' جب چوتھی رات آئی تو آپ نے قیام نہ کرایا۔ جب تیسری رات آئی تو آپ نے اپنے اقارب، بیویوں اور دوسرے لوگوں کو جمع فرمایا اور ہمیں قیام کرایا، یہاں تک کہ ہمیں فکر ہوئی کہ کہیں ہماری ''فلاح'' ہی نہ رہ جائے۔ (جبیر نے کہا) میں نے پوچھا کہ ''فلاح'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: ''سحری۔'' پھر بقیہ راتوں میں آپ نے ہم کو قیام نہیں کرایا۔ اسے اصحاب خمسہ (ابوداود: ۱۳۷۵، ترمذی: ۸۰۶، ابن ماجہ: ۱۳۲۷، نسائی: ۱۳۶۵، احمد: ۲۱۴۱۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۳۷۵، سنن الترمذی: ۸۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۷، سنن النسائی: ۱۳۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۴۱۹، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۶۹۵، سنن الدارمی: ۱۸۱۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۲۰۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۸۱۸، مشکاۃ المصابیح: ۱۲۹۸۔

اور صحیح ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد حدثنا یزید بن زریع اخبرنا داود بن ابی ھند عن الولید بن عبدالرحمن عن جبیر

بن نضیر عن ابی ذر......الخ۔(سنن ابی داود: ۱۳۷۵)

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی پوری میں صرف تین رات باجماعت نماز تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، اس کو باجماعت ترک کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے اپنے گھروں میں انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی تاکید فرمادی۔ نبی ﷺ کی اس تین دن کی نماز کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر متعدد صحابہؓ جیسے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ان تین دونوں میں نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تراویح کی کتنی رکعات پڑھائیں؟ اس بارہ میں کسی بھی صحیح السند روایت سے کچھ منقول نہیں، اور اس موضوع پر جتنی بھی روایات ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں یا اُن روایات کا مسئلہ تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

نذیر احمد رحمانی اور محمد قاسم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تراویح پڑھائی اس کے بعد ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے تہجد بھی پڑھی ہو بلکہ آخر شب کی نماز کے متعلق تو آتا ہے کہ آپ ﷺ نے آخر شب تک قیام کیا۔ معلوم ہوا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

(محصلہ انوار المصابیح: ص ۸۲، حی علی الصلوۃ: ص ۴۳ وغیرہ)

جواب:

اس شبہ کے کئی جوابات ہیں لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب خود فریق مخالف کے اپنے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی طرف سے دیا جائے جو انہوں نے عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کو دیا تھا۔ چنانچہ امرتسری صاحب عبداللہ چکڑالوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ ﷺ نے اول شب تراویح پڑھی تھی ان دونوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعات سے زیادہ ہوگئی اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو ارشاد خداوندی "فَتَهَجَّدْ" کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین

دنوں میں حضور ﷺ اسی شب کو کا قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں، جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کیلئے نہیں۔(الحدیث کا مذہب: ص ۹۷، رسائل ثنائیہ: ص ۸۹)

اب مخالفین کی مرضی ہے کہ اپنے شیخ الاسلام کا یہ جواب پسند کرتے ہیں یا عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کی بات مانتے ہیں!

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِيْ مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْاٰنُ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَءُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَقَدْ اَصَابُوْا وَلَمْ يَكْرَهْ ذٰلِكَ لَهُمْ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ وَّلَهٗ شَاهِدٌ دُوْنَ حَسَنٍ عِنْدَ اَبِيْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. (آثار السنن: ۶۹۰)

☆☆ سیدنا ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ مسجد کی ایک جانب میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''ان کو کیا ہے؟'' کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے اور سیدنا ابی ب کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔'' اور آپ ﷺ نے ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا۔ اسے بیہقی معرفۃ السنن والآثار (۵۴۰۰) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے اور ابوداود (۱۳۷۷) میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا شاہد ہے جو کہ حسن سے کم درجہ کی حدیث ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

انبأ ابو زکریا بن ابی اسحاق وابوبکر احمد بن الحسن القاضی وابو عبدالرحمن السلمی قالوا ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب انبأ بحر بن نصر قال قرء علی عبداللہ بن وھب اخبرك عبدالرحمن بن سلمان وبکر بن مضر عن ابن الهاد ان ثعلبة بن ابی مالك القرظی......الخ۔

(السنن الکبری للبیھقی: ۴۲۸۲)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت کو اچھا اور درست قرار دیا ہے۔ لہٰذا بعض احباب کا

تراویح کی جماعت کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۰)

☆☆ عبدالرحمن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے بہت سے لوگ اس کی نماز کی اقتداء کے لئے کھڑے تھے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر تمام نمازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کردی جائے تو زیادہ اچھا ہو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت بنا کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس کا امام بنادیا۔ پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ ہی نکلا تو لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے (یہ منظر دیکھ کر) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ کس قدر بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ نماز جس سے یہ سوئے رہتے ہیں اس نماز سے جسے یہ ادا کرتے ہیں، افضل ہے۔ آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا اور لوگ شروع رات میں ادا کرتے تھے۔ اسے بخاری (۲۰۱۰) نے روایت کیا ہے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ اِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ فَيَتَفَرَّقُ هٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّهٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّكَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ اِلٰى اَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ اُرَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا الْقُرْآنَ اَغَانِيَّ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاُغَيِّرَنَّ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى اَمَرَ اُبَيًّا فَصَلّٰى بِهِمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَابْنُ سَعْدٍ وَّجَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۰۱)

☆☆ نوفل بن ایاس ہذلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجد میں تراویح پڑھتے تھے تو ایک گروہ یہاں کھڑا ہوتا اور ایک گروہ وہاں ہوتا اور لوگ ان میں سب سے اچھی آواز والے کی طرف مائل ہوتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ لوگوں نے قرآن کو راگ بنالیا ہے،

اللہ کی قسم! اگر مجھ سے ہوسکا تو میں اسے ضرور بدل دوں گا تو وہ صرف تین دن ہی ٹھہرے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسے بخاری نے خلق افعال العباد (ج ۱ ص ۶۹) میں اور ابن سعد و جعفر فریابی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا آدم حدثنا ابن ابی ذهب حدثنا مسلم بن جندب عن نوفل بن اياس الهذلي......الخ۔

(خلق افعال العباد للبخاری: ج۱ص۶۹)

آٹھ رکعات تراویح کو مسنون کہنے والوں کے مستدلات کا تحقیقی جائزہ:

نماز تراویح کی جماعت پر دلائل کے بعد اب آٹھ رکعت تراویح کو مسنون کہنے والوں کے مستدلات کا تحقیقی جائزہ حاضر خدمت ہے اس کے بعد بیس رکعات پر دلائل دیں گے۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَاعَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۲۷۲)

☆ ☆ ابو سلمہ بن عبد الرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المومنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین وطویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔'' اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابی داود: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبری للنسائی: ۳۹۲، مؤطا

مالک: ۳۹۴۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالك عن سعید المقبری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن انه سأل عائشۃ.....الخ۔(صحیح البخاری:۲۵۶۹)

آٹھ رکعات کو مسنون کہنے والے حضرات آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو مرکزی دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں فریق مخالف کی اس مرکزی استدلال کے متعدد جوابات میں سے صرف پانچ جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

جواب نمبر ۱:

اس حدیث سے رکعات تراویح پر استدلال ہی فضول ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرمارہی ہیں وہ تہجد کی نماز ہے، اس کا تراویح کی نماز سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

چنانچہ اس حدیث میں رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا لفظ صریح ہے جو کہ اس کے نماز تہجد ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتیں بلکہ جو نماز پورا سال (رمضان وغیر رمضان میں) پڑھی جاتی ہے وہ نماز تہجد کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بڑے بڑے محدثین وشارحین حدیث جیسے علامہ ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ، امام محدث ملا علی القاری رحمہ اللہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی: ج ۴ ص ۱۶، فتح الباری: ج ۳ ص ۲۶، ۲۷، شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۲۵۳، فتح المغطی شرح کتاب المؤطا للملاعلی القاری: ج ۱ ص ۲۹۴، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی نظر میں: ص، فتاوی عزیزی: ص ۱۲۵)

نیز فریق مخالف کے بھی متعدد حضرات جیسے محمد بن علی شوکانی، صادق سیالکوٹی اور ثناء اللہ مدنی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو تہجد کے متعلق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۳ ص ۳۹، الاعتصام: ص ۵، ۱۲ تا ۱۸ فروری ۱۹۹۹ء، صلوۃ الرسول: ص ۳۷۰)

اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ اگر اس حدیث کا تراویح سے تعلق نہیں تو پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے آثار السنن میں اسے تراویح کے باب میں کیوں ذکر کیا ہے؟

الجواب:

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کیا ہے لیکن اس سے یہ استدلال کرنا کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے غلط ہے کیونکہ ان کی کتاب آثار السنن کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں کہ ان کی پوری کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ وہ اکثر اختلافی مسائل میں پہلے اپنے مخالف مسلک کے مطابق باب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت وہ دلائل ذکر کرتے ہیں جن سے مخالف نے استدلال کیا ہے، خواہ ان مستدلات کا تعلق ان کے نزدیک مذکورہ باب سے ہو یا نہیں، اسکے بعد وہ اپنے مسلک کے مطابق باب قائم کر کے اپنے مستدلات ذکر فرماتے ہیں۔ الغرض علامہ نیموی رحمہ اللہ نے فریق مخالف کے مسلک کے مطابق حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو تراویح کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔

جواب نمبر ۲:

ہماری اس بات کی تائید کہ مذکورہ حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد سے ہے، اس سے بھی ہوتی ہے کہ ائمہ حدیث نے تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھے ہیں اور اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کرنے کی بجائے تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا (ص ۴۳) میں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (ج ا ص ۱۵۴) میں، امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع الترمذی (ج ا ص ۵۸) میں، امام ابوداود رحمہ اللہ نے سنن ابی داود (ج ا ص ۱۹۶) میں، امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن نسائی (ج ا ص ۱۵۴) میں، امام خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ (ج ا ص ۱۰۶) میں، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (ج ا ص ۸۶) میں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بلوغ المرام مع سبل السلام (ج ا ص ۱۳) میں اور دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی کتب حدیث میں اس حدیث کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے اور تراویح کا باب الگ قائم کیا ہے اور اس میں اس حدیث کا ذکر کرنا تو کجا اس کی طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کی بجائے تہجد سے ہے۔

جواب نمبر ۳:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں، وہ آپ ﷺ آخر شب میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ اس نماز کے وقت کی بابت جب ان سے پوچھا گیا تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كان ينام اوله ويقوم اخره فيصلى۔ (بخاری: ج ا ص ۱۵۴ بحوالہ حی علی الصلاۃ: ص ۱۳۶ از خواجہ محمد قاسم)

کہ آپ ﷺ رات کے پہلے حصہ میں آرام فرماتے تھے اور آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان یقوم اذا سمع السارخ۔ (بخاری: ج۱ص۱۵۲)

رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب (آخر شب) مرغ کی آواز سنتے تھے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے غلام رسول صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ سونے کے بعد (آخر شب) یہ نماز پڑھتے تھے۔ (رسالہ تراویح: ص۵۹)

اور آخر شب میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی۔ چنانچہ فریق مخالف کے فتاوی علمائے حدیث (ج۶ص۲۵۱) میں ہے کہ:

تراویح کا وقت اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا ہے کہ:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاوی ثنائیہ: ج۱ص۴۳۱)

بنابریں فریق مخالف کا رسول اللہ ﷺ کی آخری شب کی نماز (تہجد) سے اول شب کی نماز (تراویح) پر استدلال کرنا خود اپنے طے سدہ اصولوں کی روشنی میں باطل ہو گیا۔

جواب نمبر ۴:

بالفرض فریق مخالف کا دعوی مان ہی لیا جائے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے اور تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو پھر بھی ان کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے صرف آٹھ رکعت پر اکتفا کرنا اور اسی عدد کو سنت کہنا غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح نبی ﷺ کا آٹھ رکعات پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے آٹھ رکعات سے کم اور آٹھ رکعات سے زائد کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی متعدد صورتیں منقول ہیں جن کی صحت کا خود فریق مخالف کو بھی اقرار ہے۔

چنانچہ فریق مخالف کے متعدد حضرات جیسے شوکانی، امیر یمانی، میاں غلام رسول، صادق سیالکوٹی، محمد قاسم خواجہ اور نذیر احمد رحمانی وغیرہم نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی سات رکعات، کبھی نو رکعات اور کبھی گیارہ رکعات (مع الوتر) بھی پڑھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

نیل الوطار: ج۳ص۳۹

سبل السلام: ج۱ص۱۳

بنائے ترجمہ رسالہ تراویح: ص۴۸، ۴۹، ۵۱

صلوۃ الرسول: ص۳۶۹

حی علی الصلاۃ: ص ۳۰

انوار المصابیح: ص ۳۷

الغرض جب آپ ﷺ کا آٹھ سے کم اور آٹھ سے زائد رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے اور ان سب روایات کی صحت فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے تو پھر یہ حضرات یہ کیسے دعوی کر سکتے ہیں کہ صرف آٹھ رکعات تراویح پڑھنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

جواب نمبر ۵:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث پر فریق مخالف کا خود اپنا عمل نہیں بلکہ ان کا عمل تو اس حدیث کے سراسر خلاف ہے کیونکہ:

(۱)۔اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پورا سال یہ نماز پڑھتے تھے جبکہ فریق مخالف کے لوگ اس نماز کو صرف ماہ رمضان میں التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۲)۔حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ یہ آٹھ رکعت چار چار رکعت کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے۔(صلوۃ الرسول: ص ۳۷۰) جبکہ فریق مخالف کے لوگ ان آٹھ رکعتوں کو دو دو کر کے چار سلاموں میں پڑھتے ہیں۔

(۳)۔اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے تھے اور فریق مخالف کے محقق عبد الرحمن مبارکپوری صاحب کے بقول وتر کی یہ تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ تھیں۔(تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۳۳۱) جبکہ فریق مخالف کے لوگ صرف ایک ہی وتر پڑھتے ہیں اور اگر کبھی کبھار کوئی تین وتر پڑھتا بھی ہے تو دو سلام کے ساتھ۔

(۴)۔اس حدیث میں ہے کہ پیغمبر عالم ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے جبکہ فریق مخالف کے لوگ وتر سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

(۵)۔مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ یہ آٹھ رکعتیں نہایت خوبی اور درازی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن فریق مخالفین کے لوگ یہ آٹھ رکعتیں مختصر اور ہلکی پھلکی پڑھتے ہیں۔

(۶)۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ کر رہی ہیں وہ آپ ﷺ آخر شب (سحری کے وقت) پڑھتے تھے۔(بخاری: ج ۱ ص ۱۵۴) لیکن فریق مخالف کے لوگ تراویح نماز عشاء کے متصل بعد پڑھتے ہیں۔

(۷)۔آنحضرت ﷺ یہ نماز سونے کے بعد پڑھتے تھے۔(رسالہ تراویح: ص ۵۹، از غلام رسول غیر مقلد) جبکہ فریق مخالف کے لوگ یہ نماز سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

(۸)۔اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کا یہ نماز گھر میں پڑھنا مذکور ہے (کیونکہ حدیث ہذا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے درمیان بات چیت کرنے کا جو ذکر ہے یہ دلیل ہے کہ یہ نماز آپ ﷺ گھر میں ہی پڑھتے تھے) لیکن

فریق مخالف کے لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تراویح مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔

(۹)۔حدیث میں مذکورہ نماز کو آپ ﷺ نے بلا جماعت ادا فرمایا لیکن فریق مخالف کے لوگ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں بلکہ ان کے فتاوی علمائے حدیث میں تو تراویح کے لیے جماعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث: ج ٦ ص ٢٤٣)

(۱۰)۔اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد وتر بھی بلا جماعت پڑھتے تھے لیکن فریق مخالف کے لوگ پورا رمضان وتر کو تراویح کے ساتھ باجماعت پڑھتے ہیں۔(تلك عشرة كاملة)

فریق مخالف کے محققین حضرات نے اس حدیث کو صرف ایک شق (آٹھ رکعات) کو تو لے لیا لیکن اس حدیث کی دیگر شقوں کو جن ان کے موقف کے خلاف تھیں، ٹھکرا دیا۔گویا

میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو

روایت نمبر ۲:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّاَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تَخْرُجَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِيْهِ حَتّٰى اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّيَ بِنَا فَقَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّغِيْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهِمَا وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ. (آثار السنن: ٤٠٣)

☆☆ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعات نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے، پھر جب آئندہ رات تھی ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور ہم نے امید کی کہ آپ تشریف لائیں گے۔آپ تشریف نہ لائے اور ہم بھی مسجد میں ہی رہے۔یہاں تک کہ ہم نے صبح کی، پھر ہم (آپ کے پاس) حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! آپ نے گزشتہ رات ہمیں مسجد میں جمع فرمایا اور ہم نے امید رکھی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے،آپ ﷺ نے فرمایا:''میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔'' اسے طبرانی نے صغیر (۵۲۵) میں، محمد بن نصر الروزی نے قیام اللیل (ص ۲۱۷) میں، ابن خزیمہ (۱۰۷۰) اور ابن حبان (۲۴۱۵) نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن عبيدالله الطلحي الكوفي حدثنا جعفر بن حميد حدثنا يعقوب بن عبدالله القمي عن عيسى بن جارية عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه...الخ (المعجم الصغير للطبراني: ٥٢٥)

اس روایت کو بھی فریق مخالف کے محققین بڑے زور وشور سے آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔
فریق مخالف کی اس دلیل کے متعدد جوابات میں سے صرف تین جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایت فریق مخالف کے قاعدہ کے مطابق منقطع ہے کیونکہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی عیسیٰ بن جاریہ ہیں جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من الرابعة. کہ وہ چوتھے طبقہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ج ا ص ۷۶۹)

اور چوتھے طبقہ کے متعلق فریق مخالف کے محقق نذیر احمد رحمانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

چوتھا طبقہ وہ ہے جو تابعین کے طبقہ وسطیٰ کے قریب ہے جن کی اکثر روایتیں کبار تابعین سے لی گئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہیں۔ (انوار المصابیح: ص ۲۸۰)

سو جب عیسیٰ بن جاریہ چوتھے طبقہ کے راوی ہیں اور بقول رحمانی اس طبقہ والوں کی احادیث حابہ رضی اللہ عنہم سے مروی نہیں ہیں، لہٰذا فریق مخالف کے اصول کے مطابق عیسیٰ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ یہ روایت منقطع ٹھہری اور منقطع وایت فریق مخالف کے نزدیک حجت نہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ حدیث نہایت ضعیف سند سے مروی ہے، چنانچہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا عیسیٰ بن جاریہ روایت حدیث میں نہایت ضعیف اور مجروح راوی ہیں، پھر عیسیٰ بن جاریہ سے اس روایت کو یعقوب قمی نے نقل کیا ہے اور یعقوب قمی بھی ضعیف راوی ہیں۔ ''قیام اللیل'' وغیرہ میں اس روایت کا ایک تیسرا راوی محمد بن حمید الرازی بھی ضعیف بلکہ عند البعض کذاب راوی ہے۔ لہٰذا ایسی روایت جس کی سند "ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق ہو اس سے حجت لینا ہرگز جائز نہیں۔ اب اس روایت کے تینوں راویوں کا حال ملاحظہ کریں۔

عیسیٰ بن جاریہ کا تعارف:

ائمہ حدیث ورجال نے عیسیٰ بن جاریہ پر جو جرح وتنقید کی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ سے ان کے شاگرد امام ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

لیس بذاك.

(تهذيب الكمال: ج ۱۱ص ۵۳۳، تهذيب التهذيب: ج ۳ص ۳۲۸، ميزان الاعتدال: ج ۳ص ۳۱۱)

کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

امام ابن الجنید رحمہ اللہ نے امام ابن معین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

لیس بشیء. (سوالات ابن الجنید للامام یحییٰ بن معین: ص۸۸)

فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک امام ابن معین رحمہ اللہ "لیس بشیء" سے ضعیف مراد لیتے تھے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۱۶/۵۵)

امام عباس دوری رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق امام ابن معین رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں:

عندہ مناکیر.

(تہذیب الکمال: ج۱۴ص۵۲۳، تہذیب التھذیب: ج۳ص۲۲۸، میزان الاعتدال: ج۳ص۳۱۱)

کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔

(۲)۔ امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ کے شاگرد ابوعبید آجری رحمہ اللہ نے ان سے نقل کیا کہ انہوں نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں فرمایا:

روی مناکیر.

(تہذیب الکمال: ج۱۴ص۵۲۳، تہذیب التھذیب: ج۳ص۲۲۸، میزان الاعتدال: ج۳ص۳۱۱)

کہ اس نے منکر روایتیں نقل کی ہیں۔

امام ابوداود رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں:

منکر الحدیث. (تہذیب الکمال: ج۱۴ص۵۲۳، تہذیب التھذیب: ج۳ص۲۲۸، میزان الاعتدال: ج۳ص۳۱۱، انوار المصابیح: ص۱۱۲)

کہ یہ منکر حدیث والا ہے۔

(۳)۔ امام نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ بھی اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال: ج۳ص۳۱۱)

منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ ا کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت بکثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔ (توضیح الکلام: ج۲ص۶۲۸)

فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب "منکر الحدیث" راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

حتی تکثر المناکیر فی روایتہ وینتھی الی ان یقال فی منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک بحدیثہ. (ابکار المنن: ص۱۹۹)

منکر الحدیث وہ راوی ہے جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہوجاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کردی جائے۔

فریق مخالف کے محقق محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔(خیر الکلام:ص ۱۶۰)

فریق مخالف کا محقق محمد اسحاق ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتا ہے:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ حدیذ ضعیف جدا یا منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام:ص ۲۰، ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)

فریق مخالف کا محقق ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔(توضیح الکلام:ج۱ص ۴۹۹)

نیز اثری صاحب نے ''الرفع والتکمیل'' سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔(ایضاً:ص ۴۹۸)

فریق مخالف کا محقق زبیر علی زئی لکھتا ہے:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔(ماہنامہ الحدیث:ص ۱۵، ستمبر ۲۰۰۳ء)

ان اقتباسات سے ثابت ہوگیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے محققین کے نزدیک انتہائی سخت، قبل اعتبار اور مفسر جرح ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے عیسی بن جاریہ کو منکر الحدیث کہنے کے ساتھ ساتھ اس کو متروک بھی قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال:ج ۳ص ۳۱۱)

اور فریق مخالف کے مشہور محقق ارشاالحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

کذاب، متروک، لیس بثقۃ کے الفاظ شدید جرح میں شمار ہوتے ہیں۔(توضیح الکلام:ج ۲ص ۶۰۸)

نیز زبیر علی زئی نے ''متروک الحدیث'' مطلب بیان کیا ہے:

سخت مجروح۔(ماہنامہ الحدیث ش ۱۵،ص ۱۸)

فریق مخالف کے محقق عبداللہ روپڑی صاحب نے لکھا ہے:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔(فتاوی اہلحدیث:ج۱ص ۶۶۲)

الغرض عیسی بن جاریہ کی یہ روایت فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں بھی بالکل ردی ہے۔

(۴)۔امام ابن عدی رحمہ اللہ ''ابن جاریہ'' کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

کلھا غیر محفوظة. (الکامل: ج۶ص۴۳۸)

فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی نے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے:

اور (عیسی بن جاریہ) کی تمام حدیثیں بشمول آٹھ رکعات تراویح والی حدیث غیر محفوظ (شاذ) ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۷۴،ص۱۶)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

شاذ مردود حدیث کی ایک قسم ہے۔ (نور العینین: ص۱۶۰)

فریق مخالف کے محقق نذیر رحمانی صاحب امام ابن عدی کے اس قول کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

یعنی محفوظ کا مقابل اور اس کا غیر ہیں جن کو اصطلاحا شاذ کہتے ہیں۔ (انوار المصابیح: ص۱۱۷)

الغرض فریق مخالف کے وکیل اعظم رحمانی صاحب نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ ابن جاریہ کی بیان کردہ حدیثیں غیر محفوظ اور شاذ ہیں، اور جس راوی کی روایتیں شاذ ہوں وہ راوی کیسا ہوتا ہے؟ ایسے راوی کا مرتبہ بھی رحمانی کے نزدیک کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

اگر حفظ کے اعتبار سے بہت گرا ہوا راوی نہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوگی اور اگر اس کے خلاف ہو یعنی حفظ کے اعتبار سے بہت گرا ہوا راوی ہو تو البتہ (اس کی) وہ روایت شاذ و منکر کہی جائے گی۔ (انوار المصابیح: ص۱۱۷)

(۵)۔امام عقیلی رحمہ اللہ نے عیسی بن جاریہ کو ضعفاء یعنی ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج۴ص۴۴۸)

(۶)۔امام ساجی رحمہ اللہ بھی اس کو ضعیف راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج۴ص۴۴۸)

(۷)۔امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین: ج۲ص۲۳۸)

(۸)۔امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اس کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

وعیسی بن جاریة تکلم فیه. (فتح الباری لابن رجب: ج۲ص۲۱۹)

عیسی بن جاریہ میں کلام (ضعف) ہے۔

(۹)۔مشہور محدث ناقد حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے ائمہ حدیث سے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین: ج۲ص۲۱۹، المغنی فی الضعفاء: ج۲ص۱۶۴)

(۱۰)۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیه لین۔ (تقریب: ج۱ص۷۷۹)

عیسیٰ بن جاریہ روایت حدیث میں کمزور (یعنی ضعیف) ہے۔

دوسرے راوی یعقوب قمی کا تعارف:

عیسیٰ بن جاریہ کا شاگرد یعقوب بن عبداللہ القمی بھی ضعیف اور شیعہ راوی ہے۔

(۱)۔امام دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

لیس بالقوی۔ (میزان الاعتدال: ج۴ص۳۴۲)

کہ یہ روایت حدیث میں قوی نہیں ہے۔

(۲)۔امام ابن الجوزی رحمہ اللہ ن اس ک ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کیا ہے۔
(کتاب الضعفاء والمتر وکین: ج ۳ ص ۲۱۶)

(۳)۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔
(دیوان الضعفاء والمتر وکین: ج ۲ ص ۴۷۶)

(۴)۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی روایت کردہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھذا غریب جدا واسنادہ ورجالہ ثقات الا یعقوت فانہ القمی فیما یغلب علی الظن وھو شیعی فلعل الآفۃ منہ۔(البدایۃ والنھایۃ: ج۵ص۲۶۸)

یہ بہت زیادہ غریب حدیث ہے،اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے یعقوب کے جو غالب گمان میں قمی ہے ،اور یعقوت قمی شیعہ ہے،اور شاید یہ افت (غلط روایت) بھی اسی کی وجہ سے ہے۔

نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی کی مذکورہ حدیث کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

وھذ الحدیث منکرا جدا فی اسنادہ ضعف ویعقوب ھذا ھو القمی وفیہ تشیع ومثل ھذا لا یقبل تفردہ بہ۔(البدایۃ والنھایۃ: ج۶ص۱۰۶)

یہ حدیث انتہائی منکر ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے اور یعقوب القمی شیعہ ہے۔ایسے مسائل میں اس کا تفرد قبول نہیں کیا جاتا۔

(۵)۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

صدوق یھم۔ (تقریب: ج۲ص۳۳۸)

یعقوب سچا ہے لیکن وہم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۶)۔فریق مخالف کے محقق ناصر الدین البانی صاحب نے اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

ویعقوب القمی وھو ابن عبداللہ صدوق یھم کما فی التقریب۔

(سلسلۃ احادیث الضعیفۃ: ج۳ص۳۴۴)

اس روایت کا راوی یعقوب بن عبداللہ قمی سچا ہے، لیکن وہمی ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔

(۷)۔فریق مخالف کے محقق محمد شوکانی صاحب نے اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

وفی اسنادہ یعقوب بن عبداللہ القمی وجعفر بن ابی المغیرۃ القمی وفیھما مقال۔

(نیل الاوطار: ج۳ص۲۸۷)

اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عبداللہ قمی اور جعفر بن المغیرہ قمی ہیں اور ان دونوں میں کلام ہے۔

تیسرے راوی محمد بن حمید رازی کا تعارف:

قیام اللیل وغیرہ میں اس روایت کو یعقوب قمی سے نقل کرنے والا محمد بن حمید رازی بھی ہے جو کہ ائمہ رجال کے نزدیک نہایت ضعیف، کذاب اور متروک راوی ہے۔ اس کا تفصیلی تعارف کتب رجال سے ملاحظہ ہو:

(۱)۔امام یعقوب بن شیبہ سدوسی رحمہ اللہ اس کو کثیر المناکیر فرماتے ہیں۔

(۲)۔امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وفیہ نظر۔(اس میں نظر ہے)۔

(۳)۔امام ابوزعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔

(۴)۔عبدالرحمن بن یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمد بن حمید رازی جھوٹا تھا۔

(۵)۔اسحاق بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید اور عبید بن اسحاق عطار دونوں کذاب ہیں۔

(۶)۔امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن وارہ رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس کو کذاب قرار دیا ہے۔

(۷)۔امام ابوعلی نیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن خزیمہ سے عرض کیا کہ اگر آپ محمد بن حمید الرازی سے حدیث بیان کرتے تو بہت اچھا ہوتا کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ اس پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو پہچانا نہیں۔ اگر وہ بھی ہماری طرح اس کو پہچان لیتے تو وہ اس کی بالکل تعریف نہ کرتے۔

(۸)۔امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(۹)۔ابونعیم بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحاتم رحمہ اللہ کے پاس ان کے گھر حاضر تھا اور ان کے پاس "رے" کے مشائخ اور حفاظ کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ جب انہوں نے محمد بن حمید رازی کا ذکر چھیڑا تو سب نے بالاتفاق فرمایا کہ وہ روایت حدیث میں نہایت ضعیف ہے۔ اور اس نے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جو اس نے سنی تک نہیں ہیں۔

(دیکھیے: تہذیب الکمال: ج۱۶، ص۲۲۱ تا ۲۲۶، تہذیب: ج۵ ص۸۵، ۸۶ وغیرہ)

(۱۰)۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین: ج ۳ ص ۵۴)

ناظرین! آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کے یہ تینوں راوی نہایت ضعیف اور متروک ہیں۔ لہٰذا جو ایسے ضعیف راویوں کی سند پر مشتمل ہونے کی وجہ سے "ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق ہو، اس کو تراویح جیسے اہم مسئلہ میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟

جواب نمبر ۳:

فریق مخالف کا بھی ایک سنجیدہ طبقہ اس روایت کے شدید ضعف کو محسوس کرتے ہوئے اس روایت کو معرض استدلال میں پیش کرنے سے دستبردار ہوگیا ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق عبدالمنان نورپوری صاحب نے لکھا ہے:

یاد رہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز تراویح کی تعداد رکعات کے اثبات کا اعتبار حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں۔ (تعداد تراویح: ص ۳۴)

فریق مخالف کے محقق ایوب صابر صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ خانپور) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت اور اس کے متصل بعد آنے والی روایت ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ہم نے بطور شواہد پیش کی ہیں۔ (تحقیق تراویح: ص ۲۲)

فریق مخالف کے ان محققین کے نزدیک گویا یہ دونوں حدیثیں استدلال میں پیش کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ فریق مخالف کے محقق عبدالرؤف صاحب نے تو انصاف پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف لکھ دیا ہے کہ:

ان دونوں حدیثوں کی سند عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (القول المقبول: ص ۶۰۷، ۶۱۰)

روایت نمبر ۳:

وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ كَانَ مِنِّيَ اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِيْ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَمَاذَاكَ يَااُبَيُّ قَالَ نِسْوَةٌ فِيْ دَارِيْ قُلْنَ اِنَّا لَا نَقْرَءُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّيْ بِصَلَاتِكَ قَالَ فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّاَوْتَرْتُ فَكَانَتْ سُنَّةَ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى۔ (آثار السنن: ۷۷۴)

☆☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات کو یعنی رمضان میں مجھے ایک واقعہ پیش آ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا اے ابی! کیا بات ہوئی؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے گھر کی

عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہمیں قرآن یاد نہیں اس لئے ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گی تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا دیں۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر سکوت فرمایا گویا کہ آپ نے اس کو پسند فرمایا۔ اسے ابویعلی الموصلی (۱۸۰۱) نے روایت کیا ہے۔

امام ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالاعلی حدثنا یعقوب عن عیسی بن جاریة حدثنا جابر بن عبداللہ قال جاء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ.........(مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۸۰۱)

یہ روایت بھی بلحاظ سند سخت ضعیف ہے اس میں بھی دونوں ضعیف راوی (عیسی بن جاریہ اور یعقوب بن عبداللہ القمی) موجود ہیں۔ نیز فریق مخالف کے محقق ایوب صابر اور عبدالرؤف نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: تحقیق تراویح: ص ۲۲، القول المقبول: ص ۶۰۷، ۶۱۰) باقی علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا اس روایت کو حسن کہنا اصول حدیث کی روشنی میں غلط ہے اور ویسے بھی علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے اس غلط قول کو فریق مخالف کے محققین دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کی تصحیح وتحسین فریق مخالف کے محققین کی نظروں میں غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہے۔ (ملخصا: ابکار المنن: ص ۵۷، ۱۹۹، التحقیق الراسخ: ص ۵۷، توضیح الکلام: ج ۲ ص ۴۰۹، القول المقبول: ص ۳۳۵، ۴۷۴، ماہنامہ الحدیث: ۵۱/ ۲۸)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَّتَمِیْمًا الدَّارِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً وَکَانَ الْقَارِءُ یَقْرَءُ بِالْمِئِیْنَ حَتّٰی کُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَی الْعَصِیِّ مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ وَمَا کُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِیْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ........الخ. (آثار السنن: ۷۷۵)

☆☆ محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری سو آیتیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کے باعث لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے اور ہم صبح سے کچھ پہلے فارغ ہوتے تھے۔ اسے مالک (۳۷۹) سعید بن منصور اور ابوبکر بن ابی شیبہ (۷۶۷۱) نے روایت کیا ہے۔۔۔۔الخ۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد......الخ. (مؤطا مالك:٣٤٩)
اس روایت کا متن ضعیف ہے، کیونکہ آئمہ محدثین نے اس روایت کے راوی امام مالک کے قول گیارہ رکعات کو وہم قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشہور مالکی فقیہ اور عظیم محقق علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ٤٦٣ھ فرماتے ہیں:

ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرة وهم. (الاستذكار لابن عبدالبر: ج٢ص٦٩)
میرے نزدیک غالب گمان یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول گیارہ رکعات وہم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

وغير مالك يخالفه فيقول فی موضع احدی وعشرون وهو الصحيح ولا اعلم احدا قال فی هذا الحديث احدی عشرة ركعة غير مالك. (ايضاً)

امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر راویوں نے ان کی مخالفت کی ہے، اورانہوں نے اس حدیث میں تراویح کی اکیس رکعات نقل کی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے گیارہ رکعات کا قول اس حدیث میں نقل کیا ہو۔ اور پھر علامہ موصوف نے عہد عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق بیس تراویح کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهذا كله يشهد بأن الرواية بأحدی عشرة وهم وغلط وان الصحيح ثلاث وعشرون واحدی وعشرون ركعة. (الاستذكار: ج٢ص٦٩)

یہ سب روایات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ گیارہ رکعات والی روایت محض وہم اور غلط ہے، اور صحیح روایات وہی ہیں جن میں تئیس اور اکیس رکعات کا ذکر ہے۔

اب علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ باوجود امام مالک رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کے کھلے دل سے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں گیارہ رکعات کا قول امام مالک رحمہ اللہ کا وہم اور ان کا تفرد ہے۔ فریق مخالف کے مشہور محقق محمد گوندلوی نے لکھا ہے کہ:

جس حدیث کی سند کے رجال ثقات ہوں، بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی لیکن کسی محدث کو کسی علت خفیہ (وہم وغیرہ۔ ناقل) پر اطلاع ہوجائے اور وہ کہے کہ اس میں علت ہے تو وہ معلل ہے۔ (التحقیق الراسخ: ص ١٢)

نیز اس روایت کے تینوں راویوں (امام مالک رحمہ اللہ، سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کا اپنا عمل بھی اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ امام ملک رحمہ اللہ بیس رکعات کے قائل تھے اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات کے ساتھ قیام کرتے تھے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ فریق مخالف کے مسلمہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں:

فلما جمعهم عمر رضی الله عنه علی ابی بن كعب رضی الله عنه كان يصلی بهم عشرين ركعة ثم

یوتر بثلاث۔ (مجموعۃ الفتاوی: ج ۱۱ ص ۵۲۰)
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

الغرض اس روایت کے تینوں راویوں کا عمل اپنی مروی روایت کے خلاف ہے حالانکہ اگر کسی روایت کے ایک راوی کا عمل بھی اپنی مروی کے خلاف ثابت ہو جا ہے تو وہ روایت فریق مخالف کے نزدیک نا قابل عمل ہو جاتی ہے اور منسوخ سمجھی جاتی ہے۔

چنانچہ فریق مخالف کے محقق ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل عمل نہ ہوگی۔ (انارۃ المصابیح ص ۲۹ بحوالہ التوضیح عن رکعات التراویح ص ۱۶۶)

فریق مخالف کے محقق نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مخالفت راوی از مروی دلیل است برآنکہ راوی علم ناسخ دارد چہ حمل آں بر سلامت واجب است"
(دلیل الطالب: ۴۷۶)

راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ راوی اس روایت کو منسوخ کر دینے والی روایت کا علم رکھتا ہے کیونکہ راوی کی عدالت کو سلامتی پر محمول کرنا واجب ہے۔

فریق مخالف کے محقق عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ائمہ اربعہ اور جمہور تین طلاق واقع ہونے کے قائل کیوں ہوئے۔؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث قول صحابی رضی اللہ عنہ کو بے دھڑک نہیں چھوڑتے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱، ص ۵۰۴)

فریق مخالف کے محقق محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خود اپنی مروی عنہ کے خلاف عمل کرنا، اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ یہ روایت قبل مشروعیت کی ہے۔ (التحقیق الراسخ: ۱۳۲)

فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح ہے لیکن راوی کے فتویٰ کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (نصر الباری: ص ۲۸۶)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ فریق مخالف کے محققین کے بقول راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ منسوخ ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض مذکورہ روایت ثابت بھی ہو تو فریق مخالف کے اصول ضوابط کی روشنی میں یہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ منسوخ ہے۔

مزید برآں اس روایت کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس روایت کے متن میں اضطراب بھی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے محمد بن یوسف مدنی ہیں جن سے اس روایت کو ان کے پانچ شاگردوں نے بیان کیا ہے: (۱) امام مالک رحمہ اللہ (۲) عبدالعزیز دراوردی رحمہ اللہ (جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی ثقہ راوی ہیں) (۳) یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (۴) محمد بن اسحاق رحمہ اللہ (جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی ثقہ راوی ہیں) (۵) داؤد بن قیس رحمہ اللہ۔ اور ان پانچوں کی بیان کردہ روایات یوں ہیں:

(۱)۔ محمد بن یوسف سے ان کے پہلے شاگرد امام مالک یوں نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ (مؤطا مالک: ص ۹۸)

(۲)۔ دوسرے شاگرد عبدالعزیز یوں نقل کرتے ہیں کہ: حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی ج ۱ ص ۳۴۹)

(۳)۔ تیسرے شاگرد یحییٰ بن القطان بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر لوگوں کو جمع فرمایا۔ پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۲۸۳)

(۴)۔ چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق اپنے استاد کا بیان یوں نقل کرتے ہیں کہ: حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل بحوالہ التعلیق الحسن: ص ۲۰۳)

(۵)۔ پانچویں شاگرد داود بن قیس جو امام عبدالرزاق کے استاذ ہیں، یوں بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۲۶۰)

اب محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ عدد کے اعتبار سے اختلاف یوں ہے کہ پہلے تین شاگرد تو گیارہ رکعات نقل کرتے ہیں اور چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق تیرہ رکعت نقل کرتے ہیں جبکہ پانچویں شاگرد داؤد بن قیس کی روایت میں اکیس رکعات کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف تو ان پانچوں کی روایتوں میں تعداد رکعات کے اعتبار سے تھا اور کیفیت کے اعتبار سے بھی ان کے بیانات مختلف ہیں۔ اور روایت میں ایسے ہی اختلاف کو اضطراب کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق عبدالمنان نور پوری صاحب نے حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

مضطرب حدیث وہ ہے جس میں روایت مختلف ہو جائے چنانچہ کوئی اسے ایک طرح سے روایت کرے اور کوئی دوسرے طریقہ سے جو پہلے کے مخالف ہو۔ (تعداد تراویح: ص ۱۴۹ بحوالہ علوم الحدیث: ص ۸۴)

اور مضطرب روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ (تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۷)

یہ ساری بات تو "محمد بن یوسف عن السائب بن یزید" کی روایت کے پانچوں طرق کے متعلق تھی لیکن اگر اس کے ساتھ یزید بن خصیفہ جو حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد اور محمد بن یوسف کے ہم استاذ ساتھی ہیں، کی روایت کو سامنے رکھا جائے تو پھر لامحالہ محمد بن یوسف کی روایت کے مقابلہ میں یزید بن خصیفہ کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ محمد بن یوسف کی روایت میں ان کے پانچوں شاگردوں کے بیانات میں شدید اختلافات ہیں جس کی تفصیل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جبکہ یزید بن خصیفہ کی روایت میں ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت یزید بن خصیفہ ان کے تینوں شاگرد (ابن ابی ذہب، محمد بن جعفر اور امام مالک) متفق اللفظ ہو کر نقل کرتے ہیں کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے تیسرے شاگرد اور محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہ کے ساتھی حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب رحمہ اللہ کی روایت بھی یزید بن خصیفہ کی روایت کی مؤید ہے۔ کیونکہ اس میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح تین رکعات وتر کے پڑھے جانے کا ذکر ہے۔

لہٰذا فریق مخالف کا یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمن کی بے عیب اور غیر مضطرب روایات کے مقابلے میں محمد بو یوسف کی مضطرب روایت ک ترجیح دینا صریح زیادتی اور انصاف و دیانت سے بھی کوسوں دور ہے بالخصوص جب کہ یزید بن خصیفہ اور حارث کی روایات کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے متعلق دیگر آثار سے بھی ہوتی ہے جبکہ محمد بو یوسف کی روایات کی تائید میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ان کی روایات کی تقویت کا سبب بن سکے۔

بیس رکعات تراویح کے دلائل:

اب بیس رکعات تراویح کے اثبات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

حدثنا یزید بن ھارون قال انا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے سوا اس کے تمام راوی اتفاقی طور پر ثقہ ہیں اور ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ بھی راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق حسن الحدیث راوی ہیں۔

اعتراض:

فریق مخالف کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے کذب کہا ہے۔اور دیگر حضرات نے بھی اس راوی پر جرح کی ہے۔

الجواب:

فریق مخالف کا ابراہیم کی اس حدیث کو موضوع کہنا باطل ہے۔

اولاً۔۔۔آج تک کسی بھی معتبر،معتدل اور ثقہ محدث نے اس کو موضوع نہیں کہا ورنہ دلیل پیش کی جائے۔دیدہ باید۔

ثانیاً۔۔۔ابوشیبہ ترمذی کے راوی ہیں۔(تقریب : ج۱ ص۶۱،الکاشف : ج۱ ص ۴۴)اور فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ ترمذی میں ایک بھی موضوع حدیث نہیں۔(تحفۃ الاحوذی : ج۱ ص۱۸۱،فتاوی نذیریہ : ج۱ ص ۳۰۲)پس جب ترمذی میں ایک بھی حدیث موضوع نہیں ہے تو پھر ابوشیبہ کی احادیث کیسے موضوع ہیں حالانکہ وہ جامع الترمذی کا راوی ہے۔

ثالثاً۔۔۔ایک غلط قول کو دلیل بنا کر اگرچہ بعض حضرات نے ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ پر جرح کی ہے لیکن یہ اتنا مجروح نہیں ہے کہ اس کی روایات کو بالکل ردی یا موضوع قرار دیا جائے۔متعدد ائمہ رجال نے اس کی توثیق کی ہے مثلاً۔۔۔

۱:امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے۔(تہذیب الکمال : ج۱ ص ۳۹۰)اور فریق مخالف کے نزدیک امام شعبہ رحمہ اللہ صرف اسی راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ راوی ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔(دیکھئے:القول المقبول : ص ۳۸۶ نیل الاوطار : ج۱ ص۱۶،ابکار المنن : ص ۱۴۷،۱۵۰،ماہنامہ الحدیث :ش ۱۷،ص ۱۰)لہٰذا فریق مخالف کے اصول کی روشنی امام ابوشیبہ رحمہ اللہ امام شعبہ رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ اور صحیح الحدیث راوی ہیں۔

۲:حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کو حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔(دیکھئے:فتح الباری : ج۸ ص۹۶،باب ذہاب الجریر الی الیمن،کتاب المغازی)"حافظ الحدیث" فریق مخالف کے نزدیک کن صفات کا حامل ہوتا ہے؟اس سلسلے میں فریق مخالف کے مشہور مصنف حنیف ندوی صاحب کا بیان ملاحظہ کریں:

> حافظ کا مقام ان دونوں (مسند اور محدث) سے بلند ہے،اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نہ صرف سنن سے آگاہ ہو،بلکہ ان مختلف طرق سے بھی واقفیت رکھتا ہو جن کے ذریعے ان سنن کی روایت ہوتی ہے اور اس کی مرویات اس لائق ہوں کہ فن حدیث کے جاننے والے اس کی صحت پر اعتماد کر سکیں۔اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ محدثین نے رواۃ کے جانچ پرکھ کے لئے جو معین اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں،ان سے اچھی طرح آشنا ہو۔نیز ان رواۃ

ورجال کے تمام شیوخ کو پہچانتا ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ متن حدیث کو الفاظ کے جس قالب میں ڈھالا گیا ہے اس کی صحت کا کیا عالم ہے؟۔ (مطالعہ حدیث: ص ۳۰)

فریق مخالف کے محقق محمد بن اسماعیل یمانی صاحب نے بھی تقریباً یہی تعریف نقل کی ہے۔

(توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار: ج ۱ ص ۱۱۲)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ابوشیبہ رحمہ اللہ ان تمام مذکورہ بالا صفات کا حامل تھا۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی ایک حدیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ج ۱۰ ص ۴۰۸۔ حدیث ابن عباسؓ) الغرض فریق مخالف کے مسلمات کی روشنی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ابوشیبہ کی حدیث بھی صحیح ہے اور وہ ان کے ہاں ثقہ ہیں۔

۳: امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ بھی ابوشیبہ کو صحیح الحدیث قرار دیتے تھے، چنانچہ وہ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی کنیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

والصحیح ابو القاسم روی یزید بن هارون عن ابی شیبۃ ابراهیم بن عثمان.... الخ.

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۲۲۶۲)

صحیح روایت یہ ہے کہ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، جیسا کہ یزید بن ہارون نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی سند سے نقل کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابوشیبہ، امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صحیح الحدیث ہے۔

۴: امام ابن عدی رحمہ اللہ، ابوشیبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لہ احادیث صالحۃ. (تهذیب الکمال: ج ۱ ص ۳۹۳)

ابوشیبہ کی احادیث درست ہیں۔

فریق مخالف کے محقق ارشادالحق اثری صاحب ایک راوی جس کے بارہ میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے یہی الفاظ (لہ احادیث صالحۃ) کہے ہیں، کے متعلق لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہے تو احادیث صالحہ کا کیا فائدہ؟ کوئی بتلائیں کہ ہم انہیں سمجھائیں کیا۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۳۲۸)

۵: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ جو ابوشیبہ رحمہ اللہ کے زمانہ قضاء میں ان کے کاتب اور منشی تھے، وہ بھی ابوشیبہ رحمہ اللہ کے بڑے مداح تھے۔ چنانچہ وہ اس کے بارے میں یہاں تک فرماتے تھے:

ماقضی علی الناس رجل یعنی فی زمانہ اعدل قضاۃ منہ. (تهذیب الکمال: ج ۱ ص ۳۹۲)

ابراہیم ابوشیبہ کے زمانے میں ان سے بڑھ کر میں کوئی قاضی عادل نہیں ہوا۔

امام صفی الدین الخزرجی رحمہ اللہ ابوشیبہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنه كاتبه يزيد بن هارون ووصفه بالعدل في القضاء.

(خلاصه تذهيب تهذيب الكمال: ج۱ص۵۲)

اس سے اس کے کاتب امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اورانہوں نے اس کو قضاء میں عدل کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

اب جو شخص قضاء اور لوگوں کے ساتھ عاملات میں اتنا بڑا عادل ہے وہ نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنے میں عادل کیوں نہیں ہوگا؟

۶: امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ابوشیبہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے:

وهو وان نسبوه الى الضعف خير من ابراهيم بن ابى حية. (تهذيب الكمال: ج۱ص۳۹۳)

لوگوں نے اگرچہ ابوشیبہ کو ضعف کی طرف منسوب کیا ہے لیکن وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

جبکہ ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام الرجال یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شيخ ثقة كبير. (لسان الميزان: ج۱ص۵۲)

یہ شیخ ہیں اور بہت بڑے ثقہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی حیہ جب شیخ اور بہت بڑا ثقہ ہے تو اس سے جو راوی بہتر ہے (یعنی ابوشیبہ) تو کیا وہ حسن الحدیث بھی نہیں ہوگا؟

خلاصہ یہ کہ ابوشیبہ رحمہ اللہ کم از کم حسن الحدیث راوی ہیں۔

رابعاً۔۔یہ بھی واضح رہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی مطلقاً تکذیب نہیں کی بلکہ صرف ایک خاص قصہ میں اس کے بارے میں کَذَّبَ کہا ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و كذبه شعبة في قصة. (تهذيب: ج۱ص۱۴۵)

امام شعبہ رحمہ اللہ نے ایک قصہ میں اس کو جھٹلایا ہے۔

اور وہ قصہ کیا تھا؟ اس کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے:

امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کو اس لئے جھٹلایا کہ اس نے حکم سے یہ روایت بیان کی کہ حضرت ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں ستر اہل بدر نے شرکت کی تھی۔امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس نے غلط بیانی کی۔واللہ! میں نے اس بارے میں حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے سوائے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اہل بدر کو نہیں پایا جس نے

جنگ صفین میں شرکت کی ہو۔(میزان الاعتدال: ج۱ص ۲۳)

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی مطلق تکذیب نہیں کی بلکہ صرف ایک واقعہ بیان کرنے میں اسے جھٹلایا ہے اور تحقیقی لحاظ سے اس قصہ میں بھی ابوشیبہ کا کوئی قصور نہیں۔ کیوں کہ انہوں نے تو یہ روایت امام حکم رحمہ اللہ سے نقل کی تھی، اب اگر یہ روایت غلط ہے تو اس میں قصور امام حکم رحمہ اللہ کا ہے کہ انہوں نے ہی یہ روایت بیان کی نہ کہ ابوشیبہ نے۔

پھر جب شعبہ رحمہ اللہ نے حکم رحمہ اللہ سے اس بارے میں مذاکرہ کیا تو حکم رحمہ اللہ نے بھی یہ انکار نہیں کیا کہ انہوں نے یہ روایت ابوشیبہ سے نہیں بیان کی بلکہ وہ تو الٹا شعبہ رحمہ اللہ کے ساتھ اس بارے میں مذاکرہ کیلئے تیار ہو گئے لیکن وہ سوائے ایک کے کسی دوسرے اہل بدر کی شرکت جنگ صفین میں ثابت نہ کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکم رحمہ اللہ نے ابوشیبہ ابراہیم رحمہ اللہ کے سامنے یہ روایت ضرور بیان کی تھی ورنہ وہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے مذاکرہ کرنے اور ستر (۷۰) اہل بدر کے اسماء ڈھونڈنے کی بجائے صاف انکار کر دیتے کہ انہوں نے یہ روایت ہی بیان نہیں کی۔

پس جب امام حکم رحمہ اللہ کو بھی تسلیم ہے کہ انہوں نے ابوشیبہ رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ تو پھر اب اگر یہ روایت غلط ہے تو اس میں قصور امام حکم رحمہ اللہ کے سر ہے کیونکہ وہ ہی اس روایت کے اصل راوی ہیں اور دلیل بھی ان کے ذمہ ہے۔ لہٰذا حکم رحمہ اللہ کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کا ابوشیبہ رحمہ اللہ کی تکذیب کرنا غلط اور ناقابل قبول ہے۔

نیز امام شعبہ رحمہ اللہ کا دعوی کے صفین میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی بدری شریک نہیں ہوا، درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی اس جرح کا یوں مذاق اڑایا ہے:

قلت سبحان الله اما شهدها علي اما شهدها عمار. (ميزان الاعتدال: ج۱ص۲۲)

میں کہتا ہوں سبحان اللہ! کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں شرکت نہیں کی تھی؟ کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے شرکت نہیں کی تھی (اور یہ دونوں اہل بدر میں سے ہیں)۔

معلوم ہوا امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ابوشیبہ پر امام شعبہ رحمہ اللہ کی یہ جرح غلط ہے۔ نیز محقق اہلسنت حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' کے حاشیہ میں ٹھوس تاریخی حوالہ جات سے ساٹھ بدری صحابہؓ ذکر کئے ہیں جنہوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی اور لکھا ہے کہ اگر مزید تحقیق کی جائے تو ان کا دائرہ ستر تک پہنچ سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ممکن ہے۔ لہٰذا امام شعبہ رحمہ اللہ کا ابوشیبہ رحمہ اللہ کی روایت کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے، کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ اس جنگ میں صرف ایک بدری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شرکت ثابت ہے، بالکل خلاف تحقیق ہے۔

نیز حبہ بن جوین تابعی، امام یونس بن حباب رحمہ اللہ اور امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے جنگ صفین میں اسی بدری

صحابہ رضی اللہ عنہم کے شریک ہونے کی تصریح کی ہے۔

(دیکھئے: الاصابہ: ج ۲ ص ۵۷، بغیۃ الطلب: ج ۱ ص ۳۱۱، التدوین فی اخبار قزوین: ج ۱ ص ۱۹۳)

قارئین یہ تھی امام ابوشیبہ رحمہ اللہ پر کی گئی ایک غلط جرح جس کو بنیاد بنا کر بعض حضرات نے خواہ مخواہ ابوشیبہ پر جرحی نشتر چلائے ہیں۔ صحیح رائے یہی ہے کہ ابوشیبہ رحمہ اللہ حسن الحدیث راوی ہیں اور اس کی بیان کردہ مذکورہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۲:

اخبرنا ابو طاهر الفقيه قال اخبرنا ابو عثمان البصري حدثنا ابو احمد بن عبدالوهاب قال اخبرنا خالد بن مخلد قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثني يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بعشرين ركعة والوتر.

(معرفة السنن والآثار للبيهقي: ج ۴ ص ۴۲)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم (نبی ﷺ کے صحابہ ؓ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعات تراویح اور وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی سند کو امام سبکی رحمہ اللہ نے ''شرح منہاج'' میں اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ''شرح مؤطا'' میں صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۷۵) اس کے پہلے راوی ''امام ابو طاہر فقیہ محمد بن محمد بن محمش الزیادی رحمہ اللہ'' کے بارے میں امام ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۴۰۱) فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی اور عبدالجلیل شہسوانی نے بھی ابو طاہر کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ (القول المتین: ص ۲۶، فتاوی اہلحدیث: ج ۱ ص ۵۱۱) اور اس حدیث کے دوسرے راوی امام ابوعثمان بصری رحمہ اللہ بھی مشہور و معروف ثقہ محدث ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو: الامام، القدوۃ، الزاہد اور الصالح جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۳۶۴) اسی طرح امام حاکم نیسابوری رحمہ اللہ نے بھی اپنے والد ماجد سے اس کی تعریف نقل کی ہے۔ (ایضاً) اور اس حدیث کے باقی روات بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث بلا غبار صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۳:

عبدالرزاق عن الاسلمي عن الحارث بن عبدالرحمان ان ابن ابي ذباب عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد

عمر رضي الله عنه ثلاثة وعشرين ركعة. (مصنف عبد الرزاق: ج۴ص۲۶۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قیام (تراویح) سے اس وقت فارغ ہوکر لوٹتے تھے جب طلوع فجر قریب ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قیام (تراویح) کی تعداد تئیس رکعات تھی۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذا محمول على ان الثلاث للوتر. (الاستذكار ج۲ص۶۹، التمهيد: ج۳ص۴۰۲)

یہ تئیس رکعات اس پر محمول ہیں کہ ان میں تین رکعات وتر کی تھیں۔

دلیل نمبر ۴:

اخبرنا ابو الحسين بن الفضل القطان ببغداد انا محمد بن احمد بن عيسىٰ بن عبدك الرازي ثنا ابو عامر عمرو بن تميم ثنا احمد بن عبد الله بن يونس ثنا حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي الله عنه قال ودعا القراء في رمضان فامر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة. قال وكان علي رضي الله عنه يوتر بهم.

(السنن الكبرى للبيهقي: ج۲ص۴۹۶)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے اور ان کو وتر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے۔

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۵:

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِيْنِ وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٭٭٭)

☆☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعات (تراویح) کے ساتھ قیام کرتے تھے اور (قراء حضرات) سوسوآیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اسے بیہقی (۴۲۸۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السني انبأ عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا على بن الجعد انبأ ابن ابى ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد رضى الله عنه......الخ.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۴۲۸۸)

یہ حدیث مسند ابن الجعد (۲۸۲۵) میں بھی موجود ہے اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں فریق مخالف کے بعض محققین کا امام ابوعبداللہ حسین بن فنجویہ الدینوری رحمہ اللہ کو غیر موثق کہنا غلط ہے کیونکہ یہ مشہور ومعروف ثقہ محدث ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اور امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ نے محمد بن علی المعتصم الہاشمی کے ترجمہ میں ابن فنجویہ کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (دیکھئے: لسان المیزان: ج ۵ ص ۳۰۱، ذیل میزان الاعتدال: ص ۳۱۱)

حافظ ابن ناصر بحوالہ امام سعد سمعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابو عبد الله بن محمد بن فنجويه الثقفى من اهل الدينور حافظ كبير صنف مصنفات.

(توضيح المشتبه: ج۴ ص۱۱۱)

حسین بن محمد بن فنجویہ ثقفی جو کہ اہل دینور میں سے ہیں، بہت بڑے حافظ الحدیث اور کئی کتب کے مصنف ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

الامام المحدث بقية المشائخ. (سير اعلام النبلاء: ۱۷/۳۸۳،۳۸۴)

امام شیرویہ اپنی تاریخ میں ابن فنجویہ کے بارے میں کہتے ہیں:

كان ثقة صدوقا، كثير التصانيف. (ايضاً)

کہ یہ ثقہ، راست باز اور کثیر التصانیف تھے۔

علامہ ابن العماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن فنجویہ ثقۃ مصنفاً۔ (شذرات الذھب: ج۳ص۲۰۰)

کہ ابن فنجویہ ثقہ اور صاحب التصانیف ہیں۔

معلوم ہوا کہ ابن فنجویہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ متعدد محدثین مثلاً امام نووی رحمہ اللہ، امام سیوطی رحمہ اللہ، امام ابن العراقی رحمہ اللہ اور علامہ نیموی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن مع التعلیق الحسن: ص۲۵۱)

محدث جلیل امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ: ج۳ص۱۰۱)

فریق مخالف کے محقق ایوب صابر صاحب نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

اس حدیث کی سند بلاغبار صحیح ہے۔ (تحقیق التراویح: ص۵۱)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے میاں غلام رسول صاحب نے اس حدیث کو مؤطا کی روایت پر راجح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

جب امام ابن عبدالبر اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ عبدالحق اور صاحب کبیری نے بیہقی کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی حدیث کو جمہور اپنی دلیل گردانتے ہیں اور اسناد صحیح کے لفظ سیاس کی صحت کو صراحت سے بیان کرتے ہیں تو یہ حدیث صحت اور قوت میں مؤطا کی حدیث سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس میں زیادت ہے (جو اصول حدیث کے لحاظ سے واجب القبول ہے)۔ (رسالہ ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح: ص۴۲)

میاں غلام رسول صاحب کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحت اور قوت میں مؤطا کی روایت (جس میں آٹھ رکعات کا ذکر ہے) سے زیادہ قوی ہے۔

فائدہ:

اس حدیث کا آخری جملہ کہ لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے، چونکہ بیس رکعات کے ضمن میں مروی ہے لہٰذا اس سے ظاہر یہی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی طرح بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں، کیونکہ جب راوی حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعات کے پڑھے جانے کا ذکر کیا تو اب اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس کے علاوہ کسی اور عدد پر عمل ہوتا تو آپ ضرور اس کو بھی ذکر فرماتے۔ پس راوی کا اس موقعہ پر سکوت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی عہد فاروقی کی طرح بیس تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیس پر عمل درآمد ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عہدِ عثمانی میں بھی بیس تراویح پر ہی عمل رہا۔

دلیل نمبر ٦:

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ٧٧٨)

☆☆ حضرت یزید بن رومان تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ماہ رمضان میں تئیس رکعات (٢٠ تراویح اور ٣ وتر) پڑھتے تھے۔ اسے مالک (ص ٤٠) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے البتہ مرسل معتضد ہے، مگر فریق مخالف کے محققین کو ارسال کا اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ حدیث مؤطا کی ہے اور مؤطا مالک کی تمام حدیثیں فریق مخالف کے محققین کے نزدیک صحیح ہیں۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب اور میاں غلام رسول صاحب نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

واتفق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى مالك ومن وافقه واما على رأى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى فلا جرم انها صحيحة من هذا الوجه. (مقدمه تحفة الاحوذي: ص٢٠، رساله تراويح مع ترجمه ينابيع: ص٤١)

تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مؤطا میں جتنی بھی روایات ہیں، وہ سب امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ رہے دوسرے حضرات (جو مرسل کو حجت نہیں مانتے۔ ناقل) تو ان کے نزدیک بھی مؤطا میں کوئی ایسی مرسل یا منقطع روایت نہیں جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہوتا ہو پس اس لحاظ سے بلاشبہ وہ (مرسل و منقطع) روایات بھی صحیح ہیں۔

نیز غلام رسول صاحب کہتے ہیں:

صاحب کبیری نے جو یہ کہا ہے کہ یزید بن رومان کی حدیث منقطع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرمایا ہے تمام اہل حدیث کے اتفاق سے مؤطا کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ (رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع: ص ٤٢)

فریق مخالف کے محقق محمد گوندلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ مؤطا کی جملہ احادیث امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں ضرور صحیح ہیں اور ان کے ہم خیال بھی

آپ یہ ان کی صحت میں متفق ہیں اور جو ان کے ہم نوا نہیں، اس قدر انہیں بھی تسلیم ہے کہ اس میں کوئی ایسی مرسل، منقطع نہیں جو بسند مروی نہ ہو (مگر چند امور اکما ثبت بالتتبع) بلا شبہ اس حیثیت سے یہ بھی صحیح ہیں۔

(التحقیق الراسخ: ص۱۶، ۱۷)

فریق مخالف کے محقق محمد قاسم خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

مؤطا امام مالک جس کے متعلق شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول ہے یہ مؤطا کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور تمام اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ (حی علی الصلوۃ: ص۱۸)

فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اہل الحدیث سے نقل کیا ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص۲۰)

الغرض جب فریق مخالف کے محققین کے نزدیک مؤطا کی تمام مرسل اور منقطع روایات صحیح ہیں تو پھر مؤطا کی مذکورہ مرسل روایت پر ان کا اعتراض فضول ہے۔

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَرَ رَجُلاً يُّصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۷۷۹)

☆☆ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ اسے ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع عن مالك عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب.....الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۲ ص۲۸۵)

یہ روایت سند کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے البتہ مرسل معتضد ہے۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. اَخْرَجَهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ

مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۷۸۰)

☆☆ حضرت عبدالعزیز بن رفیع تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (عہد فاروقی میں)لوگوں کو مدینہ منورہ میں بیس رکعات (تراویح)اور تین وتر پڑھاتے تھے۔اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہےاوراس کی سند مرسل قوی ہے۔

اسےامام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا حمید بن عبدالرحمن عن حسن عن عبدالعزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب......الخ.

(مصنف ابن ابی شیبة : ج۳ص۲۸۵)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہےاورمرسل معتضد ہے۔

مرسل معتضد کی حجیت کی بحث:

مرسل معتضد اس مرسل کو کہتے ہیں کہ جس کی تائید کسی دوسری روایت سے ہو رہی ہو یا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اکثر علماء نے عمل کیا ہو۔(مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۱۷ شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، زاد المعاد ج ۱، ص ۱۰۳)اورمرسل معتضد کو فریق مخالف کے محققین بھی حجت قرار دیتے ہیں مثلاً۔۔۔۔

فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسلاً محفوظ ہےتو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہےاورمرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(تحقیق الکلام ج ۱، ص ۹۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

فریق مخالف کے محقق عبدالرؤف صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگراس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں۔

(القول المقبول: ص ۳۷۰)

فریق مخالف کے محقق عبداللہ روپڑی صاحب "موسیٰ الجہنی" کی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کا اعتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہٰذا مقبول ہے۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱، ص ۳۱۱)

فریق مخالف کے مشہور مصنف صادق سیالکوٹی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

گویہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے ملکر قوی ہوگئی ہے۔(صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸)

فریق مخالف کے محقق البانی صاحب نے مرسل طاؤس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ مرسل معتضد ہے جو بالاتفاق حجت ہے۔ (ارواء الغلیل: ج ۲، ص ۷۱)

زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محدث العصر، امام المحدثین شیخ ناصر الدین البانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرسل کا معتبر شاہد ہو تو وہ صحیح ہوتی ہے۔

(حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۲۹)

فریق مخالف کے محقق شوکانی ایک مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"وهذا وان كان مرسلا لكنه معتضد بما سبق" (نیل الاوطار: ج ۳، ص ۳۴۹)

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ. رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۱)

☆☆ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام) کو وتر سمیت تیئیس (۲۳) رکعات تراویح ہی پڑھتے پایا ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن نمير عن عبد الملك عن عطاء قال ادركت الناس.......الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۸۵)

یہ اثر بلحاظ سند کم از کم حسن ہے۔ عبداللہ بن نمیر الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ عظیم فقیہ اور جلیل القدر تابعی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ اَبِي الْخَصِيْبِ قَالَ كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۲)

☆☆ حضرت ابو الخصیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس

تراویح پڑھاتے تھے۔اسے بیہقی (ج ۲ ص ۴۹۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابوزکریا ابن ابی اسحاق ثنا ابو عبداللہ محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبدالوھاب ثنا جعفر بن عون ثنا ابو الخصیب.....الخ۔(السنن الکبری للبیھقی: ج۲ص۴۹۶)

یہ اثر بلحاظ سند کم از کم حسن ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی مسلمان ہو گئے تھے لیکن شرف ملاقات سے محروم رہے، جب یہ آپ ﷺ سے ملاقات کیلئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو لحد میں اتار چکے تھے، اس طرح یہ شرف صحابیت سے محرم رہ گئے۔بعض محدثین نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے استفادہ کیا اور ان سے روایت حدیث کی، تمام مشہور ائمہ رجال نے ان کی توثیق وتعریف کی ہے۔ان کی وفات ۸۱ھ میں کوفہ کے شہر میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔(آثار السنن: ۷۸۳)

☆☆ حضرت نافع بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ ہم کو رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکۃ.....الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۲ص۲۸۵)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ اور امام نافع بن عمر بن عبداللہ الجمحی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:

حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بڑے تابعین میں سے ہیں، یہ عبادلہ اربعہ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ کے قاضی اور بیت اللہ کے مؤذن تھے اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بیت اللہ کے امام مقرر ہوئے۔ ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.
اَخْرَجَهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۷۸۴)

☆☆ حضرت سعید بن عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ تابعی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۸۵) نے نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

ثنا الفضل بن دکین عن سعید بن عبید ان علی بن بیعة ......الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبة : ج۲ص۲۸۵)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام فضل بن دکین کوفی رحمہ اللہ کتب ستہ کے اور امام سعید بن عبید الطائی رحمہ اللہ صحیحین وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:

حضرت علی بن ربیعہ الاسدی الکوفی رحمہ اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی علمی استفادہ کیا ہے۔

بیس رکعات کے اثبات میں اور بھی کئی روایات کتب میں موجود ہیں مگر بغرض اختصار انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۳: بیس تراویح پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمائے امت میں سے چند کبار اور مسلمہ شخصیات کے حوالے ذکر کر دیئے جائیں جنہوں نے اس بات کی صاف تصریح کی ہے کہ بیس تراویح پر جمیع اصحاب رسول ﷺ کا اجماع و اتفاق رہا ہے اور کوئی صحابی بھی اس کے خلاف نہیں گیا۔ چنانچہ

(۱)۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اجمعت الصحابۃ رضی اللہ عنہم علی ان التراویح عشرون رکعۃ۔

(مرقاۃ المفاتیح: ج۳ ص۱۹۴، انارۃ المصابیح: ص۱۸)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

(۲)۔ محدث ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لکان مافعلہ عمر رضی اللہ عنہ واجمع الصحابۃ فی عصرہ اولی بالاتباع۔ (المغنی: ج۱ ص۸۰۲)

جو طریقہ بیس تراویح کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائج کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے زمانہ میں اس پر اجماع کیا ہے وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

(۳)۔ شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع۔ (ارشاد الساری: ج۳ ص۴۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو معمول (بیس تراویح کا) جاری ہوا اسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے۔

(۴)۔ امام ولی الدین ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ:

وعدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع۔ (طرح التثریب: ج۳ ص۸۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو معمول (بیس تراویح کا) جاری ہوا اسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے۔

(۵)۔ شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وھذا فی مظنۃ الشھرۃ بحضرۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم فکان اجماعا۔

(کشف القناع عن متن الاقناع: ج۱ ص۴۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیس تراویح کا حکم دینا عام شہرت کے موقع پر تھا اس لئے یہ بیس تراویح پر اجماع ہوا۔

(۶)۔ علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهو الصحيح عن ابی بن کعب رضی الله عنه من غیر خلاف من الصحابة.

(الاستذکار : ج۲ص۷۰)

بیس تراویح ہی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور کوئی صحابی اس کے خلاف نہیں ہے۔

(۷)۔امام تقی الدین ابوبکر الحصنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فجمعهم علی ابی بن کعب رضی الله عنه وواظب لهم عشرین رکعة واجمع الصحابة معه علی ذالك. (کتاب الاخیار : ج۱ص۱۲۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا اور بیس تراویح ان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر فرمائیں اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس تراویح پر اجماع اور اتفاق کرلیا۔

(۸)۔فقیہ کبیر علامہ علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ان عمر رضی الله عنه جمع اصحاب رسول الله ﷺ فی شهر رمضان علی ابی بن کعب رضی الله عنهم فصلی بهم کل لیلة عشرین رکعة ولم ینکر علیه احد فیکون اجماعاً منهم علی ذالك.

(بدائع الصنائع : ج۱ص۲۸۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر رات بیس تراویح پڑھائیں اور اس پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے انکار نہیں کیا، اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا بیس تراویح پر اجماع ہوگیا۔

(۹)۔حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

فانه قد ثبت ان ابی بن کعب رضی الله عنهم کان یقوم بالناس عشرین رکعة ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر.

(الفتاوی الکبری : ج۱ص۲۲۷)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، اس لئے اکثر علماء کے نزدیک یہی سنت ہے کیونکہ انہوں نے یہ کام مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(۱۰)۔برصغیر کے مشہور ثقہ محدث اور عظیم شارح علامہ قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجماع ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔

(مظاہر حق قدیم: ج۱ص۳۳۶)،(تلك عشرة كاملة.)

{عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے کی فضیلت}

۲۱۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فِی الْمَسْجِدِ قَبْلَ اَنْ یَّخْرُجَ عَدَلْنَ مِثْلَهُنَّ مِنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔

محارب بن دثار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعات پڑھیں تو وہ لیلۃ القدر میں چار رکعات پڑھنے کے برابر ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱۱ باب فضل الجماعۃ ورکعتی الفجر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۸۰ رقم الحدیث: ۶۱۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابودثار محارب بن دثار بن کردوس بن قرواش السدوسی رحمہ اللہ'' کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۷۹۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۳۹)

فائدہ:

مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم (ص ۲۲۳) اور جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۴) کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نوافل کا بہت اجر وثواب بتلایا ہے ان میں سے یہ چار رکعات بھی ہیں جو عشاء کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھنے کو بتلائی گئی ہیں، چند منٹوں میں اتنے بڑے اجر کا ملنا بڑے نفع کا سودا ہے۔



١٤۔ بَابُ السَّهْوِ

سجود سہو وغیرہ کا بیان

{سجدہ سہو کے بغیر ایک رکعت میں دو سے زیادہ سجدے کرنا مناسب نہیں}

٢١٩۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ بِرَجُلٍ يُتَابِعُ بَيْنَ السُّجُوْدِ فَكَرِهَ ذٰلِكَ اَوْ نَهَاهُ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جو پے در پے سجدے کر رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مکروہ جانا یا ایسے کرنے سے منع کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی بات نبی اکرم ﷺ سے بھی مجھے پہنچی ہے۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فائدہ:

کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سجدے کرے، مگر یہ کہ سجدہ سہو ہو۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ١٧٥)

{سجدہ سہو سلام کے بعد کرنا افضل ہے}

٢٢٠۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَمْ يَدْرِ اَثَلَاثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا، فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَاِذَا كَانَ اَكْثَرُ رَأْيِهِ اَنَّهُ ثَلَاثٌ فَلْيُصَلِّ اِلَيْهَا رَابِعَةً وَاِنْ كَانَ اَكْثَرُ رَأْيِهِ اَنَّهُ اَرْبَعٌ فَلْيَنْصَرِفْ وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَيَتَشَهَّدْ وَيُسَلِّمْ.

ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو جب نماز میں

شک ہو جائے یہ معلوم نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ درست بات کا سوچ و بچار کرے، اگر غالب گمان یہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ملالے (اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کر لے) اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو التحیات پڑھ کر سلام پھیرے، پھر سہو کے دو سجدے کرے، پھر تشہد پڑھے اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سے فارغ ہو کر) دوبارہ سلام پھیرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۳۹۸، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ص۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ص۴۷۸، شرح معانی الاثار للطحاوی: ج۱ص۴۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام حماد رحمہ اللہ کے شیخ "امام ابو وائل شقیق بن سلمہ الاسدی الکوفی رحمہ اللہ" کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۷۶۷)

فوائد و مسائل:

۱۔ نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ جائے، یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے، یا اس کو تعداد رکعات میں شک پڑ جائے تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک سلام پھیر کر دو سجدے کر لئے جائیں۔ اس کے بعد پھر قعدہ میں تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے۔ اس طریقہ کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے جن میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ اذا صلى احدكم فلم يدر اثلاثا ام اربعا. فلينظر احرى ذالك الى الصواب فليتمه. ثم ليسلم. ثم ليسجد سجدتى السهو ويتشهد ويسلم.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ج۱ص۲۹۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس میں بھول جائے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت تو وہ سوچ و بچار کر کے درست صورت اختیار کرے اور اس کے مطابق اپنی نماز پوری کر لے، پھر سلام پھیرے، پھر سہو کے دو سجدے کرے، پھر تشہد پڑھے اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا

سے فارغ ہوکر) دوبارہ سلام پھیرے۔

یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے اس کے تمام راوی نہایت ثقہ ومشہور ائمہ ہیں، اور یہ سب بخاری ومسلم کے راوی ہیں سوائے ربیع بن سلیمان المؤذن (تلمیذ شافعی) کے، اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ (تقریب: ج ۱ ص ۲۹۴)

۲۔ افضل یہی ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں سجدہ سہو سلام کے بعد کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں سجدہ سہو سلام کے بعد کرنے کا ذکر ہے چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَیْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْیَدَیْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ اَمْ نَسِیْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصَدَقَ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰی اثْنَتَیْنِ اُخْرَیَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ. رَوَاهُ الشَّیْخَانِ. (آثار السنن: ۶۹۱)

☆☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو آپ ﷺ سے ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟'' لوگوں نے عرض کیا، ہاں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر دوسری دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدوں کی مانند یا اس سے طویل سجدہ کیا، پھر سر مبارک اٹھایا۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۴۷، مسلم: ۵۷۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۴، صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ابی داود: ۱۰۰۸، سنن الترمذی: ۳۹۹، سنن النسائی: ۱۲۲۵، مؤطا مالک: ۳۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۷۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۸۶۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۰۴۲، شرح معانی الاثار لابی جعفر الطحاوی: ۲۵۷۹۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالک بن انس عن ایوب بن ابی تمیمۃ السختیانی عن محمد بن سیرین عن ابی ھریرۃ.......الخ۔ (صحیح البخاری: ۷۱۴)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَكَّ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ. (آثار السنن: ۶۹۲)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جسے اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد (سہو کے) دو سجدے کرے۔'' اسے احمد (۱۷۵۲، ۱۷۶۱) ابوداود

(۱۰۳۳) نسائی (۱۲۴۸) اور بیہقی (ج ٦ ص ۳۳٦) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سوید بن نصر قال انبأنا عبداللہ عن ابن جریج قال قال عبداللہ بن مسافع عن عقبۃ بن محمد بن الحارث عن عبداللہ بن جعفر ......الخ. (سنن النسائی: ۱۲۴۸)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ حتیٰ کہ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی: بتحقیق الزبیر: ج ۳ ص ۹۹: ح ۱۲۴۹)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ ذَالِكَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٤٩٣)

☆☆ حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کیے، پھر بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ اسے ابن ماجہ (۱۲۱۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن خلاد حدثنا سفیان بن عیینۃ عن منصور عن ابراھیم عن علقمۃ.....الخ. (سنن ابن ماجه: ۱۲۱۸)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۱۸)

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهِمُ فِيْ صَلَاتِهٖ لَا يَدْرِيْ اَزَادَ اَمْ نَقَصَ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٤٩٤)

☆☆ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جسے اپنی نماز میں وہم ہو جائے اور نہ جان سکے کہ کچھ بڑھایا ہے یا گھٹایا ہے، فرمایا: وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے گا۔ اسے طحاوی (۲۵۷۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن داود قال ثنا ابو الولید قال ثنا یزید بن ابراھیم قال ثنا قتادۃ عن انس......الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵۷۰)

وَعَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ صَلّٰى وَرَآءَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَوْهَمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ٤٩٥)

☆☆ضمرہ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہیں شک پڑ گیا تو انہوں نے سہو کے دو سجدے کیے۔" اسے طحاوی (۲۵۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا ابو عامر قال ثنا فلیح عن ضمرۃ بن سعید......الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵۷۱)

یہ اثر حسن لغیرہ درجہ کا ہے۔ولہ شواہد عند الطحاوی (۲۵۷۰۔۲۵۷۲)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ٤٩٦)

☆☆عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سہو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔" اسے طحاوی (۲۵٦٦) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر حسن درجہ کا ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرج قال ثنا سعید بن عفیر فقال ثنا یحیٰی بن ابی ایوب عن قرۃ بن عبدالرحمن حدثہ عن عمرو بن دینار حدثہ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما.....الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵٦٦)

ان احادیث وآثار کے پیش نظر افضل یہی ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے۔

۲۲۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَلْقَمَةَ صَلّٰى خَمْسًا فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ ذٰلِكَ فَقَالَ كَذَاكَ يَا اَعْوَرُ لِرَجُلٍ مِّنَ الْقَوْمِ؟ فَقَالَ نَعَمْ فَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ صَنَعَ ذٰلِكَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) امام علقمہ رحمہ اللہ نے پانچ رکعات پڑھادیں تو حاضرین میں سے بعض لوگوں نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے حاضرین میں سے ایک شخص سے کہا کہ اے اعور کیا معاملہ ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! چنانچہ پھر امام علقمہ رحمہ اللہ نے (سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کیے۔اور (نماز سے فارغ ہو کر) پھر لوگوں سے بیان کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے شیخ "امام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک رحمہ اللہ" کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تاریخ الثقات للعجلی:۱۱۶۱، الجرح والتعدیل للرازی:۲۲۵۸)

{دورانِ نماز ہونے والے سہو کی سہو کے دو سجدے اصلاح کر دیتے ہیں}

۲۲۲. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيْ كُلِّ تَطَوُّعٍ اَوْ مَكْتُوْبَةٍ وَقَالَ اِنَّهُمَا تُصْلِحَانِ مَا اُفْسِدَ مِنَ الصَّلَاةِ وَيَقُوْلُ اَسْجُدُهُمَا وَهُمَا لَيْسَتَا عَلَيَّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتْرُكَهُمَا وَهُمَا عَلَيَّ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہر نفل اور فرض نماز میں سہو کے دو سجدے کیا کرتے تھے اور فرماتے :"بلاشبہ سہو کے یہ دو سجدے (اس) فساد (یعنی جو نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ گیا ہو یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہوگئی ہو یا تعداد رکعات میں شک پڑ گیا ہو) کو جو (ان سے پہلے) نماز میں ہوا درست کر دیں گے اور جس صورت میں مجھ پر سہو کے دو سجدے واجب نہیں بھی ہوا ہوتے ایسی صورت میں ان دو سجدوں کو کرنا مجھے چھوڑنے سے زیادہ پسند ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی شخص کو کثرت سے شک پیش آتا ہو تو وہ غالب گمان پر عمل کر کے سہو کے دو سجدے کر لیا کرے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۱۷۱)

{سہو کے دو سجدے شیطان کو رسوا اور ذلیل کرنے والے ہیں}

۲۲۳. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لِيْ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ هُمَا الْمُرْغِمَتَانِ تُصْلِحَانِ مَا اُفْسِدَ مِنَ الصَّلَاةِ وَيُتَشَهَّدُ فِيْهِمَا وَيُسَلِّمُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سہو کے دو سجدوں کے بارے میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا کہ یہ دو

سجدے (شیطان کو) رسوا اور ذلیل کرنے والے ہیں۔ اور اس فساد (یعنی جو نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ گیا ہو یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو گئی ہو یا تعداد رکعات میں شک پڑ گیا ہو) کو جو (ان سے پہلے) نماز میں ہوا درست کرنے والے ہیں۔ ان سجدوں کے بعد پھر تشہد پڑھا جائے گا اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سے فارغ ہو کر) دوبارہ سلام پھیرا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کوئی پہلی دو رکعات میں تلاوت کرنا بھول جائے تو کیا کرے؟}

۲۲۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الرَّجُلِ یَنْسٰی اَنْ یَّقْرَءَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ قَالَ یَقْرَءُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَعَلَیْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جو پہلی دو رکعات میں تلاوت کرنا بھول جاتا ہے فرمایا: آخری دو رکعات میں تلاوت کر لے البتہ سہو کے دو سجدے اس پر لازم ہو جائیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کثرت سے شک پیش آتا ہو تو غالب گمان پر عمل کیا جائے}

۲۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا شَكَّ الرَّجُلُ فِی الْوُضُوْءِ اَوْ فِی الصَّلٰوةِ وَكَانَ ذٰلِكَ اَوَّلَ مَا لَقِیَ اَعَادَ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ وَاِذَا كَانَ یَلْقٰی ذٰلِكَ كَثِیْرًا مَضٰی عَلٰی ذٰلِكَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب آدمی کو وضو یا نماز میں شک ہو جائے اور یہ شک پہلی مرتبہ ہوا تو وضو اور نماز کا اعادہ کر لے اور اگر کثرت سے شک پیش آتا ہو تو غالب گمان پر اپنی نماز پوری کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی شخص کو کثرت سے شک پیش آتا ہو تو

وہ غالب گمان پر عمل کر کے سہو کے دو سجدے کر لیا کرے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۱)

۲۲۶۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ اَنَّهُ قَالَ فِيْ السَّهْوِ اِذَا لَقِيْتَ ذٰلِكَ مِرَارًا تَحَرَّيْتَ الصَّوَابَ ثُمَّ بَنَيْتَ عَلَىٰ مَا تَرَىٰ اَنَّهُ صَوَابٌ وَسَجَدْتَّ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تجھے کئی بار سہو پیش آ چکا ہو تو درست بات کا سوچ وبچار کر اور پھر غالب گمان کے مطابق جو بات تجھے درست لگے اسی کے مطابق عمل کر لے اور پھر سہو کے دو سجدے کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام کے سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے}

۲۲۷۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاسَهَوْتَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَحَفِظَ الْاِمَامُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ سَهْوٌ وَاِنْ سَهَا وَحَفِظْتَ فَعَلَيْكَ السَّهْوُ وَاِنْ لَّمْ يَسْجُدِ الْاِمَامُ فَلَا تَسْجُدْ وَكَذٰلِكَ اِذَا سَهَا جَمِيْعُ مَنْ مَعَ الْاِمَامِ اَوْ سَهَا الْاِمَامُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تجھے امام کے پیچھے سہو پیش آ جائے مگر امام محفوظ رہے تو تجھ پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے اور اگر امام کو سہو پیش آ جائے جبکہ تو محفوظ رہے تو تجھ پر بھی سجدہ سہو لازم ہے۔اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو، تو بھی نہ کر۔اسی طرح اگر تمام مقتدیوں یا امام کو سہو پیش آ جائے تو بھی یہی حکم ہے (یعنی اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو، تو بھی نہ کرے)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۲۹۸، مصنف عبدالرزاق: ج۲ ص۳۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۲ ص۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام کے سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی سہو لازم ہو جاتا ہے کیونکہ امام اصل ہے اور مقتدی اس کا تابع، جب امام پر سجدہ سہو لازم ہوگا تو مقتدی پر بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا اس لیے کہ وہ اس کا متبع اور مقتدی ہے۔
اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ بھی کرے گا اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہیں کریں گے تا کہ امام کی مخالفت لازم نہ آئے حالانکہ اس نے اپنے اوپر نماز اس کی اتباع وپیروی میں لازم کی تھی لہٰذا جب وہ نہیں کر رہا ہے تو یہ بھی نہیں کرے گا، اگر مقتدی سہو پیش آجائے تو اس کی وجہ سے نہ مقتدی پر سجدہ لازم ہوگا اور نہ ہی امام پر کیونکہ اگر مقتدی اکیلے سجدہ کرے تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر امام اس کی اتباع کرے گا تو اصل تابع بن جائے گا قلبِ موضوع لازم آئے گا۔

{جو اپنے حال سے متغیر ہو گیا اس پر سجدہ سہو لازم ہو گیا}

۲۲۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَغَيَّرَ عَنْ حَالِهٖ فِي الصَّلَاةِ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّهْوُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو نماز میں اپنے حال سے متغیر ہو گیا اس پر سجدہ سہو واجب ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اپنے حال سے متغیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ جائے، یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے، یا اس کو تعدادِ رکعات میں شک پڑ جائے تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔

{سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا جائے}

۲۲۹. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ يَتَشَهَّدُ بَعْدَهُمَا وَيُسَلِّمُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد کے بعد درود شریف اور دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر (دوبارہ) سلام پھیرا جائے گا۔

تحقیق:

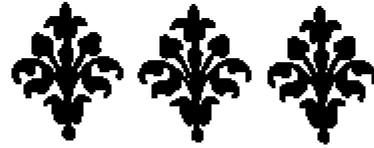
اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ صَنَعَهُنَّ النَّاسُ التَّسْلِیْمُ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ وَفِی الْجَنَازَةِ وَالتَّكْبِیْرُ فِی الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین کام لوگ کریں گے۔ سجودِ سہو کے درمیان اور جنازہ میں سلام، اور وتروں میں قنوت پڑھتے وقت تکبیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۵-بَابُ صَلاَةِ الْمَرِيْضِ

مریض کی نماز کا بیان

۲۲۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرِيْضِ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْقِيَامَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ يَسْجُدُ فَلْيُوْمِ اِيْمَاءً وَيَجْعَلِ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ وَلاَ يَسْجُدُ عَلَى حَجَرٍ وَّلاَ عَلَى عُوْدٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب مریض کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر سجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ رہے تو (اپنے سر کے) اشارہ سے ادا کرے البتہ رکوع کی بنسبت سجدہ میں (حسب استطاعت) زیادہ جھکے اور پتھر اور لکڑی پر سجدہ نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۰۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۰۲، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۱ ص ۲۶۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے سر کے اشارے سے نماز ادا کر لے۔ لکڑی یا پتھر یا کسی اور چیز پر سجدہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

۲۲۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا كَانَتْ فِيْ رِجْلِكَ الْيُسْرَى قُرْحَةٌ فَلَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَقْعُدَ عَلَى يَسَارِكَ قَعَدْتَ عَلَى يَمِيْنِكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تیرے بائیں پاؤں پر زخم ہو اور تو اس پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دائیں پاؤں پر بیٹھ جا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مریض کی نماز کے متعلقہ دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَرَضِهٖ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا فِیْ ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا فِیْهِ. رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۸۰۱)

☆☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز پڑھی جس کو آپ نے بغلوں کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔ اسے ترمذی (۳۶۳) نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۳۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۵۵۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۳۷۴، الکنی والاسماء للدولابی: ۱۲۴۳، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۷۳۴، شرح السنۃ للبغوی: ۸۵۳، جامع الاصول: ۳۶۳۹، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۳۹۷۔

اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا بذالك عبدالله بن ابی زیاد قال حدثنا شبابة بن سوار قال حدثنا محمد بن طلحة عن حمید عن ثابت عن انس.....الخ. (سنن الترمذی: ۳۶۳)

یہ حدیث صحیح ہے اس کے متعدد شواہدات ومؤیدات پائے جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ قَاعِدًا. رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَصَحَّحَهٗ. (آثار السنن: ۸۰۲)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وصال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اسے ترمذی (۳۶۲) نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمو بن غیلان قال حدثنا شبابة بن سوار عن شعبة عن نعیم بن ابی هند عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها..... (سنن الترمذی: ۳۶۲)

اور صحیح ہے۔اس کے متعدد شواہد و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

معلوم ہوا مریض کو اگر کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو تو وہ بیٹھ کر فرض نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔ایسی صورت میں فرضِ قیام اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمًا وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (آثار السنن: ۸۰۲)

☆☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی۔پس اس بارے میں میں نے نبی ﷺ سے معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کھڑے ہو کر پڑھو،اگر ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر۔'' اسے مسلم کے سوا محدثین کی جماعت (بخاری: ۱۱۱۷،ابن ماجہ: ۱۲۲۳،ابوداود: ۹۵۲،ترمذی: ۳۷۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ''اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھو۔اللہ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے (بحوالہ التلخیص الحبیر: ۳۳۴)۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۱۷،سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳،سنن ابی داود: ۹۵۲،سنن الترمذی: ۳۷۲،مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۸۱۹،المنتقی لابن الجارود: ۲۳۱،مسند الرویانی: ۱۴۵،سنن الدارقطنی: ۱۴۲۵،۱۴۲۷،السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۵۹،السنن الصغیر للبیہقی: ۵۸۸،شرح السنۃ: ۹۸۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان عن عبداللہ عن ابراھیم بن طھمان قال حدثنی الحسین المکتب عن ابن بریدۃ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ.....الخ.(صحیح البخاری: ۱۱۱۷)

فوائد و مسائل:

(۱)۔اسلام دین فطرت ہے،اس میں بندوں کی فطری کمزوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

(۲)۔بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب نہیں،خواہ فرض ہو یا نفل کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''آدمی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۷۳۵)

(۳)۔شدید مرض کی صورت میں جب آسانی سے بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۴)۔اس سے نماز کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، صرف اس کے احکام و مسائل میں نرمی کر دی گئی ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ اَوْمَأَ بِرَأْسِهٖ اِيْمَاءً وَّلَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی کی طرف (سجدے کے لئے) کسی چیز کو نہ اٹھائے۔ اسے مالک (۵۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

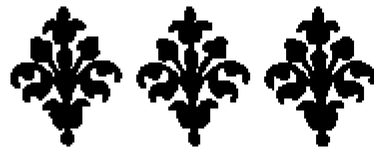
مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر رضى الله عنهما كان يقول.....الخ. (مؤطا مالك: ۵۸۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

"لَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا" مطلب یہ ہے کہ لیٹ کر یا بیٹھ کر جب سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کریگا تو اس کیلئے کوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے بقول سلف و خلف کے اکثر علماء کا یہی مؤقف ہے۔



١٦-بَابُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

١٦-سجدہ تلاوت کا بیان

{اگر آیت سجدہ سورت کے آخری حصے میں ہو تو کیا کیا جائے؟}

٢٢٣-يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَرَأْتَ سُوْرَةً فِيْهَا سَجْدَةٌ بَيْنَ السَّجْدَةِ وَالْخَاتِمَةِ اٰيَةٌ اَوْ اٰيَتَانِ مِثْلَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْاَعْرَافِ وَالنَّجْمِ وَاِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَاَنْتَ بِالْخِيَارِ اِنْ شِئْتَ رَكَعْتَ بِهَا وَاَجْزَأَكَ وَاِنْ شِئْتَ سَجَدْتَ بِهَا وَقُمْتَ فَقَرَأْتَ غَيْرَهَا ثُمَّ رَكَعْتَ وَاِنْ وَّصَلْتَ بِهَا سُوْرَةً فَلَا بُدَّ اَنْ تَسْجُدَ بِهَا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تو کسی سورت کے ایسے حصے کی تلاوت کرے کہ آیت سجدہ اور سورۃ کے اختتام کے درمیان ایک یا دو آیتیں ہوں جیسے سورہ بنی اسرائیل، اعراف، نجم، انشقاق وغیرہ تو تجھے اختیار ہے کہ اگر تو چاہے تو (سجدہ تلاوت کیے بغیر ہی) رکوع میں چلا جا یہ تجھے کافی ہو جائے گا اور اگر تو چاہے تو سجدہ تلاوت کر لے اور پھر کھڑے ہو کر کچھ اور آیات تلاوت کر لے اور پھر رکوع میں چلا جا۔ اور گر تو نے اس کے ساتھ کسی اور سورت کو ملانے کا ارادہ کیا ہے تو پھر تیرے لیے اس آیت پر سجدہ (تلاوت) کرنا ضروری ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا بیان امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھیے: مصنف عبدالرزاق: ٥٩٢٢)

{اگر آیت سجدہ سورت کے درمیان میں ہو تو کیا کیا جائے؟}

٢٢٤-يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ وَسْطَ

السُّوْرَۃِ فَلاَ بُدَّ مِنْ اَنْ تَسْجُدَ بِهَا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب (آیتِ) سجدہ سورت کے درمیان میں ہوتو پھر ضروری ہے کہ تو وہاں سجدہ (تلاوت) کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حائضہ پر سجدہ تلاوت نہیں ہے}

۳۳۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الْحَائِضِ تَسْمَعُ السَّجْدَةَ اِنَّهَا لاَ تَقْضِيْهَا لِاَنَّهَا تَدَعُ مَاهُوَ اَوْجَبُ مِنْهَا الصَّلاَةَ الْمَكْتُوْبَةَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حائضہ عورت سجدہ تلاوت والی آیت سنے تو سجدہ تلاوت کی قضا نہیں کرے گی کیونکہ وہ اس سے بھی ضروری چیز فرض نماز کو چھوڑ رہی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سورۃ الانشقاق میں سجدہ تلاوت ہے}

۳۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّهُ قَالَ لَوْاَنِّيْ قُلْتُ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْجُدَانِ فِيْ{اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ} لَقُلْتُ فَأَمَّا: الْيَقِيْنُ فَاَحَدُهُمَا۔

امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر میں یہ بات کہوں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے سورۃ الانشقاق میں سجدہ کیا تو کہہ سکتا ہوں۔ البتہ یقینی طور پر ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ سورۃ الانشقاق میں بھی سجدہ تلاوت ہے اور اس سجدہ کا ذکر احادیثِ مرفوعہ میں ملتا ہے مثلاً آثار السنن میں

منقول ہے کہ:

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَءَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۱)

ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے {اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ} تلاوت کی تو اس پر سجدہ کیا تو میں نے کہا اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: ''اگر میں نے نبی ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔'' اسے شیخین (بخاری: ۱۰۷۴، مسلم: ۵۷۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم ومعاذ بن فضالة قالا اخبرنا هشام عن يحيىٰ عن ابی سلمة قال.....الخ. (صحيح البخاری: ۱۰۷۴)

{سورہ ص میں بھی سجدہ تلاوت ہے}

۲۲۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ (عَنْ اِبْرَاهِيْمَ) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ لاَ يَسْجُدُ فِيْ ص وَلاَ يَسْجُدُ فِيْ سُوْرَةِ الْحَجِّ اِلاَّ فِي الْاُوْلٰى.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ ص میں اور سورہ حج میں پہلے سجدے کے علاوہ سجدہ نہ کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرىٰ عند ابن ابی شيبة: ۴۳۰۰ وغيرها)

فائدہ:

سورہ ص میں سجدہ تلاوت فرض نہیں ہے البتہ جمہور کے نزدیک واجب ہے۔

۲۲۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ سَجَدَ فِيْ ص.

عبدالکریم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا ہے۔

فائدہ:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سورہ ص میں سجدہ تلاوت کرتے کیا کرتے تھے، اس سلسلے کی چند

احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيْهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۸۰۷)

☆☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورہ ص کا سجدہ، بہت تاکیدی سجدوں میں سے نہیں ہے، جب کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس میں سجدہ کرتے تھے۔ اسے بخاری (۱۰۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۶۹، سنن ابی داود: ۱۴۰۹، سنن الترمذی: ۵۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۳۸۷، سنن الدارمی: ۱۵۰۸، صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۷۰۹، شعب الایمان للبیہقی: ۱۹۳۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۴۴۹، شرح السنۃ للبغوی: ۷۶۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب وابو النعمان قالا حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما ..... الخ. (صحيح البخاري: ۱۰۶۹)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ واجبات تلاوت میں سے ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِيْ ص وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۸۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا: "داود علیہ السلام نے یہ سجدہ بطور توبہ کیا تھا اور ہم اسے شکرانے کے طور پر کرتے ہیں۔" اسے نسائی (۹۵۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۰۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۸۶، جامع الاصول: ۳۷۰۹، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی: ج ۱ ص ۱۸۱، البدر المنیر: ج ۴ ص ۲۵۰، تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنہاج: ۴۱۲، الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ۱ ص ۲۱۱۔

اور صحیح ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرني ابراهيم بن الحسن المقسمي قال حدثنا حجاج بن محمد عن عمر بن ذر عن ابيه عن

سعید بن جبیر عن ابن عباس.....الخ.(سنن النسائی: ۹۵۷)

فائدہ:

شکر کے قبیل سے ہونا وجوب کے منافی نہیں مثلاً عیدین کی نماز اور صدقۃ الفطر وغیرہ چند عبادات کی تکمیل پر بطور شکرانہ واجب ہوئیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ ص فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَۃَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَہٗ فَلَمَّا کَانَ یَوْمٌ اٰخَرُ قَرَءَھَا فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَۃَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَاھِیَ تَوْبَۃُ نَبِیٍّ وَّلٰکِنِّیْ رَأَیْتُکُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدُوْا۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔(آثار السنن: ۸۰۹)

☆☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت کی۔ جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر ایک دوسرا موقع آیا اور آپ نے اسی کی تلاوت فرمائی، جب آپ سجدے کی آیت پر پہنچے تو لوگ سجدے کیلئے تیار ہوگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ ایک نبی (حضرت داود علیہ السلام) کی توبہ کا ذکر ہے لیکن میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم سجدہ کرنا چاہتے ہو۔" چنانچہ آپ اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اسے ابوداود (۱۴۱۰) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن وھب اخبرنی عمرو یعنی ابن الحارث عن ابن ابی ھلال عن عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عن ابی سعید الخدری......الخ.(سنن ابی داود: ۱۴۱۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے بیہقی (۲/ ۳۱۹) وغیرہ میں اس کے شواہد موجود ہیں۔

فائدہ:

خطیب دوران خطبہ میں اگر سجدہ کی آیت تلاوت کرے، تو منبر سے اتر کر سجدہ کرسکتا ہے اور سامعین بھی اس کی اقتداء کریں۔

وَعَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَاَلْتُ مُجَاھِدًا عَنِ السُّجُوْدِ فِیْ ص فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْھَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَقَالَ اَسْجُدُ فِیْ ص فَتَلَا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ مِنَ الْاَنْعَامِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ اِلٰی قَوْلِہٖ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔

(آثار السنن: ۸۱۰)

عوام بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سورہ ص کے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''سورہ ص کا سجدہ کرو'' پھر آپ نے سورہ انعام کی یہ آیات تلاوت کیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِلٰى قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ اسے طحاوی (۲۱۳۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن شیبة قال ثنا یزید بن هارون قال انا العوام بن حوشب قال سألت مجاهدا....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۳۱)

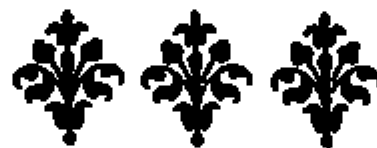
{سواری پر ہونے کی صورت میں سر سے اشارہ کر دینا بھی کافی ہے}

۲۳۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ عَلْقَمَةَ فِيْ مَحْمَلٍ فَقَرَءَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ اَرَادَ اَنْ يَّثِبَ فَقَالَ ابْنَ اَخِيْ! الْاِيْمَاءُ يُجْزِئُكَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ ایک پالکی میں (ایک سفر کے دوران) امام علقمہ رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، پس انہوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور جب سجدے والی آیت پر پہنچے تو انہوں نے اتر کر سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو امام علقمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! (سر سے) اشارہ کرنا بھی تیرے لیے کافی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۷-بَابُ صَلاَةِ الْمُسَافِرِ
مسافر کی نماز کا بیان

{مقیم کی نماز مسافر کی اقتداء میں}

۲۴۰۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى الظُّهْرَ بِمَكَّةَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَهْلَ مَكَّةَ! اِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُكْمِلْ فَأَكْمَلَ اَهْلُ الْبَلَدِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز کی دو رکعات پڑھائیں اور پھر فرمایا: اے اہل مکہ! ہم مسافر ہیں لہٰذا جو اس شہر کا ہو اسے پوری نماز پڑھنی چاہیے، چنانچہ شہر والوں نے نماز کمل کی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، تہذیب الآثار لابن جریر: ۴۱۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۱۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۰۴، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شواهد كثيرة)

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان امام اسود رحمہ اللہ کا اور دوسری روایت میں امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۳)

۲۴۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ

صَلّٰی بِأَهْلِ مَكَّةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُتِمِّ الصَّلَاةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر فرمایا کہ ہم مسافر ہیں لہٰذا تم میں جو اس شہر کا ہو وہ اپنی نماز پوری کر لے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، تہذیب الآثار لابن جریر: ۴۱۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، شرح معانی الاثار للطحاوی: ج۱ص ۴۱۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۴۰۴، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شواهد كثيرة)

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان امام اسود رحمہ اللہ کا اور دوسری روایت میں امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۳)

فائدہ:

معلوم ہوا امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے اور مقیم مقتدی اپنی اپنی نمازیں پوری کر لیں۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ مَكَّةَ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۸۴۶)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو انہیں دو رکعت پڑھا کر فرماتے اے مکہ والو! اپنی نماز پوری کر لو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں۔ اسے مالک (۵۰۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابيه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه.....الخ.

(مؤطا مالك: ۵۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ مؤطا (۵۰۵) میں اس کا ایک صحیح السند شاہد بھی موجود ہے۔

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ صَفْوَانَ اَنَّہٗ قَالَ جَآءَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَعُوْدُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ صَفْوَانَ فَصَلّٰی لَنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُمْنَا فَاَتْمَمْنَا. رَوَاہُ مَالِکٌ وَّاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ.

(آثار السنن: ۸۴۷)

☆☆ صفوان بن عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے۔ پھر ہم نے بعد میں اُٹھ کر نماز پوری کی۔ اسے مالک (۵۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

عن ابن شهاب عن صفوان بن عبدالله بن صفوان انه قال جاء عبدالله بن عمر رضی الله عنهما......الخ.(مؤطا مالك: ۵۰۷)

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

{مسافر کی نماز مقیم کی اقتداء میں}

۳۴۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْمُسَافِرِ یَدْخُلُ فِیْ صَلَاۃِ مُقِیْمٍ قَالَ یُتِمُّ الصَّلَاۃَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز پوری پڑھے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِیْ صَلَاۃِ الْمُقِیْمِ اَکْمَلَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مسافر جب مقیم کے پیچھے نماز نماز پڑھے تو نماز پوری کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر مسافر مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اسے پوری چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ مُوْسَىٰ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ إِنَّا إِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا وَإِذَا رَجَعْنَا إِلَىٰ رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ تِلْكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۸۳۵)

موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے تو میں نے کہا: جب ہم تم لوگوں (اہل مکہ) کے ساتھ ہوں گے تو چار رکعات پڑھیں گے اور جب اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو دو رکعت پڑھیں گے۔ تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہی ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔ اسے احمد (۱۸۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الرحمن الطفاوی حدثنا ایوب عن قتادة عن موسی بن سلمة قال کنا مع ابن عباس رضی الله عنهما ...... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۶۲)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے شعیب ارناؤط نے بھی اسے حسن تسلیم کیا ہے۔ اس کا راوی "محمد بن عبد الرحمن الطفاوی" حسن الحدیث ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسافر مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اسے پوری چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔

{سفر میں قصر کا بیان}

۲۴۴. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى بِمِنًى أَرْبَعًا فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ تَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ مَعَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ أَتُصَلِّي مَعَهُ وَقَدِ اسْتَرْجَعْتَ؛ قَالَ الْخِلَافُ شَرٌّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے میدان میں چار رکعات پڑھائیں، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے {انا لله وانا الیه راجعون} کہا پھر (اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ اس سے پہلے تو آپ نے اس پر {انا لله وانا الیه راجعون} کہا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ اختلاف کرنا برا کام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، سنن ابی داود الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۴۷، ۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۴۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

سنن ابی داود وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

عن الاعمش عن ابراهيم عن عبدالرحمن بن يزيد قال صلى عثمان۔۔۔الخ. (سنن ابی داود: ۱۹۶۰)

فائدہ:

سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ باقی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کے بارے میں مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنالے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

سفر میں قصر نماز کے متعلقہ چند احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ فِيْ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلَاةِ الْحَضَرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَان. (آثار السنن: ۸۱۳)

☆ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر کی نماز دو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں، پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۸۵، بخاری: ۳۹۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۵، صحیح البخاری: ۳۹۳۵، سنن ابی داود: ۱۱۹۸، سنن النسائی: ۴۵۳، ۴۵۵، مؤطا مالک: ۳۸۶، مؤطا امام محمد: ۱۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۱۶۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۶۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۶۳۸، مسند السراج: ۱۳۸۰۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالك عن صالح بن کیسان عن عروۃ بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ﷺ......الخ۔ (صحیح مسلم: ۶۸۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں تو نماز کی دو دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں لیکن بعد میں ظہر، عصر و عشاء کی چار چار رکعت فرض قرار دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا چار رکعت مشروع ہونے کے بعد رخصت نہیں ہے بلکہ اصل میں مشروع ہی دو رکعتیں ہیں اس لئے قصر عزیمت یعنی لازم ہے نہ کہ رخصت۔ اس سے اہلسنت والجماعت احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی حالتِ سفر میں جب کہ اس پر قصر لازم ہو، پوری چار رکعت پڑھے گا اور پہلے قعدہ میں بیٹھے گا تو وہ بُرا کرے گا اور اس کی زائد دو رکعت نفل ہو جائیں گی، اور اگر کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے گا کہ پہلے قعدہ میں نہ بیٹھے گا کہ حکماً وہی قعدہ اخیرہ ہے تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۸۱۴)

☆☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر نماز فرض کی ہے۔ حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔ اسے مسلم (۶۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸، سنن ابی داود: ۱۲۴۷، سنن النسائی: ۴۵۶، سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۷۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۳۴۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۳۰۴، مسند السراج: ۱۳۸۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۵۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ وسعید بن منصور وابو الربیع وقتیبة بن سعید قال یحییٰ اخبرنا وقال الآخرون حدثنا ابو عوانة عن بکیر بن الاخنس عن مجاهد عن ابن عباس......الخ۔

(صحیح مسلم: ۶۸۷)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲)۔ ''اور خوف میں ایک رکعت'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دوگانہ یا حکمی امام کے ساتھ پڑھنے کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک رکعت تو امام کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک رکعت تنہا پڑھی جائے جیسا کی خوف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، اور شہر میں مطلقا خوف کی حالت میں چار رکعتیں اور تین رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور بقیہ تنہا پڑھی جائیں۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلاَةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَصَلاَةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَكْعَتَانِ وَالْاَضْحٰى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۸۱۵)

☆☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''سفر کی نماز دو رکعت ہے، جمعے کی نماز دو رکعت ہے، عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز دو رکعت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ مکمل ہیں، قصر نہیں۔'' اسے ابن ماجہ (۱۰۶۴) نسائی (۱۴۲۰) اور ابن حبان (ج۱ ص۱۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۴، سنن النسائی: ۱۴۲۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۴۲۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۸۵۱، ۸۱۵۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۷، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۲۹، مسند البزار: ۳۳۱، السنن الکبری للنسائی: ۱۷۴۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۱۔

اور اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر قال حدثنا محمد بن بشر قال انبأنا یزید بن ابی الجعد عن زبید عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ عن عمر ...... الخ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۴)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ یزید بن ابی الجعد کی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸) نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۰۶۴، سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج۲ ص۱۷۵، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۷)

فائدہ:

یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحی کی طرح حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ مُخْتَصَرًا. (آثار السنن: ۸۱۶)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان کو قبض کر لیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔“ اسے مسلم (۶۸۹) نے روایت کیا اور بخاری (ج ۱ ص ۲۴۷) نے بھی مختصراً۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۹، سنن ابی داود: ۱۲۲۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۷۷۸، السنن الکبری للبیہقی: ۵۵۰۷، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۲ ص ۳۰۶، الجمع بین الصحیحین: ۱۲۹۹، جامع الاصول: ۴۰۴۷، خلاصۃ الاحکام للنووی: ۲۶۰۲، نصب الرایۃ فی تخریج الہدایہ: ج ۲ ص ۱۹۲

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبداللہ بن مسلمۃ بن قعنب حدثنا عیسی بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن ابیہ قال صحبت ابن عمر ......الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۹)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ سفر میں چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھنا ”قصر“ اور پوری چار رکعت پڑھنا ”اتمام“ کہلاتا ہے۔

(۲)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اسفار میں ہمیشہ ظہر، عصر اور عشاء کی دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں لہٰذا قصر واجب اور اتمام جائز نہیں ہے اگر اتمام جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ کبھی تو ایک دفعہ بیان جواز کیلئے ایسا کرتے۔

(۳)۔ بعض لوگوں نے قرآن کریم کی آیت [فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ. ....الآیۃ. النساء: ۱۰۱] سے استدلال کرتے ہوئے قصر کو رخصت اور اتمام کو افضل قرار دیا ہے مگر یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نفی جناح کی تعبیر

بسا اوقات واجب پر بھی صادق آتی ہے۔ جیسے {ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ البقرۃ: ۱۵۸} میں نفی جناح کی تعبیر لازم پر صادق آئی ہے کیونکہ صفا، مروہ کا طواف بالاتفاق لازم ہے بعض کے ہاں فرض اور بعض کے ہاں واجب ہے۔ مزید برآں {فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا} میں اکثر محققین کے نزدیک ایک خاص قسم کے قصر کا ذکر مقصود ہے جسے ''صلاۃ الخوف'' کہتے ہیں لہٰذا اس خاص قسم کے قصر کو عام سفروں کے قصر پر چسپاں کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ صَلّٰی بِنَا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَقِیْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَکْعَتَیْنِ فَلَیْتَ حَظِّیْ مِنْ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ رَکْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۸۱۷)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں، جب یہ بات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی گئی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا اور فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں، میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں اور میں نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں، پس کاش! میرا حصہ بھی چار میں سے دو مقبول رکعتیں ہوتا۔'' اسے شیخین (بخاری: ۱۰۸۴، مسلم: ۶۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۴۷، ۲۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبری للبیہقی: ۵۴۳۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا عبدالواحد بن زیاد عن الاعمش قال حدثنا ابراھیم قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یقول......الخ۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۴)

فائدہ:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں ماقبل میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کے مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنالے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس

سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

وَعَنْ اَبِیْ لَیْلٰی الْکِنْدِیِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ غَزَاۃٍ وَّکَانَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسَنَّہُمْ حَضَرَتِ الصَّلَاۃُ فَاُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَقَالُوْا تَقَدَّمْ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَتَقَدَّمُ اَنْتُمُ الْعَرَبُ وَمِنْکُمُ النَّبِیُّ ﷺ فَلْیَتَقَدَّمْ بَعْضُکُمْ فَتَقَدَّمَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلَاۃَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَا لَنَا وَلِلْمُرَبَّعَۃِ اِنَّمَا یَکْفِیْنَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَۃِ. رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۸۱۸)

☆☆ ابولیلی کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوہ کیلئے نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان میں سے عمر رسیدہ تھے۔ نماز کا وقت آیا تو اقامت کہی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے ابوعبداللہ! آگے بڑھیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آگے بڑھنے والا نہیں ہوں تم اہل عرب ہو اور تم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔ تم میں سے کوئی آگے بڑھے پس ایک صاحب آگے بڑھے تو انہوں نے چار رکعات نماز پڑھادی۔ جب وہ نماز پڑھا چکے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمیں چار رکعات سے کیا، ہمیں تو چار کا آدھا یعنی دو رکعتیں ہی کافی ہیں۔" اسے طحاوی (۲۴۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرج قال ثنا یوسف بن عدی رضی اللہ عنہ قال ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن ابی لیلی الکندی.....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۲۰)

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اَتَمَّ الصَّلَاۃَ بِمِنًی ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ السُّنَّۃَ سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَسُنَّۃُ صَاحِبَیْہِ وَلٰکِنَّہٗ حَدَثَ الْعَامَ مِنَ النَّاسِ فَخِفْتُ اَنْ یَّسْتَنُّوْا. رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ تَعْلِیْقًا وَّحَسَنٌ اِسْنَادُہٗ.

(آثار السنن: ۸۱۹)

☆☆ حمید رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! سنت تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت ہے لیکن اس سال نئے لوگ زیادہ ہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ

بنالیں۔ (لہٰذا میں نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا) اسے بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار (۶۰۹۷) میں تعلیقاً روایت کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

یہ اثر شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انبأ احمد بن عبید الصفار ثنا موسی بن اسحاق القاضی ثنا یعقوب بن حمید بن کاسب ثنا سلیمان بن سالم مولی عبدالرحمن بن حمید عن عبدالرحمن بن حمید عن ابیه عن عثمان بن عفان......الخ. (السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۳۸)

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِنَّمَا صَلّٰی عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًی أَرْبَعًا لِأَنَّ الْأَعْرَابَ كَانُوْا أَكْثَرَ فِيْ ذَالِكَ الْعَامِ فَأَحَبَّ أَنْ يُّخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّلَاةَ أَرْبَعٌ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ.

(آثار السنن: ۸۲۰)

زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات صرف اس لئے پڑھائی تھیں کہ اس سال دیہاتی لوگ زیادہ تھے تو انہوں نے چاہا کہ انہیں بتادیں کہ نماز چار رکعات ہے۔ اسے طحاوی (۲۴۸۰) اور ابوداود (۱۹۶۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابو عمر عن حماد بن سلمۃ قال انا ایوب عن الزهری......الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۸۰)

{شہر اور آبادی سے نکل کر نماز قصر کی جائے}

۳۳۶. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَرَجْتَ مِنَ الْبُيُوْتِ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا قَدِمْتَ الْبَلَدَ الَّذِيْ تُرِيْدُ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی تَرْجِعَ إِلٰی أَهْلِكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم سفر کے ارادہ سے گھروں سے نکلو تو اُس وقت سے لے کر گھر واپس لوٹنے تک دو، دو رکعتیں ادا کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

شہر اور بستی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نماز قصر کی جائیگی اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كُلُّهُمْ صَلّٰی مِنْ حِیْنِ یَخْرُجُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی اَنْ یَرْجِعَ اِلَیْهَا رَكْعَتَیْنِ فِی الْمَسِیْرِ وَالْقِیَامِ بِمَكَّةَ. رَوَاهُ اَبُوْ یَعْلٰی وَالطَّبَرَانِیُّ وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ رِجَالُ اَبِیْ یَعْلٰی رِجَالُ الصَّحِیْحِ. (آثار السنن: ۸۳۰)

☆☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا یہ سب کے سب مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت سے لے کر مدینہ منورہ واپس لوٹنے تک دوران سفر اور مکہ میں اقامت کی حالت میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اسے ابو یعلی (۵۸۶۲) اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ہیثمی (۲۹۴۶) نے کہا ہے کہ ابو یعلی کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عباد المکی حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن عبید ابو سعید مولی بنی هشام عن حبیب بن ابی حبیب عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید قال کان ابو هریرة.......الخ.

(مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۸۶۲)

وَعَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّیْلِیِّ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّی الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّیْنَا رَكْعَتَیْنِ. رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

(آثار السنن: ۸۳۱)

☆☆ ابو حرب بن اسود دیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو ظہر کی نماز چار رکعات ادا کی اور پھر فرمایا کہ اگر ہم اس جھونپڑی کو عبور کر جاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۸۱۶۹) نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباد بن عوام عن داود بن ابی هند عن ابی حرب بن ابی الاسود ان علیا.....الخ.

(مصنف ابن ابی شیبه: ۸۱۶۹)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ یَقْصُرُ الصَّلَاةَ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ شُعَبِ الْمَدِیْنَةِ وَیُقْصِرُ اِذَا رَجَعَ حَتّٰی یَدْخُلَهَا. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهُ لَا بَأْسَ بِهٖ. (آثار السنن: ۸۳۲)

☆☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ طیبہ کی گھاٹیوں سے نکلتے تو نماز قصر پڑھتے اور جب لوٹ کر آتے

تو مدینہ طیبہ داخل ہونے تک قصر ادا فرماتے۔ اسے عبدالرزاق (۴۳۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یقصر......الخ۔

(مصنف عبدالرزاق: ۴۳۲۳)

یہ اثر صحیح ہے۔ اس کا راوی ''ابوحفص عبداللہ بن عمر العمری'' فی نفسہ ثقہ ہے۔

فائدہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے بھی معلوم ہوا کہ شہر اور بستی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نماز قصر کی جائیگی۔

{قصر کی مسافت کا بیان}

۳۴۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا یَغُرَّنَّكُمْ حَشْرُكُمْ هٰذَا مِنَ الصَّلَاةِ یُقِیْمُ اَحَدُكُمْ فِیْ ضَیْعَتِهٖ (فَیَقْصُرُ) وَیَقُوْلُ اَنَا مُسَافِرٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا یہ جمع ہونا تمہیں تمہاری نماز سے دھوکہ میں نہ ڈالے تم میں سے ایک آدمی اپنی زمینوں میں چلا جاتا ہے (اور قصر کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ میں مسافر ہوں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله شاهد عند ابن ابی شیبة: ج۲ص۴۳۵،والبیهقی: ج۳ص۱۳۷)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر تین دن ورات سے کم مسافت پر ہو تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر تین دن ورات یا اس سے زیادہ مسافت پر ہو وہاں اس کے بیوی بچے بھی نہ ہوں اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ بھی نہ ہو تو نماز قصر پڑھے گا، پھر جب پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو جب تک اپنی زمینوں پر رہے پوری نماز پڑھے گا پھر جب وہاں سے اپنے گھر سے لوٹے گا تو نماز قصر پڑھے گا۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۱)

۳۴۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ كَمْ یَقْصُرُ الْمُسَافِرُ الصَّلَاةَ فَقَالَ اِذَا خَرَجْتَ مِنَ الْكُوْفَةِ اِلَى الْمَدَائِنِ فَاقْصُرْ حِیْنَ تَخْرُجُ مِنَ الْبُیُوْتِ. قَالَ حَمَّادٌ فَسَاَلْتُ

سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَوَقَّتَ نَحْوَ ذٰلِكَ.

حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کتنی مسافت کے سفر میں مسافر قصر کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تو کوفہ سے مدائن کی طرف نکلے تو گھروں سے نکلنے کے بعد قصر کر۔ حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اس سلسلے میں سعید رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی کچھ ایسی ہی مسافت مقرر کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قصر کی مسافت کے متعلقہ روایات کی تحقیق:

واضح رہے کہ قصر کی مسافت کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں ہم ان روایات کو دیگر کتب سے نقل کر کے ان کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رِبَاحٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ وَيُفْطِرَانِ فِيْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. (آثار السنن: ۸۲۱)

☆☆ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار برد یا اس سے زیادہ کی مسافت میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ اسے بیہقی (۵۳۹۷) اور ابن منذر (۲۲۶۱) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن منذر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسی بن هارون ثنا قتيبة ثنا الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب عن عطاء بن ابی رباح......الخ. (الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۶۱)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے اس لحاظ سے کل مقدار اڑتالیس (۴۸) میل ہوئی۔

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سُئِلَ اَتُقْصَرُ الصَّلٰوةُ اِلٰى عَرَفَةَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِلٰى

عُسْفَانَ وَإِلَى جَدَّةَ وَإِلَى الطَّائِفِ. أَخْرَجَهُ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي التَّلْخِيصِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۲۲)

☆☆ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا عرفہ تک کی مسافت میں نماز قصر کی جائیگی؟ تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نہیں لیکن عسفان، جدہ اور طائف تک کی مسافت میں قصر کی جائیگی۔ اسے شافعی (۵۲۶) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق المزکی ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب انبأ الربیع بن سلیمان انبأ الشافعی انبأ سفیان عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس......الخ.

(السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۹۹)

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عسفان، جدہ اور طائف مدینہ منورہ سے چار برد پر واقع ہیں۔ (مؤطا مالک: ۴۹۵) اور ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَكِبَ إِلَى رِيْمٍ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِي مَسِيْرِهِ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۲۳)

☆☆ حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سوار ہو کر ریم تک گئے تو انہوں نے اپنے اس سفر میں نماز قصر پڑھی۔ اسے مالک (۴۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند سے بیان کیا گیا ہے:

مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابيه انه ركب الى ريم....الخ. (مؤطا مالك: ۴۹۰)

اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چار برد کے قریب فاصلہ ہے۔ (مؤطا مالک: ۴۹۰)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْهُ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَكِبَ اِلٰی ذَاتِ النُّصُبِ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِیْ مَسِیْرِهٖ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ. قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خِلَافُ ذٰلِكَ.

(آثار السنن: ۸۲۴)

☆☆ سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذات النصب کی طرف سوار ہو کر گئے اور اپنے اس سفر میں نماز قصر پڑھی۔ اسے مالک (۴۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

مالك عن نافع عن سالم بن عبدالله ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهما رکب الی ذات النصب.....الخ. (مؤطا مالك: ۴۹۱)

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذات النصب اور مدینہ کے درمیان چار برد کا فاصلہ ہے۔ (مؤطا مالک: ۴۹۱)

روایت نمبر ۵:

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اَدْنٰی مَا يَقْصُرُ فِيْهِ مَالٌ لَّهٗ بِخَيْبَرَ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ.... قَالَ النِّيْمَوِیُّ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَخَيْبَرَ ثَمَانِيَةُ بُرُدٍ. (آثار السنن: ۸۲۵)

☆☆ نافع رحمہ اللہ راوی ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے کم مسافت جس میں نماز قصر کرتے تھے وہ آپ کی وہ زمین تھی جو خیبر میں ہے۔ اسے عبدالرزاق (۴۳۰۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا: مدینہ اور خیبر کے درمیان آٹھ بُرد کا فاصلہ ہے۔

سند:

مصنف میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے:

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع.....الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۴۳۰۲)

اس اثر کو متن کے لحاظ سے صحیح قرار دینا محل نظر ہے۔

فائدہ:

احناف کے نزدیک سفر شرعی کی مقدار تین دن رات کی مسافت ہے اور تینوں دن صبح سے شام تک چلنا لازم نہیں بلکہ اگر تینوں دن صبح سویرے چلنا شروع کیا جائے اور زوال تک چلا جائے اور پھر پڑاؤ ڈال لیا جائے تو بھی درست ہے اور یہ صاف راستے میں تقریباً اڑتالیس (۴۸) میل بنتے ہیں۔

جبکہ شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک سفر شرعی کی مقدار مسافت چار برد ہے ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے تو کل مقدار اڑتالیس (۴۸) میل ہوئی۔ اس اعتبار سے احناف اور مسالک ثلاثہ کا موقف ایک دوسرے کے قریب ہے۔ اس لئے اکثر متاخرین نے اڑتالیس میل کو ہی سفر شرعی قرار دیا ہے۔ مسالک ثلاثہ کا استدلال مذکورہ بالا روایات سے ہے اور احناف کا مستدل درج ذیل روایات ہیں۔ (بعض اہل ظواہر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث {کان رسول اللہ ﷺ اذا خرج مسیرة ثلاثة امیال او ثلاثة فراسخ یصلی رکعتین} سے استدلال کرتے ہوئے سفر کی مقدار تین میل مقرر کی ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف تین میل کے سفر پر قصر فرما لیتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر تو تین میل سے زیادہ کا ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ تین میل کے فاصلہ پر قصر پڑھنا شروع فرما دیتے تھے)

روایت نمبر ۶:

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۸۲۶)

☆☆ شریح بن ہانی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھوں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم (علی) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ (انہیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے اور) وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے، پس ہم نے ان سے (اس مسئلہ کے بارے میں) پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے تین دن، تین رات مسافر کیلئے اور ایک دن ایک رات مقیم کیلئے مدت مقرر کی ہے۔'' اسے مسلم (۲۷۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۷۶، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۴۶، مسند

ابن الجعد: ٢٥٥٦، مسند احمد بن حنبل: ٧٤٧، سنن الدارمی: ٧١٤، مسند ابی یعلی الموصلی: ٥٦٠۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اسحاق بن ابراہیم حنظلی رحمہ اللہ سے اس نے عبدالرزاق رحمہ اللہ سے اس نے ثوری رحمہ اللہ سے اس نے عمرو بن قیس ملائی رحمہ اللہ سے اس نے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے اس نے قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ سے اور اس نے شریح بن ہانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ٢٧٦)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

(١)۔ سائل کو اپنے بڑے عالم کے پاس جانے کو کہنا علم چھپانے میں شامل نہیں، بلکہ حقیقت کا اظہار اور دوسرے کے علم وفضل کا اعتراف ہے جس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔

(٢)۔ اس صحیح صریح حدیث سے ثابت ہوا کہ مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کیلئے مقیم سے زیادہ ہے۔

(٣)۔ اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن، تین رات یعنی بہتر ٧٢ گھنٹے تک اور مقیم ایک دن، رات یعنی چوبیس ٢٤ گھنٹے تک وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے صرف مسح پر اکتفاء کر سکتا ہے۔

(٤)۔ اور یہ مسح کی مدت وضو جاتے رہنے کے بعد پہلے مسح سے شمار کی جائے گی۔

(٥)۔ ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث جس میں تین دن سے زیادہ مدت کا ذکر ہے، شدید ضعیف ہے۔ اکثر محدثین جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر قوی دلائل پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اسے موضوع تک گردانا ہے۔

(٦)۔ مسح کا طریقہ اس طرح ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو تر کر کے ان کے پوروں کو موزے کے اوپر والی جانب پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔

(٧)۔ بے وضو ہونے کی صورت میں اگر موزہ اتار لیا جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے اور اختتام مدت کے بعد بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(٨)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر شرعی کی مقدار تین دن رات کی مسافت ہے (جو تقریباً اڑتالیس میل بنتی ہے)۔ کیونکہ اگر تین دن کی مسافت نہ ہو تو پھر مدت مسح پوری نہیں ہوگی۔

روایت نمبر ٧:

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهِنَّ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ جَارُوْدَ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٨٢)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیلئے موزوں پر مسح کیلئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کیلئے ایک دن رات مدت مقرر فرمائی ہے۔ اسے ابن جارود (۸۷) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المنتقی لابن الجارود: ۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۲، مسند الشافعی: ۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۸، سنن ابن ماجہ: ۵۵۶، مسند البزار: ۳۶۲۱، صحیح ابن حبان: ۱۳۲۴، سنن الدارقطنی: ۷۴۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۳۹۔

اور اسے امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود نیسابوری رحمہ اللہ نے یعقوب بن ابراہیم دورقی سے اس نے یحییٰ بن معین سے اس نے عبدالوہاب ثقفی سے اس نے مہاجر بن مخلد سے اس نے عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے اور اس نے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (المنتقی لابن الجارود: ۸۷)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلٰى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ فَقَالَ أَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۸۲۸)

☆☆ حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کتنی مسافت تک نماز قصر کی جائیگی؟ تو انہوں نے فرمایا کیا تم مقام سویداء پہچانتے ہو؟ تو میں نے کہا نہیں لیکن میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''وہ درمیانی رفتار کے ساتھ تین راتوں کا فاصلہ ہے، جب ہم اس کی طرف نکلیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں۔ اسے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار (۱۹۲) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے کتاب الآثار روایۃ الامام محمد میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

محمد قال اخبرنا سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعۃ الوالبی قال سألت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ......الخ۔ (کتاب الآثار لمحمد: ۱۹۲)

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے۔

روایت نمبر۹:

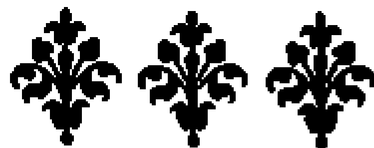
وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ سُوَیْدَ بْنَ غَفَلَةَ الْجُعْفِیَّ یَقُوْلُ اِذَاسَافَرْتَ ثَلَاثًا فَاقْصُرْ.
رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِی الْحُجَّةِ وَاِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ. (آثار السنن:۸۲۹)

☆☆ حضرت امام ابراہیم بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ جعفی تابعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''کہ جب تم تین دن کا سفر کرو تو نماز قصر کرو۔'' اسے محمد بن الحسن نے کتاب الحجہ (ج۱ ص۱۶۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام الفقہاء والمحدثین امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسرائیل بن یونس قال حدثنا ابراهیم بن عبد الاعلی قال سمعت سوید بن غفلة الجعفی......الخ. (کتاب الحجة: ج۱ص۱۶۸)

یہ اثر بھی بلا غبار بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے۔



۱۸-بَابُ صَلاَةِ الْجُمُعَةِ

۱۸۔نماز جمعہ کا بیان

{غلام، عورت، مریض اور مسافر پر جمعہ واجب نہیں}

۳۴۹۔یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَیُّوبَ الطَّائِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ الْقُرَظِیْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ اِلاَّ عَلَی الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَرِیْضِ وَالْمُسَافِرِ.

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ واجب ہے مگر غلام، عورت، مریض اور مسافر پر نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۱۴۹، مصنف عبدالرزاق: ۵۲۰۰، ۵۲۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۵۵۷۹۔

تحقیق:

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ مرسل معتضد ہے۔

۱۔ امام ایوب بن عائذ بن مدلج الطائی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۰، الکاشف: ۵۱۹)، ان کی امام غیلان رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۹)

۲۔ امام ابوحمزہ محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ المدنی ثم الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۷۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۹۵)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام، عورت، مریض اور مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ نیز اس حدیث کی تائید دیگر

احادیث سے بھی ہوتی ہے مثلاً آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَّمْلُوْكٍ اَوِ امْرَأَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۸۸۹)

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں: ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو، چوتھے بیمار۔'' اسے ابوداود (۱۰۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباس بن عبد العظيم حدثني اسحاق بن منصور حدثنا هريم عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن النبي ﷺ ....الخ. (سنن ابی داود: ۱۰۶۷)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابوداود رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے مگر آپ سے کچھ سنا نہیں ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۰۶۷) اس صورت میں لازمی بات ہے کہ ان کی اس حدیث میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا واسطہ ہوگا جسے ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل صحابی ہے اور صحابی کی مرسل سب کے نزدیک حجت ہے۔

{جمعہ کے لئے غسل کرنا افضل ہے}

۲۵۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ (عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) عَنْ اَبَانَ ابْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَاَتَى الْجُمُعَةَ فَبِهَا وَنِعِمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کر کے جمعہ کی نماز کے لیے آیا تو کافی ہے اور اچھا ہے اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۱، مصنف عبد الرزاق: ۵۳۱۳، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۰۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ ص۶۰، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ ص۲۸۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔

ابان بن ابی عیاش رحمہ اللہ کی اس روایت کے لیے متابعت موجود ہے۔

(دیکھیے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۷ وغیرہ)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل مستحب وافضل ہے۔ یہ حدیث سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعِمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَقَالَ التِّرْمَذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۰۷)

☆☆ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے جمعے کے دن وضو کیا تو کافی ہے اور اچھا ہے۔ اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔" اسے اصحاب ثلاثہ (نسائی: ۱۳۸۰، ترمذی: ۴۹۷) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو الاشعث عن یزید بن زریع قال حدثنا شعبة عن قتادة عن الحسن عن سمرة.... الخ.

(سنن النسائی: ۱۳۸۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔ مختصر الاحکام للطوسی (۴۶۷/۳۳۴) میں اس حدیث میں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بصری رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۵۴۰، سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۳۸۱)

نیز حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوْا فَقَالُوْا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَتَرَی الْغُسْلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ اَطْهَرُ وَخَیْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَّمْ یَغْتَسِلْ فَلَیْسَ عَلَیْهِ بِوَاجِبٍ وَّسَاُخْبِرُكُمْ كَیْفَ بُدِئَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِیْنَ یَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَیَعْمَلُوْنَ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَیِّقًا مُّقَارِبَ السَّقْفِ اِنَّمَا هُوَ عَرِیْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ وَّعَرِقَ النَّاسُ فِیْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰی ثَارَتْ مِنْهُمْ رِیَاحٌ اٰذٰی بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ

الرِّیحُ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِذَا کَانَ ھٰذَا الْیَوْمَ فَاغْتَسِلُوْا وَلْیَمَسَّ اَحَدُکُمْ اَفْضَلَ مَا یَجِدُ مِنْ دُھْنِہٖ وَطِیْبِہٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ثُمَّ جَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ بِالْخَیْرِ وَلَبِسُوْا غَیْرَ الصُّوْفِ وَکُفُوْا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُھُمْ وَذَھَبَ بَعْضُ الَّذِیْ کَانَ یُؤْذِیْ بَعْضُھُمْ بَعْضًا مِّنَ الْعَرَقِ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالطَّحَاوِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن:۹۰۸)

کہ عراق کی جانب سے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: اے ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے غسل کو واجب کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں لیکن یہ زیادہ طہارت کا باعث ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہت بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے اس پہ واجب نہیں ہے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ محنت ومشقت کیا کرتے تھے، لباس اون کا ہوتا تھا، اپنی پیٹھوں پر سامان ڈھوتے تھے اور ان کی مسجد بھی تنگ اور نیچی چھت والی تھی، گویا چھپر سا تھا، تو ایک بار رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، دن گرم تھا اور لوگوں کو ان کے اونی لباسوں میں پسینہ آیا، حتیٰ کہ ان سے نامناسب بوئیں نکلیں اور انہیں ایک دوسرے سے بہت اذیت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بو محسوس کی تو فرمایا: "لوگو! جب یہ (جمعہ کا) دن ہوا کرے تو غسل کیا کرو اور جسے جو عمدہ تیل اور خوشبو مہیا ہو استعمال کیا کرے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے حالات میں بہتری پیدا کردی۔ لوگ اونی لباس چھوڑ کر دوسرے لباس پہننے لگے اور محنت ومشقت کے کاموں سے بھی کفایت ہوگئی، مسجد بھی کھلی ہوگئی اور وہ پسینہ جو ایک دوسرے کے لیے اذیت کا باعث تھا، ختم ہوگیا۔ اسے ابوداود (۳۵۳) اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ حدثنا عبدالعزیز یعنی ابن محمد عن عمرو بن ابی عمرو عن عکرمۃ۔ ...... الخ۔ (سنن ابی داود: ۳۵۳)

اور شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ۳۵۳، مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۵۴۴)

یہ حدیث بھی صریح ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔

مزید برآں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنَ السُّنَّۃِ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔ رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن:۹۰۹)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ اسے بزار (۱۹۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشر وابن فضیل قال حدثنا مسعر عن وبرة عن همام بن الحارث قال قال عبدالله.....الخ. (مصنف ابن ابی شیبة: ۵۰۲۰)

اور صحیح وثابت ہے۔

۲۵۱. يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَا اغْتَسَلْتُ فِي الْعِيْدَيْنِ قَطُّ فَاَمَّا الْجُمُعَةُ فَاِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عیدین کے لیے کبھی بھی غسل نہیں کیا اور جمعہ کا غسل اگر تم کرلو ٹھیک ہے اور اگر نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے غسل کرنا واجب نہیں ہے۔

جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب ہے:

آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَالصَّغِيْرِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۱۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے اس دن کو تمہارے لئے عید بنایا ہے لہٰذا اس دن تم غسل کرو اور مسواک کو لازم پکڑو۔" اسے طبرانی نے المعجم الاوسط (۳۴۳۳) اور المعجم الصغیر (۳۵۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن ابراهيم بن مطرح الخولاني المصري نا يزيد بن سعيد الصباحي نا مالك بن انس عن سعيد بن ابي سعيد المقبري عن ابيه عن ابي هريرة.........الخ.

(المعجم الاوسط للطبراني: ۳۴۳۳)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

جمعہ کے دن خصوصیت کے ساتھ مسواک کرنا مسنون ہے۔ اور اس حدیث میں مسواک کا حکم بالاتفاق استحباب کے طور پر آیا ہے۔

جمعہ کے دن خوشبو لگانا مسنون ہے:

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنَ الطُّهْرِ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۱۱)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے، اور جو تیل خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے، پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ نہ بیٹھے، پھر جو نماز یعنی سنن ونوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہوں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کر دی جائیں گی۔ اسے بخاری (۸۸۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن سعید المقبری قال اخبرنی ابی عن ابن ودیعۃ عن سلمان الفارسی.......الخ. (صحیح البخاری: ۸۸۳)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا سَلْمَانُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ قُلْتُ هُوَ الَّذِيْ جَمَعَ اللّٰهُ فِيْهِ أَبَاكَ أَوْ أَبَوَيْكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أُحَدِّثُكَ عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَطَيَّبُ مِنْ طِيْبِ أَهْلِهِ إِنْ كَانَ لَهُمْ طِيْبٌ وَإِلَّا فَالْمَاءُ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُنْصِتُ حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّيْ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى مَا اجْتُنِبَتِ الْمَقْتَلَةُ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۱۲)

سلمان رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ رب العزت نے آپ کے والد یا کہا والدین کو اکٹھا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن میں تم سے جمعہ کے دن کے بارے میں بیان کرتا ہوں جو مسلمان طہارت حاصل کرے اور اچھے کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے وگرنہ پانی سے غسل کرے، پھر وہ مسجد آ کر بیٹھ جائے حتیٰ کہ امام خطبہ کے لیے نکل آئے پھر وہ (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھے تو اس کا اس کا یہ عمل اس کے لئے جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیانی گناہ کا کفارہ بن جائے گا، جب تک تو قتل سے بچے اور یہ تمام زمانہ (ہی میں ثواب ملتا) ہے۔ اسے طبرانی (٦٠٨٩) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ المعجم الکبیر میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

قال الطبرانی حدثنا محمد بن محمد التمار البصری ثنا ابو الولید الطیالسی ثنا ابو عوانة عن مغیرة عن زیاد بن کلیب عن ابراهیم عن علقمة عن قرثع عن سلمان.... الخ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ٦٠٨٩)

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَهٗ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِهٖ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَیْهِ السَّکِیْنَةُ حَتّٰی یَاْتِیَ الْمَسْجِدَ فَیَرْکَعُ اِنْ بَدَا لَهٗ وَلَمْ یُؤْذِ اَحَدًا ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰی یُصَلِّیَ کَانَتْ کَفَّارَةً لَّهٗ لِمَا بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ. (آثار السنن: ٩١٣)

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو جمعہ کے دن غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے پھر وہ سکون سے نکل کر مسجد میں آئے اور اگر ہو سکے تو دو رکعتیں پڑھے اور کسی کو اذیت نہ دے پھر خاموش رہے جب امام خطبہ کیلئے نکلے یہاں تک وہ نماز پڑھ لے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ اسے احمد (٢٣٥٧١) اور طبرانی (٤٠٠٧) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن ابراهیم التیمی عن عمران بن ابی یحییٰ عن عبدالله بن کعب بن مالك عن ابی ایوب الانصاری......الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ٢٣٥٧١)

فائدہ:

میسر شدہ عمدہ لباس زیب تن کرنا اور خوشبو لگانا جمعہ کے آداب میں شامل ہے۔

۲۵۲۔ يُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

عمرہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ خود محنت مزدوری کیا کرتے تھے، ان سے کہا گیا: ''کاش! تم جمعہ کے دن غسل کرلو۔''

۲۵۳۔ وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِنَحْوٍ مِّنْ ذٰلِكَ.

ایک دوسرے طریق سے بھی کچھ ایسے ہی مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۰۳، صحیح مسلم: ۸۴۷، سنن ابی داود: ۳۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۵۳۱۵، مسند الحمیدی: ۱۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۰۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۹۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۳۹، السنن الکبری للنسائی: ۱۶۹۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۵۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو سعید یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری النجاری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۸۳۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۸۰۶)

۲۔ عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ انصاریہ مدنیہ رحمہا اللہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۸۹۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۱۰۴)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ لوگ محنت مزدوری والے تھے اور ان کے پاس جمع پونجی نہ ہوتی تھی بلکہ روز کما کر کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے جمعہ کو بھی انہیں کام کرنا پڑتا تھا اور کام کاج کی وجہ سے ان سے بو اٹھتی تو ان سے کہا کہ گیا کہ کاش! تم جمعہ کے دن غسل کرلو۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۸۴۷) کی روایت میں آیا ہے۔

{دیہاتیوں پر جمعہ واجب نہیں}

۲۵۴۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ

اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ فِی التَّکْبِیْرِ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ مِنْ دُبُرِ صَلاَۃِ الْفَجْرِ یَوْمَ عَرَفَۃَ اِلٰی دُبُرِ صَلاَۃِ الْعَصْرِ مِنْ یَوْمِ النَّحْرِ وَکَانَ یُکَبِّرُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَزَعَمَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ لاَ جُمُعَۃَ وَلاَ تَشْرِیْقَ اِلاَّ فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔

امام ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں تکبیرات کے بارے میں فرمایا کہ وہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے قربانی کے (آخری دن) کی نماز عصر تک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ تکبیرات ان الفاظ کے ساتھ کہا کرتے تھے: (اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ اور تکبیرات تشریق نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد عند ابن ابی شیبة: ۵۶۵۱،۶۳۲۰وغیرہ)
امام ابراہیم رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ'' صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۸،۵۴۳،تاریخ الثقات للعجلی:۱۳۲۱)

فوائد ومسائل:

۱۔ تشریق کی تکبیرات نویں ذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر پانچویں دن (یعنی تیرھویں ذوالحجہ) کی نماز عصر تک پڑھی جائیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

۲۔ شہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے اور یہ مسئلہ متعدد احادیث سے مستنبط ہے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَۃَ مِنْ مَّنَازِلِہِمْ وَالْعَوَالِیْ فَیَأْتُوْنَ فِی الْغُبَارِ فَیُصِیْبُہُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُمُ الْعَرَقُ فَأَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنْسَانٌ مِّنْہُمْ وَھُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْ اَنَّکُمْ تَطَھَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ ھٰذَا۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔

(آثار السنن: ۹۰۵)

☆☆ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے ٹھکانوں اور اردگرد کی بستیوں سے جمعہ کے لیے باری باری آیا کرتے تھے انہیں پسینہ اور غبار لگتا پھر ان سے پسینہ نکلتا، تو ان میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ میرے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کاش تم اپنے اس دن کے لیے غسل کر لیتے۔" اسے شیخین (بخاری: ۹۰۲، مسلم: ۸۴۷) نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن صالح قال حدثنا عبداللہ بن وھب قال اخبرنی عمرو بن الحارث عن عبیداللہ بن ابی جعفر ان محمد بن جعفر بن الزبیر حدثه عن عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ﷺ...الخ۔
(صحیح البخاری: ۹۰۲)

فوائد و مسائل:

۱۔ اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ان پر واجب ہوتا تو یا تو وہ اپنے یہاں جمعہ پڑھتے، یا سب کے سب مدینہ آ کر جمعہ پڑھتے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شاہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔
۲۔ جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب ہے۔

وَعَنْ حُمَيْدٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ. رَوَاهُ مُسَدَّدٌ فِيْ مُسْنَدِهِ الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَّذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَّزَادَ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ.
(آثار السنن: ۸۹۲)

حمید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے تو کبھی جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ نہ پڑھتے۔ اسے مسدد نے اپنی مسند کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور بخاری (۹۰۱) نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: "آپ دو فرسخ (تقریباً سولہ کلومیٹر) کے فاصلہ پر مقام زاویہ میں تھے۔"

فائدہ:

یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ شہر سے باہر والوں اور اہل دیہات پر جمعہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر اور اہل دیہات پر جمعہ واجب ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ جمعہ ہمیشہ پڑھتے کبھی ترک نہ فرماتے۔

وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ اَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ فَجَاءَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ وَقَالَ اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ اَنْ يَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالْبُخَارِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاُضَاحِيْ. (آثار السنن: ۸۹۳)

ابن ازہر کے غلام ابوعبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عید کے لیے حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عید کی نماز پڑھائی، پھر نماز سے فارغ ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: "بلاشبہ اس دن

تمہارے لیے دو عیدیں (نماز جمعہ اور نماز عید) اکٹھی ہوگئی ہیں، اردگرد کی بستیوں میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہتا ہے، اسے وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو جانا چاہتا ہے تو میں نے اُسے اجازت دے دی ہے۔ اسے مالک (۶۱۳) نے روایت کیا ہے اور بخاری نے کتاب الاضاحی (۵۵۷۲) میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حبان بن موسی اخبرنا عبداللہ قال اخبرنی یونس عن الزہری قال حدثنی ابو عبید مولی ابن ازھر.......الخ۔(صحیح البخاری: ۵۵۷۱)

فائدہ:

جمعہ سے پہلے دیہاتیوں کو واپس جانے کی اجازت دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل دیہات پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ إِنَّمَا الْجُمَعُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلِ الْمَدَائِنِ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ۔(آثار السنن: ۸۹۳)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ دیہات والوں پر واجب نہیں ہے جمعہ تو مدائن جیسے شہر والوں پر ہے۔

اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل ہے۔

اسے امام ابو بکر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباد بن العوام عن عمر بن عامر عن حماد عن ابراھیم عن حذیفۃ.....الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۰۶۰)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ یہ حدیث مرسل ہے مگر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳۔ ۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۴۸، نصب الرایہ ج ۱، ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسیل ابی داؤد ص ۴، تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۲۸۹۹) نیز اس حدیث کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث مرسل معتضد ہوئی اور مرسل معتضد کو تو احناف کے مخالفین بھی حجت قرار دیتے ہیں مثلاً.....

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسلاً محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(تحقیق الکلام ج ۱، ص ۹۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

عبد الرؤف صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگر اس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں۔

(القول المقبول: ص ۳۷۰)

عبداللہ روپڑی صاحب ''موسیٰ الجہنی'' کی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث اگر چہ مرسل ہے لیکن اس کا اعتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہٰذا مقبول ہے۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱، ص ۳۱۱)

صادق سیالکوٹی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

گو یہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے مل کر قوی ہو گئی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸)

البانی نے مرسل طاؤس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ مرسل معتضد ہے جو بالاتفاق حجت ہے۔ (ارواء الغلیل: ج ۲، ص ۷۱)

زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محدث العصر، امام المحدثین شیخ ناصر الدین البانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرسل کا معتبر شاہد ہو تو وہ صحیح ہوتی ہے۔

(حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۲۹)

شوکانی ایک مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"وهذا وان كان مرسلا لكنه معتضد بما سبق" (نیل الاوطار: ج ۳، ص ۲۲۹)

یہ روایت اگر چہ مرسل ہے لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَأَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ فَخَطَبَ النَّاسَ إِلٰى أَنْ قَالَ ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

(آثار السنن: ۹۰۰)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے حج کے بارے میں ایک لمبی حدیث میں مروی ہے، فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ عرفہ تشریف لائے تو آپ نے ایک قبہ دیکھا جو آپ کے لیے مقام نمرہ میں لگایا گیا تھا، آپ اس میں اترے حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو قصواء (اونٹنی) کے بارے میں حکم دیا تو اس پر کجاوہ ڈال دیا گیا، پھر وادی کے درمیان تشریف لائے، لوگوں کو خطبہ دیا۔۔۔۔ یہاں تک فرمایا کہ: پھر اذان دی

پھر اقامت کہی اور ظہر ادا کی پھر اقامت کہی تو عصر ادا کی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں کی۔ اسے مسلم (۱۲۱۸) نے روایت کیا ہے۔ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب جمعہ کے دن ہوا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، سنن ابی داود: ۱۹۰۵، سنن النسائی: ۶۰۴، ۶۵۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۷۰۵، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۱۳۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۸۸، ۱۶۳۱، المنتقی لابن الجارود: ۴۶۹، صحیح ابن حبان: ۱۴۵۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۲۸۲۷

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ و اسحاق بن ابراھیم جمیعا عن حاتم قال ابوبکر حدثنا حاتم بن اسماعیل المدنی عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال دخلنا علی جابر بن عبداللہ....الخ۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

فائدہ:

یہ واقعہ بروز جمعہ پیش آیا مگر اجتماع کثیر ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی جس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ عرفہ شہر یا کوئی بڑا گاؤں نہیں تھا۔ اگر کوئی کہے کہ آپ ﷺ نے مسافر ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کیا کیونکہ مسافر پر جمعہ لازم نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر مکہ اور مکہ کے اردگرد سے آنے والے لوگ تو یقینا مسافر نہ تھے۔ اگر عرفہ جیسے مقام پر بھی جمعہ ادا کرنا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ مکہ اور اس کے اردگرد سے آنے والے لوگوں کو تو کم از کم جمعہ ادا کرنے کا حکم دیتے۔ یا خود ہی پڑھا دیتے کیونکہ مسافر پر جمعہ اگر چہ لازم نہیں ہے مگر ادائیگی تو اس کے لیے بھی بالاتفاق درست ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۰۱)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ادا کی جانے والی جمعہ کی نماز کے بعد سب سے پہلی جمعہ کی نماز بحرین کے (شہر) جواثا میں عبد القیس کی مسجد میں ادا کی گئی۔ اسے بخاری (۸۹۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابو عامر العقدی قال حدثنا ابراھیم بن طھمان عن ابی جمرۃ الضبعی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ......الخ۔ (صحیح البخاری: ۸۹۲)

فائدہ:

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ هٰذَا الْاَثَرَ يُسْتَفَادُ مِنْهُ اَنَّ الْجُمُعَةَ تَخُصُّ بِالْمُدُنِ كَالْمَدِيْنَةِ وَجَوَاثَا وَلَا تَجُوْزُ فِي الْقُرٰى. (آثار السنن: ۹۰۱)

(محقق) نیموی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ جواثا اور مدینہ جیسے شہروں کے ساتھ خاص ہے اور دیہات میں جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات کا جواثا کو گاؤں یا چھوٹی بستی قرار دے کر اس روایت سے گاؤں اور چھوٹی بستیوں میں جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جواثا زمانہ قدیم سے ایک شہر ہے اور شہر ہونے کی تمام علامتیں اس میں پائی جاتی ہیں بلادِ عرب کی بڑی کھجور منڈی یہیں ہی لگتی تھی۔ مشہور شاعر امرؤ القیس کا کہنا ہے:

وَرُحْنَا كَأَنَّا مِنْ جُوَاثَا عَشِيَّةً تَعَالِي النِّعَاجَ بَيْنَ عَدْلٍ وَمُحْقَبِ

''یعنی ہمارا قافلہ سامان اور شکاروں کو لے کر جب واپس ہوا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جواثا کے تاجروں کا قافلہ ہے جو سامان لے کر جا رہا ہے۔''

جواثا کے تاجروں کے ساتھ تشبیہ اسی وقت موزوں ہے کہ جب وہ معمولی سا گاؤں نہ ہو۔ امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (ج ۶ ص ۱۸۷) میں لکھتے ہیں کہ اس دور میں جواثا کے باشندوں کی تعداد چار ہزار سے متجاوز تھی۔ کئی مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جواثا میں فوجی چھاؤنی اور قلعے بھی تھے۔ ابوعبید بکری رحمہ اللہ نے اپنی معجم میں اور ابن التین نے شیخ ابوالحسن لخمی رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جواثا ایک شہر ہے۔ مبسوط میں بھی لکھا ہے کہ جواثا ایک شہر ہے۔ (ملخصا: التعلیق الحسن: ص ۲۵۰، ۲۵۱) لہٰذا جواثا کو چھوٹا موٹا گاؤں یا چھوٹی موٹی بستی کہنا غلط ہے۔

باقی بعض حضرات کا یہ کہنا کہ بعض عبارات میں جواثا کو قریہ کہا گیا ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر ان عبارات میں قریہ سے مراد شہر ہی ہے۔ کلام عرب میں قریہ کا اطلاق جس طرح بستی پر ہوتا ہے اسی طرح بسا اوقات شہر پر بھی ہوتا ہے مثلاً قرآن کریم کی آیت {لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم. الزخرف: ۳۱} میں طائف اور مکہ کو قریہ کہا گیا ہے جبکہ یہ دونوں شہر تھے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیت {واسأل القرية التي كنا فيها والعير التي اقبلنا فيها. يوسف: ۸۲} میں ملک مصر کو قریہ کہا گیا ہے۔ مزید برآں نہایہ لابن اثیر، مجمع البحار، تاج العروس اور منتخب وغیرہ میں صراحت ہے کہ قریہ گاؤں، دیہات اور شہر کو بھی بولتے ہیں۔ (ملخصا: التعلیق الحسن: ص ۲۵۰، ۲۵۱)

مزید برآں جب یہ ثابت ہو گیا کہ جواثا ایک شہر ہے تو اس لحاظ سے یہ حدیث گاؤں میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کی دلیل بنتی ہے کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جواثا میں سب سے پہلے جمعہ ہوتا، عبدالقیس والوں کا اسلام متاخر

ہے اور اس وقت کافی لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

بعض غالی احباب کا یہ کہنا کہ اس سے پہلے اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے، محض بلا دلیل ہے اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا کہنا کہ ''وفد عبدالقیس نے بیان کیا ہے کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں اس لئے ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے۔ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔'' محض بے معنی ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مدینہ اور بحرین کے راستہ میں اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ مدینہ اور بحرین کے درمیان بہت فاصلہ ہے اب اگر راستہ میں مدینہ کے قرب کے گاؤں کے مسلمان ہو گئے ہوں اور باقی گاؤں کافر ہوں تب بھی ان کا عذر صحیح ہے۔ اور جب اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا تو یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ جو گاؤں ان کے راستے میں نہیں تھے وہ بھی مسلمان نہ ہوئے ہوں، پس یہ دعویٰ محض بے دلیل اور غلط ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَاتَشْرِیْقَ وَلَا جُمُعَةَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔
رَوَاہُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَالْبَیْہَقِیُّ وَھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۹۰۲)

ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تکبیرات تشریق اور جمعہ نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔'' اسے عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۴) اور بیہقی (۶۳۳۰) نے روایت کیا ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔

اسے امام ابوبکر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن سعد بن عبیدة عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی۔۔۔۔الخ۔
(مصنف ابن ابی شیبة: ۵۰۶۴)

یہ اثر بلاغبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کے بھی اس کے طرق کتب میں موجود ہے۔ امام اعمش رحمہ اللہ کی زبید ایامی رحمہ اللہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ (المحلی: ج۵ ص ۳۸، فتح الباری: ج۲ ص۵۸۱)

فائدہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی شرح میں لکھا ہے:

ومعناہ لا صلاۃ جمعة ولا صلاۃ عید۔ (فتح الباری: ج۲ص۵۸۱)

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ اور عید کی نماز صرف بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہے۔

مزید برآں یہ اثر حکماً مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

وَعَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ اَنَّهُمَا قَالَا الْجُمُعَةُ فِي الْاَمْصَارِ. رَوَاهُ اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۰۳)

حسن (بصری) رحمہ اللہ اور محمد (بن سیرین) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''جمعہ صرف شہروں میں ہی ہوتا ہے۔'' اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ادریس عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا ....الخ. (مصنف ابن ابی شیبة: ۵۰۶۱)

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

{نماز جمعہ سے پہلے اور بعد میں سنتوں کا بیان}

۲۵۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَاَرْبَعٌ بَعْدَ الْجُمُعَةِ لَا يُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ظہر سے پہلے اور جمعہ سے پہلے و جمعہ کے بعد چار (سنتیں) ایک سلام کے ساتھ ہوں گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی سنتوں اور نوافل کے متعلقہ دیگر کتب سے چند مزید احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۹۳۶)

سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو جمعہ کے دن غسل کرے پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آئے پھر جو نماز اس کے لئے مقرر کی گئی ہے پڑھے۔ پھر خاموش رہے حتیٰ کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان گناہ اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اسے مسلم (۸۵۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا امية بن بسطام حدثنا يزيد يعني ابن زريع حدثنا روح عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة....الخ.(صحیح مسلم : ۸۸۱)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا .رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلاَّ الْبُخَارِيّ.(آثار السنن: ۹۳۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے وہ چار رکعت پڑھے۔"اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا عمرو الناقد وابو كريب قالا حدثنا وكيع عن سفيان كلاهما عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة.....الخ.(صحیح مسلم : ۸۸۱)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ.رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ.(آثار السنن: ۹۳۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔اسے محدثین کی جماعت(بخاری:۱۱۶۵،مسلم:۸۸۲،ابن ماجہ:۱۱۳۱،ابوداود:۱۱۳۲،ترمذی:۵۲۱،۱۴۲۸)نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب وابن نمير حدثنا سفيان بن عيينة حدثنا عمرو عن الزهري عن سالم عن ابيه.....الخ.(صحیح مسلم : ۸۸۲)

وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اِذَا بِمَكَّةَ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا وَّاِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.(آثار السنن: ۹۳۹)

☆☆ عطاء رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ وہ جب مکے میں ہوتے،اور جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے،پھر آگے بڑھتے اور چار رکعتیں پڑھتے اور جب مدینے میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد گھر لوٹ جاتے اور دو رکعتیں ادا کرتے اور مسجد میں نہ پڑھتے۔آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔اسے ابوداود(۱۱۳۰)نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبدالعزیز ابن ابی رزمۃ المروزی اخبرنا الفضل بن موسی عن عبدالحمید بن جعفر عن یزید بن ابی حبیب عن عطاء عن ابن عمر.....الخ.(سنن ابی داود:۱۱۳۰)

یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔حتی کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی اور البانی وغیرہ نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔

وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن:۹۳۰)

☆☆ جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے جن کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ نہ کرتے پھر جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے پھر چار رکعات۔اسے طحاوی (۱۹۶۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا فهد قال ثنا علی بن معبد قال ثنا عبیداللہ عن زید عن جبلة بن سحیم....الخ.

(شرح معانی الآثار:۱۹۶۵)

یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔

وَعَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن:۹۳۱)

خرشہ بن حر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کے بعد اس جیسی نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔اسے طحاوی (۱۹۸۱) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا یزید بن سنان قال ثنا عبدالرحمن بن مهدی قال ثنا سفیان عن الاعمش عن ابراهیم عن سلیمان بن مسهر عن خرشة بن الحر......الخ.(شرح معانی الاثار للطحاوی:۱۹۸۱)

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعات اور اس کے بعد دو رکعات پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَرْبَعَ

رَكْعَاتٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۴۲)

☆☆ علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعات پڑھیں۔ اسے طبرانی (۹۵۵۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر ثنا معاوية بن عمرو ثنا زهير ثنا ابو اسحاق عن علقمة بن قيس... الخ.

(المعجم الكبير للطبراني: ۹۵۵۴)

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَأْمُرُنَا اَنْ نُّصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۴۳)

☆☆ ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے چار رکعات ادا کریں۔ اسے عبدالرزاق (۵۵۲۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن عطاء بن السائب عن ابی عبدالرحمن السلمی... الخ (مصنف عبدالرزاق: ۵۵۲۵)

اور صحیح ہے۔ اس کے شواہدات پائے جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّاسَ اَنْ يُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَلَمَّا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا سِتًّا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۴۴)

☆☆ ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں، پھر جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے سکھایا کہ چھ رکعات ادا کریں۔ اسے طحاوی (۱۹۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یونس قال ثنا سفیان عن عطاء بن السائب عن ابی عبدالرحمن.......الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۹)

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعًا فَاَعْجَبَنَا فِعْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

فَاخْتَرْنَاهُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۳۵)

ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ ہی کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرتے تھے پھر ان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ جب جمعہ کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد دو رکعت اور چار رکعات پڑھتے تھے۔ ہمیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عمل پسند آیا اس لیے اسے اختیار کر لیا۔ اسے طحاوی (۱۹۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا حماد بن یونس قال ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی عبدالرحمن السلمی....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۸۰)

اور صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۳۶)

ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے وہ چھ (یعنی چار اور پھر دو) رکعت پڑھے۔'' اسے طحاوی (۱۹۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یزید بن سنان قال ثنا عبدالرحمن بن مهدی قال ثنا سفیان عن ابی حصین عن ابی عبدالرحمن عن علی رضی الله عنه......الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۸)

یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

مذکورہ احادیث میں سے آثار السنن کی حدیث نمبر ۹۴۰، ۹۴۴، ۹۴۶ چھ رکعات کے مشروع کی ہونے کی بھی صریح دلیلیں ہیں لہٰذا بعض غالی احباب کا چھ رکعات کے مشروع ہونے کا انکار کرنا غلط ہے۔

{جمعہ کے خطبہ کی کیفیت}

۲۵۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَنْ خُطْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهُ أَمَا تَقْرَأُ سُورَةَ الْجُمُعَةِ، قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَا

اَعْلَمُ قَالَ فَقَرَءَ عَلَيْهِ {وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا} اَلْخُطْبَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کے دن نبی مکرم ﷺ کے خطبہ کی کیفیت کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا کیا تم نے سورہ جمعہ نہیں پڑھ رکھی؟ اس نے کہا کیوں نہیں! لیکن میں سمجھ نہیں سکا، راوی کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی {وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا}، (اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے، اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا)۔ لہٰذا جمعہ کے دن خطبہ کھڑے ہو کر ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی کیفیت وغیرہ کے متعلقہ چند مزید احادیث دیگر کتب سے فوائد اور تحقیق کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْآنَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۹۳۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جس طرح تم لوگ اب کیا کرتے ہو۔ اسے محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبیداللہ بن عمر القواریری قال حدثنا خالد بن الحارث قال حدثنا عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ..... الخ۔ (صحیح البخاری: ۹۲۰)

فائدہ:

جمہور اہل علم کے نزدیک خطبہ جمعہ واجب ہے۔ اور حتی المقدور کھڑے ہو کر ہی دینا چاہیے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۳۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے جن کے درمیان بیٹھتے بھی تھے۔ اسے بخاری (۹۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ......الخ۔(صحیح البخاری: ۹۲۸)

فائدہ:

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا جمہور اہل علم کے نزدیک سنت ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلاَّ الْبُخَارِيَّ. (آثار السنن: ۹۴۹)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ نبی ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے تھے، (ان خطبوں میں) قرآن کریم پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ وحسن بن الربیع وابوبکر بن ابی شیبۃ قال یحییٰ اخبرنا وقال الآخران حدثنا ابو الاحوص عن سماک عن جابر بن سمرۃ......الخ۔(صحیح مسلم: ۸۶۲)

وَعَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَنْبَأَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّأَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلاَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۹۵۰)

سماک کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی:

کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر حالت قیام میں ہی خطبہ ارشاد فرماتے۔ پس جس نے تجھے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اس نے جھوٹ کہا، اللہ کی قسم میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں۔ اسے مسلم (۸۶۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ اخبرنا ابو خیثمۃ عن سماک قال انبأنی جابر بن سمرۃ......الخ۔

(صحیح مسلم: ۸۶۲)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَتْ صَلاَتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّآخَرُوْنَ. (آثار السنن: ۹۵۱)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ درمیانہ ہوتا تھا۔ اسے مسلم (٨٦٦) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا حسن بن الربیع وابوبکر بن ابی شیبۃ قالا حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن سمرۃ.......الخ.(صحیح مسلم : ٨٦٦)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ٩٥٢)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو (قدرے) لمبا کرتے تھے اور خطبہ کو مختصر کرتے تھے۔ اسے نسائی (١٤١٤) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا محمد بن عبدالعزیز ابن غزوان قال اخبرنا الفضل بن موسیٰ عن الحسین بن واقد قال حدثنی یحییٰ ابن عقیل قال سمعت عبداللہ بن ابی اوفیٰ........الخ.(سنن النسائی : ١٤١٤)

اور شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔

وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ حَزْنٍ الْكُلْفِيِّ قَالَ قَدِمْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَابِعَ سَبْعَةٍ اَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ فَلَبِثْنَا عِنْدَهٗ اَيَّامًا شَهِدْنَا فِيْهَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَكِّئًا عَلٰى قَوْسٍ اَوْ قَالَ عَلٰى عَصًا.......... اَلْحَدِيْثَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ٩٥٣)

حکم بن حزن کلفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات میں ساتواں یا نو میں سے نوواں آدمی آیا، پھر ہم آپ کے پاس چند دن ٹھہرے رہے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقع بھی ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاٹھی یا کمان کا سہارا لیے ہوئے کھڑے ہوئے.......الحدیث۔ اسے احمد (١٧٨٥٦) اور ابوداود (١٠٩٦) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سعید بن منصور حدثنا شهاب بن خراش حدثنا شعیب ابن رزیق الطائفی قال جلست الی رجل له صحبة من رسول اللہ ﷺ یقول له الحکم بن حزن الکلفی.......الخ.

(سنن ابی داود: ١٠٩٦)

اور حسن درجہ کی ہے۔

عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ رَأَى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا يَزِيْدُ عَلَى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّآخَرُوْنَ۔ (آثار السنن: ۹۵۵)

حصین بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے روایت ہے:

کہ عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو (اثنائے خطبہ میں) ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں ہاتھوں کو رسوا کرے، تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو (دوران خطبہ) صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسے مسلم (۸۷۴) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا عبداللہ بن ادریس عن حصین عن عمارة بن رویبة قال رای بشر بن مروان......الخ۔ (صحیح مسلم: ۸۷۴)

فائدہ:

خطیب اور مقرر کا دوران خطبہ میں اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں سے خطاب کرنا خلاف سنت اور خلاف ادب جمعہ ہے۔ صرف انگشت شہادت سے اشارہ ثابت ہے۔

{خطبہ کے دوران نماز پڑھنا اور گفتگو کرنا منع ہے}

۲۵۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ إِذَا خَطَبَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَانْحَرِفْ اِلَيْهِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جمعہ کے روز جب امام خطبہ دینے لگے تو اس کی طرف پھر جاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۵۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلًا اسْتَقْرَأَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اٰيَةً وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَسَكَتَ عَنْهُ حَتّٰى إِذَا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اِنَّ حَظَّكَ مِنَ الْجُمُعَةِ مَا سَأَلْتَ عَنْهُ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت سیکھنی چاہی، اس وقت امام جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جب جمعہ سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: جس چیز کے بارے میں تو نے پوچھا تھا، وہ حصہ تمہیں جمعہ میں مل گیا ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند الطبراني: ۹۵۴۲)

۲۵۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ تُشَمِّتُ الْعَاطِسَ وَتَرُدُّ السَّلَامَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تو جمعہ کے دوران چھینکنے والے کی چھینک اور سلام کا جواب دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور نے اس اثر کو اختیار نہیں کیا۔ جمہور کے نزدیک خطبہ نماز کے حکم میں ہے لہٰذا نہ تو چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیا جائے اور نہ ہی سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیا جائے۔ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے اور بات چیت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۹۵۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعے کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت اگر تم نے اپنے ساتھی سے کہا: خاموش رہو تو تم نے فضول گوئی کی۔'' اسے شیخین (بخاری: ۹۳۴، مسلم: ۸۵۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند بلا اعتبار صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني سعيد بن المسيب ان اباهريرة......الخ.(صحيح البخاري: ۹۳۴)

وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ إِنَّ جُلُوْسَ الْإِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ وَكَلَامَهُ يَقْطَعُ

الْكَلَامَ وَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ حِيْنَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى يَسْكُتَ الْمُؤَذِّنُ فَاِذَا قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ خُطْبَتَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ثُمَّ اِذَا نَزَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَقَضٰى خُطْبَتَيْهِ تَكَلَّمُوْا .رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.(آثار السنن: ۹۶۱)

☆☆ سیدنا ثعلبہ بن ابومالک قرظی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔ اور فرمایا: بلاشبہ لوگ جس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے تھے باتیں کر رہے ہوتے تھے یہاں تک کہ مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے ان کے دونوں خطبے پورے کرنے تک کوئی بات نہیں کرتا تھا پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترتے اور اپنے خطبے پورے کر چکے ہوتے تو لوگ آپس میں باتیں کرتے۔ اسے طحاوی (۲۱۷۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یونس قال اخبرنی ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب قال اخبرنی ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی.......الخ.(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۷۴)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ خطبہ مکمل خاموشی سے سننا چاہیے۔

(۲)۔ خطبے کے دوران میں کسی سے بات کرنا یا اس کی بات کا جواب دینا یا نفل پڑھنا منع ہے۔

(۳)۔ خطبے کے دوران میں حاضرین میں سے کوئی شخص امام سے کوئی ضروری بات کہنا چاہتا ہو تو اجازت ہے، جیسے ایک شخص نے خطبے کے دوران میں آ کر رسول اللہ ﷺ سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔

۲۶۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلًا بَادِنًا فَكَانَ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ قَعَدَ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ بَدَاَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيْدِ وَاَوَّلَ مَنْ اَذَّنَ فِي الْعِيْدَيْنِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم والے تھے جب منبر پر چڑھتے تو (کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے) بیٹھ جاتے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اولاً جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دیا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے خطبہ (وعظ و نصیحت کرنے) کو اولاً رائج کیا۔ اور آپ ہی نے اولاً عیدین کی نماز کے لیے اذان دلوائی۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے:

"کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے سامنے معذرت کی تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے۔ (اور جسم بھی بھاری تھا جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی طاقت نہیں رہی تھی)۔" (تاریخ ابن عساکر: ج ۱۶ ص ۷۳۴ (مخطوطہ) معاویہ بن ابی سفیانؓ)

نیز متعدد محدثین جیسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہما نے بھی باسند نقل کیا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۵۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۸۹۲، ۳۵۷۳۵)۔

لہٰذا عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ مزید برآں حالت عذر میں فرض نماز میں قیام جو کہ فرض ہے معذور نمازی سے ساقط ہو جاتا ہے اور جناب نبی مکرم ﷺ نے بھی حالت عذر اور تکلیف میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے تو جمعہ کے خطبہ میں قیام فرض نماز کے قیام سے زیادہ اہم نہیں۔ پس نماز میں قیام جب ساقط ہو سکتا ہے تو جمعہ میں بھی بحالت عذر ساقط ہوگا۔ لہٰذا بعض لوگوں کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالتِ عذر کے اس فعل پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اولاً نماز عید سے پہلے خطبہ (یعنی وعظ و نصیحت کرنے) کو رائج کیا مگر دیگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ابتداء کرنے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ واضح رہے کہ اس طرح کی روایات میں خطبہ سے عید سے پہلے وعظ و نصیحت کے کچھ کلمات مراد ہیں معروف خطبہ مسنونہ مراد نہیں کیونکہ معروف خطبہ مسنون تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں بھی حسب قاعدہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے:

"بعض اوقات نماز عید سے پہلے بیشتر لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے ان کو نماز عید میں شامل کرنے کے لیے اور ان کے ادراک الصلاۃ کی خاطر نماز عید سے پہلے بطور پند و نصائح کچھ ارشادات ان حضرات نے حاضرین کے سامنے فرمائے تاکہ اس قلیل سی تاخیر کے ذریعے سے بعد میں آنے والے لوگ نماز میں شامل ہو سکیں۔ (اور پھر نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ پڑھا گیا)۔" (فتح الباری شرح بخاری: ج ۲ باب المشی والرکوب الی العید۔۔۔۔۔۔ الخ۔)

۳۔ عید کی نماز سے پہلے اذان دلوانے سے مراد یہ نہیں کہ عید سے قبل باقاعدہ معروف اذان (صلوٰۃ) جاری کردی گئی ہو۔ بلکہ اس کا

صحیح مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے بعض دفعہ عوام کے شمول کے پیش نظر نماز کے قیام کی اطلاع عام کرائی گئی تا کہ لوگ بروقت نماز میں شریک ہوسکیں۔ راوی نے اسی عمل کو اذان سے تعبیر کر دیا ہے۔

{جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے}

۳۶۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ الْجُمُعَةَ بَعْدَ مَا يَفْرُغُ الْاِمَامُ مِنَ الصَّلَاةِ غَيْرَ اَنَّهُ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ فَاِنَّهُ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ وَقَدْ اَدْرَكَ الْجُمُعَةَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جسے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جمعہ کی نماز مل جائے وہ جمعہ کی نماز (یعنی دو رکعات) پڑھے اس نے جمعہ پالیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا سمعتم الاقامة فامشوا الى الصلاة وعليكم السكينة والوقار ولا تسرعوا فما ادركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا. جب تم اقامت سنو تو ایسی حالت میں نماز کو چلو کہ تم مطمئن ہو اور دوڑو مت۔ پھر جس قدر نماز تم کو مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو جمعہ کی نماز کا کچھ حصہ مل جائے خواہ تشہد یا سجدہ سہو ہی ملے اس کو جمعہ مل گیا، وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ کی دو رکعت ادا کرے۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ مل جائے اس کو اس کے ساتھ پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کرو، اس میں نماز اور جماعت کا لفظ جمعہ کی نماز اور جماعت کو بھی عام ہے اور ما فاتكم ایک رکعت اور دو رکعت سب کو شامل ہے، پس جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں صرف تشہد پایا ہو وہ بھی اسی نماز کو ادا کرے گا جو فوت ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ فوت جمعہ کی رکعتیں ہوئی ہیں تو وہ جمعہ ہی کی دو رکعتیں پڑھے گا۔

{جب امام خطبہ نہ دے تو چار رکعات پڑھائے}

۳۶۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا لَمْ يَخْطُبِ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَصَلَّى اَرْبَعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب امام جمعہ کے دن خطبہ نہ دے تو

چار رکعات نماز پڑھائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۱۹۳ باب الامام لا یخطب یوم الجمعة کم یصلی؛ مصنف ابن ابی شیبة: ۵۲۷۱ الامام اذا لم یخطب یوم الجمعة کم یصلی؛ السنن الکبری للبیهقی: ۵۷۰۳، باب وجوب الخطبة......الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

کیا زوال سے پہلے جمعہ ہے؟

جمہور اہل علم کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ پہلے جواز کے قائلین کے مستدلات مع التحقیق نقل کرتے ہیں اس کے بعد عدمِ جواز کے دلائل پیش کریں گے۔

جواز کے قائلین کے مستدلات:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ بِهِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۹۱۵)

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کرتے تھے، پھر جب ہم جمعے سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جاتے تو اس وقت دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم اس میں بیٹھ کر آرام کریں (یا اس سائے میں چل کر گھر پہنچ جائیں)۔ اسے شیخین (بخاری: ۴۱۶۸، مسلم: ۸۶۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یعلی المحاربی قال حدثنی ابی حدثنا ایاس بن سلمة بن الاکوع قال حدثنی ابی وکان من اصحاب الشجرة قال کنا......الخ۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۸)

فوائد و مسائل:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں نماز جمعہ جلد ادا کی جاتی تھی۔ آج کل عموماً اہل بدعت کی مساجد میں بیانات لمبے لمبے کیے جاتے ہیں اور جمعے کی نماز کافی دیر سے ادا کی جاتی ہے جو کہ سراسر نبی ﷺ کے عمل

کے مخالف ہے۔

(۲) بعض حنابلہ وغیرہ نے اس حدیث سے زوال سے پہلے جمعہ کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال غلط ہے کیونکہ "ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ" کی موصوف صفت کی ترکیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ جس سے پورا سایہ حاصل کیا جاسکے اور وہ دھوپ سے بچنے کیلئے کافی ہوجائے اور ایسا عموماً گرمیوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں مطلق سایہ کی نفی نہیں رہی کہ جس سے قبل الزوال سمجھا جائے۔ مزید برآں صحیح مسلم میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں زوال ہوجانے کی صراحت موجود ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "سلمة بن الاكوع قال كنا نجمع مع رسول الله ﷺ اذا زالت الشمس۔ .....الخ۔" (صحیح مسلم : ۸۶۰) لہٰذا زوال ہوجانے کی صراحت کے ثبوت کے بعد اس حدیث سے زوال سے پہلے جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا غلط ہے۔

وَعَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ وَّاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (آثار السنن: ۹۱۶)

☆ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، انہوں نے فرمایا: "ہم لوگ دوپہر کا آرام جمعے کے بعد ہی کیا کرتے تھے اور کھانا بھی جمعے کے بعد ہی کھایا کرتے تھے۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۴۸، ۔ مسلم: ۸۵۹، ابن ماجہ: ۱۰۹۹، ابوداود: ۱۰۸۶، ترمذی: ۵۲۵، نسائی: ۱۷۷۶) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے ایک روایت میں اور احمد و ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں۔"

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا ابن ابی حازم عن ابیه عن سهل......الخ۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۸)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَرْجِعُ اِلَى الْقَائِلَةِ فَنَقِيْلُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۹۱۷)

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کے لیے لوٹتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے۔ اسے احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:

ان احادیث سے بھی زوال سے پہلے جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام دنوں میں جو ظہر سے پہلے کھانا کھایا کرتے تھے تو جمعہ کے دن جمعہ کی تیاری میں مشغولی کے سبب جمعہ سے پہلے یہ سب کام نہیں کرتے تھے بلکہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر ہی کھانا کھایا کرتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ یعنی ان احادیث میں

قیلولہ اور غداء کے مؤخر کرنے کا ذکر ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز زوال سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔

وَعَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَأَلَ مَتٰى كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ نَذْهَبُ اِلٰى جِمَالِنَا فَنُرِيْحُهَا زَادَ عَبْدُاللّٰهِ فِيْ حَدِيْثِهٖ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۱۸)

☆☆ جعفر نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز کب پڑھاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ جمعہ پڑھاتے پھر ہم اپنے اونٹوں کی طرف جاتے اور ان کو آرام کے لیے چھوڑ دیتے۔ (اس حدیث کے راوی) عبداللہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: "سورج ڈھل جاتا تو وہ آرام پاتے (یعنی پانی لانے والے اونٹ)۔ اسے مسلم (۸۵۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني القاسم بن زكريا حدثنا خالد بن مخلد ح وحدثني عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي حدثنا يحيى بن حسان قالا جميعا حدثنا سليمان بن بلال عن جعفر عن ابيه ....الخ.

(صحيح مسلم: ۸۵۸)

فائدہ:

"حين تزول الشمس" سے زوال کے بعد کا ہی وقت مراد ہے، مبالغۃً اسے وقتِ زوال سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السِّيْدَانِ السُّلَمِيِّ قَالَ شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ اِلٰى اَنْ اَقُوْلَ انْتَصَفَ النَّهَارُ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ اِلٰى اَنْ اَقُوْلَ زَالَ النَّهَارُ فَمَا رَأَيْتُ عَابَ ذٰلِكَ وَلَا اَنْكَرَهُ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ.

(آثار السنن: ۹۱۹)

☆☆ عبداللہ بن سیدان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ نصف النہار سے پہلے تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا تو ان کی نماز اور خطبہ اس وقت ہوتا کہ میں کہتا کہ نصف النہار ہو چکا ہے، پھر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا تو ان کی نماز اور خطبہ اس وقت ہوتا کہ میں کہتا کہ دن ڈھل چکا ہے تو میں نے کسی کو اسے عیب سمجھتے ہوئے یا انکار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اسے دار قطنی (۱۶۲۳) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام دار قطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن الحسن بن يزيد البزاز ابو الطيب ثنا محمد بن اسماعيل الحسانی ثنا وكيع ثنا جعفر بن برقان عن ثابت بن الحجاج الكلابی عن عبدالله بن سيدان السلمی.... الخ.

(سنن الدارقطنی: ۱۶۲۳)

اور بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے مرکزی راوی عبداللہ بن سیدان سلمی رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ لالکائی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ مجہول ہے جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے خلاصۃ الاحکام میں احکام میں لکھا ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (ملخصاً: التعلیق الحسن: ص ۲۶۳)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَبْدُاللّٰهِ يَعْنِيْ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى وَّقَالَ خَشِيْتُ عَلَيْكُمُ الْحَرَّ. رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. (آثار السنن: ۹۲۰)

☆☆ عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چاشت کے وقت جمعہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا: مجھے تم پر گرمی کا خوف ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔

اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا غندر عن شعبة عن عمرو بن مرة عن عبدالله بن سلمة قال صلى بنا عبدالله..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۱۳۴)

اس کی سند قدرے کمزور ہے کیونکہ اس کا راوی عبداللہ بن سلمہ اگرچہ ذاتی اعتبار سے راست باز تھا مگر اس کا حافظہ متغیر ہوتا تھا۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى. رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ سُوَيْدٍ ذَكَرَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الضُّعَفَاءِ. (آثار السنن: ۹۲۱)

☆☆ سعید بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ چاشت کے وقت پڑھائی۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۵) نے روایت کیا ہے اور سعید بن سوید رحمہ اللہ کو ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. وَهٰذَا الْاَثَرُ لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْهِ. (آثار السنن: ۹۲۲)

☆☆ مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس اثر میں زوال سے پہلے جمعہ کے جواز کے

قائلین کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

مصنف میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا غندر عن شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن مصعب بن سعد...الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۲۱)

اور صحیح ہے۔

فائدہ:

جو لوگ زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں ان لوگوں کی اِس مذہب کی تائید میں ہمارے علم کے مطابق ایک بھی صحیح وصریح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے عبدالجبار غزنوی نے بھی لکھا ہے کہ:

صحیح حدیثیں اور چاروں خلیفوں اور ماسواان کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اسی پر ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد ہے، اور جو روایتیں اس مضمون کے برخلاف آئی ہیں، وہ سب کی سب ضعیف یا محتمل ہیں جو صحیح روایتوں کا مقابل نہیں کرسکتیں۔ (فتاوی غزنویہ: ص ۱۵۵، فتاوی علمائے حدیث: ج ۲ ص ۲۵۱)

مخالفین احناف میں سے عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ:

واما ما ذھب الیہ بعضھم انھا تجوز قبل الزوال فلیس فیہ حدیث صحیح صریح۔

(تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۳۶۱)

اور جو بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے تو اس مذہب کی تائید میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔

زوال کے بعد جمعہ پڑھنے کے دلائل:

اب زوال کے بعد جمعہ کے مشروع ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ا:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ

الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ.
(آثار السنن: ۹۲۳)

☆☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جا جب تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ اسے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۷، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاۃ المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني احمد بن جعفر المعقري حدثنا النضر بن محمد حدثنا عكرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبدالله ابو عمار ويحيى بن ابي كثير عن ابي امامة قال عكرمة ولقي شداد ابا امامة وواثلة وصحب انسا الى الشام واثنى عليه فضلا وخيرا عن ابي امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمي....الخ. (صحيح مسلم: ۸۳۲)

فوائد ومسائل:

(۱)۔ حدیث کے الفاظ "جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے" کا تعلق مکہ ومدینہ اور ان کے گردونواح سے ہے، کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔

(۲)۔ ''سورج کے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلنے'' کا مطلب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا سر آفتاب کے نزدیک کر لیتا ہے، اسی طرح غروب آفتاب کے وقت کرتا ہے، اس کے اس طرز عمل کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کفار کے اس طرز عمل کے ذریعہ وہ اپنا گمان یہ رکھتا ہے کہ لوگ میری عبادت کر رہے ہیں، اسی طرح وہ اپنے تابعداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ یہ لوگ آفتاب کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت میری عبادت کر رہے ہیں اور میرے سامنے ماتھے ٹیکتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں تاکہ مسلمانوں کی عبادت شیطان کو پوجنے والوں کی عبادت کے اوقات میں نہ ہو۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرَ .... اَلْحَدِيْثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (اثار السنن: ۹۲۳)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اپنے قد کی مثل ہو جائے جب تک کہ عصر کا وقت نہ آئے۔۔۔الحدیث۔'' اسے مسلم (۶۱۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنی احمد بن ابراھیم الدورقی حدثنا عبد الصمد حدثنا ھمام حدثنا قتادۃ عن ابی ایوب عن عبداللہ بن عمرو......الخ. (صحیح مسلم: ۶۱۲)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ وَّقْتِ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا دَلَكَتِ الشَّمْسُ اَذَّنَ بِلَالٌ لِلظُّهْرِ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ..... اَلْحَدِيْثَ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۲۵)

(حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا، پس جب سورج ڈھلا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی۔ پھر انہیں رسول اللہ ﷺ نے کہا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔۔۔۔۔۔۔الحدیث۔ اسے (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے (المعجم) الاوسط میں روایت کیا ہے اور (امام) ہیثمی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
المعجم الاوسط للطبرانی:۶۷۸۷، مسند الشامیین للطبرانی:۹۰۷، مجمع الزوائد للہیثمی:۱۶۸۶۔
اور اسے مشہور ثقہ بالاجماع محدث امام ابو القاسم طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا محمد بن هارون ثنا ابراهيم بن مروان بن محمد الطاطری نا ابی نا رباح بن الوليد الذماری ثنا المطعم بن المقدام قال سمعت عطاء بن ابی رباح يقول سمعت جابر بن عبدالله.... الخ" (المعجم الاوسط للطبرانی:۶۷۸۷)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:
(۱)۔امام محمد بن ہارون بن محمد بن بکار دمشقی رحمہ اللہ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔(دیکھئے:الثقات:۱۵۷۱۹) اور امام ہیثمی وغیرہ نے اس کی احادیث کی تحسین فرما رکھی ہے۔
(۲)۔امام ابراہیم بن مروان بن محمد بن حسان اسدی دمشقی طاطری رحمہ اللہ سنن ابی داود کے ثقہ راوی ہیں۔(الکاشف:۲۰۵)
(۳)۔امام ابوبکر مروان بن محمد بن حسان اسدی طاطری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(الجرح والتعدیل:۱۲۵۷)
(۴)۔امام رباح بن ولید بن یزید بن نمران ذماری رحمہ اللہ سنن ابی داود کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۱۸۴۷)
(۵)۔امام مطعم بن مقدام بن غنیم صنعانی شامی رحمہ اللہ سنن ابی داود کے ثقہ راوی ہیں۔(ایضاً:۶۰۰۳)
(۶)۔امام عطاء بن ابی رباح مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔(تاریخ الثقات للعجلی:۱۱۲۷)
مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی نماز، ظہر کی نماز کا بدل اور قائم مقام ہے۔اس لیے جمہور نے مذکورہ بالا تینوں حدیث سے بھی جمعہ کی نماز کے زوال کے بعد مشروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر۵:

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن:۹۲۶)

☆☆ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورج ڈھل جانے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھتے پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔اسے شیخین (مسلم:۸۶۰، بخاری:۴۱۶۸) نے

روایت کیا ہے۔
یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ واسحاق بن ابراھیم قالا اخبرنا وکیع عن یعلی بن الحارث المحاربی عن ایاس بن سلمۃ بن الاکوع عن ابیہ ..... الخ. (صحیح مسلم: ۸۶۰)

فائدہ:

اس حدیث میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ زوال ہو جانے کے بعد جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۲۶)

☆☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہمیں اس وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اسے بخاری (۹۰۴) نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنا سریج بن النعمان قال حدثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ..... الخ. (صحیح البخاری: ۹۰۴)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ فَيْئًا نَسْتَظِلُّ بِهٖ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۹۲۸)

☆☆ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج ڈھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھاتے۔ پھر ہم واپس آتے تو ہمیں سایہ نہ ملتا جس میں ہم چلتے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط (۶۴۴۳) میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔
یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنا محمد بن عبداللہ بن عرس ثنا یحییٰ بن سلیمان المدینی حدثنا سلیمان بن بلال عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر .... الخ. (المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۴۴۳)

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ مَّالِكِ بْنِ اَبِیْ عَامِرٍ اَنَّهٗ قَالَ اَرٰی طِنْفِسَةً لِعَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَّوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ اِلٰی جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَاِذَا غَشِیَ الطِّنْفِسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَلَّی الْجُمُعَةَ قَالَ ثُمَّ نَرْجِعُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنَقِیْلُ قَائِلَةَ الضُّحٰی. رَوَاهُ مَالِكٌ فِی الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۹۲۹)

☆☆ سیدنا مالک بن ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ کی چادر دیکھی جمعہ کے دن جو مسجد کی دیوار پر ڈالی ہوئی تھی، جب دیوار کا سایہ ساری چادر پر آ جاتا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلتے اور جمعہ کی نماز پڑھاتے پھر نماز جمعہ کے بعد واپس جا کر قیلولہ کرتے۔ اسے مالک نے مؤطا (۱۷) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن عمه ابی سهیل بن مالك عن ابیه انه قال كنت اری طنفسة...الخ. (مؤطا مالك: ۱۷)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ اَبِی الْقَیْسِ عَمْرِو بْنِ مَرْوَانَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ. رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۳۰)

☆☆ ابو قیس عمرو بن مروان نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع عن ابی القیس عمرو بن مروان عن ابیه قال....الخ. (مصنف ابن ابی شیبه: ۵۱۳۹)

فائدہ:

مذکورہ بالا تمام احادیث زوال کے بعد جمعہ کے مشروع ہونے کی دلیل ہیں۔

جمعہ کے دن نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

جمعہ کے دن نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت کے متعلق بھی چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِكُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْهِ

خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمَذِيَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۱۴)

☆☆ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''بیشک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ اولیٰ ہوگا اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہوگا۔ سو تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کس طرح آپ پر ہمارا درود پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہونگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)۔ اسے ترمذی کے سوا اصحاب خمسہ (ابوداود: ۱۰۴۷، ابن ماجہ: ۱۰۸۵، ۱۶۳۶، النسائی برقم: ۱۳۷۴، احمد: ۱۶۱۶۲)

اسانید الحدیث:

اس حدیث مبارکہ کی درج ذیل سندیں ہیں۔

(۱) ما اخبرنا محمد بن عبداللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ... الخ (حیات انبیاء للبیہقی برقم: ۱۰)

(۲) حدثنا ھارون بن عبداللہ حدثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ... الخ (سنن ابی داؤد برقم: ۱۰۴۷)

(۳) حدثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ... الخ (مصنف ابن ابی شیبہ برقم: ۸۶۹۷)

(۴) حدثنا حسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ... الخ (مسند احمد بن حنبل برقم: ۱۶۱۶۲)

(۵) اخبرنا عثمان بن محمد حدثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ... الخ (سنن الدارمی برقم: ۱۶۱۳)

(۶)حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال حدثنا الحسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال النبی ﷺ ...الخ

(سنن ابی داؤد برقم:۱۵۳۱)

(۷)حدثنا ابوبکر ثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ...الخ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۱۵۷۷)

(۸)حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال حدثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ...الخ

(سنن ابن ماجہ برقم:۱۰۸۵-۱۶۳۶)

(۹)اخبرنا اسحاق بن منصور قال حدثنا حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ ...الخ (سنن النسائی برقم:۱۳۷۳)

(۱۰)نامحمد بن العلاء بن کریب نا حسین یعنی ابن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال لی رسول اللہ ﷺ ...الخ

(صحیح ابن خزیمہ برقم:۱۷۳۳)

(۱۱)حدثنا عبدالرحمن بن زیاد ابومسعود الکنانی الایلی قال نا عبدۃ بن عبداللہ الخزاعی الصفار قال نا حسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ...الخ (المعجم الاوسط للطبرانی برقم:۴۷۸۰)

(۱۲)حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ حدثنی ابی ح وحدثنی الحسین بن اسحاق التستری قالا حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا حسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ...الخ

(المعجم الکبیر للطبرانی برقم:۵۸۹)

(۱۳)حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال لی رسول اللہ ﷺ ...الخ (مستدرک حاکم برقم:۱۰۲۹)

(۱۴)حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا ابوالبختری عبداللہ بن محمد بن شاکر بالکوفۃ ثنا حسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن

اوس قال قال رسول اللہ ﷺ...الخ(مستدرک حاکم برقم:۸۶۸۳)

(۱۵)اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ وابوسعید بن ابی عمرو قالاحدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا ابوجعفر بن احمد بن عبدالحمید الحارثی حدثنا الحسین بن علی الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال لی رسول اللہ ﷺ...الخ

(الدعوات الکبیر للبیہقی برقم:۵۲۵)

(۱۶)حدثنا علی بن عبداللہ قال ثنا حسین بن علی الجعفی قال ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعتہ یزکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ان رسول اللہ ﷺ...الخ

(فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لابی اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل المالکی برقم:۲۲)

(۱۷)اخبرنا محمد بن ابراھیم الکرجی انبا عبداللہ بن عمر بن زاذان انبا احمد بن محمد بن اسحاق ثنا احمد بن شعیب انبا اسحاق بن منصور ثنا حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ...الخ

(الترغیب والترھیب لقوام السنۃ برقم:۸۹۵)

(۱۸)اخبرنا محمد بن اسحاق بن خزیمۃ قال حدثنا ابو کریب قال حدثنا حسین بن علی قال حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ...الخ (صحیح ابن حبان برقم:۹۱۰)

(۱۹)حدثنا احمد حدثنا محمد بن حسان الازرق وسفیان بن وکیع قالا حدثنا حسین بن علی حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس..الخ

(کتاب الجمعۃ وفضلھا لابی بکر احمد بن علی المروزی برقم:۱۳)

تحقیق الحدیث:

یہ حدیث سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے امام ابوالاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوالاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ سے امام ابوعتبہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر ازدی سلمی دمشقی دارانی رحمہ اللہ اور اس سے امام ابوعبداللہ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ اور اس سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر کئی اہل علم نے یہ روایت بیان ہے کی ہے۔

یہ حدیث بلاغبار بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے،اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱)سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔(تقریب برقم:۵۷۲)

(۲) امام ابوالاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے تابعی ثقہ راوی تھے۔ (تاریخ الثقات للعجلی برقم: ۱۸۹۴)

(۳) امام ابوعتبہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر ازدی سلمی دمشقی دارانی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال برقم: ۳۹۹۲)

(۴) امام ابوعبداللہ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال برقم: ۱۳۲۴)

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ، حافظ، فقیہ، حجہ راوی تھے۔ (تقریب برقم: ۹۶)

حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ ائمہ کرام رحمہم اللہ کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اب اس روایت کے متعلقہ ائمہ کرام رحمہم اللہ کی آراء ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری"

یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم رقم الحدیث: ۱۰۲۹)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین"

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (ایضاً: رقم الحدیث ۸۶۸۳)

(۲) امام ابوزکریا نووی شافعی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ کہتے ہیں کہ:

''یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔'' (خلاصۃ الاحکام برقم: ۱۴۴۱، کتاب الاذکار: ص ۱۵۰)

(۳) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی حنبلی رحمہ اللہ م ۷۴۴ھ فرماتے ہیں:

"عن اوس حدیثاً صحیحاً. لان رواته کلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة والعدالة. ولذلك صححه جماعة من الحفاظ کابی حاتم بن حبان والحافظ عبدالغنی المقدسی وابن دحیة وغیرهم. ولم یات من تکلم فیه وعلله بحجة بینة."

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان رحمہ اللہ، حافظ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ اور ابن دحیہ رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔ (الصارم المنکی: ص ۱۸۴)

(۴) حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:

"علی شرط البخاری"

کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (تلخیص علی المستدرک رقم الحدیث: ۱۰۲۹)

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں کہ:

"علی شرط البخاری ومسلم"

یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (ایضاً: رقم الحدیث ۸۶۸۳)

(۵) حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ فرماتے ہیں:

"ومن تأمل هذا الاسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الائمة احاديثهم۔"

جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔ (جلاء الافہام ص ۳۹ برقم: ۶۲)

(۶) حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر تحت الآیۃ " ان الله وملئكته يصلون " میں امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دارقطنی اور امام نووی رحمہم اللہ کے حوالے سے اس حدیث کو صحیح لکھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳)

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی امام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری: ج ۱۱ ص ۲۰۰)

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ بھی صحیح کہتے ہیں۔ (دیکھئے: مدارج النبوۃ: ج ۲ ص ۹۲۰)

(۹) امام اہل السنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ م ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ:

اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ (تسکین الصدور: ص ۳۱۰)

(۱۰) جلیل القدر ثقہ و صدوق امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

"صح عنه ﷺ ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام"

آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا کہ زمین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔ (عمدۃ القاری: ج ۶ ص ۶۹)

(۱۱) علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ حسن صحیح کہتے ہیں۔

(ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷، والقول البدیع ص ۱۱۹ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۰۹)

تنبیہ:

احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ ابو علی النیسابوری، ابو احمد بن عدی، ابن مندۃ، عبدالغنی بن سعید،

ابویعلی الخلیلی، ابوعلی ابن السکن اور ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔(مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۵۲) اور حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ چونکہ سنن نسائی میں موجود ہے۔لہٰذا بقول علیزئی یہ حدیث درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے:

(۱۲) امام ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ م ۳۴۹ھ

(۱۳) امام ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ

(۱۴) حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ م ۳۹۵ھ

(۱۵) امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ م ۴۰۹ھ

(۱۶) امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ

(۱۷) امام ابوعلی ابن السکن رحمہ اللہ م ۳۵۳ھ

(۱۸) امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ

(۱۹) زیر بحث حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے، اور زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی رحمہ اللہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔(ملخصا: ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۵۰ ص ۴۳) لہٰذا بقول علی زئی یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہونے کی وجہ سے حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

(۲۰) زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

حافظ ابوطاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا کہ مشرق ومغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔
(بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد) میں سے سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ موجود ہونے کی وجہ سے بقول علی زئی حافظ ابوطاہر السلفی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث مشرق ومغرب کے علماء کے ہاں اتفاقی طور پر صحیح ہے۔

(۲۱) امام نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ نے حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک امام نسائی رحمہ اللہ کا اپنی سنن میں کسی حدیث کو محض ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس نے ایک روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

عرض ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن میں ذکر کیا ہے، اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے۔(بلفظہ توضیح الکلام: ص ۳۳۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے بقول حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک

حسن یا صحیح ہے۔

(۲۲) امام ابوداؤد رحمہ اللہ م ۵ے ۲ھ نے مذکورہ حدیث کو سنن ابی داؤد میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ اور امام موصوف کا سکوت اختیار کرنا ہی اثری غیر مقلد کے بقول ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۳۔ ۲۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے اپنی کتاب "صحیح ابن حبان" میں اور حافظ ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ نے "صحیح ابن خزیمہ" میں حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ اور زبیر علیزئی غیر مقلد کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اس حدیث کا نقل کرنا ہی ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تعداد رکعات قیام رمضان ص ۱۷، ۱۸۔ مقالات علیزئی ج ۱ ص ۵۲۸ وغیرہ)

سندی تحقیق اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گواہیوں سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث ڈنکے کی چوٹ پر صحیح و ثابت ہے۔

اعتراض:

اسماعیل سلفی نے بعض کتب کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس روایت کا راوی عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ نہیں (جو ثقہ ہے) بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے (جو منکر الحدیث ہے) اور راوی حدیث حسین جعفی رحمہ اللہ نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا ہے (جس پر دلیل یہ ہے کہ) حسین جعفی رحمہ اللہ کا عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سرے سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔ (ملخصاً: مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۷۔ ۳۸) نیز زبیر علی زئی نے بھی نے اس روایت کا راوی عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کی بجائے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم مانتے ہوئے اس حدیث کو بلحاظ سند ضعیف کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد بتحقیق علیزئی ج ۱ ص ۷۴۹)

الجواب:

اولاً...... اس پورے اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حسین جعفی رحمہ اللہ کا عبدالرحمن بن یزید بن تمیم رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے اور عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے ثابت نہیں، اور یہ روایت چونکہ حسین مذکور نے براہ راست عبدالرحمن سے نقل کی ہے لہٰذا اس روایت کے راوی عبدالرحمن بن یزید بن تمیم رحمہ اللہ ٹھہرے نہ کہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ۔ مگر اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ امام حسین جعفی رحمہ اللہ ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ھ یا ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے، جبکہ امام عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۴ھ میں ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حسین جعفی رحمہ اللہ کا امام عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سماع اور لقاء دونوں ممکن ہیں اور سماع اور لقاء دونوں کا ممکن ہونا ہی علماء غیر مقلدین کے بقول اتصال سند کیلئے کافی ہے، ثبوت سماع ضروری نہیں۔

چنانچہ محمد گوندلوی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

باقی رہا یہ اعتراض کہ مکحول کا سماع محمود سے ثابت نہیں عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ صحت حدیث کیلئے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی۔ (خیر الکلام: ص ۱۶۷)

ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

اور اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اتصال سند کے لئے امکان لقاء ہی کافی ہے جیسا کہ امام مسلم نے کہا ہے۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۵۹۱)

عبدالرحمن مبارکپوری لکھتا ہے:

کہ اتصال سند کے لئے معاصرت شرط ہے اور معاصرت کا مطلب عندالمحدثین یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو۔ (ابکار المنن: ص ۱۴۵-۱۴۶)

الغرض جب حسین جعفی رحمہ اللہ اور عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کے درمیان سماع اور ملاقات دونوں ممکن ہیں اور یہی اتصال سند اور صحت حدیث کے لئے اسماعیل سلفی اور زبیر علی زئی صاحب کے اکابرین کے بقول کافی ہے ثبوت سماع ضروری نہیں۔ تو پھر محض عدم ثبوت سماع کا بہانہ بنا کر بغیر کسی قوی دلیل کے خصوصاً اس حدیث کی سندوں میں ابن جابر کی تصریح ہونے کے باوجود اس سے ابن تمیم مراد لینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

ثانیاً..... متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے صراحت کر رکھی ہے کہ حسین جعفی رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے مثلاً......

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ حسین جعفی رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے۔ (جلاء الافہام: ص ۷۳)

امام دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:

"سماع حسین من ابن جابر ثابت"

کہ حسین رحمہ اللہ کا ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۱۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

"سمع ...عبدالرحمن بن یزید بن جابر"

کہ حسین رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے۔ (تاریخ اسلام برقم: ۸۷، سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۲۹)

ثالثاً..... فضائل الاوقات للبیہقی، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لابی اسحاق المالکی، صحیح ابن حبان، کتاب الجمعۃ وفضلہا لابی بکر احمد بن علی، المستدرک للحاکم، اور حیات الانبیاء للبیہقی کی روایات میں حسین جعفی رحمہ اللہ کے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع اور لقاء کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ، حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، حدثنا احمد بن عبدالحمید

الحارثی ،حدثنا حسین بن علی الجعفی،حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر ،عن ابی الاشعث الصنعانی،عن اوس بن اوس،قال قال ﷺ وذکر یوم الجمعۃ:

"من غسل واغتسل وغدا وابتکر ودنا وانصت واستمع غفرلہ ما بینہ وبین الجمعۃ وزیادۃ ثلاثۃ ایام ،ومن مس الحصی فقد لغا۔"(فضائل الاوقات للبیہقی برقم:۲۶۹)

(۲)حدثنا احمد حدثنا محمد بن حسان الازرق وسفیان بن وکیع قالا حدثنا حسین بن علی حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس...الخ(کتاب الجمعۃ وفضلہا لابی بکر احمد بن علی المروزی برقم:۱۳)

(۳)اخبرنا محمد بن اسحاق بن خزیمۃ قال حدثنا ابو کریب قال حدثنا حسین بن علی قال حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ...الخ(صحیح ابن حبان برقم:۹۱۰)

(۴)حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال لی رسول اللہ ﷺ...الخ(مستدرک حاکم برقم:۱۰۲۹)

(۵)حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا ابوالبختری عبداللہ بن محمد بن شاکر بالکوفۃ ثنا حسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ...الخ(مستدرک حاکم برقم:۸۶۸۳)

(۶)حدثنا علی بن عبداللہ قال ثنا حسین بن علی الجعفی قال ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعتہ یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ان رسول اللہ ﷺ...الخ(فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لابی اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل المالکی برقم:۲۲)

(۷)ما اخبرنا محمد بن عبداللہ الحافظ ثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ...الخ(حیات انبیاء للبیہقی برقم:۱۰)

لیجئے......!ان روایات نے تو زیر بحث اعتراض کے غبارے سے ساری ہوا ہی نکال دی۔ان واضح تصریحات سماع کے باوجود بھی اگر کوئی عدم سماع کا اعتراض نقل کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔

رابعاً......ائمہ کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے بھی زیر بحث اعتراض کا خوب رد کیا ہے مثلاً......

(۱) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

"ان حسین بن علی الجعفی قد صرح بسماعه له من عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال ابن حبان فی صحیحه ثنا ابن خزیمة ثنا ابو کریب ثنا حسین بن علی ثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر فصرح بالسماع منه وقولهم انه ظن انه ابن جابر وانما هو ابن تمیم فغلط فی اسم جده بعید فانه لم یکن یشتبه علی حسین هذا بهذا مع نقده وعلمه بهما وسماعه منهما." (جلاء الافهام: ص۴۷)

کہ حسین بن علی جعفی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت انہوں نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سنی ہے چنانچہ ابن حبان رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو کریب رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن علی رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ نے بیان کیا، تو اس سند میں انہوں نے ان سے سماع کی تصریح کی ہے۔ رہا معترضین کا یہ قول کہ عبدالرحمن کے دادا ابن جابر رحمہ اللہ میں حسین رحمہ اللہ سے غلطی واقع ہوگئی ہے کہ ابن تمیم رحمہ اللہ کا انہوں نے ابن جابر رحمہ اللہ بنا دیا ہے تو یہ بہت بعید سی بات ہے حسین بن علی رحمہ اللہ پر اس میں کوئی اشتباہ نہ تھا وہ تنقید کی اہلیت بھی رکھتے تھے اور دونوں کو بخوبی جانتے بھی تھے اور دونوں سے سماعت بھی کی ہے۔

(۲) ثقہ وصدوق امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ کہتے ہیں:

قال ابن دحیة انه صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر او غریب بعلة خفیفة فقد استروح لان الدارقطنی ردها. (مرقات: ج۲ص۲۱۰)

کہ محدث ابن دحیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ عادل راویوں نے عادل راویوں سے یہ نقل کی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث علت خفیفہ کی وجہ سے منکر یا غریب ہے تو اس نے بالکل نکمی بات کہی ہے، امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کا خوب رد کیا ہے۔

(۳) امام سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ اس علت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لکن قد رد هذه العلة الدارقطنی وقال ان سماع حسین من ابن جابر ثابت والی هذا جنح الخطیب" (القول البدیع: ص۱۱۹)

لیکن اس علت کو امام دار قطنی رحمہ اللہ نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حسین رحمہ اللہ کا ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے اور اسی تحقیق کی طرف امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ مائل ہوئے ہیں۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی اس اعتراض کا رد کیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۸)

خامسا...... پھر اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ حدیث جن سندوں سے مروی ہے ان میں کئی ایک مثلاً مسند احمد، سنن

دارمی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، معجم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان، حیات انبیاء وغیرہ کی سند میں ابن جابر رحمہ اللہ کی تصریح ہے، مگر اس کے باوجود زبیر علی زئی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے علل الترمذی لابن رجب وغیرہ کے حوالے سے لکھ مارا ہے کہ اس کا راوی ابن تمیم ہے نہ کہ ابن جابر۔(دیکھئے: سنن ابی داؤد تحقیق علی زئی: ج۱ ص۷۴۹) حالانکہ زبیر علی زئی سمیت دیگر معترضین میں سے بھی کسی نے کوئی ایسی صحیح سند پیش نہیں کی جس میں ابن تمیم کی تصریح ہو۔اور خود زبیر علی زئی صاحب ہی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔(نور العینین: ص۳۶)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور، بے سند جرح وتعدیل معتبر نہیں ہے۔جب امام بخاری کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی کی بے سند بات کس شمار وقطار میں ہے؟۔سیوطی، ابن عبدالبر، قاسم بن قطلوبغا اور الجزائری وغیرہم کے بے سند و بے ثبوت حوالے مردود ہیں۔(مقالات علیزئی: ج۳ ص۴۵۶، ۴۵۷، ۴۶۲)

الغرض مذکورہ اعتراض بالکل غلط ومردود ہے، اور حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بلاغبار صحیح وثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

امام اہلسنت حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ م ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ جو امور اس صحیح حدیث سے بلاکسی ضمیمہ کے حاصل ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ پر زندگی میں درود پیش ہوتا رہا چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ صراحت کے ساتھ اس پر دال ہیں" کہ جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے" درود شریف کا یہ عرض جسم اطہر اور روح مبارک دونوں سے وابستہ ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک پر پیش ہوتا ہے۔"

(فضائل درود: ص۳۷)

اور اس عرض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اشکال پیش آیا کہ زندگی میں تو روح اور جسد دونوں کا تعلق ہے اور اس دور میں درود کے پیش ہونے پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو چکے گی تو اس کے بعد درود کیونکر پیش کیا جاے گا؟ آیا صرف روح مبارک پر پیش ہوگا؟ یا صرف جسد اطہر پر؟ یا دونوں پر؟ عقلی طور پر اس کی کئی صورتیں سامنے آسکتی ہیں مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محض روح مبارک پر درود شریف پیش ہونے کا کوئی شبہ نہ تھا اور نہ وہ تنہا روح مبارک پر درود شریف پیش ہونے کے حق میں تھے جبھی تو وہ یہ سوال کررہے ہیں کہ: "قالوا یارسول اللہ و کیف تعرض صلوتنا علیك وقد ارمت قال یقولون بلیت" یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو

(معاذ اللہ) خاک ہو چکے ہونگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آپ پر صلوٰۃ وسلام پیش ہونے میں آپ کے جسد اطہر کو اولین درجہ حاصل ہے اور اس کے (العیاذ باللہ) بوسیدہ ہونے سے اس عرض کے سلسلہ میں ان کے اذہان وقلوب میں اشکال پیدا ہوا، اگر درود شریف کا تعلق جسد اطہر کے ساتھ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس نظریہ کی تردید فرماتے کہ جسد کا کیا سوال ہے درود شریف تو روح پر پیش کیا جاتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس نظریہ کی پوری تائید فرمائی ہے کہ درود شریف کا تعلق آپ کے جسد اطہر کے ساتھ بھی باقاعدہ وابستہ ہے اور یہ تائید صرف دلالۃً ہی نہیں بلکہ صراحۃً ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد الانبياء" اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ درود شریف کے پیش ہونے میں جسد اطہر کا پورا پورا دخل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے بعد وارد ہوا ہے کہ ہمارا درود آپ پر جب کہ آپ معاذ اللہ خاک ہو چکے ہونگے کیونکر پیش کیا جائے گا؟ اور اس میں محض بے حس اور لاشعور جسم کا سوال نہیں بلکہ ایسے جسم اطہر کا سوال ہے جس پر درود پیش ہو سکے اور روح کے بغیر یہ ہرگز ممکن نہیں ہے اس سے بڑھ کر حیات جسمانی کی اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟ لیکن چونکہ یہ حیات فی القبر برزخی بھی ہے لہٰذا اس جہان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو اس کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا، نہ ان کو حس وحرکت محسوس ہو سکتی ہے...... حیات دنیوی کا مطلب یہ ہے کہ روح مبارک کا تعلق دنیوی بدن سے ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات ہے لہٰذا بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ برتقدیر تسلیم یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو ان سے دنیوی زندگی ثابت نہیں ہوتی...... الخ غفلت پر مبنی ہے۔

(۲) اگر درود شریف کا یہ عرض جسد عنصری پر نہ ہوتا بلکہ جسد مثالی پر ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی اشکال پیش نہ آتا کیونکہ جسد مثالی کے خاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خاک ہونے اور بوسیدہ ہونے کا احتمال بلکہ یقین تو جسد عنصری اور جسم خاکی ہی سے وابستہ ہو سکتا ہے، یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قبر مبارک میں عرض صلوٰۃ وسلام کا آپ کے جسد عنصری کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اور پھر وہ حدیثیں جن میں آپ سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں اور عند القبر صلوٰۃ وسلام کا بلاواسطہ سماع فرماتے ہیں جس کی تحقیق انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس پر مستزاد ہیں۔ غرضیکہ اس صحیح حدیث کے اندرونی اور بیرونی قرائن واضح طور پر اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور اس تعلق کی وجہ سے آپ جواب دیتے ہیں چنانچہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں کہ:

"ومعلوم بالضرورة ان جسده ﷺ في الارض طري مطرًا وقد ساله الصحابة كيف تعرض صلواتنا عليك وقد ارمت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ولو لم يكن جسده في ضريحه لما اجاب هذا الجواب ..الخ (كتاب الروح: ص۵۴)

اور بداہۃً معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بالکل تروتازہ زمین میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے (معاذ اللہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ پیغمبروں کے اجسام کو کھائے اگر آپ کا جسم مبارک قبر میں نہ ہوتا تو آپ یہ جواب ہرگز نہ دیتے۔

یعنی اگر عرض صلوٰۃ میں آپ کے جسم مبارک کا دخل نہ ہوتا تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ جواب نہ دیتے۔

حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ م ۱۳۳۹ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ان الصحابة سالوا بيان كيفية العرض بعد اعتقادهم بانه كائن لا محالة لقول الصادق رفعا للاشتباه ان العرض هل هو على الروح المجرد او على المتصل بالجسد حسبوا ان جسد النبي ﷺ كجسد كل احد فكفى في الجواب ما قاله على وجه الصواب" (هامش ابو داؤد: ج۱ص۱۵۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپ پر درود تو پیش کیا جاتا ہے کیونکہ صادق کا فرمان ہے محض اپنے شک کو دور کرنے کیلئے اس عرض صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کی کہ آیا وہ صرف روح مبارک پر پیش کیا جاتا ہے یا روح پر جو جسم سے متصل ہو؟ اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ عام لوگوں کی طرح آپ کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جو جواب آپ نے دیا وہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالہ کے لیے کافی تھا۔

اس عبارت کا مطلب بھی روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض صلوٰۃ کے سلسلہ میں جسد اطہر سے صرف نظر نہیں فرمائی بلکہ درود شریف کے سلسلہ میں جسم مبارک اور روح اطہر دونوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"قال اى رسول الله ﷺ ان الله حرم على الارض اى منعها فيه مبالغة لطيفة اجسام الانبياء اى ان تاكلها فان الانبياء احياء فمحصل الجواب ان الانبياء احياء في قبورهم فيمكن لهم سماع من سلم عليهم" (مرقات: ج۲ص۲۰۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی اس کو روک دیا ہے (اور اس میں لطیف مبالغہ ہے) کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو وہ کھائے کیونکہ وہ زندہ ہیں پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو ان کے لئے ممکن ہے کہ جو شخص بھی سلام عرض کرے وہ اس کو سنیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

"ان الله تعالىٰ حرم على الارض ان تاكل لحوم الانبياء فاخبر انه يسمع الصلوٰة والسلام من القريب وانه يبلغ ذلك من البعيد" (مناسك الحج: ص۸۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ پیغمبروں کے گوشت کھائے پس آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ قریب سے صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔(ماخوذ از تسکین الصدور: ص ۳۱۳ تا ۳۱۶)

مزید برآں نبی ﷺ قریب سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے کہ تائید دیگر کئی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی درج ذیل دو سندیں ہیں۔

اول:

محمد بن مروان السدی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة...الخ.

(دیکھئے: الضعفاء للعقيلي وتاريخ بغداد وغيره)

اس کا راوی ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف، لیس بشیء، غیر ثقہ، کذاب ذاہب الحدیث، متروک الحدیث اور وضاع ہے۔ لہٰذا اس سند پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

دوم:

مگر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ نے اس کی ایک اور سند دریافت فرمائی ہے جو کہ بالکل صحیح ہے ملاحظہ فرمائیں:

"وقال ابو الشيخ في كتاب الصلاة على النبي ﷺ: حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاوية، حدثنا الاعمش، عن ابي صالح، عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبري سمعته، ومن صلى على من بعيد اعلمته." (جلاء الافهام ص ۶۰ بتحقيق شعيب الارناؤط، عبد القادر الارناؤط، مطبوعه دار العروبه كويت)

ابو الشیخ والی سند کی تحقیق:

دوسری یعنی ابو الشیخ والی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد رحمہ اللہ م ۳۶۹ھ

امام ابو الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ م ۳۶۹ھ کو متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ثقہ وصدوق

کہا ہے مثلاً......

(۱) امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں: "احد الثقات والاعلام" (تاریخ اصبہان برقم: ۱۰۵۵)

(۲) امام ابن مردویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ثقة مامون" (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۸۹۶)

(۳) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "حافظ اصبهان، ومسند زمانه الامام، صاحب المصنفات السائرة. الامام الحافظ الصادق" (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۸۹۶، سیر اعلام النبلاء برقم: ۳۳۹۸)

(۴) حافظ ابن نقطہ حنبلی رحمہ اللہ م ۶۲۹ھ کہتے ہیں:

"وکان من الثقات المکثرین" (اکمال الاکمال برقم: ۱۴۱۸)

(۵) امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ کہتے ہیں: "حافظ ثبت متقن" (تاریخ اسلام برقم: ۳۲۳)

(۲) امام ابوصالح عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ م ۳۰۰ھ

امام ابوصالح عبدالرحمن بن احمد بن ابی یحییٰ یزید الزہری الاعرج رحمہ اللہ م ۳۰۰ھ اصبہان کے رواۃ حدیث میں سے ہیں، آپ سلمہ بن شبیب، محمد بن زیاد الزعفرانی، ابراہیم بن احمد النابتی، حمید بن مسعدہ، ابوحفص عمر بن زیاد الازدی الزعفرانی، حامد بن مساور رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (ملخصا: تاریخ اصبہان برقم: ۱۱۳۷، طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا برقم: ۴۸۶، تاریخ اصبہان ج۱ ص ۳۴۵) اور آپ سے ابوالشیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ اور قاضی ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (ملخصا: تاریخ اصبہان برقم ۱۱۳۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ، حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ م ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ نے ابوصالح عبدالرحمن بن احمد بن ابی یحییٰ یزید الزہری الاعرج رحمہ اللہ کی ایک روایت کو بلحاظ سند جید کہا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج۶ ص ۵۹۵، القول البدیع ص ۱۶۰، المرقات ج ۴ ص ۲۲، تنزیہ الشریعۃ ص ۳۳۵) جو کہ ان اکابر حضرات کے ہاں اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) امام ابوعلی حسن بن صباح البغدادی رحمہ اللہ م ۲۴۹ھ

امام ابوعلی حسن بن صباح بن محمد البزار الواسطی البغدادی رحمہ اللہ م ۲۴۹ھ صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور سنن الترمذی کے ثقہ وصدوق راوی تھے ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "امام، حافظ، حجة شیخ الاسلام. ثقة"
(سیر اعلام النبلاء برقم: ۲۰۳۲، المغنی فی الضعفاء برقم: ۱۴۱۸)

(۲) امام ابوعبدالرحمن نسائی م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "صالح" (مشیخۃ النسائی برقم: ۵۹)

(۳)امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صدوق" (الجرح والتعدیل برقم: ۷۱)
(۴)حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۸۳۲)
(۵)امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "ثقة صاحب سنة" (تہذیب الکمال برقم: ۱۲۳۹)
(۶)امام بغوی رحمہ اللہ م ۵۱۶ھ کہتے ہیں: "صدوق" (التراجم الساقطہ من کتاب اکمال تہذیب الکمال برقم: ۱۸)

(۴)امام ابومعاویہ محمد بن خازم رحمہ اللہ م ۱۹۵ھ

امام ابومعاویہ محمد بن خازم التیمی السعدی الضریر رحمہ اللہ م ۱۹۵ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ وصدوق راوی تھے، ان کی تعدیل توثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تہذیب الکمال برقم: ۵۱۷۳)
(۲)امام ابوعبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)
(۳)حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)
(۴)حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "ثبت فی الاعمش. حافظ ثبت محدث الکوفة. ثقة ثبت"
(الکاشف برقم: ۴۸۱۶، تزکرۃ الحفاظ برقم: ۲۷۴، میزان الاعتدال برقم: ۷۴۶۶)
(۵)حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة احفظ الناس لحدیث الاعمش" (تقریب: ۵۸۴۱)

(۵)امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ م ۱۴۸ھ

امام ابومحمد سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ م ۱۴۸ھ بھی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں ائمہ نے ان کی تعدیل وتوثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً......

(۱)امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (تاریخ الثقات للعجلی برقم: ۶۱۹)
(۲)امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل برقم: ۶۳۰)
(۳)امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "ثقة یحتج بحدیثه" (ایضاً)
(۴)حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۳۰۱۴)
(۵)امام نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ثقة ثبت" (تہذیب الکمال برقم: ۲۵۷۰)
(۶)حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "ثقة جبل. حافظ ثقة"
(المغنی فی الضعفاء برقم: ۲۶۲۸، تزکرۃ الحفاظ برقم: ۱۴۹)

(٦) امام ابوصالح ذکوان رحمہ اللہ م ۱۰۱ھ

امام ابوصالح ذکوان السمان الزیات المدنی رحمہ اللہ م ۱۰۱ھ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ وصدوق راوی تھے ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "تابعی ثقة" (تاریخ الثقات للعجلی برقم: ۴۰۴)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۲۶۱۱)

(۳) امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل برقم: ۲۰۳۹)

(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "ثقة ثقة" (ایضاً)

(۵) امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح الحدیث یحتج بحدیثه" (ایضاً)

(۶) امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ثقة مستقیم الحدیث" (ایضاً)

(۷) حافظ ابن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: "ثقة کثیر الحدیث" (تہذیب الکمال برقم: ۱۸۱۴)

(۸) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة ثبت" (تقریب برقم: ۱۸۴۱)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابوالشیخ والی روایت کی سند بالکل صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند ائمہ کرام رحمہ اللہ کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اب ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند کے متعلق ائمہ کرام رحمہ اللہ کی آراء حاضر خدمت ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

"واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید"

کہ ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الثواب میں عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج فرمائی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

(۲) امام ابوالحسن علی بن محمد الکنانی رحمہ اللہ م ۹۶۳ھ فرماتے ہیں:

"قلت سنده جید" کہ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی ابوالشیخ والی سند جید ہے۔

(تنزیہ الشریعہ ص ۳۳۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۷)

(۳) امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

"ورواه ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید"

کہ ابوالشیخ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المرقات ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا)

(۴) امام سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ فرماتے ہیں:
"وسندہ جید" کہ اس کی سند جید ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۶۰)

(۵) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ م ۱۳۶۹ھ فرماتے ہیں:
"سندہ جید" کہ اس روایت کی سند جید ہے۔
(فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ ...... الخ)

(۶) امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ م ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں:
"کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔" (تسکین الصدور ص ۳۲۹)

نیز منکرین حیات انبیاء کرام علیہم السلام جن حضرات کو اپنے اکابرین میں سے خیال کرتے ہیں ان میں سے غلام اللہ خان اور نواب صدیق حسن خان نے بھی ابوالشیخ والی سند کو جید کہا ہے چنانچہ نواب صدیق حسن نے لکھا ہے کہ:
"اسنادہ جید" اس روایت کی سند جید ہے۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۴ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۸)

غلام اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ:
اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید۔
(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۱۴۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۳۵)

اعتراض نمبر ۱:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:
اس روایت کا راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔ (فتاویٰ علمیہ ج ۱ ص ۱۷۰)

الجواب:

اولاً...... ائمہ حدیث اور ائمہ رجال میں سے کسی امام نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ کو مجہول نہیں قرار دیا (فیما اعلم) بلکہ ائمہ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ، حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ، علامہ

ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ م ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ نے اس کی حدیث کو بلحاظ سند جید کہا ہے۔(دیکھئے:فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵،القول البدیع ص ۱۶۰،المرقات ج ۴ ص ۲۲،تنزیہ الشریعۃ ص ۳۳۵)اور یہ بات تو خود زبیر علی زئی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ جب کوئی امام کسی روایت کی سند کو جید کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند کا ہر ہر راوی اس امام کے نزدیک ثقہ ہے۔(دیکھئے:ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۷ ۴ ص ۱۹)اس سے معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کے مسلمہ اصول کی روشنی میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ،حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ،علامہ ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ م ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ کے نزدیک یہ راوی ثقہ ہے۔اگر عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ مجہول ہوتے تو پھر یہ بڑے بڑے ائمہ محدثین اس کی روایت کی سند کو جید کیسے کہہ سکتے تھے۔کیونکہ کسی روایت کی سند کے جید اور صحیح ہونے کیلئے شرط ہے کہ اس کی سند میں کوئی مجہول راوی نہ ہو۔چنانچہ مشہور غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:جس روایت میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے(خیر الکلام ص ۴۰۶)

ثانیاً......امام عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ سے ابوالشیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ اور قاضی ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم رحمہ اللہ(دوراوی)روایت کرتے ہیں۔(ملخصا:تاریخ اصبہان برقم ۱۱۳۷)اور اصول حدیث کا یہ اصول ہے کہ جس شخص سے دوراوی روایت کردیں تو اس کی جہالت ختم ہوجاتی ہے اور وہ مجہول نہیں رہتا کیونکہ مجہول عند المحدثین اس کو کہتے ہیں جس سے صرف ایک راوی روایت کرے اور اس کی توثیق بھی نہ کی گئی ہو چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

"من لم یرو عنہ غیر واحد ولم یوثق والیہ الاشارۃ بلفظ مجہول"
جس شخص سے سوائے ایک راوی کے دوسرا کوئی راوی روایت نہ کرے اور کسی نے اس کی توثیق بھی نہ کی ہو تو اس کی طرف لفظ مجہول سے اشارہ کیا جاتا ہے۔(مقدمہ تقریب التہذیب ص ۳)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شمس الحق عظیم آبادی صاحب حافظ ابن حزم کے دارقطنی کے ایک راوی کو مجہول کہنے پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھو جرح مردود فقد روی عنہ ثلاثۃ"
کہ اس راوی پر جہالت کی جرح مردود ہے کیونکہ اس سے تین راوی روایت کرتے ہیں۔(التعلیق المغنی ۳/۹)

فریق مخالف کے مفتی ابو محمد عبدالستار صاحب لکھتے ہیں کہ:
اور محدثین کا اصول ہے کہ جس آدمی سے کم از کم دوراوی روایت کرنے والے ہوں اس کی جہالت ختم ہوجاتی ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام ۱۶ستمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۹)

زبیر علی زئی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

محمد بن یحیٰی الصفار سے دو ثقہ روایت کر رہے ہیں۔ نمبر ا: محمد بن سلیمان بن فارس۔ نمبر ۲: محمد بن عبدالسلام۔ لہٰذا وہ مجہول نہیں ہے۔ (الکواکب الدریہ ص ۴۵)

ابو محمد عبدالستار مزید لکھتا ہے کہ:

علمائے جرح وتعدیل نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسا راوی ہے جسے کسی نے بھی ثقہ نہ کہا ہو اور نہ کسی سے اس کے متعلق جرح ہی منقول ہو، اگر اس سے روایت لینے والے کئی ایک ثقہ راوی ہوں اور اس سے کوئی منکر حدیث بیان نہ کریں تو اس کی مرویات کو قبولیت کی سند حاصل ہوگی۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۹)

حماد صاحب مزید کہتے ہیں کہ:

بلکہ حافظ مناوی مجہول العدالۃ کی روایت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ اخبار واحادیث کی بنیاد راوی کے ساتھ حسن ظن پر ہے اور کسی شخص سے اگر کئی ایک ثقہ راوی روایات نقل کرتے ہوں تو اس سے حسن ظن کو تقویت پہنچتی ہے، ہشیم بن عمران کی مذکورہ روایت کو ہمارے شیخ (البانی غیر مقلد) نے اور ہم نے انہی دلائل کی وجہ سے اسنادہ حسن کہا ہے۔ (ایضاً)

قارئین: مخالف حضرات کی مذکورہ عبارات کو پڑھیئے کہ جس راوی کی کسی امام غیر سے کوئی توثیق بھی نہ کی ہو، صرف اس سے روایت کرنے والے دو راوی ہوں تو اس کی روایت تو مخالف حضرات کے نزدیک حسن ہے اور اس کی سند کو شرف قبولیت حاصل ہے لیکن جس راوی (عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ) کی روایت کی سند کو ائمہ کرام رحمہم اللہ جید کہہ کر اس کی توثیق بیان کی ہے اور اس سے دو راوی روایت کرنے والے بھی ہیں تو پھر بھی وہ راوی غیر مقلدین کے نزدیک مجہول ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ۔ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی کہتا ہے کہ اس روایت کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ بیان کی ہے۔ (ملخصاً: فتاوٰی علمیہ ج ۱ ص ۱۷۰)

الجواب:

عرض ہے کہ اس روایت پر امام اعمش رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض بالکل غلط باطل ومردود ہے کیونکہ امام اعمش رحمہ اللہ نے یہ روایت ابوصالح رحمہ اللہ سے نقل کی ہے اور امام اعمش رحمہ اللہ کی ابوصالح رحمہ اللہ سے معنعن روایات سماع پر محمول ہیں چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ یہ لکھتے ہیں کہ:

"الا فی شیوخ له اکثر عنهم کابراهیم وابن ابی لیلی وابی صالح السمان فان روایته عن

هذا الصنف محمولة على الاتصال۔"

سوائے ان اساتذہ کے جن سے انہوں (اعمش رحمہ اللہ) نے کثرت سے روایت بیان کی ہے، جیسے ابراہیم (النخعی رحمہ اللہ) ابووائل (رحمہ اللہ) ابوصالح السمان (رحمہ اللہ) تو اس قسم والوں سے اعمش (رحمہ اللہ) کی روایت اتصال (سماع) پر محمول ہے۔ (میزان الاعتدال برقم: ۳۵۱۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ امام اعمش رحمہ اللہ کی ابوصالح رحمہ اللہ سے معنعن روایات سماع پر محمول ہیں اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول بالکل صحیح ہے کیونکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بجز چند مخصوص روایات کے اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات کی تصحیح و تحسین فرما رکھی ہے مثلاً......

(۱) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ:

"رواہ ابوداؤد والترمذی باسناد صحیح علی شرط البخاری ومسلم"

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم برقم: ۷۳۶، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل)

(۲) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

"وفی (سنن ابی داؤد) والترمذی باسناد صحیح علی شرط الشیخین"

اور سنن ابی داؤد اور ترمذی میں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۱ برقم: ۶۲۶ باب من انتظر الاقامۃ)

(۳) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں کہ:

"حدیث ابی صالح عن ابی ہریرۃ اصح من حدیث ابی صالح عن عائشۃ"

ابوصالح رحمہ اللہ کی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بہت زیادہ صحیح ہے ابوصالح کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے۔ (سنن الترمذی برقم: ۲۰۷، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن)

(۴) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی رحمہ اللہ م ۹۲۳ھ لکھتے ہیں کہ:

"وروی ابوداؤد باسناد علی شرط الشیخین"

اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری برقم: ۱۱۶۰، باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر)

(۵) اعمش عن ابی صالح کی سند والی متعدد احادیث کو امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے حسن و صحیح قرار دیا ہے مثلاً......

ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"حديث ابی هریرة حدیث حسن صحیح"
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(سنن الترمذی برقم: ۴۲۰-۳۰۸۵)
ایک اور حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"ھذا حدیث حسن صحیح غریب"
یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔(ایضا: برقم ۲۵۷۴-۲۵۷۷)
اسی طرح ایک اور حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

"ھذا حدیث حسن غریب"
یہ حدیث حسن غریب ہے۔(ایضا: برقم ۳۱۱۸)

(۶ تا ۸) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ نے "صحیح ابن خزیمہ" میں حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے "صحیح ابن حبان" میں اور حافظ ابن الجارود رحمہ اللہ م ۳۰۷ھ نے "المنتقی" میں اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات درج فرمائی ہیں اور ان پر کوئی جرح نہیں کی۔(دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۷۸، صحیح ابن حبان برقم ۲۴۶۸، المنتقی لابن الجارود برقم ۱۰۷۱) اور زبیر علی زئی غیر مقلد کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات کا درج کر کے جرح نہ کرنا ہی ان حضرات کے نزدیک ان روایات کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصا: ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۴۷ ص ۱۸، مقالات علی زئی ج ۱ ص ۵۲۸ وص ۴۷۰)

ف:
زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ ابوعلی النیسابوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابویعلی الخلیلی، ابوعلی ابن السکن اور ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔(مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۵۲) اور چونکہ اعمش عن ابی صالح کی سند والی سنن النسائی میں متعدد احادیث موجود ہیں (مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۴۷۳، ۱۲۱۵، ۲۲۱۵) لہٰذا بقول علی زئی اعمش عن ابی صالح کی سند والی احادیث درج ذیل ائمہ کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔
(۹) امام ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ م ۳۴۹ھ
(۱۰) امام ابواحمد ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ
(۱۱) حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ م ۳۹۵ھ
(۱۲) امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ م ۴۰۹ھ
(۱۳) امام ابویعلی الخلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ

(۱۴) امام ابوعلی ابن السکن رحمہ اللہ م ۳۵۳ھ
(۱۵) امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ
(۱۶) اعمش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں امام ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں کہ:
"ھٰذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین"
یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک برقم ۲۲۹۱، ۱۵۳۲، ۸۷۶۰، ۱۹۶۶)
(۱۷) مسند احمد بن حنبل میں اعمش عن ابی صالح کی سند والی متعدد احادیث موجود ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۷۴۳۳) اور زبیر علی زئی غیر مقلد کے بقول حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمہ اللہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۵۰ ص ۴۳) لہٰذا بقول علی زئی حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اعمش عن ابی صالح کی سند والی احادیث صحیح ہیں۔
(۱۸) امام ابوعبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ نے اپنی سنن میں اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات تخریج فرمائی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۱۲۷۳، ۲۲۱۵)
جو کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے بقول امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک ان روایات کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: توضیح الکلام ص ۲۳۷)
(۱۹) امام ابوداؤد رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ نے اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات کو اپنی سنن میں ذکر کے سکوت فرمایا ہے۔ مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۴۵۹، ۱۲۶۱، ۱۴۹۹، ۳۶۰۰، ۴۱۴۱، ۴۲۴۹، ۴۴۲۲ وغیرہ اور امام موصوف کا ان روایات پر سکوت اختیار کرنا ہی اثری غیر مقلد کے بقول امام موصوف کے نزدیک ان روایات کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تنقیح الکلام ص ۳۳۵)
(۲۰) اعمش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے لکھا کہ:
"علی شرط البخاری ومسلم"
یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔ (تلخیص المستدرک برقم: ۲۲۹۱، ۸۷۶۰)
(۲۱) اعمش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں حافظ ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ نے کہا کہ:
"انہ صحیح"
بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (البدر المنیر ج ۶ ص ۵۵۶)
(۲۲) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں امام ابوالعباس شہاب الدین البوصیری رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ نے لکھا کہ:
"ھٰذا اسناد صحیح علی شرط مسلم"

اس حدیث کی یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مصباح الزجاجۃ برقم: ۸۷۷ باب الاقالۃ)

(۲۳) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ م ۷۰۲ھ نے کہا کہ:

"ھو علی شرطھما" یہ بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔ (المقاصد الحسنۃ للسخاوی برقم: ۱۰۶۵)

(۲۴) اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے کہا کہ:

"واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید"

کہ ابو الشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الثواب میں عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

(۲۵) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت بارے میں امام ابو الحسن علی بن محمد الکنانی رحمہ اللہ م ۹۶۳ھ نے کہا کہ:

"قلت سندہ جید"

کہ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند جید ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ ص ۳۳۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۷)

(۲۶) اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ نے لکھا کہ:

"ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید"

کہ ابو الشیخ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (المرقات ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا)

(۲۷) اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں امام سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ فرمایا کہ:

"وسندہ جید" کہ اس کی سند جید ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۶۰)

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے مثلاً......

☆ احمد محمد شاکر غیر مقلد نے اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

"حدیث صحیح الاسناد"

یہ حدیث صحیح السند ہے۔ (تعلیق جامع البیان فی تاویل القرآن برقم: ۱۶۳۰۱، ۱۶۳۰۲)

☆ اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں نواب صدیق حسن غیر مقلد نے کہا کہ:

"اسنادہ جید" اس کی سند جید ہے۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۴ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۸)

☆ شعیب الارناؤط غیر مقلد نے اعمش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

"اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین"

اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (تعلیق مسند احمد برقم: ۷۴۳۳)

☆ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اعمش عن ابی صالح کی سند والی کئی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ مثلاً دیکھئے:

سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی: برقم ۴۵۹، ۱۲۶۱، ۱۴۹۹، ۲۴۵۹، ۳۴۶۰، ۴۱۴۱، ۴۲۴۹۔

سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: برقم ۶۸۲، ۲۵۷۴، ۲۵۷۷، ۳۰۸۵۔

الغرض مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ زیر بحث حدیث کی سند پر امام اعمش رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض بالکل غلط اور منہج محدثین کے خلاف ہے کیونکہ یہ حدیث اعمش عن ابی صالح کی سند سے ہے اور ابو صالح رحمہ اللہ سے امام اعمش رحمہ اللہ کی معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔

تنبیہ:

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ کو ابو معاویہ عن الاعمش والی سند مجہول راویوں کے طریق سے پہنچی تھی اور ثقہ و معروف راویوں کے طریق سے ان کے علم میں نہ تھی اس لئے انہوں نے مجہول راویوں پر اعتماد نہ کرتے ہوئے الصارم المنکی (ص ۲۱۶) میں اس سند کو خطاء کہا جبکہ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ میں اس سند کو ثقہ و معروف راویوں کے طریق سے بیان کیا ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کے تمام راویوں کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے دور حاضر کے بعض جدید محققین نے اپنی کتب میں علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ کی طرف سے مجہول رواۃ والے طریق پر کی جانے والی جرح کو ابوالشیخ رحمہ اللہ کے معروف وثقہ راویوں والے طریق پر چسپاں کر دیا ہے جو کہ بہت بڑی خیانت ہے اللہ رب العزت ان جدید محققین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

مذکورہ بالا تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔

اس صحیح السند حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ قریب سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس بلاواسطہ سماعت فرماتے ہیں لیکن دور سے پڑھنے والے کا درود خود نہیں سنتے بلکہ (فرشتوں کے ذریعے) آپ کو پہنچایا جاتا ہے، نیز دیگر احادیث صحیحہ مثلاً "ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" (بلاشبہ اللہ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں) وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دور سے پڑھا جانیوالا درود وسلام آپ ﷺ خود سماعت نہیں فرماتے بلکہ فرشتوں کے واسطے سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ پورے اہل السنت والجماعت کا اتفاقی و اجماعی نظریہ ہے۔ مگر صد افسوس کہ احادیث صحیحہ اور اہل السنت والجماعت کے اس اتفاقی و اجماعی نظریہ کے مقابلے میں دور حاضر کے غالی بدعتیوں نے یہ نظریہ اختیار کر لیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بھی بلاواسطہ بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں اور اس پر اصولی لحاظ سے یہ لوگ تین روایات پیش کیا کرتے ہیں ہم تینوں روایات کو نقل کر کے بغرض اختصار ان کے مختصر سے جوابات عرض کرتے ہیں۔

روایت نمبرا:

ایک مفصل روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں "انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون" (دیکھئے مشکوٰۃ: ص ۴۵۷ وغیرہ) غالی بدعتی حضرات ان الفاظ حدیث کا ترجمہ یہ کیا کرتے ہیں کہ:

''جو غیب و دور کی چیز تم نہیں دیکھتے، وہ میں دیکھتا ہوں اور جو غیب و دور کی بات تم نہیں سنتے میں سنتا ہوں''

الجواب:

مذکورہ الفاظ حدیث کے ترجمہ میں غیب و دور کا اضافہ خالصتاً غالی بدعتیوں کی خانہ زاد اختراع ہے اور نہ ہی غیب و دور کا الفاظ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان الفاظ حدیث کا حدیث کے سیاق و سباق کے لحاظ سے صحیح مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ اللہ کا نبی ہوں، فرشتہ جو وحی لاتا ہے اور وحی سناتا ہے اسے میں دیکھتا بھی ہوں اور اس کا کلام سنتا بھی ہوں۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ احیاناً مجھے جو دکھادے اور جو سنادے میں دیکھتا اور سنتا ہوں۔ نہ ہر وقت ایسا ہوتا ہے اور نہ غیب و دور اس سے مراد ہے کیونکہ یہ مطلب قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے جو یقیناً باطل و مردود ہے۔

روایت نمبر ۲:

جلاء الافہام ص ۶۳ پر طبرانی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اکثرو الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدھا الملائکۃ.لیس عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی .ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی بندہ نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے ہم (صحابہؓ) نے کہا آپ کی وفات کے بعد بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

الجواب:

اولاً......تو عرض ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند منقطع ہے کیونکہ اسے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سعید بن ابی ہلال نے نقل کیا ہے اور سیدنا ابودرداء عویمر بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۴، واکمال ص ۵۹۴) اور سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے (تہذیب التھذیب: ج ۴ ص ۹۵) ظاہر ہے کہ سعید بن ابی ہلال

رحمہ اللہ کی ولادت سے اڑتیس سال پہلے وفات پانے والے صحابی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ کا براہ راست احادیث سننا سرے سے ممکن ہی نہیں ہے۔لہٰذا یہ روایت منقطع ہے اور احادیث صحیحہ اور اہل السنت والجماعت کے اتفاقی و اجماعی نظریہ کے خلاف بلحاظ سند منقطع اور بلحاظ متن تصحیف شدہ اس روایت پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

ثانیاً......اس روایت کے متن میں "صوته" نہیں بلکہ "صلوته" ہے کاتب کی غلطی سے جلاء الافہام میں "صلوته" کی بجائے "صوته" بن گیا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ اسے جلاء الافہام میں طبرانی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے اور یہی روایت امام سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ نے بھی اپنی معروف کتاب "القول البديع في الصلوة على الحبيب الشفيع" میں طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے اور وہاں "صوته" کی بجائے "صلوته" ہے۔(دیکھئے القول البدیع ص ۱۶۴، الباب الرابع فی تبلیغہ) جس سے معلوم ہوا کہ جلاء الافہام میں کاتب کی غلطی سے لام رہ جانے کی وجہ سے "صلوته"، "صوته" بن گیا ہے۔

نیز قاضی شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۳ ص ۲۶۴ برقم ۱۲۰۵) میں، شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد (ج ۳ ص ۲۶۱ برقم ۱۰۴۷، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ) میں اور حافظ بن احمد بن علی الحکمی نے بھی معارج القبول بشرح سلم الاصول (ج ۲ ص ۷۹۳) میں اس میں طبرانی کے حوالے سے "صوته" کی بجائے "صلوته" کے الفاظ نقل کیے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اصل حدیث یوں تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "ليس من عبد يصلي على الا بلغني صلاته" (کوئی بندہ نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر مجھے اس کا درود پہنچ جاتا ہے) لیکن جلاء الافہام میں کاتب کی غلطی سے "صلوٰة" (درود) "صوت" (آواز) بن گیا ہے۔

مزید برآں راقم الحروف نے اس روایت کے اصل ماخذ "المعجم الکبیر للطبرانی" سے اس معاملے کو حل کرنے کیلئے حمدی بن عبدالمجید السلفی کی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ المعجم الکبیر للطبرانی کا نسخہ دیکھا ہے مگر اس میں سرے سے یہ روایت ہے ہی نہیں۔ معارج القبول بشرح سلم الاصول کے محشی ابوعمر عمر بن محمود نامی شخص نے بھی لکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی میں مجھے نہیں ملی۔ (دیکھئے: حاشیہ معارج القبول ج ۲ ص ۷۹۳) ممکن ہے کسی مفقود جزء میں ہو۔

ثالثاً......سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ایک دوسری صحیح و متصل سند کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں موجود ہے جس میں عرض صلوٰۃ یعنی درود پہنچنے کے الفاظ ہیں چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

"حدثنا عمرو بن سواد المصري قال حدثنا عبدالله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابي هلال عن زيد بن ايمن عن عبادة بن نسي عن ابي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلوة على يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة وان احدالن يصلي على الا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبي الله حي يرزق" (سنن ابن ماجه: ص۱۱۹)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے کہا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام طیبہ کو کھائے سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

لیجیے حضرات! سنن ابن ماجہ کی اس صحیح السند و متصل روایت سے معاملہ بالکل واضح ہو گیا کہ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے درود پہنچنے کے الفاظ روایت کیے ہیں نہ کہ آواز پہنچنے کے۔

روایت نمبر ۳:

نعیم بن ضمضم عن عمران بن الحمیری عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ:

"ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذامت،فلیس احد یصلی علی صلوٰۃ الا قال یا محمد!صلی علیك فلان بن فلان...الخ.

اللہ نے ایک فرشتے کو مخلوقات کی سماعتیں عطا فرمائی ہیں جو میری وفات کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی مجھ پر ایک درود پڑھے گا تو وہ کہے گا: اے محمد! فلاں کے فلاں بیٹے نے آپ پر درود پڑھا ہے......الخ۔ (بحوالہ ابوالشیخ بن حیان والطبرانی وغیرہما عن القول البدیع للسخاوی ص ۱۱۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۴/۴۴)

الجواب:

اولاً......تو عرض ہے کہ یہ روایت خود اہل بدعت کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام بھی قبر پر کھڑا ایک فرشتہ آپ ﷺ تک پہنچاتا ہے جب کہ اہل بدعت کا نظریہ یہ ہے کہ دور سے پڑھا جانیوالا درود و سلام آپ ﷺ براہ راست خود سماعت فرماتے ہیں۔

ثانیاً......یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا راوی نعیم بن ضمضم مجہول ہے جسے کسی ایک بھی محدث نے ثقہ نہیں کہا۔ (فیما اعلم) اس سند کا دوسرا راوی عمران بن الحمیری بھی مجہول الحال ہے۔ مزید برآں یہ روایت متعدد اتفاقی احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے مثلاً صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور امت کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں، جبکہ یہ روایت بتلا رہی ہے کہ قبر پر کھڑا ایک ہی فرشتہ وہیں سے سن کر مخلوقات کی طرف سے پڑھا جانیوالا درود و سلام آپ ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔ الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو، لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے۔

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام اور چند ضروری تنقیحات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلقہ بھی متعدد احادیث میں سے ایک حدیث کو مع التحقیق پیش کر دیا جائے مگر اس سے پہلے چند ضروری تنقیحات حاضر خدمت ہیں۔

(۱) عالم دنیا میں نبی مکرم ﷺ پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لئے آپ ﷺ کی عالم دنیا میں زندگی تریسٹھ (۶۳) سال ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

(۲) روح زندہ ہے روح کی حیات کا بھی کوئی منکر نہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں بتعلق روح زندہ ہیں ان کے اجساد مبارکہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جو درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ اسے بلا واسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

جبکہ اہل سنت والجماعت کے اس اتفاقی واجماعی عقیدہ کے خلاف دور حاضر کے اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے اور آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسم اقدس سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے جو شخص آنحضرت ﷺ یا کسی بھی نبی کو قبر میں زندہ مانے وہ مشرک ہے۔ اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اہل بدعت کے پاس اپنے اس نظریے پر نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ ہی حدیث اور نہ ہی اجماع امت البتہ قرآن وسنت کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت کے بارے میں موجود آیات اور احادیث مبارکہ کو عالم قبر پر چسپاں کر کے روضہ اطہر میں نبی اقدس ﷺ کے جسم اقدس کو بے حس وبے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴) ائمہ اہلسنت نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اپنے مؤقف کی وضاحت درج ذیل تعبیراتی عنوانات سے کی ہے۔

''حیات دنیوی''، ''مماثل دنیوی''، ''جسمانی''، ''برزخی''، ''روحانی''

ائمہ اہلسنت کے ان تعبیراتی عنوانات کا مآل ایک ہی ہے اور ان عنوانات کا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ باعتبار برزخ کے یہ ''حیات برزخی'' ہے، باعتبار دنیوی جسد مبارک ﷺ ''حیات دنیاوی جسمانی'' ہے اور باعتبار جسد اقدس ﷺ سے روح مبارک ﷺ کے تعلق کے ''روحانی یا روحی'' ہے۔

اہل بدعت اکابرین اہلسنت کی ان تعبیرات سے ''حیات برزخی''، ''حیات روحانی'' کے الفاظ لے کر کہا کرتے ہیں کہ یہ حضرات فقط روح کی حیات کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے حیات روحانی یا برزخی کہنے سے حیات جسمانی کی ہرگز نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان الفاظ کا آپس میں کوئی تعارض ہے۔

چنانچہ الامام الشیخ نور الحق بن عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۷۳ھ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''وقول مختار و مقرر جمہور ایں است کہ انبیاء بعد اذاقت موت زندہ اند بحیات دنیوی'' (تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲)

اس عبارت میں شیخ نورالحق رحمہ اللہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو ''دنیوی'' کہہ رہے ہیں۔ جبکہ ایک دوسرے مقام پر یہی شیخ نورالحق رحمہ اللہ اسے ''برزخی'' بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''انبیاء در عالم برزخ زندہ اند'' (ایضا: ج ۳ ص ۲۴۵)

شیخ نورالحق رحمہ اللہ کا اسے کبھی ''حیات دنیوی'' سے اور کبھی ''حیات برزخی'' سے تعبیر کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان تعبیرات میں کوئی تضاد نہیں ہے اور ایک سے دوسری کی نفی نہیں ہوتی۔

ثقہ وصدوق امام سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ م ۱۳۷۷ھ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات ﷺ کی (قبر مبارک) کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیئے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۱/ ۱۵۳ مطبوعہ مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)

اس عبارت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ بیک وقت نبی ﷺ کی حیات کو جسمانی بھی کہہ رہے ہیں اور دنیاوی بھی اور روحانی بھی، معلوم ہوا ان تعبیرات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

ثقہ محقق امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی رحمہ اللہ م ۷۵۶ھ لکھتے ہیں:

"واما حیوۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانہا الروح والجسد علی الدوام علی ما کان فی الدنیا" (شفاء السقام: ص ۱۵۴)

کہ بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تو تمام سے اعلیٰ اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا و کذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام ولا یلزم من کونہا حیاۃ حقیقیۃ ان یکون الابدان معہا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذلک من صفات الاجسام التی نشاہدہا بل قد یکون لہا حکم اخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیات الحقیقیۃ لہم واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشك الی ذالك ثابت وسند کر ثبوتہ لسائر الموتی فکیف بالانبیاء انتہی۔ (شفاء السقام: ص ۱۴۳)

نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور اسی طرح معراج کی رات حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جتنی صفات کا ذکر ہے وہ تمام اجسام کی صفات ہیں اور احیات کے حقیقی حیات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حیات کے ساتھ ابدان کو کھانے پینے کی ویسی ہی حاجت ہو جیسے دنیا میں تھی یا یہ کہ وہ کثیف پردہ میں نفوذ نہ کر سکیں اور اسی طرح اجسام کی دیگر صفات جن کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ ان ابدان کا حکم دنیوی ابدان سے جدا اور الگ ہو عقلاً اس میں کوئی امتناع نہیں کہ ان کیلئے حقیقی حیات ثابت ہو، رہے ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ تو ان کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں، یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہیں پھر بھلا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے کیوں ثابت نہ ہوں گے؟

ملاحظہ فرمائیں علامہ سبکی رحمہ اللہ پہلی عبارت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو جسمانی بھی کہہ رہے ہیں اور روحانی بھی، اور پھر علامہ موصوف کی دوسری عبارت سے تو یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ حیات جسمانی کیلئے جملہ لوازمات قبر میں ثابت نہیں ہیں مثلاً جس طرح دنیا میں کھانے اور پینے کی حاجت ہوتی ہے اس طرح عالم قبر اور برزخ میں نہیں ہوتی اور اسی طرح دیگر کئی امور بھی اچھا خاصہ فرق ہے، البتہ دنیاوی حیات کی طرح ان کو ادراک علم اور شعور حاصل ہے اور انہی اہم امور کی وجہ سے اس کو دنیاوی اور جسمانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ثقہ وصدوق مفسر مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"غرض یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے محض روحانی نہیں اس لئے کہ مرنے کے بعد روحانی حیات اور سمع اور ادراک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام...... الخ" (حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۵)

اس عبارت میں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو روحانی اور جسمانی دونوں طرح تعبیر کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے عقائد کی معتبر ترین کتاب المہند علی المفند (ص ۱۳۔ ۱۴) میں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں زندگی اور حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کو برزخی بھی کہا گیا ہے کہ وہ عالم برزخ میں زندہ ہیں اور اس حیات دنیوی پر بطور دلیل علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کی عبارت کا بغرض اختصار ابتدائی کچھ حصہ نقل کر کے لکھ دیا گیا ہے کہ "الیٰ آخر ما قال" جبکہ ہم نے ماقبل میں قارئین کی سہولت کے لئے علامہ موصوف کی معہود عبارت بمع ترجمہ نقل کر دی ہے جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبور دنیاوی ہے مگر دنیاوی زندگی کے تمام لوازمات اس کیلئے ضروری نہیں ہیں کہ وہ دنیوی کھانے پینے اور دیگر ضروریات کو مستلزم ہو بلکہ ان احکام میں وہ جداگانہ حکم رکھتی ہے البتہ ادراک وشعور اور علم وغیرہ میں وہ دنیوی زندگی کی طرح ہے آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کا تعلق ان کے اجساد دنیویہ سے ہے اور دنیا کی زندگی کی طرح علم اور ادراک وشعور ان کو حاصل ہے لیکن اگر دوسرا کوئی شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وہ بالکل محسوس نہیں ہو سکتی اور اس کو حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام کے اجسام مبارکہ ساکن اور ساکت ہی نظر آئینگے کیونکہ دوسرے احباب کے حق میں وہ غیر محسوس ہے اور اس لحاظ سے وہ دنیوی نہیں اور نہ دنیوی زندگی کے مشابہ ہے بلکہ اس معنی میں وہ برزخی اور اخروی ہیائمہ اہلسنت جب بھی اپنی کتب میں دنیاوی حیات کی نفی کرتے ہیں تو اسی معنی کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مذکورہ گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلقہ ائمہ اہلسنت کی عنواناتی تعبیرات جیسے ''حیات دنیوی''، ''مماثل دنیوی''، ''برزخی''، ''روحانی'' وغیرہ سب کا مآل ایک ہی ہے ان کا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۵) خصوصاً عرب ممالک میں اور عموماً پاکستان میں بعض حضرات نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اہلسنت والجماعت (اکابرین دیوبند) بھی غالی بدعتی فرقہ بریلویہ کی طرح حیات قبر دنیوی زندگی سے مراد احکام شرعیہ کی پابندی والی حسی ظاہری حیات مراد لیتے ہیں اور وہ اسی کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اکابرین اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اکابرین اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) نے اپنی متعدد کتب میں یہ صراحت کر رکھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد قبر میں حیات دنیوی سے مراد ان کے دنیاوی اجساد مبارکہ سے ارواح مبارکہ کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے اجساد مبارکہ کی حیات مراد ہے، دنیا سے پردہ فرما جانے کی وجہ سے دنیاوی احکام نماز، روزہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ احکام اب ان پر نہیں۔

چنانچہ اہلسنت والجماعت کی معتبر ترین کتاب المہند علی المفند میں یہ عبارت موجود ہے:

''وحیاتہ دنیویۃ من غیر تکلیف'' اور (وفات کے بعد) آنحضرت ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے (احکام شرعیہ) سے بلا مکلف ہونے کے۔ (المہند علی المفند: ص ۱۳)

ثقہ وصدوق سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور ان اکابر کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زندگی تمام احکام میں دنیوی زندگی کی طرح ہے اور اس زندگی پر تمام دنیوی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ (ہدایت الحیر ان: ص ۳۷۵)

الامام الحافظ، الثقہ الحجہ، الفقیہ المحدث الشیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیوی ظاہری کہنا اہل السنت کے قول کے خلاف ہے۔ (تسکین الصدور: ص ۲۸۵)

علامہ خالد محمود صاحب حفظہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کو دنیویہ صرف اس پہلو سے کہتے ہیں کہ یہ دنیا والے جسد اطہر سے ہے تو یہ اس عالم کے لئے کھلی زندگی نہیں۔ آپ ﷺ برزخ میں اسی جسد اطہر سے نماز پڑھتے ہیں اور آپ ﷺ کی وہ حیات آپ ﷺ کے لئے بے شک حسی ہے۔ لیکن ہم اسے محسوس نہیں کر پاتے۔ نہ ہمیں اس عالم کی نماز کے رکوع و سجود نظر آتے ہیں...... نہایت تعجب سے دیکھا اور سنا گیا ہے کہ بعض علماء ان دنوں ایسا پیرایہ بیان اختیار کیے ہوئے ہیں گویا

علماء دیوبند انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس جہان میں زندہ مانتے ہیں اور وہ ان کی وفات اور اس عالم سے مفارقت کے قائل نہیں۔معاذ اللہ۔(مقام حیات:ص:۲۳۴ طبع ۱۹۹۳ء)

اکابرین اہلسنت (دیوبند) کے ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ علماء اہلسنت (دیوبند) کا دعویٰ حیات دنیوی ،دنیوی برزخی ہے۔اور جو احباب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ سے ارواح مبارکہ کے تعلق کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو محض بے حس و بے جان کہتے ہیں وہی منکرین حیات انبیاء فی القبور ہیں۔اکابرین اہلسنت جب حیات دنیوی کی نفی کرتے ہیں تو اس نفی سے مطلقاً نفی مراد نہیں ہوتی،چنانچہ سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:چونکہ یہ زندگی کسی اعتبار سے دنیوی ہے اور کسی اعتبار سے برزخی ہے اس لئے اکابر کی کسی عبارت سے اس زندگی کے ناسوتی یا مماثل حیات دنیا کی نفی ہوتی ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا یہ حیات دنیویہ محضہ نہیں ہے۔اور تمام احکام میں مثل احکام دنیا کے نہیں ہے۔اس طرح عبارات اکابر میں تطبیق ہو سکتی ہے۔اکابر کی عبارات میں خواہ مخواہ تعارض پیدا کرتے رہنا اور ایک عبارت کو دوسری عبارت سے ٹکراتے رہنا کوئی علم کی بات نہیں۔(ہدایت الحیران:ص۷۷ ۳)

(۶) اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ قبر اور برزخ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور زندگی تسلیم کرنے سے ہرگز شرک لازم نہیں آتا جیسا کہ بعض اہل بدعت نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دائمی اور ہمیشہ کیلئے جو حیات حاصل ہے وہ برزخی حیات ہے،اور عالم دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر وفات آچکی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وقت مقررہ پر آئے گی اور ''کل نفس ذائقۃ الموت''(ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) کا فیصلہ ان کے حق میں بھی پورا ہو کر ہی رہے گا۔اور جب ان کو ''الحی القیوم'' سے اس حیات دائمہ کی صفت میں سرے سے کوئی مماثلت ہی حاصل نہیں ہے تو پھر شرک کیسا؟ہاں اگر کوئی شخص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی قسم کی وفات کا قائل نہ ہو تو پھر یہ فتویٰ اس پر لاگو ہو سکتا ہے۔

حدیث انس تحقیق کے آئینے میں:

اب عقیدہ حیات کے سلسلے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک حدیث مع التحقیق پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہو۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث مبارکہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱) مسند ابی یعلیٰ الموصلی رقم الحدیث: ۳۴۲۵

(۲) تاریخ اصبہان: ج ۲ ص ۴۴

(۳) شفاء السقام: ص ۱۳۴

(۴) خصائص الکبریٰ: ج ۲ ص ۲۸۱

(۵) فتح الباری: ج ۶ ص ۳۵۲

(۶) فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۲۹

(۷) مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۸۱۲

(۸) مدارج النبوۃ: ج ۲ ص ۴۴۷

(۹) فیض القدیر: ج ۳ ص ۱۸۴

(۱۰) وفاء الوفا: ج ۲ ص ۴۰۵

تحقیق السند:

یہ حدیث مبارکہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے حجاج بن اسود رحمہ اللہ اور اس سے مستلم بن سعید رحمہ اللہ اور اس سے یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ اور اس سے دو راویوں ابو الجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ اور عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

ابو الجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ سے امام ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے یہ رویت نقل کی ہے۔

(دیکھئے: مسند ابی یعلیٰ موصلی رقم الحدیث: ۳۴۲۵)

اور عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے عبداللہ بن ابراہیم بن صباح مقریٔ اصبہانی رحمہ اللہ نے اور اس سے علی بن محمود رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان ج ۲ ص ۴۴)

اس حدیث کے تمام راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ م ۳۰۷ھ

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلی رحمہ اللہ م ۳۰۷ھ جلیل القدر ثقہ بالا جماع محدث تھے۔ آپ کو متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً......

(۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "الحافظ، الثقة، محدث الجزيرة. الامام، الحافظ شيخ الاسلام"
(تذکرۃ الحفاظ برقم: ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء برقم: ۲۶۱۹)

(۲) امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ کہتے ہیں: "ثقة متفق عليه" (الارشاد ج ۲ ص ۶۱۹)

(۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۲۲۸)

(۲) امام ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ

امام ابوالجہم ازرق بن علی بن مسلم حنفی رحمہ اللہ بھی بالاتفاق ثقہ وصدوق راوی تھے۔ آپ کو بھی متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً......

(۱) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ کہتے ہیں: "ثقة" (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۸۰۳۵)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۶۱۲)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "صدوق يغرب" (تقریب ص ۲۱)

(۴) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۵) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۳۰۵)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۳) امام ابوزکریا یحییٰ بن ابی بکیر عبدی قیسی کرمانی رحمہ اللہ

امام ابوزکریا یحییٰ بن ابی بکیر عبدی قیسی کرمانی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ وصدوق راوی تھے، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ ابن معین برقم: ۸۷۷)

(۲) امام ابوالحسن عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ الثقات برقم: ۱۷۹۳)

(۳) امام علی بن مدینی رحمہ اللہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۵۵۷)

(۴) امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "صدوق" (ایضاً)

(۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات برقم: ۱۶۳۰۶)

(۶) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۷) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۳۰۵)

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۹) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۴) مستلم بن سعید ثقفی واسطی رحمہ اللہ

امام مستلم بن سعید ثقفی واسطی سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کے ثقہ وصدوق راوی تھے، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: " شیخ ثقة " (تہذیب الکمال برقم: ۵۸۹۱)

(۲) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " صویلح " (ایضاً)

(۳) امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں: " لیس به باس " (ایضاً)

(۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (ایضاً)

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: " صدوق عابد ربما وهم " (تقریب ص ۳۳۳)

(۶) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: " ثقة " (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۸) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: " ثقة " (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: " ثقة " (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۵) حجاج بن ابی زیاد اسود رحمہ اللہ

امام حجاج بن ابی زیاد اسود قسملی رحمہ اللہ بھی بالاتفاق ثقہ وصدوق راوی ہیں، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابوداؤد رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: " ثقة " (سؤالات ابی عبید الآجری برقم: ۵۳۸)

(۲) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " بصری صدوق. ثقة "
(سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۰۳۲، تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۲۳۲)

(۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (الثقات برقم: ۷۳۰۰)

(۴) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " ثقة " (لسان المیزان برقم: ۷۸۷)

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: " ثقة رجل صالح " (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۶۸۵)

(۶) امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " صالح الحديث " (ایضاً)

(۷) امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اس کی سند سے مروی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: " هذا حديث صحيح الاسناد " یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: رقم الحدیث ۷۹۴۷)

(۸) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: " ثقة " (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۹) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۱۰) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: " ثقة " (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۱۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: " ثقة " (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(٦) امام ثابت بن اسلم بنانی رحمہ اللہ ۱۲۳ھ

امام ثابت بن اسلم بصری بنانی رحمہ اللہ م ۱۲۳ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی تھے۔ متعدد حضرات نے ان کی تعدیل وتوثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً......

(۱) امام ابو الحسن عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: " تابعی ثقة رجل صالح " (تاریخ الثقات برقم: ۱۸۰)

(۲) حافظ ابن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں: " ثقة فی الحدیث مامون " (الطبقات الکبریٰ برقم: ۳۱۴۱)

(۳) امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں: " ثقة " (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۱۸۰۵)

(۴) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " ثقة صدوق " (ایضاً)

(۵) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: " الامام الحجة القدوة " (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۱۰)

(٦) امام ابو الحسن نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: " ثقة " (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۸) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: " ثقة " (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۹) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: " ثقة " (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۷) امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد کرمانی رحمہ اللہ

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر کرمانی رحمہ اللہ بھی جلیل القدر محدث تھے، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ م ۳۶۹ھ فرماتے ہیں: "صدوق" (طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا برقم: ۲۰۸)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ فرماتے ہیں: "مستقیم الحدیث" (الثقات برقم: ۱۳۸۹۷)

(۳) امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ م ۴۳۰ھ فرماتے ہیں: "صدوق" (تاریخ اصبہان برقم: ۹۴۹)

(۴) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں: "سمع جدہ یحیی بن ابی بکیر.....وکان ثقة" (تاریخ بغداد برقم: ۵۱۹۳)

(۸) امام عبد اللہ بن ابراہیم اصبہانی رحمہ اللہ

امام عبد اللہ بن ابراہیم بن صباح مقریٔ اصبہانی رحمہ اللہ اصبہان کے مشہور ومعروف ائمہ محدثین میں سے تھے، آپ نے

محمد بن عیسیٰ زجاج، ابومسعود، عبداللہ بن محمد بن یحیی بن ابی بکیر، علی بن فورک بن زید، محمد بن اسماعیل خفاف رحمہم اللہ وغیرہم سے علم حدیث حاصل کیا۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان: ج ۱ ص ۴۳۳۔ ج ۲ ص ۴۴۔ ج ۲ ص ۲۰۹) اور آپ سے احمد بن محمد بن جعفر، ابوعبداللہ حسین بن علی بن احمد بن بکر، علی بن محمود، ابوعمر محمد بن حسن فقیہ، ابوبکر محمد بن ابراہیم اصبہانی الخازن المشہور بابن المقریٔ، امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ عبدی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد حضرات فیض یاب ہوئے۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان ج ۲ ص ۲۷۴۔ ج ۲ ص ۲۰۹، المعجم لابن المقریٔ برقم ۱۰۱۴) امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ م ۴۳۰ھ آپ کو محدث اصبہان کہتے ہیں۔ (ملخصاً: تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۱۹) امام شرف الدین علی بن مفضل مقدسی رحمہ اللہ م ۶۱۱ھ "شیخ" کہتے ہیں۔ (کتاب الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین ج ۱ ص ۴۲۹) امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ عبدی رحمہ اللہ م ۳۹۵ھ آپ سے مروی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " ھذا حدیث مجمع علی صحتہ" اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ (الایمان لابن مندہ ج ۱ ص ۳۶۸ برقم ۲۰۴) اسی طرح ایک اور روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ "ھذا خبر ثابت" یہ روایت (صحیح و) ثابت ہے۔ (التوحید لابن مندہ ج ۱ ص ۳۱ برقم ۳۱) علامہ حسین بن ابراہیم جورقانی رحمہ اللہ م ۵۴۳ھ آپ کی سند سے مروی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "ھذا حدیث صحیح" کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر ج ۲ ص ۳۷۵)

(۹) امام ابوالحسن علی بن محمود مدینی رحمہ اللہ امام ابوالحسن علی بن محمود بن علی بن مالک بن اخطل مدینی رحمہ اللہ بھی اصبہان کے مشہور راویان حدیث میں سے ہیں۔ آپ نے محمد بن ابراہیم بن عامر، عبدالرحمٰن بن حسن وغیرہما سے علم حدیث حاصل کیا۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۴۴۴) امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں کہ یہ ثقہ صاحب اصول اور کثیر الحدیث راوی تھے۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۴۴۴)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے، اور اس کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہیں۔

حدیث انس ؓ ائمہ محدثین کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اب اس حدیث کے متعلقہ ائمہ محدثین کی آراء حاضر خدمت ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: "رجال ابی یعلی ثقات" کہ مسند ابی یعلی کی روایت کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۲) امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

(۳) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ فرماتے ہیں: "رجاله كلهم ثقات" کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
(البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۴) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: "ورواه ابويعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه" کہ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

(۵) امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں: "صح خبر الانبياء احياء فى قبورهم" کہ حدیث "الانبياء احياء فى قبورهم" صحیح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵، باب الجمعۃ)

(۶) علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ م ۱۰۳۱ھ فرماتے ہیں: "وهو حديث صحيح" کہ یہ حدیث صحیح ہے۔
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۳۹ برقم ۳۰۸۹)

(۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں کہ ابو یعلیٰ کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۴۷)

(۸) علامہ علی بن احمد بن نورالدین عزیزی رحمہ اللہ م ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں: "وهو حديث صحيح" کہ یہ حدیث صحیح ہے۔
(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴)

(۹) ثقہ وصدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ م ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔ (دیکھئے: فیض الباری ج ۲ ص ۶۴، باب رفع الصوت فی المسجد)

(۱۰) ثقہ وصدوق امام شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ م ۱۳۶۹ھ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔
(فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۲۹، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ۔۔۔۔الخ)

(۱۱) ثقہ ومحقق امام شیخ محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۴۰۲ھ فرماتے ہیں کہ اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔ (فضائل درود شریف: ص ۶۷)

(۱۲) الامام، الحافظ، الثقہ، المحقق، الحجہ، ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ م ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ (تسکین الصدور: ص ۲۲۲)

(۱۳) امام ابواحمد بن عدی جرجانی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ فرماتے ہیں: "وللحسن بن قتيبة هذا احاديث غرائب حسان" کہ حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں وغیرہ حسن غریب ہیں۔ (الکامل لابن عدی: رقم الترجمہ ۴۶۰)

(۱۴) حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: "وصح انه صلى الله عليه وسلم قال الانبياء احياء

يصلون" کہ یہ روایت صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی: ج ۲ ص ۱۹۷)

نیز متعدد غالی غیر مقلد علماء نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے مثلاً......

☆ ارشاد الحق اثری نے لکھا کہ:

"اسنادہ جید" کہ اس روایت کی سند جید ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلی ۳/ ۱۴۷ بحوالہ)

☆ حسین سلیم اسد نے لکھا کہ:

"اسنادہ صحیح" اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلی ۶/ ۱۴۷)

☆ قاضی شوکانی نے لکھا کہ:

"انہ ﷺ حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم"

آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۲۱)

☆ قاضی شوکانی نے ہی ایک دوسرے مقام پر لکھا کہ:

"وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی"

بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نیل الاوطار: ج ۳ ص ۲۶۴)

☆ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے لکھا کہ:

"قلت: وھذا اسناد جید رجالہ کلھم ثقات"

میں کہتا ہوں کہ (اس حدیث کی) یہ سند عمدہ ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ برقم: ۶۲۱)

الغرض سندی تحقیق اور ائمہ محدثین کی صریح گواہیوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلاغبار صحیح وثابت ہے۔ مگر اس کے باوجود بعض حضرات نے اپنے مردود مسلک کو بچانے کیلئے اس حدیث پر بلا دلیل لایعنی اور فاسد اعتراضات وارد کئے ہیں، اب ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیے:

اعتراض نمبر ۱:

سجاد بخاری اور شیر محمد جھنگوی نامی شخص کا کہنا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ:

"حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی نکرۃ ماروی عنہ فیما اعلم سوی مستلم بن سعید فاتی

بخبر منكر عنه عن انس في ان الانبياء احياء في قبورهم يصلون رواه البيهقي"
کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں مگر وہ مجہول ہیں میرے علم کے مطابق مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے بغیر ان سے کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک منکر روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے اور نمازیں پڑھتے ہیں، امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ا ص ۴۶۰)

الجواب:

اولاً......عرض ہے کہ علم محیط تفصیل کلی خاصہ خداوندی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی بڑے سے بڑا محدث بھی علم کلی نہیں رکھتا اور نہ ہی غلطی وخطاء سے مبرا ہے۔ حافظ موصوف کا حجاج بن اسود کو مجہول کہنا غلط ہے، کیونکہ دیگر جبال علم ائمہ کرام رحمہم اللہ نے صراحت فرما رکھی ہے کہ یہ راوی (مجہول نہیں بلکہ) ثقہ ہے مثلاً......

(۱) امام ابوداؤد رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (سؤالات ابی عبید الآجری برقم: ۵۳۸)
(۲) علامہ سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (وفاء الوفاء: ج ا ص ۴۰۵)
(۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۴۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات برقم: ۷۰۳۷)
(۴) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (لسان المیزان برقم: ۷۸۷)
(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "ثقة رجل صالح" (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۶۸۵)
(۶) امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح الحدیث" (ایضاً)
(۷) امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اس کی سند سے مروی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "هذا حديث صحيح الاسناد" یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: رقم الحدیث ۷۹۴۷)
(۸) امام ابوالحسن نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۳۸۱۲)

الغرض جب امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ وغیرہم جیسے چوٹی کے محدثین اسے ثقہ کہہ رہے ہیں تو پھر یہ مجہول کیسے ہوسکتا ہے؟

ثانیاً......حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے (مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ) عیسیٰ بن یونس، علاء بن میمون عنزی، عمر بن عبدالوہاب ریاحی، روح بن عبادہ رحمہم اللہ اور دیگر حضرات بھی روایت کرتے ہیں، ثبوت ملاحظہ ہوں۔

(۱) اخبرنا عيسىٰ بن يونس، سمع الحجاج بن ابی زياد الاسود قال حدثنی ابونضرة او ابو الصديق...الخ (التاریخ الکبیر للبخاری برقم: ۲۸۱۹)

(۲) عمر بن عبدالوهاب الرياحي عن الحجاج بن الاسود عن محمد بن واسع ...الخ (مستدرک حاکم برقم: ۷۹۴۷)

(۳) العلاء بن میمون العنزی ثنا الحجاج بن الاسود عن محمد بن سیرین...الخ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی برقم:۵۸۱۹، المعجم الاوسط للطبرانی برقم:۸۶۰۶)

(۴) روح ثنا الحجاج بن الاسود عن معاویۃ بن قرۃ...الخ (کتاب الزہد لاحمد بن حنبل برقم:۱۶۷۲-۱۹۱۸)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:" وعنه جریر بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادة " کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۲ ص ۱۷۵) امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:"روی عنه حماد بن سلمة وجعفر بن سلیمان الضبعی وعیسیٰ بن یونس وروح بن عبادة " کہ اس سے حماد بن سلمہ، جعفر بن سلیمان، عیسیٰ بن یونس اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۶۸۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:"حدث عنه حماد بن سلمة" کہ اس سے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ روایات بیان کرتے ہیں۔ (ایضاً) حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ بھی کہتے ہیں" روی عنه عیسیٰ بن یونس وجریر بن حازم " کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ اور جریر بن حازم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ برقم: ۲۶۲۰) ان عبارات سے حافظ موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط ثابت ہوا کہ حجاج رحمہ اللہ سے صرف مستلم بن سعید رحمہ اللہ ہی روایت کرتا ہے۔

ثالثاً......میزان الاعتدال کی عبارت "فاتی بخبر منکر" میں منکر سے اصطلاحی خبر منکر مراد نہیں ہوسکتی، کیونکہ اصطلاحی خبر منکر وہ ہوتی ہے جس کو کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرتا ہو یا عندالبعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے ثقہ تر راوی خلاف روایت کرتا ہو۔ (دیکھیے: تدریب الراوی ص ۱۵۲) مگر زیر بحث حدیث کی سند میں حجاج سمیت تمام راوی اتفاقی طور پر ثقہ ہیں ضعیف نہیں اور پھر حجاج رحمہ اللہ نے کسی ثقہ یا ثقہ تر راوی کی مخالفت بھی نہیں کی لہٰذا اس پر اصطلاحی خبر منکر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ ہاں البتہ بعض دفعہ منکر کا اطلاق ایسی روایت پر بھی کر دیا جاتا ہے جسے روایت کرنے میں کوئی راوی متفرد ہو، میزان کی عبارت میں بھی اس حدیث پر منکر کا اطلاق راوی کے تفرد کی وجہ سے کیا گیا ہے، مگر ایسی منکر حدیث صحیح شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ ابوغدہ رحمہ اللہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں پائی گئی کئی احادیث کے بارے میں بارے کہا ہے کہ وہ منکر ہیں بلکہ ایسی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہیں اور اس کا معنیٰ عندالحفاظ یہ ہے کہ:

"ان النکارۃ ترجع الی الفردیۃ ولا یلزم من الفردیۃ ضعف متن الحدیث فضلاً عن بطلانه"
بیشک نکارۃ فردیت کی جانب لوٹتی ہے اور فردیت (یعنی راوی کا تنہا ہونے) سے حدیث کا متن ضعیف نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ باطل ہو۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل: ص ۲۰۰)

الغرض میزان الاعتدال میں تفرد راوی کی بناء پر اس حدیث کو منکر کہا گیا ہے اور ایسی منکر حدیث صحیح شمار ہوتی ہے۔ نیز معترض شیر محمد جھنگوی نامی شخص نے تسلیم کیا ہے کہ میزان الاعتدال کی عبارت میں منکر سے اصطلاحی خبر منکر مراد نہیں بلکہ راوی کے تفرد کی وجہ سے منکر کہا گیا ہے۔ (ملخصاً: آئینہ تسکین الصدور ص ۴۷۔۴۸)

رابعاً...... حجاج بن اسود رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس حدیث کے دیگر شواہدات ومؤیدات بھی موجود ہیں مثلاً......

(۱) حماد بن سلمة عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی رحمه الله عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت وفي رواية مررت على موسٰى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره" (صحيح مسلم ج۲ص۲۶۸۔ مسند احمد ج۳ص۱۴۸)

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ، ثابت بنانی رحمہ اللہ، اور سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) حدثنا محمد بن عبد الرحمٰن بن المفضل الحرانی، حدثنا الحسن بن قتيبة المدائنی، حدثنا حماد بن سلمة، عن عبد العزيز، عن انس قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الانبياء احياء في قبورهم يصلون" (مسند البزار رقم الحدیث ۶۳۹۱)

عبد العزیز رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

نیز ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بھی خصوصاً صحیح مسلم کی روایت کو حجاج بن اسود رحمہ اللہ کی حدیث کا شاہد اور مؤید بتلایا ہے۔ چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"وشاهد الحديث الاول ما ثبت في صحيح مسلم"

حجاج رحمہ اللہ کی حدیث کا شاہد اور مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے طریق سے مروی ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۲۶)

امام عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وشاهد هذا الحديث ما ثبت في صحيح مسلم"

اس حدیث کا شاہد اور مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (فتح الملہم ج۱ ص ۳۲۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

الغرض مسند البزار اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایات حجاج رحمہ اللہ کی حدیث کی مؤید، باعث تقویت اور شاہد ہیں۔

خامسا...... حافظ ذہبی رحمہ اللہ کو پہلے حجاج رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں تھیں اسی لئے انہوں نے میزان الاعتدال میں اسے ''نکرۃ'' کہا۔ مگر بعد میں جب مزید معلومات ملیں تو حافظ موصوف نے اپنے اس نظریے سے رجوع کرلیا اور مستدرک حاکم کی تلخیص میں فرمایا کہ ''قلت حجاج ثقۃ'' میں کہتا ہوں کہ حجاج ثقہ ہے۔ (تلخیص المستدرک بحوالہ الاحادیث الصحیحۃ تحت الرقم: ۶۲۱) اور سیر اعلام النبلاء میں لکھا '' صدوق. روی عنه جعفر بن سلیمان ،وعیسیٰ بن یونس وروح. وکان من الصلحاء '' کہ حجاج صدوق راوی ہے، اس سے (مستلم بن سعید کے علاوہ) جعفر بن سلیمان، عیسیٰ بن یونس اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ نیکوکار لوگوں میں سے تھا۔ (سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۰۳۲) الغرض حافظ موصوف رحمہ اللہ نے میزان والے اپنے نظریے سے رجوع فرما کر حجاج رحمہ اللہ کو ثقہ وصدوق مان لیا تھا، لہٰذا ثبوت رجوع کے بعد اب ان کی طرف اس راوی کو مجہول کہنے کی نسبت کرنا غلط ومردود ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

حدیث انس رضی اللہ عنہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیر محمد جھنگوی نامی شخص نے مزید لکھا ہے:

کہ آیئے اب ہم اس روایت کے متعلق علامہ ذہبی ہی سے پوچھ لیتے ہیں جو کہ فن رجال اور نقد حدیث میں پورے پورے ماہر ہیں جس کا اعتراف خود مولانا (سرفراز خان صفدر) کو بھی ہے جیسا کہ احسن الکلام ج ۲ ص ۹۶ پر لکھتے ہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ وہ ہیں جن کو نقد اسماء رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے، جب علامہ ذہبی کو روات اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنیوالے جملہ محدثین کرام ان پر اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلاوجہ کیوں الزام عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور: ص ۴۰)

الجواب:

اولاً...... تو عرض ہے کہ امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اعتراض کو نقل کر کے ناقابل تردید دلائل سے اس اعتراض کی تینوں شقوں کا غلط ومردود ہونا ثابت کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے: تسکین الصدور ص ۲۲۵ تا ۲۳۰)
لہٰذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ پر وہم کا الزام دلائل کے ساتھ عائد کیا گیا ہے نہ کہ بلاوجہ۔

ثانیاً...... شیر محمد جھنگوی نامی شخص کے اس واویلا پر دوسری بات یہ ہے کہ یہ علم سے یتیم اور تہی دامن انسان حضرت امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب یہ سمجھ رہا ہے کہ علامہ ذہبی فن حدیث واسماء رجال کے بارے میں جو کچھ بھی کہہ دیں بعد میں آنے والے حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ ان پر کلی اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ امام اہلسنت رحمہ اللہ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی طرف وہم کی نسبت کرنے کی دلیل موجود نہ ہو تو ان کی جانب وہم کی نسبت کرنا درست نہیں ہے، ہاں البتہ ان کی جانب وہم کی نسبت کرنے کی دلیل موجود ہو تو ان کی جانب وہم کی نسبت کرنے

میں کوئی حرج نہیں ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ پر علم اسماء رجال ونقد احادیث میں اعتماد کرنے کے باوجود کئی مقامات پر حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے ان کی رائے سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔اور پھر امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے صراحتاً لکھا ہے کہ:

"بلا دلیل علامہ ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد فن رجال پر وہم کا الزام کون سنتا ہے۔"

امام اہلسنت کی یہ عبارت خود معترض شیر محمد جھنکوی نے بھی نقل کی ہے۔(دیکھئے: آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۷) امام اہلسنت رحمہ اللہ کی اس عبارت نے تو جھنکوی کے اعتراض کے غبارے سے ساری ہوا ہی نکال دی، اس واضح عبارت سے معلوم ہوا کہ ذہبی رحمہ اللہ کی طرف دلیل کے ساتھ وہم کی نسبت کی جا سکتی ہے اور بغیر دلیل کے بلا وجہ ان کی طرف وہم کی نسبت کرنا درست نہیں۔

ثالثاً......ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنے اس نظریے سے رجوع فرما کر حجاج رحمہ اللہ کو ثقہ مان لیا تھا اور یہ بھی مان لیا تھا کہ اس سے مسلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر متعدد حضرات بھی روایت کرتے ہیں، لہٰذا ثبوت رجوع کے بعد سارا اختلاف ہی ختم ہو گیا اور یہ راوی حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور امام اہلسنت رحمہ اللہ دونوں کے نزدیک اتفاقی طور پر ثقہ وصدوق ٹھہرا۔

اعتراض نمبر ۳:

مؤلف آئینہ تسکین الصدور کہتے ہیں کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کرنے میں ابوالجہم ازرق بن علی متفرد ہے۔(ملخصاً: آئینہ تسکین الصدور ص ۴۵)

الجواب:

اولاً......تو عرض ہے کہ اگر بالفرض ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے میں اکیلے ومتفرد بھی ہوتے تو تب بھی کوئی حرج نہیں تھا، کیونکہ متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اسے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً......

(۱) امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ کہتے ہیں: "ثقة" (مجمع الزوائد للہیثمی برقم: ۱۸۰۳۵)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۶۱۲)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "صدوق يغرب" (تقریب ص ۲۱)

(۴) امام سمہودی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

الغرض امام ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ بالاتفاق ثقہ وصدوق راوی تھے اور درج ذیل ائمہ کرام رحمہم اللہ نے صراحت

فرما رکھی ہے کہ ثقہ وصدوق راوی کا تفرد وزیادتی قابل قبول ہے۔
(۱) امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ: (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۲۴ ومستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۳۱)
(۲) حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ: (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷)
(۳) امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ م ۲۵۶ھ: (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۶ برقم: ۱۴۸۳)
(۴) امام مسلم بن حجاج نیسابوری رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ: (الاول من کتاب التمییز ص ۵۰ برقم: ۵۹)
(۵) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ: (کتاب العلل الصغیر آخر الجامع طبع دار السلام ص ۸۹۹)
(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ: (نزہۃ النظر ص ۴۶ ومع شرح ملا علی القاری ص ۳۱۵)
(۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ: (البدر المنیر ج ۱ ص ۶۱۵، ج ۳ ص ۶۲۔۵۴۵)
(۸) حافظ مغلطائی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ: (شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۷۰)
(۹) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ: (تہذیب السنن ج ۱ ص ۲۶)
(۱۰) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ: (تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۹۱ برقم: ۱۰۰)

لہٰذا ازرق بن علی رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے میں متفرد بھی ہوتے تو ان کا تفرد اصول حدیث کی روشنی میں سرے سے مضر ہی نہیں ہے۔

ثانیاً...... ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کرنے میں اکیلے ومتفرد نہیں ہیں بلکہ تاریخ اصبہان کی روایت میں جلیل القدر ثقہ وصدوق امام عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ نے یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کرنے میں اس کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ تاریخ اصبہان کی روایت ملاحظہ ہو۔

"حدثنا علی بن محمود ثنا عبداللہ بن ابراھیم بن الصباح ثنا عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ثنا یحیی بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن حجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالك قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء فی قبورھم یصلون" (تاریخ اصبہان ج۲ ص۴۴)

فوائد ومسائل:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح وثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس پر تمام اعتراضات اصول حدیث کی روشنی میں بالکل غلط باطل ومردود ہیں۔ اس صحیح السند حدیث سے درج ذیل چیزیں ثابت وواضح ہوئیں۔

(۱) اس حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور نماز ذکر اور چند جسمانی حرکات چاہتی ہے جسمانی حرکات کے بغیر محض ذکر نفسی کو نماز نہیں کہتے اور نہ ہی ذکر کے بغیر محض چند جسمانی حرکات کو نماز کہا جاسکتا

ہے،نماز کیلئے ذکر اور چند جسمانی حرکات جیسے رکوع میں جانا رکوع سے سر اٹھانا وغیرہ ضروری ہیں اور جسمانی حرکات کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے سو نماز جسم چاہتی ہے اور جسمانی حرکات کیلئے بتعلق روح جسم کا زندہ ہونا ضروری ہے روح کے تعلق کے بغیر محض بے حس اور بے جان جسم حرکت نہیں کیا کرتا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں محض روحانی حیات کا ذکر نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی حیات کا بھی ذکر ہے لہٰذا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام مبارکہ بتعلق روح قبروں میں زندہ ہیں۔

چنانچہ ثقہ وصدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ م ۱۳۵۲ھ حدیث کے پہلے حصے ''الانبیاء احیاء'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"یرید بقوله الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط"

الانبیاء احیاء کے لفظ سے جسد اور روح کا مجموعہ اشخاص مراد ہے صرف روحیں نہیں۔ (تحیۃ الاسلام: ص ۳۶)

"احیاء" کے بارے میں مزید فرمایا کہ:

"اراد بالحیوة فعل الاعمال واکثر من فی القبور فی المعطلة بخلاف المقربین"

حیات سے آپ کی مراد اعمال کا جاری رہنا ہے (جو بدوں جسد تقوم نہیں پاتے) اور اکثر اہل قبور بے کار پڑے ہیں لیکن مقربین کی یہ حالت نہیں (فیض الباری: ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن النسائی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

"الصلوٰة تستدعی جسدا حیا"

نماز زندہ جسم چاہتی ہے۔ (حاشیہ سنن النسائی برقم: ۱۶۳۱)

(۲) اس حدیث سے دسری بات یہ ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ بتعلق ارواح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں ان کا ارواح سے کبھی بھی تعلق منقطع نہیں ہوتا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے لکھا کہ:

"ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورهم"

آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری: ج ۷ ص ۲۲)

ثقہ وصدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ م ۱۳۵۲ھ نے لکھا کہ:

"المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون انهم ابقوا علیٰ هذه الحالة ولم تسلب عنهم"

اس حدیث حیات انبیاء کا مطلب یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام (تعلق ارواح) کی اسی حالت میں باقی

رکھے گئے ہیں اور پھر ان سے ارواح کا تعلق منقطع نہیں کیا گیا۔ (تحیۃ الاسلام: ص ۳۶)
قاضی شوکانی نے بھی لکھا ہے کہ:

"انه ﷺ حی فی قبره وروحه لاتفارقه لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم"
آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۲۱)

(۳) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں میں نماز بطور تلذذ کے ہے تکلیفی نہیں۔ چنانچہ امام بدرالدین بعلی حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والانبیاء احیاء فی قبورهم وقد یصلون"
اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ (مختصر الفتاوٰی المصریہ: ص ۱۷۰)
یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی عالم قبر میں چونکہ تکلیفی نہیں رہی اور وہ حضرات نماز تلذذ کے طور پر پڑھتے ہیں، اس لئے پابندی لازم نہیں اور علامہ بدرالدین رحمہ اللہ نے "قد یصلون" فرما کر اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کیونکہ حرف قد مضارع پر داخل ہو کر اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ اور بعض دفعہ تحقیق کے لئے بھی آتا ہے۔
(رضی ج ۲ ص ۳۸۸ و متن متین ص ۲۸۱)

(۴) اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عالم قبر اور برزخ میں زندہ ہیں نہ کہ عالم دنیا میں۔ لہٰذا دور حاضر کے بعض اہل بدعت کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم دنیا میں زندہ ہیں مگر نظر نہیں آتے۔



١٦-بَابُ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ

١٦۔نماز عیدین کا بیان

{چھ زائد تکبیروں کے ساتھ عیدین کی نماز کا بیان}

٣٦٥۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ خَرَجَ الْوَلِيْدُ بْنُ عُقْبَةَ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَحُذَيْفَةَ وَاَبِيْ مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْهُمْ فَقَالَ اِنَّ عِيْدَكُمْ غَدًا فَكَيْفَ اُصَلِّيْ؟ فَقَالَ يَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ اَخْبِرْهُ فَقَالَ ابْدَأْ بِالصَّلَاةِ بِلَا اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ وَكَبِّرْ فِي الْاُوْلٰى خَمْسًا اَرْبَعَةً قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ اقْرَءْ وَكَبِّرِ الْخَامِسَةَ فَارْكَعْ بِهَا ثُمَّ قُمْ فَاقْرَءْ وَوَالِ مَابَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ ثُمَّ كَبِّرْ اَرْبَعًا وَارْكَعْ بِاٰخِرِهِنَّ وَاَمَرَهُ اَنْ يَّخْطُبَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ولید بن عقبہ رحمہ اللہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کل آپ لوگوں کی عید کا دن ہے میں کیسے نماز پڑھاؤں؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوعبدالرحمن! (یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ ان کو نماز کا طریقہ بتلا دیجئے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اذان اور اقامت کے بغیر نماز شروع کیجئے اور پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات کہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ چار تکبیرات قراءت سے پہلے کہیں اور پھر پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں پھر (سجدوں وغیرہ سے فارغ ہوکر دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوکر قراءت کیجئے اور پہلی اور دوسری رکعت کی دونوں قراءتوں کے درمیان تکبیریں نہ کہیں پھر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع میں چلے جائیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ نماز کے بعد اپنی سواری پر ہی خطبہ دیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شواهد)

شرح معانی الآثار للطحاوی (٧٢٨٦) کی روایت میں اس حدیث کی سند میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ وصدوق امام علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۲۸۶)

فوائد و مسائل:

(۱)۔عیدین کی نماز اذان و اقامت کے بغیر مسنون ہے۔چنانچہ امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۹۸۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔اسے شیخین (بخاری: ۹۶۰، مسلم: ۸۸۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام ان ابن جريج اخبرهم قال اخبرني عطاء....الخ.

(صحيح البخاری: ۹۵۸)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۸۱)

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدین کی نماز ایک یا دو دفعہ ہی نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے، ہمیشہ بغیر اذان اور اقامت کے۔اسے مسلم (۸۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا يحيىٰ بن يحيىٰ وحسن بن الربيع وقتيبة بن سعيد وابو بكر بن ابی شيبة قال يحيىٰ اخبرنا وقال الآخران حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن سمرة.....الخ. (صحيح مسلم: ۸۸۷)

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ لَا اَذَانَ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۸۲)

☆☆ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن نماز عید کے لیے امام کے آنے کے وقت اور آنے کے بعد کوئی اذان نہ تھی اور نہ ہی اقامت اور نہ ہی کوئی اور شے اور نہ ہی اعلان اور اقامت بھی نہیں تھی۔اسے

مسلم (۸۸۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

وحدثنی محمد بن رافع حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ......عن جابر بن عبداللہ الانصاری.....الخ.(صحیح مسلم : ۸۸۶)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت ہی سنت ہے۔

(۲)۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نماز عید میں بحالت قیام تین تکبیریں اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع کی دو تکبیریں، ان کو تکبیرات صلاتیہ بھی کہا جاتا ہے اور چھ زائد تکبیریں ہیں۔ بعض احادیث میں مجموعی تعداد نو کا ذکر ہے، بعض میں پہلی رکعت میں پانچ کا اور دوسری رکعت میں چار کا ذکر ہے، بعض میں چار چار تکبیروں کا ذکر ہے یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت قراءۃ سے پہلے چار تکبیریں ہیں اور رکوع والی تکبیر ان سے الگ قراءۃ کے بعد ہے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تکبیر رکوع سمیت چار تکبیریں ہیں حاصل سب کا ایک ہے کہ نماز عید میں بحالت قیام مجموعی طور پر نو تکبیریں ہیں۔ تین تکبیرات صلاتیہ (یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع کی دو تکبیریں) اور چھ زائد تکبیریں۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ افضل ہیں۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي عَائِشَةَ جَلِيسٍ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُو مُوسٰى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ أَبُو مُوسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ أُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ قَالَ أَبُو عَائِشَةَ وَأَنَا حَاضِرٌ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۹۵)

☆☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جانشین ابو عائشہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے؟ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ہر رکعت میں) چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بصرہ کا حاکم تھا تو وہاں اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عائشہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے (سوال کرنے کے وقت) میں خود ان کے پاس موجود تھا۔ اسے ابوداود (۱۱۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن العلاء وابن ابی زیاد المعنی قالا حدثنا زید یعنی ابن حباب عن عبدالرحمن بن ثوبان عن ابیه عن مكحول قال اخبرنی ابو عائشة جليس لابی هريرة ....الخ.(سنن ابی داود:۱۱۵۳)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۱۵۳) نیز البانی صاحب نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے ابو عائشہ رحمہ اللہ کے، جب کہ ابو عائشہ بتصریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عند المتابعت مقبول الحدیث ہے، اور چونکہ اس کی مذکورہ حدیث کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے، لہٰذا اس کی یہ حدیث بھی حسن اور قابل حجت ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلی میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین، قراءت سے پہلے۔ اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین اور چوتھی رکوع کے لیے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَّعِنْدَهٗ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَاَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَلِ الْاَشْعَرِيَّ فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ سَلْ عَبْدَاللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَقْدَمُنَا وَاَعْلَمُنَا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ فَيَقُوْمُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.(آثار السنن:۹۹۶)

☆☆ علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے تکبیرات عید کے متعلق پوچھا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھئے، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کیونکہ وہ ہم سے پہلے اسلام لانے والے اور زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ سو آپ نے فرمایا چار تکبیریں (تکبیر تحریمہ اور تین زائد تکبیریں) کہے پھر قراءۃ کرے اور تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر قراءت کرے۔ قراءت کے بعد چار تکبیریں کہے (یعنی تین زائد تکبیریں اور ایک تکبیر رکوع)۔ اسے عبدالرزاق (۵۶۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن معمر عن ابی اسحاق عن علقمة والاسود بن يزيد قالا كان ابن مسعود رضي الله

عنه.....الخ.(مصنف عبدالرزاق:۵۶۸۶)

یہ حدیث بلاعبار بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔کتب حدیث میں اس کے بہت سے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار(ج ۲ ص ۴۳۸)میں اس حدیث کوایک دوسرے طریق سے بیان کیا ہے۔جس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور احناف کے مخالفین میں سے ناصرالدین البانی نے بھی تصریح کی ہے کہ اس طریق کی سند صحیح ہے۔(دیکھئے:الدرایۃ:ج ا ص ۲۲۰،سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۲۹۹۷)

وَعَنْ كُرْدُوسٍ قَالَ اَرسَلَ الْوَلِيْدُ اِلىٰ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحُذَيْفَةَ وَاَبِيْ مُوْسَىٰ الْاَشْعَرِيِّ وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمْ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا عِيْدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ فَقَالُوْا سَلْ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ عَنِ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا يَرْكَعُ فِيْ آخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا اَنْكَرَهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ.(آثار السنن:۹۹۶)

☆☆ کردوس رحمہ اللہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:ولید بن عقبہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ،سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس عشاء کے بعد ایک آدمی کو بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ مسلمانوں کی نماز عید کا طریقہ کیا ہے؟سب نے ابوعبدالرحمن یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ کیا چنانچہ سائل نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام بحالت قیام چار تکبیریں کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصلات میں سے کوئی سورۃ پڑھے پھر دوسری رکعت میں چار تکبیریں کہے اور ان میں سے آخری تکبیر میں رکوع کرے پس عیدین کی دونوں رکعتوں میں بحالت قیام یہ نو تکبیریں ہیں اس پر موجود صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اعتراض کیا نہ انکار۔اسے طبرانی نے المعجم الکبیر(۹۵۱۴)میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا مسروق بن المرزبان ثنا ابن ابی زائدۃ عن اشعث عن کردوس.....الخ.(المعجم الکبیر للطبرانی:۹۵۱۴)

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام اشعث بن سوار الکندی النجار رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔

چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ اور امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن سوار ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد:ج ۴ ص ۸۹،تاریخ اسماء الثقات:۷۰)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس کو مقبول الحدیث قرار دیا ہے۔(مشکل الآثار: ج ۳ ص ۹۳)
امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔(سؤالات ابی بکر البرقانی للدارقطنی: ۴۴)
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو "صدوق" (الکاشف: ج ۱ ص ۸۶) اور "صالح الحدیث" (دیوان الضعفاء: ج ۱ ص ۹۳) قرار دیا ہے۔
امام عجلی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کر کے "یکتب حدیثہ" قرار دیا ہے۔(تاریخ الثقات: ۱۰۵)
نیز اس حدیث کے دیگر رواۃ کردوس وغیرہ بھی ثقہ ہیں۔لہٰذا یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعًا تِسْعًا: اَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَءُ فَإِذَا فَرَغَ كَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۹۸)

☆☆ علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے۔چار قراءت سے پہلے (تکبیر تحریمہ سمیت) پھر تکبیر کہتے اور رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں قراءت کرتے پھر قراءت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں کہتے (تکبیر رکوع سمیت) پھر رکوع کرتے۔اسے عبدالرزاق (۵۶۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

عن الثوری عن ابی اسحاق عن علقمة والاسود بن یزید ان ابن مسعود......الخ۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۶۸۶)

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔مزید برآں غالی ناصر الدین البانی نے بھی لکھا ہے کہ:

اسنادہ صحیح کما قال ابن حزم وغیرہ۔(سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۲۹۹۷)
اور اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ابن حزم اور دیگر محدثین نے کہا ہے۔

وَعَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ تِسْعًا تِسْعًا يَبْدَءُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يُكَبِّرُ وَاحِدَةً فَيَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَقُوْمُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ فَيَبْدَءُ فَيَقْرَءُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِإِحْدَاهُنَّ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۹۹۹)

☆☆ کردوس سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے (جس کی تفصیل یہ ہے) نماز شروع کرتے تو چار تکبیریں کہتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر پہلے قراءۃ کرتے پھر چار تکبیریں کہتے اور ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔اسے طبرانی

نے المعجم الکبیر (۹۵۱۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن عبدالملک بن عمیر عن کردوس....الخ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۵۱۲)

اور بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کا راوی کردوس بھی ثقہ ہے۔
چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

رجالہ ثقات۔ کردوس سمیت اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۳۲۴۹)
احناف کے مخالفین میں سے ناصرلدین البانی نے بھی کردوس کو قابل احتجاج قرار دیا ہے۔
(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کردوس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۳۳)
اس حدیث کے دیگر رواۃ بھی ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے، کتب حدیث میں اس کے کافی شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ احناف کے مخالفین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عیدین کی نماز میں نو نو تکبیریں (پہلی رکعت میں رکوع سمیت پانچ اور دوسری میں رکوع سمیت چار) کہنے کو صحیح و ثابت تسلیم کیا ہے، اور اس کے ثبوت میں چار روایات ذکر کی ہیں۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۳۲۔۲۳۷)
اسی طرح البانی نے بھی ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَبَّرَ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدِ بِالْبَصْرَةِ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَالٰى بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ قَالَ وَشَهِدْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۱۰۰۰)

☆☆ عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں بصرہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس (عید کے موقع پر) حاضر ہوا آپ نے نماز عید میں نو تکبیریں کہیں اور پہلی اور دوسری رکعت کی دونوں قراءتوں کے درمیان تکبیریں نہ کہیں اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اسے عبدالرزاق (۵۶۸۹) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے درایہ (۲۸۶) میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
اسے مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

عبدالرزاق قال اخبرنا اسماعیل بن ابی الولید قال حدثنا خالد الحذاء عن عبداللہ بن الحارث قال شهدت ابن عباس......الخ۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۶۸۹)
اور بلا غبار تغلیبا بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ البانی نے بھی بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔
(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

فائدہ:

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ نے صراحت فرما رکھی ہے کہ:
علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں تکبیر زوائد کہتے ہوئے ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۵۵)
لہٰذا اس قاعدہ کی بنا پر نماز عیدین کی چھ تکبیرات زوائد کو کہتے ہوئے بھی رفع یدین کرنا مستحسن ہے۔ نیز احناف کے مخالفین میں سے شرف الدین دہلوی نے تصریح کی ہے کہ تکبیرات عید میں رفع یدین کرنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، اور صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل ہے، لہٰذا یہ قابل عمل ہے۔
(فتاوی علمائے حدیث: ج ۳ ص ۱۵۶)

{عیدین کی نماز سے پہلے کوئی نفلی نماز نہیں ہے}

۳۶۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ وَسَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ؟ فَقَالَا: لَا صَلَاةَ قَبْلَهَا وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ صَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ صَلِّ بَعْدَهَا كَمْ شِئْتَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عید سے پہلے (نفل) نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا؟ تو ان دونوں نے کہا کہ اس سے پہلے کوئی (نفلی) نماز نہیں ہے۔ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بعد چار رکعت پڑھو جبکہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے بعد جس قدر چاہو پڑھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عیدین کی نماز سے پہلے کوئی نفلی نماز نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۱۰۰۱)

کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن باہر (میدان میں) تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز عید پڑھائی۔ اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی (نفل) نماز ادا نہیں کی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۸۹، مسلم: ۸۸۴، ابن ماجہ: ۱۲۹۱، ترمذی: ۵۳۷، نسائی: ۱۵۸۷، احمد: ۲۵۳۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو الوليد ال حدثنا شعبة قال حدثني عدى بن ثابت قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهما......الخ. (صحيح البخاری: ۹۸۹)

ابوبکر بن حفص رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خَرَجَ يَوْمَ عِيدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۲)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے روز باہر (میدان میں) تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی (نفل) نماز نہیں ادا نہیں کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اسے احمد (۵۲۱۲)، ترمذی (۵۳۸) اور حاکم (۱۰۹۵) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع حدثنا ابان بن عبدالله البجلي عن ابى بكر بن حفص عن ابن عمر رضى الله عنهما......الخ. (مسند الامام احمد: ۵۲۱۲)

اور حسن درجہ کی ہے۔ کتب حدیث میں اس کے متعدد شواہدات ومؤیدات پائے جاتے ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئًا فَاِذَا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۳)

کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر جب (نماز عید کی ادائیگی کے بعد گھر) واپس تشریف لاتے تو (گھر میں) دو رکعت پڑھتے۔ اسے ابن ماجہ (۱۲۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا الھیثم بن جمیل عن عبیداللہ بن عمرو الرقی حدثنا عبداللہ بن محمد بن عقیل عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری......الخ۔(سنن ابن ماجہ: ۱۲۹۳)

یہ حدیث حسن ہے۔اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلٰوةُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْإِمَامِ یَوْمَ الْعِیْدِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ.

(آثار السنن: ۱۰۰۴)

کہ عید کے دن امام کے نکلنے سے پہلے نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔اسے طبرانی (۶۹۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن عمر الضبی ثنا عمرو بن مرزوق انا شعبة عن اشعث بن سلیم عن الاسود بن ھلال عن ابی مسعود......الخ۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۹۲)

اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

{عیدین کا خطبہ سواری پر بھی دیا جاسکتا ہے}

۳۶۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ رَاَیْتُ الْمُغِیْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ.

عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عید کے دن نماز کے بعد اپنی سواری پر خطبہ دے رہے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نمازِ عید سے پہلے وعظ و نصیحت کی جاسکتی ہے}

۳۶۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ رَجُلًا بَادِنًا فَکَانَ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ قَعَدَ فَکَانَ اَوَّلَ مَنْ خَطَبَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ بَدَاَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِی الْعِیْدِ وَاَوَّلَ مَنْ اَذَّنَ فِی الْعِیْدَیْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم والے تھے جب منبر پر چڑھتے تو (کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے) بیٹھ جاتے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اولاً جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دیا۔ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے خطبہ (وعظ ونصیحت کرنے) کو اولاً رائج کیا۔ اور آپ ہی نے اولاً عیدین کی نماز کے لیے اذان دلوائی۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے:

''کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے سامنے معذرت کی تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے۔ (اور جسم بھی بھاری تھا جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی طاقت نہیں رہی تھی)۔'' (تاریخ ابن عساکر: ج۱۶ ص ۷۴۳ (مخطوطہ) معاویہ بن ابی سفیان ؓ)

نیز متعدد محدثین جیسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہما نے بھی باسند نقل کیا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ دینا حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا معذوری کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۵۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۸۹۲، ۳۵۷۳۵، ۳۵۷۳)

لہٰذا عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مزید برآں حالت عذر میں فرض نماز میں قیام جو کہ فرض ہے معذور نمازی سے ساقط ہو جاتا ہے اور جناب نبی مکرم ﷺ نے بھی حالت عذر اور تکلیف میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے تو جمعہ کے خطبہ میں قیام فرض نماز کے قیام سے زیادہ اہم نہیں۔ پس نماز میں قیام جب ساقط ہو سکتا ہے تو جمعہ میں بھی بحالت عذر ساقط ہوگا۔ لہٰذا بعض لوگوں کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالتِ عذر کے اس فعل پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اولاً نماز عید سے پہلے خطبہ (یعنی وعظ ونصیحت کرنے) کو رائج کیا مگر دیگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ابتداء کرنے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

واضح رہے کہ اس طرح کی روایات میں خطبہ سے عید سے پہلے وعظ ونصیحت کے کچھ کلمات مراد ہیں معروف خطبہ مسنونہ مراد نہیں کیونکہ معروف خطبہ مسنون تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں بھی حسب قاعدہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے:

"بعض اوقات نماز عید سے پہلے بیشتر لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے ان کو نماز عید میں شامل کرنے کے لیے اوران کے اوراک الصلاۃ کی خاطر نماز عید سے پہلے بطور پند ونصائح کچھ ارشادات ان حضرات نے حاضرین کے سامنے فرمائے تاکہ اس قلیل سی تاخیر کے ذریعے سے بعد میں آنے والے لوگ نماز میں شامل ہوسکیں۔ (اور پھر نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ پڑھا گیا)۔ (فتح الباری شرح بخاری: ج ۲ باب المشی والرکوب الی العید۔۔۔۔الخ۔)

۳۔ عید کی نماز سے پہلے اذان دلوانے سے مراد یہ نہیں کہ عید سے قبل باقاعدہ معروفہ اذان (صلوٰۃ) جاری کردی گئی ہو۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے بعض دفعہ عوام کے شمول کے پیش نظر نماز کے قیام کی اطلاع عام کرائی گئی تاکہ لوگ بروقت نماز میں شریک ہوسکیں۔ راوی نے اسی عمل کو اذان سے تعبیر کردیا ہے۔

{عیدگاہ جانے سے پہلے کھانے کا بیان}

۲۶۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَأْتِيْ الْمُصَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ وَقَدْ طَعِمَ وَالْاَضْحٰى قَبْلَ اَنْ يَّطْعَمَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عید الفطر کے دن کھانا کھا کر اور عید الاضحیٰ کے دن کھانا کھانے سے پہلے (یعنی کھانا کھائے بغیر) عیدگاہ میں تشریف لاتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عید الفطر کے روز نماز عید سے پہلے کچھ کھا کر منہ میٹھا کرلینا اور عید الاضحیٰ میں رکے رہنا اور پھر نماز کے بعد قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا بالاتفاق مستحب ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا. (آثار السنن: ۹۹۹)

"رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرمالیتے عیدگاہ کی طرف نہیں جاتے تھے۔

اسے بخاری (۹۵۳) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے: "اور انہیں طاق عدد میں تناول فرماتے۔"

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبدالرحیم حدثنی سعید بن سلیمان قال حدثنا هشیم قال اخبرنا عبیداللہ

بن ابی بکر بن انس عن انس بن مالك.....الخ۔(صحیح البخاری: ۹۵۳)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَأْكُلُ مِنْ أُضْحِيَّتِهِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۷۰)

نبی ﷺ عید الفطر کے دن جب تک کچھ نہ کھالیں تشریف نہیں لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ تناول نہ فرماتے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر آتے تو اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔اسے دارقطنی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن اسماعيل ثنا احمد بن منصور ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث وابو عاصم قالا نا ثواب بن عتبة وحدثنا عثمان بن احمد بن احمد بن السماك ثنا محمد بن سليمان الواسطي حدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا ثواب بن عتبة ثنا عبد الله بن بريدة عن ابيه عن النبي ﷺ......الخ۔

(سنن الدارقطنی: ۱۷۱۵)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ وَتَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَإِسْنَادُ الطَّبَرَانِيِّ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۷۱)

کہ مسنون یہ ہے کہ عید الفطر کے دن صدقہ فطر نکالے بغیر تو عید گاہ کی طرف نہ جائے اور یہ کہ عید گاہ جانے سے پہلے تو کچھ کھالے۔اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور دارقطنی و بزار نے روایت کیا ہے اور ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ طبرانی کی روایت کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات ودیدات کی بناء پر حسن ہے۔امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن القتات الكوفي ثنا اسماعيل بن الخليل الخزاز ثنا علي بن مسهر عن الحجاج بن ارطاة عن عطاء عن ابن عباس.......الخ۔(المعجم الكبير للطبراني: ۱۱۲۹۶)

عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے:

وَعَنْ عَطَاءٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا يَغْدُوَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَلَمْ اَدَعْ اَنْ اٰكُلَ قَبْلَ اَنْ اَغْدُوَ مُنْذُ سَمِعْتُ ذَالِكَ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاٰكُلُ مِنْ طَرَفِ الصُّبْحِ الْاُكْلَةَ وَاَشْرَبُ اللَّبَنَ وَالْمَاءَ فَقُلْتُ عَلٰى مَا تَأَوَّلَ هٰذَا

قَالَ سَمِعَهُ أَظُنُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانُوا لَا يَخْرُجُونَ حَتّٰى يَمْتَدَّ الضُّحَاءُ فَيَقُوْلُوْنَ نَطْعَمُ لِئَلَّا نُعْجِلَ عَنْ صَلَاتِنَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ. (آثار السنن: ۹۴۲)

کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم میں کوئی عید کے دن جب تک کچھ کھانہ لے اس وقت تک نہ نکلے تو وہ ایسا کرے۔ کہتے ہیں ہیں جب سے میں نے یہ بات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی ہے نکلنے سے پہلے کھانا کھانا نہیں چھوڑتا، تو میں چپاتی کے کنارے سے ایک لقمہ کھا لیتا ہوں اور دودھ اور پانی پی لیتا ہوں۔ (راوی کا کہنا ہے) تو میں نے کہا: ابس عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کیا کی تھی؟ کہا کہ میرا خیال ہے انہوں نے یہ نبی ﷺ سے سنا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں: لوگ نماز عید کے لیے دھوپ پھیلنے تک نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے: ہم اس لیے کھاتے ہیں تا کہ نماز سے جلدی نہ کریں۔ اسے احمد (۲۸۶۶) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء انه سمع ابن عباس......الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۸۶۶)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{عورتوں کو عیدین میں شمولیت کی اجازت ہوتی تھی}

۲۷۰۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يُرَخَّصُ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوْجِ فِي الْعِيْدَيْنِ حَتّٰى لَقَدْ كَانَتِ الْبِكْرَانِ لَتَخْرُجَانِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَحَتّٰى تَخْرُجَ الْحَائِضُ فَتَجْلِسُ فِيْ عَرَضِ النِّسَاءِ فَتَدْعُوْ وَلَا تُصَلِّيْ.

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: عیدین میں عورتوں کو (گھروں سے) نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ کنواری دولڑکیاں ایک کپڑے میں لپٹ کر نکلا کرتیں اور حیض والی عورت بھی نکلتی اور خواتین سے الگ ہو کر بیٹھ جاتی اور دعا کرتی رہتی مگر نماز نہ پڑھتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۰۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۸۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۷۹۳، سنن الدارمی: ۱۶۵۰، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۷، سنن ابی داود: ۱۱۳۶، سنن الترمذی: ۵۳۹، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۴۶۷،

مختصر الاحکام للطوسی: ۵۰۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری)

فائدہ:

عورتوں کے نماز کے لیے نکلنے کے سلسلے میں چند مزید احادیث دیگر کتب حدیث سے تحقیق اور فوائد کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں تا کہ مسئلہ کی صحیح صورت آپ کے سامنے آ سکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَائُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذِنُوا لَهُنَّ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ. (آثار السنن: ۳۰۱)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔'' اسے سوائے ابن ماجہ کے ایک جماعت (بخاری: ۸۶۵، مسلم: ۴۴۲، نسائی: ۷۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۵، صحیح مسلم: ۴۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۴۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۶۸، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۲۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا موسیٰ بن عبیداللہ ، عن حنظلة ، عن سالم بن عبداللہ ، عن ابن عمر رضی اللہ عنهما...الخ"(صحیح البخاری: ۸۶۵)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۰۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زینب وزینت کے (اپنے گھروں سے) باہر نکلنا چاہیے۔''

اسے احمد (۹۶۴۵) ابوداود (۵۶۵) اور ابن خزیمہ (۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۴۵، سنن ابی داود: ۵۶۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۹۱۵، ۵۹۳۳، مصنف عبدالرزاق:

۵۱۲۱، مسند الحمیدی: ۱۰۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۹، سنن الدارمی: ۱۳۱۵، المنتقیٰ لابن الجارود: ۳۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۶۸۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ، عن محمد بن عمرو، قال: حدثنا ابو سلمۃ، عن ابی ھریرۃ......الخ"

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۴۵)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِنِالْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ الْمَسَاجِدَ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۳۰۳)

☆☆ (سیدنا) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی بندوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زیب وزینت کے باہر نکلنا چاہیے۔" اسے احمد (۲۱۶۷۴) بزار (کشف الاستار: ۴۴۵) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۰۹۸ میں) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۶۷۴، مسند البزار: ۳۷۷۲، مسند السراج: ۷۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۲۳۹۔

اور حسن ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا اسماعیل، عن عبدالرحمن بن اسحاق، عن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن ھشام، عن بسر بن سعید، عن زید بن خالد الجھنی......الخ" (مسند الامام احمد: ۲۱۶۷۴)

فوائد ومسائل:

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل باتیں ثابت وواضح ہوئیں۔

(۱)۔ عورت اپنے خاوند سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے۔ استیذان کی شرط سے پتا چلا کہ وہ بغیر اجازت کے مسجد میں نہیں جاسکتی۔ اگر چہ خاوند کو نرم روی کا مشورہ دیا گیا ہے کہ عورت جب اجازت طلب کرے (اور عورت کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو) تو وہ اجازت دیدے۔ تاہم عورت کیلئے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے: "تین شخصوں کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ان میں سے ایک" المرأۃ تخرج من بیتھا بغیر اذنہ " وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱ ص ۴۴۵) لہٰذا اذن شوہر شرط ہے۔ مزید برآں عورت کے مسجد میں جانے کی اجازت دیگر کئی اور شرائط کے ساتھ بھی مشروط ہے مثلاً۔۔۔

·عن عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته قالت كن نسآء المؤمنات يشهدن مع رسول الله ﷺ صلاة الفجر متلفعات بمروطهن الى بيوتهن حين يقضين الصلوة لا يعرفهن احد من الغلس.

(صحيح البخاري: ج۱ص۸۲. صحيح مسلم: ج۱ص۲۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حالت میں حاضر ہوتیں کہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتیں پھر نماز ادا کر کے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں تو تاریکی کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا اگر ہم مین سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ عیدگاہ کی طرف نہ نکلے تو کیا حرج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" لتلبسها صاحبتها من جلبابها " اس کی دوست عورت اس کو اپنی بڑی چادر پہنا دے۔(صحیح البخاری: ج۱ص۴۶)

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ دوست اس کو اپنی چادر عاریۃً دیدے یا ایک چادر دونوں اوڑھ لیں۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے مسجد یا عیدگاہ کی طرف جانے کے لئے پردہ کی شرط ضروری ہے کہ جس کے پاس پردہ کی چادر نہ ہو وہ بھی دوسری عورت سے چادر عاریتاً لے کر پردہ پوش ہو کر مسجد اور عیدگاہ میں جائے۔

☆عورت کے مسجد میں جانے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں جاسکتی ہے دن کو نہ جائے۔احادیث میں یہ شرط صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث نمبر ۳۰۱ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:" جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔"(صحیح البخاری:۸۶۵)

اس حدیث میں صراحتاً رات کی شرط مذکور ہے۔صحیح بخاری کے شارح علامہ کرمانی رحمہ اللہ اپنی شرح میں باللیل کے تحت لکھتے ہیں:

فيه دليل ان النهار بخلاف الليل لنصه على الليل وحديث لا تمنعوا امآء الله مساجد الله محمول على الليل ايضاً.(صحيح بخاري مع شرح كرماني: ج۵ص۲۰۷)

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ (عورتوں کے لئے) دن کا حکم رات کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ اس حدیث میں رات کی صراحت ہے اور " لا تمنعوا امآء الله مساجد الله "والی مطلق حدیث بھی رات پر محمول ہے (یعنی جس حدیث میں اللیل کی قید ہے اس کے قرینہ سے ان حدیثوں کو جن میں یہ قید مذکور نہیں اس قید کے ساتھ مقید کیا جائیگا۔مطلب یہ ہے کہ رات کو عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النهي عن منعهن من الخروج محمول على كراهة التنزيه.(شرح مسلم للنووي: ج۱ص۱۸۳)

عورتوں کو روکنے سے نہی کراہت پر محمول ہے۔

پس عورتوں کے لئے دن کو نکلنا خلاف اولیٰ اور مردوں کے لئے رات کو روکنا خلاف والی ہے یہ بھی تب ہے جب باقی

شرائط پوری ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والذی یظهر انه جنح الی ان هٰذا المطلق یحمل علیٰ ذالك المقید۔ (فتح الباری: ج۲ص۲۸۷)

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان اس طرف ہے ہے کہ مطلق حدیث کو بھی اس مقید پر محمول کیا جائے گا۔

امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هٰذا الحدیث مطلق والذی قبله مقید فکان البخاری حمل هٰذا المطلق علی ذاك المقید۔

(عمدة القاری: ج۳ص۲۲۸)

یہ حدیث مطلق ہے اور اس سے پہلے والی مقید ہے پس گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مطلق کو اس مقید پر محمول کیا ہے۔

لیکن رات کی قید شرط اولویت ہے شرط وجوب نہیں یعنی اولیٰ یہ ہے کہ دن کو نہ جائیں رات کو جائیں لیکن اگر دن کو مسجد میں جائیں تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔

☆ ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورتیں مسجد اور عیدگاہ کی طرف جائیں تو خوشبو نہ لگائیں بلکہ اس حالت میں جائیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آ رہی ہو اس مضمون کی کئی احادیث پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔۔

عن زینب امرأة عبدالله قالت قال لنا رسول الله ﷺ اذا شهدت احدٰکن المسجد فلا تمس طیبا۔ (صحیح مسلم: ج۱ص۱۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج۳ص۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا جب تم عورتوں میں سے کسی عورت کا مسجد میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ ایما امرأة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الآخرة۔ (صحیح مسلم: ج۱ص۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس عورت نے خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولکن لیخرجن وهن تفلات۔ (مسند احمد ج۱۹ص۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو لیکن وہ گھر سے اس حالت میں نکلیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آتی ہو۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی شرائط کتب حدیث میں منقول ہیں۔

(۲)۔جب عورت مسجد میں جانے کے لئے خاوند سے اجازت مانگنے کی پابند ہے۔تو معلوم ہوا کہ عورت پر مسجد میں جانا واجب نہیں ورنہ جو کام فرض یا واجب ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کے لیے اجازت مانگنا ضروری نہیں ہوتا جیسے اگر عورت نے رمضان کا فرض روزہ رکھنا ہوتو خاوند کی اجازت شرط نہیں لیکن اگر نفل روزہ رکھنا ہوتو خاوند کی اجازت کے ساتھ رکھے گی بغیر اجازت کے عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا درست نہیں۔

(۳)۔یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے اگر اجازت دینے کا پابند ہو اور یہی شق متعین ہوتو اس اجازت لینے کا کیا مطلب؟

(۴)۔ایک حدیث میں امر ہے " فأذنوا لهن " ان کو اجازت دے دو، دوسری حدیث میں " لا تمنعوا " صیغہ نہی ہے یعنی نہ روکو۔ یہاں ہر ایک کا ادنیٰ درجہ مراد ہے امر کا ادنیٰ درجہ رخصت واباحت ہے اور نہی کا ادنیٰ درجہ مکروہ تنزیہی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند کے لئے اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے وہ ایک چیز کا پابند نہیں۔لیکن جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد وفتنہ کا خوف نہ ہوتو اجازت دینا اولیٰ ہے اور اجازت نہ دینا اور روکنا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵)۔رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبکہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز بہ نفس نفیس آپ ﷺ خود پڑھاتے تھے تو آپ ﷺ کی طرف سے اس کی وضاحت کے باوجود کہ عورتوں کے لیے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے، بہت سی نیک بخت عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کم از کم رات کی نمازوں میں (یعنی عشاء اور فجر میں) مسجد میں جا کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کریں، لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ان کا یہ اجازت نہ دینا کسی فتنہ کے اندیشہ سے یا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہ تھا (کیونکہ اس وقت کا پورا اسلامی معاشرہ اس لحاظ سے ہر طرح قابل اطمینان تھا) بلکہ ایک غیر شرعی قسم کی غیرت اس کی بنیاد تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں اگر رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دینا چاہیے لیکن خود عورتوں کو آپ ﷺ برابر یہی سمجھاتے رہے کہ بی بیو تمہارے لیے زیادہ بہتر اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اس مضمون کی احادیث آگے آ رہی ہیں۔بہر حال جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد وفتنہ کا حوف نہ ہو اور عورتیں رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر انہیں اجازت دینا اولیٰ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۰۴)

☆☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کرلی ہیں تو آپ ﷺ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے، جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عبادت گاہوں میں

جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔" اسے شیخین (بخاری:۸۶۹، مسلم:۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری:۸۶۹، صحیح مسلم:۴۴۵، سنن ابی داود:۵۶۹، صحیح ابن خزیمہ:۱۶۹۸، مسند السراج:۸۰۴، مؤطا مالک: ۶۷۷، مسند اسحاق بن راہویہ:۹۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل:۲۵۶۱۰، صحیح ابن خزیمہ:۱۶۹۸، مستخرج ابی عوانہ:۱۴۵۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی:۴۷۱۳۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبداللہ بن یوسف، قال اخبرنا مالك، عن یحییٰ بن سعید، عن عمرۃ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا.....الخ"(صحیح البخاری:۸۶۹)

فائدہ:

یہ بات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے زمانے میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسی بناء پر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہیے۔ بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ (شرائط کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے) اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج ۲ ص ۲۶)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ. (آثار السنن:۵۰۰)

☆☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز (مسجد میں) میں نہ پڑھے۔" اسے مسلم (۴۴۴) ابوداود (۴۱۷۵) اور نسائی (۵۱۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم:۴۴۴، سنن ابی داود:۴۱۷۵، سنن النسائی:۵۱۲۸، مسند السراج:۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ:۱۳۰۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم:۹۸۹، السنن الکبری للبیہقی:۵۳۷۴، شرح السنۃ للبغوی:۸۶۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:۵۹۹۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن یحییٰ، واسحاق بن ابراھیم، قال یحییٰ: اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابی

فروة، عن يزيد بن خصيفة، عن بسر بن سعيد، عن ابى هريرة......الخ" (صحيح مسلم: ۴۴۴)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَمَّتِهِ اُمِّ حُمَيْدٍ امْرَأَةِ اَبِيْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا جَآءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلٰوةَ مَعِيَ وَصَلٰوتُكِ فِيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ قَالَ فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ اَقْصٰى شَيْءٍ مِّنْ بَيْتِهَا وَاَظْلَمِهِ فَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۰۶)

☆☆ عبداللہ بن سوید انصاری (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنی پھوپھی ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جو ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے علم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، اور تمہاری نماز (گھر کے بیرونی) کمرے (بیٹھک) کے مقابلے میں گھر (کے اندرونی کمرے) میں بہتر ہے اور کھلے گھر (کے صحن) کے مقابلے میں (بیرونی) کمرے میں بہتر ہے اور میری اس مسجد کے مقابلے میں تمہاری نماز کھلے گھر یعنی اس صحن میں بہتر ہے۔'' پھر انہوں نے حکم دیا تو گھر کے دور والے اور تاریک کونے میں ان کے لئے مسجد بنادی گئی، پھر وہ (اپنی وفات تک) اس میں نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جاملیں۔ اسے احمد (۲۷۰۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد الظمآن: ۳۲۸، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲ ص ۳۴۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۰۶، اتحاف المہرۃ: ۲۳۶۲۰

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا هارون، حدثنا عبدالله بن وهب، قال: حدثني داود بن قيس، عن عبدالله بن سويد الانصاري، عن عمته ام حميد امرأة ابي حميد الساعدي....الخ"

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۴، ص ۴۵، صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الالبانی: ۱۶۸۹،

مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ٢٧٠٩٠)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔۔امام ابوعلی ہارون بن معروف مروزی خزاز ضریر رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ١٧١٢)

(۲)۔۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم قرشی فہری مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ٩٠٦)

(۳)۔۔۔۔امام ابوسلیمان داود بن قیس الفراء الدباغ القرشی المدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً بخاری کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ١٧٨١)

(۴)۔۔۔۔امام عبداللہ بن سوید الانصاری الخطمی رحمہ اللہ کو ''ثقہ'' راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ لابن قطلوبغا: ٥٩١٠، الثقات لابن حبان: ٣٨٤١)

فوائدومسائل:

(۱)۔قارئین اس حدیث پر ذرا دوبارہ نظر ڈالیں: عورت کی چھوٹے کمرے والی نماز بڑے کمرے والی نماز سے افضل، اور بڑے کمرے والی نماز صحن والی نماز سے افضل، اور صحن والی نماز محلہ کی مسجد والی نماز سے افضل، اور محلہ کی مسجد والی نماز مسجد نبوی ﷺ والی نماز سے افضل، نتیجہ یہ کہ عورتوں کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے اور گھر کے بھی جس قدر مخفی گوشہ میں عورتیں نماز پڑھیں گی اسی قدر اس نماز کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اتنی عظیم خوشخبری سننے اور نبی ﷺ کا منشا معلوم کرنے کے بعد عورت کے مسجد میں اور عیدگاہ میں جانے پر اصرار اور منشا نبوت کے خلاف ترغیب وہی دے سکتا ہے جو نفس پرست، مفاد پرست اور دنیا کا پجاری ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث پر عنوان لگایا گیا ہے: " باب اختیار صلاۃ المرأۃ ...الخ'' یہ باب ہے اس بیان میں کہ عورت کی اپنے بڑے کمرے کی نماز اس کے صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور محلہ کی مسجد کی نماز مسجد نبوی ﷺ کی نماز سے بہتر ہے۔

(۲)۔واضح رہے کہ احادیث پیغمبر ﷺ کے علاوہ قرآن کریم کی رو سے بھی عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ.(سورۃ النور: ٣٦،٣٧)

جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور اُن میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، اُن میں صبح وشام وہ لوگ اُس کی تسبیح کرتے ہیں جنھیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی

ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔

رجال، رجل کی جمع ہے بمعنی مرد، بیوت اللہ (مساجد) میں عبادت کیلئے مردوں کی تخصیص کرنے سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ م ۵۱۰ھ لکھتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی ھذہ المساجد لانہ لیس علی النساء جمعۃ ولا جماعۃ فی المسجد۔

(معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی: ج۳ص۵۱)

اس مساجد میں ذکر کرنے کیلئے مردوں کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ مساجد میں جا کر جمعہ پڑھنا اور جماعت میں شامل ہونا عورتوں پر لازم نہیں۔

امام محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ م ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

لما قال اللہ تعالیٰ (رجال) وخصھم بالذکر دل علی ان النساء لا حظ لھن فی المساجد اذ لا جمعۃ علیھن ولا جماعۃ وان صلاتھن فی بیوتھن افضل روی ابوداود عن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔ (تفسیر القرطبی: ج۱۲ص۲۵۷)

اللہ تعالیٰ کا اپنے فرمان "رجال لا تلھیھم" میں صرف مردوں کو ذکر کرنا دلیل ہے کہ عورتوں کیلئے مساجد میں (ثواب کا) کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ ان پر نہ جمعہ واجب ہے اور نہ جماعت واجب ہے۔ اور عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے ابوداود نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے کمرے میں اس کی صحن والی نماز سے افضل ہے اور اس کی نماز چھوٹی کوٹھڑی میں کمرے کی نماز سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ م ۷۴۱ھ فرماتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی ھذہ المساجد لان النسآء لیس علیھن حضور المساجد لجمعۃ ولا جماعۃ (تفسیر الخازن: ج۵ص۱۰)

ان مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جماعت کیلئے مساجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی رحمہ اللہ م ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

السوال الثانی: لم خص الرجال بالذکر؟ والجواب لان النساء لسن من اھل التجارات او الجماعات (تفسیر کبیر: ج۱۱ص۳۲۵)

دوسرا سوال: صرف مردوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ جواب: کیونکہ (از روئے شریعت) عورتیں تجارتی کاروبار یا

جماعتوں میں شمولیت کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ م ۸۸۵ھ فرماتے ہیں:

وخص الرجال مع ان حضور النساء المساجد سنة شهيرة، اشارة الى ان صلاتهن فى بيوتهن افضل لما.....الخ (نظم الدرر: ج۵ص ۲۷۲)

(مساجد میں عبادت کیلئے) مردوں کی تخصیص کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے۔

ثقہ وصدوق محقق ومفسر امام محمود بن عبداللہ آلوسی رحمہ اللہ م ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

وتخصيص الرجال بالذكر لانهم الاحقاء بالمساجد، فقد اخرج احمد والبيهقى عن ام سلمة عن رسول الله ﷺ خير مساجد النساء قعر بيوتهن. (روح المعانى: ج۱۲ص ۴۵۳)

مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ مساجد میں عبادت کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ امام احمد اور امام بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھر کا مخفی گوشہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا صَلَّتِ امْرَأَةٌ خَيْرٌ لَّهَا مِنْ قَعْرِ بَيْتِهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ اَوْ مَسْجِدُ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا امْرَأَةٌ تَخْرُجُ فِيْ مُنْقَلَيْهَا يَعْنِيْ خُفَّيْهَا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ. (آثار السنن: ۳۰۷)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی جو اس کیلئے اس کے گھر کی پوشیدہ جگہ نماز پڑھنے سے بہتر ہو۔ سوائے مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ کے، اِلّا یہ کہ وہ (بوڑھی) عورت (پاؤں میں) چمڑے کے موزے پہن کر نکلے۔ اسے طبرانی نے الکبیر (المعجم الکبیر: ۹۴۷۱، ۹۴۷۲) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۳ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے دو مختلف طرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ مِنْ م بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ اِذَا كَانَ لَهَا خَلِيْلٌ تَلْبَسُ الْقَالِبَيْنِ تَطُوْلُ بِهَا لِخَلِيْلِهَا فَاَلْقَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ قُلْنَا مَا الْقَالِبَيْنِ قَالَ رَفِيْضَتَيْنِ مِنْ خُشُبٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ. (آثار السنن: ۳۰۸)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں اکٹھے نماز

پڑھتے تھے، پھر اگر کسی عورت کا کوئی (پسندیدہ شخص) دوست ہوتا تو دو قالبین (ایڑی والی جوتی) پہنتی تھی تا کہ اپنے دوست کے سامنے لمبی ہو کر ظاہر ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض کی بیماری مسلط کر دی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جہاں سے اللہ نے انہیں نکال دیا ہے • شرائط مفقود ہو جانے کی وجہ سے) تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔ ہم نے پوچھا: قالبین کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں کو کہتے ہیں یعنی کھڑاویں یا ایڑی والی۔ اسے طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۹۴۸۴، ۹۴۸۵ میں) روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۲۰ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۸۴، ۹۴۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج ا ص ۴۰۰، حاشیہ السیوطی علی النسائی: ۳۴۸، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۲۰، المطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ا ص ۶۲۰۔

اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا اسحاق بن ابراهيم، عن عبدالرزاق، عن الثوری، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن ابی معمر، عن ابن مسعود.... الخ" (المعجم الكبير ۹۴۸۴)

"حدثنا محمد بن النضر الازدی، ثنا معاوية بن عمرو، ثنا زائدة، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن عبدالله.... الخ" (ايضاً: ۹۴۸۵)

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور متعدد حضرات جیسے امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ، امام احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ م ۹۲۳ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح السند کہا ہے۔ (دیکھئے: البنایہ شرح الہدایہ: ج ا ص ۶۲۰، فتح الباری: ج ا ص ۴۰۰، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج ا ص ۳۴۱، حاشیہ السیوطی علی سنن النسائی: ۳۴۸) مزید برآں اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰)

وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ اَنَّهُ رَأَى عَبْدَاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْرِجُ النِّسَآءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقُوْلُ اُخْرُجْنَ اِلٰى بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ لَّكُنَّ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ.

(آثار السنن: ۶۰۹)

☆☆ ابو عمرو الشیبانی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے: "اپنے گھروں کو جاؤ، وہ تمہارے لیے بہتر ہیں۔ اسے طبرانی نے الکبیر (۹۴۷۵) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۹ میں) کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق الصنعانی : ۵۲۰۱، مسند ابن الجعد : ۴۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی : ۹۴۷۵، السنن الکبری للبیہقی : ۵۶۵۱، مجمع الزوائد للہیثمی : ۲۱۱۹، العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد : ۴۹۳۰۔

اور صحیح ہے، ناصر الدین البانی نے بھی صحیح لغیرہ کہا ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب: ۳۴۹) امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"عبدالرزاق، قال اخبرنا معمر، عن ابی اسحاق، عن ابی عمرو الشیبانی انہ رای......الخ"

(مصنف عبدالرزاق: ۵۲۰۱)

{عیدین کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح خاموشی کے ساتھ سنا جائے}

۲۷۱. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ يُنْصَتُ فِي الْعِيْدَيْنِ كَمَا يُنْصَتُ فِي الْجُمُعَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: عیدین (کے خطبہ کے وقت) میں بھی ایسے ہی خاموش رہا جائے گا جیسا کہ جمعہ کے (خطبہ کے وقت) میں خاموش رہا جاتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جس کو عید کی نماز نہ ملے وہ کیا کرے؟}

۲۷۲. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَأَلْتُهُ اِذَا لَمْ اَخْرُجْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْعِيْدِ اُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ كَمَا يُصَلِّي الْاِمَامُ ؟قَالَ لَا قُلْتُ فَاِذَا اَتَيْتُ الْجَبَّانَةَ وَقَدْ فَاتَنِيْ كَمْ اُصَلِّيْ؟ قَالَ اِنْ شِئْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَاِنْ شِئْتَ اَرْبَعًا وَاِنْ شِئْتَ فَلَا شَيْءَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جب میں (کسی عذر کی وجہ سے) امام کے ساتھ عید کی نماز کے لیے (عیدگاہ کی طرف) نہ نکل سکا ہوں تو کیا میں امام کی طرح اپنے گھر میں نماز پڑھ لوں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا جب میں عیدگاہ اس وقت جاؤں کہ نماز ہو چکی ہو تو کتنی رکعات پڑھوں؟ انہوں نے کہا: اگر تو چاہے تو دو رکعت پڑھ رہے اور اگر چاہے تو چار رکعت پڑھ لے اور اگر چاہے تو ایک رکعت بھی نہ پڑھ۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۰۳باب صلاۃ العیدین،مصنف عبدالرزاق: ۱۵۰،باب من صلاھا غیر متوضئ ومن فاتہ العیدان،مصنف ابن ابی شیبۃ: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۸۰۸باب الرجل تفوتہ الصلاۃ فی العید کم یصلی؟۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جس کو عید کی نماز نہ ملے اسے اختیار ہے چاہے تو تنہا نماز پڑھ لے یا نہ پڑھے، پھر اگر پڑھے تو چاہے دو پڑھے یا چار پڑھے، البتہ افضل یہ ہے کہ چار پڑھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: من فاتہ العید فلیصل اربعا۔ ’’جس کو عید کی نماز نہ ملے اس کو چاہیے کہ چار رکعت پڑھ لے۔‘‘

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۵۳۲)

{تکبیرات تشریق کا بیان}

۲۷۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ یُكَبِّرُ فِیْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ یَّوْمِ عَرَفَةَ اِلٰی بَعْدِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرفہ (نوویں ذوالحجہ) کے دن فجر کی نماز سے ایام تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہویں ذوالحجہ) عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کہتے اور عصر کے بعد بھی تکبیرات کہتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۰۸،باب التکبیر فی ایام التشریق ،مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۶۳۱،باب التکبیر ای یوم ھو والی ای یوم ساعۃ؟،السنن الکبری للبیہقی: ۶۲۷۵،باب من استحب ان یبتدء بالتکبیر خلف صلاۃ الصبح من یوم عرفۃ۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند ابن ابی شیبة والبیهقی)

فائدہ:

تکبیرات نویں ذوالحجہ کی صبح کی نماز سے لے کر تیرہویں ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک پڑھی جائیں اور اس میں ہی احتیاط ہے۔

۲۷۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيْرِ مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَىٰ صَلاَةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے تکبیرات کے بارے میں فرمایا: کہ وہ یوم نحر کی نماز ظہر سے آخری یوم تشریق کی نماز عصر تک ہیں۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شاهد عند ابن ابی شیبة: ۵۶۳۹)

{اہل دیہات پر تکبیرات تشریق واجب نہیں}

۲۷۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيْرِ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ مِنْ دُبُرِ صَلاَةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلَى دُبُرِ صَلاَةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ وَكَانَ يُكَبِّرُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَزَعَمَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لاَ جُمُعَةَ وَلاَ تَشْرِيْقَ اِلاَّ فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ.

امام ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں تکبیرات کے بارے میں فرمایا کہ وہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے قربانی کے (آخری دن) کی نماز عصر تک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ تکبیرات ان الفاظ کے ساتھ کہا کرتے تھے: (اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ اور تکبیرات تشریق نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد عند ابن ابی شیبة: ۵۶۵۱، ۵۶۳۳ وغیره)

امام ابراہیم رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ'' صحیح مسلم اور سنن اربعہ

کے ثقہ راوی تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال:۸۔۵۴۳، تاریخ الثقات للعجلی:۱۳۲۱)

فوائد و مسائل:

۱۔ تشریق کی تکبیرات نویں ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر پانچویں دن (یعنی تیرھویں ذوالحجہ) کی نمازِ عصر تک پڑھی جائیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

۲۔ شہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہیں۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَا تَشْرِیْقَ وَلَا جُمُعَۃَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔ رَوَاہُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَآخَرُوْنَ وَھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن:۹۷۹)

ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عید اور جمعہ بڑے شہر کے سوا نہیں ہوتے۔'' اسے عبدالرزاق اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔

اسے امام ابوبکر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی....الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۰۶۳)

اور بلاغبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کے بھی اس کے طرق کتب میں موجود ہے۔ امام اعمش رحمہ اللہ کی زبید ایامی رحمہ اللہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ (المحلی: ج۵ ص۳۸، فتح الباری: ج۲ ص۵۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی شرح میں لکھا ہے:

ومعناہ لا صلاۃ جمعۃ ولا صلاۃ عید۔ (فتح الباری: ج۲ ص۵۸۱)

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ اور عید کی نماز صرف بڑے شہر میں ہی ہوسکتی ہے۔

مزید برآں یہ اثر حکما مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکما مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

۲۷۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ کَانَ یُکَبِّرُ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ وَھُوَ جَالِسٌ مَعَ اَصْحَابِہٖ۔

امام حماد رحمہ اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عرفہ کی شام کو اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تکبیرات کہا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قربانی کے تین دن ہیں}

۲۷۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْاَضْحٰى ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَاَيَّامُ التَّشْرِيْقِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قربانی کے تین دن ہیں قربانی کا دن (یعنی دسویں ذوالحجہ) اور دو دن اس کے بعد۔ اور قربانی کے بعد تشریق کے تین دن ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

قربانی کے تین دن ہی ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں انہی لوگوں کے محقق زبیر علی زئی نے ان لوگوں کے مؤقف کا شدید رد کیا ہے۔ چنانچہ زبیر علی زئی صاحب کو ان کے ہم مسلک ایک شخص نے لکھا کہ:

کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہیں اس سلسلے میں ہفت روزہ اہل حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

عید دسویں ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳۷)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی: ص ۲۹۷ ج ۹) لیکن یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا لہٰذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے

اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے:''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔''(نیل الاوطار:ص ۱۲۵ ج ۵)

۔۔۔۔۔ یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔(ماہنامہ الحدیث:ش ۴۴ ص ۶،۷)

مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

مسند احمد(۴/ ۸۲ ح ۱۶۷۵۲)والی روایت واقعی منقطع ہے۔سلیمان بن موسی نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:''مرسل''یعنی منقطع ہے۔(السنن الکبری ج ۵ ص ۲۳۹،ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:"سلیمان لم یدرک احدا من اصحاب النبی ﷺ" سلیمان (بن موسی) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔

(العلل الکبیر ۱/ ۳۱۳)

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسی نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔آنے والی روایت نمبر(۲)سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسی نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔نیز دیکھئے نصب الرایہ(۳/۶۱)

روایت نمبر ۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳،دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴)والکامل لابن عدی (۳/ ۱۱۱۸،دوسرا نسخہ ۴/ ۲۶۰)والسنن الکبری للبیہقی (۹/ ۲۹۵،۲۹۶)اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/ ۲۷ ح ۱۱۲۶)وغیرہ میں "سلیمان بن موسی عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم'' کی سند سے مروی ہے کہ ((وفی کل ایام التشریق ذبح)) اور سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

(۱) حافظ البزار نے کہا:"وابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم"

اور عبدالرحمن ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔(البحر الزخار ۸/ ۳۶۴ ح ۳۴۴۴،نیز دیکھئے نصب الرایہ ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخہ جدیدہ ۱۰/ ۲۸۳)

(۲) عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات: ۵/ ۱۰۹)کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر ۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۲/ ۱۳۸ ح ۱۵۸۳)بزار(البحر الزخار ۸/ ۳۶۳ ح ۳۴۴۳)بیہقی(السنن الکبری ۵/ ۲۳۹،۹/ ۲۹۶)اور دار قطنی (السنن ۴/ ۲۸۴ ح ۴۷۱۱)وغیرہم نے "سوید بن عبدالعزیز عن سعید بن عبدالعزیز التنوخی عن سلیمان بن موسی عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ'' کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ((ایام

التشريق كلها ذبح)) تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔(دیکھئے: تقریب التہذیب:۲۶۹۲)

حافظ ہیثمی نے کہا:"وضعفه الائمة "

اور اسے اماموں نے ضعیف کہا ہے۔(مجمع الزوائد:ج ۳ص ۱۴۷)

روایت نمبر ۴:

ایک روایت میں آیا ہے کہ

"عن سلیمان بن موسی ان عمرو بن دینار حدثه عن جبیر بن مطعم ان رسول الله ﷺ قال کل ایام التشریق ذبح"(سنن الدارقطنی ج۴ص۲۸۴ح۴۷۱۳،والسنن الکبری للبیہقی:ج۹ص۲۹۶)

یہ روایت دووجہ سے مردود ہے:

(۱) اس کا راوی احمد بن عیسی الخشاب سخت مجروح ہے۔دیکھئے لسان المیزان:ج۱ص۲۴۰،۲۴۱)

(۲) عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ (ج ۲۷ص ۳۱۷)

تنبیہ:

ایک روایت میں

"الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسی عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم" کی سند سے آیا ہے کہ"عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر"(مسند الشامیین ج۲ص۳۸۹ح۱۵۵۶،ونصب الرایہ ج۳ص۶۱مختصرا)

اس کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

ایام تشریق والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

آثار صحابہ:

روایت مسئول کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"الاضحی یومان بعد یوم الاضحی" قربانی والے دن کے بعد (مزید) دودن قربانی (ہوتی) ہے۔(مؤطا مالک ج ۲ص ۴۸۷ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح،السنن الکبری للبیہقی ج ۹ص ۲۹۷)

(۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" النحر یومان بعد یوم النحر و افضلها یوم النحر" قربانی کے

دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

(۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الاضحی یومان بعدہ" قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۱۵۷۶، وھو صحیح)

(۴) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "النحر ثلاثة ایام" قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۵۶۹، وھو حسن)

تنبیہ:

احکام القرآن میں "حماد بن سلمة بن کھیل عن حجتہ عن علی" ہے جبکہ صحیح "حماد عن سلمة بن کھیل عن حجیة عن علی" ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ...

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔۔۔۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۴۴)

{ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں}

۲۷۸۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَيَّامٌ مَعْلُومَاتٌ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَأَيَّامٌ مَعْدُودَاتٌ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: متعین دنوں سے مراد دس دن ہیں اور گنتی کے دنوں سے مراد تشریق کے ایام ہیں۔

تحقیق:

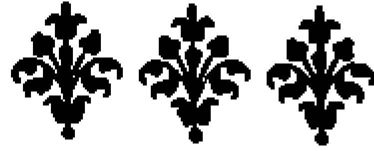
اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرمان (واذکروا اللہ فی ایام معدودات

اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں یاد کرتے رہو۔البقرۃ: ۲۰۳} میں جو ذکر کا حکم آیا ہے اس سے مراد ایام ایام تشریق میں ذکر اللہ ہے۔(دیکھئے اعلاء السنن: ۲۱۴۲/۲) اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور جب تک کوئی صارف نہ ہو اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔

درمنثور میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق کہنا ہے۔ نیز ابن عربی رحمہ اللہ کے بقول تو اس بات پر فقہاء مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ واذکروالله فی ایام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق کی تکبیرات ہی ہیں۔(احکام القرآن: ۱۔۶۰) پس اس سے ثابت ہوا کہ تکبیرات تشریق واجب ہیں۔



۲۰-بَابٌ فِي الْأَضْحٰى

۲۰-قربانی کا بیان

{خون لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، پس خون کو دھو لیا جائے}

۴۷۹۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ غَسَلَ مَا أَصَابَهُ مِنْهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب (باوضو) آدمی بکری ذبح کرے (اور اس کے ہاتھ میں خون لگ جائے) تو جہاں خون لگا ہوا سے دھولے اور پھر وضو کا اعادہ نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۸ باب ما یعاد من الصلاۃ وما یکرہ فیہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۴۵ ح ۳۴۶،

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۴۵ ح ۳۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر آدمی باوضو ہو اور قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ہاتھ وغیرہ پر خون لگ جائے تو جہاں خون لگا ہوا سے دھو ڈالے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

{نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنا منع ہے}

۴۸۰۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ يُذْبَحُ إِذَا انْصَرَفَ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَأَهْلُ الْجَبَّانَةِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جانور اس وقت ذبح کیے جائیں جب دو گروہوں یعنی مسجد والوں یا عیدگاہ والوں میں سے کوئی ایک (عید کی نماز پڑھ کر) واپس آ جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۸۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَابُرْدَةَ بْنَ نِيَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَبَحَ شَاةً قَبْلَ الصَّلَاةِ وَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَا تُجْزِءُ عَنْكَ فَقَالَ لَهُ عِنْدِيْ جَذَعٌ مِنَ الْمَعْزِ، فَقَالَ يُجْزِءُ عَنْكَ وَلَا يُجْزِءُ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے بکری ذبح کر لی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری قربانی نہیں ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس بکری کا ایک سال سے کم عمر کا بچہ ہے (تو کیا میں اس کو ذبح کرلوں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ابی داود: ۲۸۰۰، سنن النسائی: ۱۵۶۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۵۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۸۱، ۱۸۵۳۳، ۱۸۶۳۰، سنن الدارمی: ۲۰۰۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۶۶۲، المنتقی لابن الجارود: ۹۰۸، مسند الرویانی: ۳۶۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۰۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى)

فوائد ومسائل:

۱۔ صاحب استطاعت شخص پر قربانی کرنا واجب ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے پاس (قربانی کرنے کی) گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو اسے چاہیے کہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳ وھذا حدیث حسن)

۲۔ ایک سال سے کم عمر کے بکری کے بچے کی قربانی جائز نہیں۔ البتہ دیگر دلائل کے پیش بھیڑ کا بچہ جو موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے

دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

{نبی مکرم ﷺ ایک جانور اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے کیا کرتے تھے}

۳۸۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ السَّابِطِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَجْذَعَيْنِ قَالَ وَاحِدٌ عَنِّيْ وَوَاحِدٌ عَمَّنْ شَهِدَ اَلَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اُمَّتِيْ.

عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے کالے سفید رنگ کے دو مینڈھوں کی قربانی دی اور فرمایا: ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جو اللہ کی توحید کی گواہی دیتا ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۰۹، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۴۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۸۳، ۱۴۸۹۳، ۱۴۸۹۵، ۱۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۲۸، سنن ابی داود: ۲۸۱۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق كثير)

جامع المسانید (ج ۲ ص ۲۴۶) اور مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۴۰۹) کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنيفة عن الهيثم عن عبدالرحمن بن سابط عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه ان النبي ﷺ......الخ. (مسند الامام ابی حنيفة رواية الحصكفی: ۴۰۹، جامع المسانيد: ج۲ص۲۴۶)

۱۔ امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیر فی الکوفی رحمہ اللہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

۲۔ امام عبدالرحمن بن سابط القرشی الجمحی المکی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۳۸۲۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۹۵۴)

فوائد و مسائل:

۱۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر ہر صاحب استطاعت شخص کو کم از کم ایک بکری، مینڈھا، گائے یا بھینس کے ایک حصے کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

۲۔ ایک سے زیادہ جانوروں کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہے۔

۳۔ قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔

۴۔ قربانی کا جانور عمدہ اور خوبصورت ہونا چاہیے۔

۵۔ خصی جانور کی قربانی درست ہے، اسے عیب شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس حدیث کے دیگر طرق میں صراحت ہے کہ مذکورہ مینڈھے خصی تھے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۲، مشکوۃ: ۱۴۵۸)

۶۔ ایک جانور کی قربانی پیش کر کے اس کا ثواب بہت سے لوگوں کو پہنچا سکتے ہیں۔

{گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں}

۲۸۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ الْبَقَرَةُ تُجْزِءُ فِي الْاَضْحٰى عَنْ سَبْعَةِ اُنَاسٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک گائے سات افراد کی طرف سے کفایت کر جائے گی۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۳۴، جامع الآثار: ۲۱۲۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند الطحاوی)

فائدہ:

قربانی میں گائے اور اونٹ میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حدیبیہ میں اونٹ سات افراد کی طرف سے نحر کیا اور گائے سات افراد کی طرف سے ذبح کی۔ (سنن ابی داود: ۲۸۰۹) اور ایک دوسری روایت بایں الفاظ مروی ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: گائے سات افراد کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ہے۔ (ایضا: ۲۸۰۸)

{چاہیے کہ اونٹ میں بھی سات افراد شریک ہوں}

۲۸۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ لِیَشْتَرِكْ مِنْكُمْ سَبْعَةٌ فِی الْجَزُوْرِ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ''چاہیے کہ تم میں سے سات افراد ایک اونٹ میں شریک ہوں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۳۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۱۱۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۷۴۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۳، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۴۱، سنن ابی داود: ۲۸۰۸، حدیث السراج: ۱۷۳۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۱۷، ۹۰۶۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق کثیرۃ)

{قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے}

۲۸۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْقَوْمِ تَكُوْنُ لَهُمُ الظِّئْرُ الْیَهُوْدِیَّةُ فَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّذْبَحَ اُضْحِیَّتَهُمْ یَهُوْدِیٌّ لِتَاْكُلَ مِنْهُ ظِئْرُهُمْ قَالَ فَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ اَمَّا اَنَا فَاَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَذْبَحَ اُضْحِیَّتِیْ بِیَدِیْ۔

امام حماد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگوں کے بچوں کی پرورش کرنی والی دایہ یہودی ہو اور لوگ ارادہ رکھتے ہوں کہ ان کی قربانی کے جانور یہودی ذبح کرے تا کہ ان کی دایہ بھی قربانی کے گوشت سے کھا سکے؟ تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔ نبی مکرم ﷺ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا کرتے تھے۔

{جانور ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر نہ کرو}

۲۸۶. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا جَزَرْتَ فَلاَ تَذْكُرْ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ سِوَاهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم جب جانور ذبح کرو تو اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر نہ کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا بہت بڑا گناہ ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح اللہ کے نام پر اس طرح کرنا چاہیے کہ کسی کے نام کے ذکر کرنے سے یہ اشتباہ نہ ہو کہ یہ اس کے نام پر ذبح کیا جارہا ہے، اللہ کے نام سے ذبح کر کے جس کی طرف سے ذبح کر رہے ہیں اس کا نام لے لے۔ لیکن متصلاً اس طرح ذکر نہ کرے کہ اس میں شرک یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کا ایہام پایا جائے۔ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۹۹)

{بہترین قربانی موٹا تازہ چھ ماہ کا دنبہ ہے}

۲۸۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ كِبَاشٍ اَنَّهُ جَلَبَ كِبَاشًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَعَلَ النَّاسُ لاَ يَشْتَرُوْنَ فَجَاءَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَسَّهَا وَفَرَّهَا ثُمَّ قَالَ نِعْمَ الْاُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ السَّمِيْنُ فَاشْتَرَاهَا النَّاسُ.

حضرت ابو کباش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مینڈھا مدینہ لے گئے، لوگ اسے خرید نہیں رہے تھے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اسے ٹٹولا تو موٹا تازہ پایا، پھر فرمایا: بہترین قربانی موٹا تازہ چھ ماہ کا دنبہ ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو خرید لیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایة الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۹۱،باب الاضحیة واخصاء الفحل،جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۲۵۰،۲۵۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شواهد)

فائدہ:

چھ ماہ کا دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر والوں کے ساتھ کھڑا ہو تو دونوں میں فرق معلوم نہ ہو تو ایسے دنبے کی قربانی درست ہے لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں ان کی قربانی درست خواہ وہ کتنے ہی صحت مند کیوں نہ ہو۔

{چھ ماہ کا دنبہ بھی کفایت کرجائے گا جب کہ وہ خاصا بڑا ہو}

۳۸۸۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ يُجْزِءُ اِذَا كَانَ عَظِيْمًا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: چھ ماہ کا دنبہ بھی کفایت کرجائے گا جب کہ وہ خاصا بڑا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایة الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۹۷،باب الاضحیة واخصاء الفحل،جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۲۵۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{پہلے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا منع تھا، پھر اجازت دے دی گئی}

۳۹۰۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلاَثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَقَدْ اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّهِ وَلاَ تَقُوْلُوْا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تُمْسِكُوْا لُحُوْمَ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلاَثَةِ اَيَّامٍ فَاَمْسِكُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَّسِعَ بِهِ غَنِيُّكُمْ عَلَى فَقِيْرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْمَا بَدَاَ لَكُمْ مِنَ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ الظُّرُوْفَ لاَ تُحِلُّ شَيْئًا وَلاَ تُحَرِّمُهُ وَلاَ تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔(۱)۔قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہٰذا اب بری بات منہ سے نہ نکالو۔(۲)۔اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تا کہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔(۳)۔اور میں نے کدو، سبز مٹکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (نبیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (نبیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔لیکن نشہ آور چیز نہ پیو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المنتقی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۴۵، السنن الکبری للبیہقی: ۷۱۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المنتقی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح

مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات عجلی: ۱۱۶۲، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد ومسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہو جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہوگیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کام میں خیر اور نفع کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کردی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کردیا تھا لیکن جب وسعت آگئی تو یہ حکم ختم ہوگیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھا سکتے ہیں۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشہ آور اور غیر نشہ آور میں فرق نہ کرسکیں اس لیے بعض ایسے برتنوں میں نبیذ بنانے اور پینے سے منع کردیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرمادیا۔

۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہوگیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہوگیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔

{عقیقہ زمانہ جاہلیت میں فرض ہوا کرتا تھا، جب قربانی کا حکم آیا تو اس کی فرضیت کو ختم کردیا گیا}

۲۹۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ كَانَتِ الْعَقِيْقَةُ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ رُفِضَتْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عقیقہ زمانہ جاہلیت میں (فرض) ہوا کرتا تھا، جب اسلام (میں قربانی کا حکم) آیا تو اس (کی فرضیت) کو ختم کردیا گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ۸۰۹باب زكاة الجنين والعقيقة، جامع المسانيد للخوارزمی: ج۲ص۳۲۲رقم الحديث۱۶۱۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ الْعَقِيْقَةَ كَانَتْ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاَضْحٰى رُفِضَتْ.

امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں (فرض) ہوا کرتا تھا، جب قربانی (کا حکم) آیا تو اس (کی فرضیت) کو ختم کردیا گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ۸۱۰باب زكاة الجنين والعقيقة، جامع المسانيد للخوارزمی: ج۲ص۳۲۲رقم الحديث۱۶۱۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{نبی مکرم ﷺ عقاق کے لفظ کو ناپسند کرتے تھے}

۲۹۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَا اُحِبُّ الْعَقَاقَ.

زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں عقاق کو ناپسند کرتا ہوں۔ (یعنی آپ نے لفظ عقیقہ کے نام کو ناپسند فرمایا ہے)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۸۳۸، مؤطا محمد: ۶۵۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۲۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۶۴۳، ۲۳۶۴۴، ۲۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۲۷۵، ۱۹۳۴۲، اتحاف الخیرۃ: ۶۵۷۰، ۶۵۶۹۔

تحقیق:

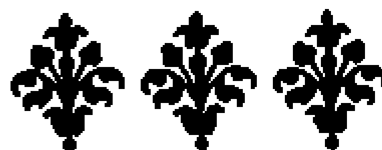
حسن لغیرہ ہے (ولہ شواھد کثیر)

فائدہ:

مؤطا مالک میں یہ حدیث بایں الفاظ منقول ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں عقوق (والدین کے ساتھ بدسلوکی کو پسند نہیں کرتا) گویا کہ آپ ﷺ نے صرف اس نام کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ جس کے بچہ پیدا ہو وہ اپنے بچے کی طرف سے قربانی دینا پسند کرے تو ایسا کرے۔''

(مؤطا مالک: ۸۳۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے نام کو عقوق کے سبب سے ناپسند فرمایا ہے نیز اختیار کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ، بلکہ صرف ایک مستحب فعل ہے۔



۲۱-بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ

۲۱-نماز کسوف کا بیان

۲۹۳-يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَفَزِعَ النَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَقَامَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى ظَنُّوْا أَنَّهُ لَنْ يَرْكَعَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهُ قَدْرَ قِيَامِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهُ كَقَدْرِ رُكُوْعِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ كَقَدْرِ قِيَامِهِ ثُمَّ جَلَسَ فَكَانَ جُلُوْسُهُ كَقَدْرِ سُجُوْدِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ كَقَدْرِ جُلُوْسِهِ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَ فِي السَّجْدَةِ الْأَخِيْرَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَكٰى وَهُوَ سَاجِدٌ حَتّٰى اشْتَدَّ بُكَاؤُهُ قَالَ فَسَمِعْنَاهُ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَلَمْ تَعِدْنِيْ أَلَّا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيْهِمْ يَقُوْلُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَعَدَ فَتَشَهَّدَ وَانْصَرَفَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أُدْنِيْتُ مِنَ الْجَنَّةِ حَتّٰى لَوْ شِئْتُ أَنْ أَتَنَاوَلَ غُصْنًا مِنْ أَغْصَانِهَا لَفَعَلْتُ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أُدْنِيْتُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى جَعَلْتُ أَتَّقِيْ لَهَبَهَا عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيْهَا سَارِقَ سِبْتِيَّتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيْهَا عَبْدَ بَنِي الدَّعْدَعِ سَارِقَ الْحَاجِّ بِمِحْجَنِهِ كَانَ إِذَا خَفِيَ لَهُ شَيْءٌ ذَهَبَ بِهِ فَإِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيْهَا امْرَأَةً حِمْيَرِيَّةً أَدْمَاءَ طُوَالَةً تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ كَانَتْ تَرْبِطُهَا فَلَا تَدَعُهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس دن نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اسی دن سورج گرہن لگا، لوگ گھبرا کر مسجد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور اتنا طویل قیام کیا کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ نبی ﷺ رکوع نہیں کریں گے، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا جو بقدر قیام تھا، پھر رکوع سے سر اٹھایا قومہ بقدر رکوع تھا، پھر سجدہ

کیا جو بقدر قومہ تھا، پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھے جو بقدر سجدہ تھا، پھر دوسرا سجدہ کیا جو بقدر جلسہ تھا۔ پھر دوسری رکعت پڑھائی اور اس میں بھی اس طرح کیا، یہاں تک کہ جب دوسری رکعت کے سجدے میں پہنچے تو رو پڑے اور یہ آہ و بکاء بہت شدید ہوگئی، ہم نے غور سے سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میری موجودگی میں تو انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا آپ نے یہ جملہ تین بار کہا اور اس کے بعد بیٹھ گئے، تشہد پڑھا اور نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، اس لیے جب ایسی صورت حال پیش آیا کرے تو نماز کا اہتمام کیا کرو۔ اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ مجھے اسی نماز کے دوران جنت کے اتنا قریب کر دیا گیا کہ اگر میں اس کے درختوں کی ٹہنیوں میں سے کوئی ٹہنی توڑنا چاہتا تو توڑ سکتا تھا اور میں نے اپنے آپ کو جہنم کے بھی اتنا قریب دیکھا کہ میں ڈرنے لگا، اور میں نے پیغمبر خدا کے گھر میں چوری کرنے والے کو جہنم میں مبتلا عذاب دیکھا اور میں نے جہنم میں عبد بن دعدع کو بھی دیکھا جو اپنی لاٹھی کے ذریعے حاجیوں کا سامان چوری کرتا تھا اور اگر اسے چوری کرتا ہوئے کوئی نہ دیکھ پاتا تو یہ اس کا ساز و سامان اٹھا کر لے جاتا اور اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یہ بہانہ بنا دیتا کہ یہ سامان میری لاٹھی سے چپک کر آ گیا ہے۔ نیز میں نے اس میں قبیلہ حمیر سے تعلق رکھنے والی گندمی رنگ کی ایک عورت کو بھی دیکھا جسے اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا جسے اس نے باندھ رکھا تھا، نہ خود اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی کہ کہ وہ خود ہی زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے (حتی کہ وہ بلی بھوک پیاس سے مرگئی)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۴۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۶۷، جزء عوالی الامام ابی حنیفۃ: ۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۲۹۹، سنن ابی داود: ۱۱۹۴، سنن النسائی: ۱۴۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۰۱، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۱۹۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۸۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

۱۔ امام عطاء بن سائب بن مالک الکوفی رحمہ اللہ (صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے) مشہور تابعی اور حسن الحدیث راوی ہیں۔
(المغنی فی الضعفاء: ج ۲ ص ۵۹)

بعض حضرات کے بقول عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آخری عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن وہ اتنے مختلط نہیں ہوئے تھے کہ ان کی احادیث بالکلیہ ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

"وکان اختلط بآخرۃ ولم یفحش حتی یستحق ان یعدل بہ عن مسلك العدول"

عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے (لیکن) وہ اتنے فاحش اور زیادہ مختلط نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل اور ثقہ راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔

(تہذیب التہذیب: ج ۴، ص ۱۳۱)

امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

"وفیہ عطاء بن السائب وفیہ کلام وھو حسن الحدیث"

س روایت میں عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگرچہ (اختلاط کی وجہ سے) ان میں کلام ہے، لیکن (پھر بھی) ان کی حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۳۵ برقم ۴۱۷۶)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"تابعی مشھور حسن الحدیث"

کہ یہ مشہور تابعی اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ (المغنی فی الضعفاء: ج ۲ ص ۵۹)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد روایات جنہیں ان سے جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کو "صحیح الاسناد" کہا ہے۔ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ نے بھی ان کی موافقت کر رکھی ہے۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک مع التلخیص: ج ۱، ص ۷۴۳ برقم ۸۱۶ ج ۱، ص ۱۱۳ برقم ۲۴۹۹ ج ۲، ص ۳۱۹ برقم ۳۱۵۰، ج ۲، ۳۳۱، برقم ۳۱۸۴، ج ۲، ۳۴۸، برقم ۳۲۳۹ ج ۲، ص ۳۵۲، برقم ۳۲۵۳) حالانکہ جریر کا عطاء سے سماع بعد الاختلاط ہے۔ (دیکھئے: تدریب الراوی: ج ۲ ص ۴۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عطاء بن السائب اختلاط کے بعد بھی صحیح الحدیث ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے بھی عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کو "مقدمہ مسلم" میں ان قابل اعتماد اور طبقہ ثانی کے راویوں میں شمار کیا ہے کہ جن سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ (دیکھئے مقدمہ مسلم: ص ۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کے نزدیک بھی عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت والی حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں عطاء کی ایک متابعت والی روایت ذکر فرمائی ہے حالانکہ اس روایت کو عطاء سے نقل کرنے والے ہشیم راوی ہیں

(دیکھئے: صحیح البخاری ج ۲،ص ۹۷۴) جن کا عطاء سے سماع عطاء کے زمانہ اختلاط کا ہے چنانچہ امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

"فامامن سمع منه بآخرة فهو مضطرب الحديث منهم هيشم.... الخ۔"

عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے اختلاط کے بعد سنا وہ مضطرب ہیں، اوران میں سے ہشیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

(تاریخ الثقات ج ۱،ص ۳۳۳ برقم ۱۱۲۸، تہذیب الکمال ج ۱۳،ص ۵۷، الجوہرالنقی ج ۳،ص ۳۸۔۳۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ بھی صحیح بخاری میں موجود عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

"وسماع هشيم منه بعد اختلاطه"

ہشیم نے عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط کے بعد سماع کیا تھا۔ (فتح الباری: ج ۱۱،ص ۵۷۴)

اب جبکہ عطاء بن سائب کی حالت اختلاط والی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور عطاء رحمہ اللہ پر کلام کرنے والوں کے بقول "صحیح بخاری" میں مختلط راویوں کی جتنی روایات موجود ہیں وہ سب صحیح وقابل استدلال ہیں۔

چنانچہ ارشاد الحق اثری صاحب ایسے راویوں کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ان کی روایات (صحیح بخاری) میں موجود ہیں مگر ہم نے بحمد اللہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایات صحیح ہیں اور صحیح بخاری کی صحت پر ان روایات کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔ (توضیح الکلام: ج ۲،ص ۴۷۰)

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جس راوی سے بخاری ومسلم استشہاد کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے۔ (نصر الباری: ۱۹۷)

فلہٰذا عطاء بن سائب سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استشہاد کرنا (یعنی متابعت میں روایت لینا) بقول علی زئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

الغرض:

جب محدثین (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) کے نزدیک بھی عطاء بن سائب کے اختلاط والی روایات صحیح ہیں اوران کی صحت کا خود مخالفین کو بھی اقرار ہے تو پھر اگر بالفرض اس کی مذکورہ روایت بھی اختلاط والی ہوتو (جس کی تائید دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے) وہ کیونکر صحیح (یا کم از کم حسن) نہ ہوگی؟

۲۔ عطاء رحمہ اللہ کے والد محترم "امام ابویحییٰ سائب بن مالک الثقفی رحمہ اللہ" سنن اربعہ وغیرہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۱۷۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۵۰۷)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اسکندریہ اور مصر کے حکمران مقوقس نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہونے کے تقریباً اٹھارہ ماہ بعد فوت ہو گئے تھے اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا تھا۔

(۲)۔ آفتاب و ماہتاب کا گرہن اللہ کی نشانیوں میں سے دو عظیم نشانیاں ہیں۔ اتنی بڑی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پر مارنے اور جنبش کرنے کی مجال نہیں، نہ وہ اپنی آزاد مرضی سے طلوع ہو سکتے ہیں اور نہ غروب۔ وہ ضابطہ الٰہی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس ضابطے سے انحراف ان کے بس میں نہیں۔ جب ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے تو پھر یہ نفع و ضرر کے مالک کیسے بن سکتے ہیں؟ یہ دور جاہلیت کے نظریہ و خیال کی تردید ہے۔

(۳)۔ اس موقع پر ذکر اللہ، نماز، صدقہ خیرات اور بخشش طلب کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

(۴)۔ نماز کسوف کو بعض حضرات سنت قرار دیتے ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک یہ واجب ہے۔

(۵)۔ جمہور علماء کے نزدیک اس نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ اور ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا مسنون ہے۔ چنانچہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِہِمْ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۱۰۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں لوگوں کو نماز پڑھائی ہم آپ کی آواز کو نہیں سن رہے تھے۔ اسے اصحاب خمسہ (ابوداود: ۱۱۸۴، ابن ماجہ: ۱۲۶۴، ترمذی: ۵۶۲، نسائی: ۱۴۸۴، احمد: ۲۰۱۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا احمد بن یونس حدثنا زهير حدثنا الاسود بن قيس حدثني ثعلبة بن عباد العبدي من اهل البصرة انه شهد خطبة يوما لسمرة بن جندب قال قال سمرة بينما انا وغلام ....الخ.

(سنن ابی داود: ۱۱۸۴)

اور بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين. یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرك: ۱۲۳۰)

مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند حسن تسلیم کیا ہے۔
(دیکھئے: سنن ابی داود تحقیق الزبیر: ج ۱ ص ۸۳۱)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ قِرَاءَةً. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۱۰۲۸)

جس دن سورج گرہن ہوا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے آپ کی قراءت کو نہیں سنا۔ اسے طبرانی (۱۱۶۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن المبارك ثنا زید بن المبارك ثنا موسی بن عبدالعزیز ثنا الحکم بن ابان عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما...... (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۶۱۲)

اور بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا مسنون ہے۔

(۶)۔ نماز کسوف کا افضل طریقہ جمہور کے نزدیک وہی ہے جو دوسری نمازوں کا ہے یعنی دو رکعات بایں طور پر پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہو۔

چنانچہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجُرُّ رِدَائَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ كَمَا تُصَلُّوْنَ وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ. (آثار السنن: ۱۰۲۸)

ہم نبی ﷺ کے پاس تھے تو سورج میں گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنی چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور مسجد میں تشریف لائے تو ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسے بخاری (۱۰۴۰) اور نسائی (۱۵۰۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ''جیسا کہ تم عموماً نمازیں پڑھتے ہو'' اور ابن حبان (۲۸۳۷) نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ''تمہاری نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھائیں۔''

سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا أَنَا أَرْمِيْ بِأَسْهُمِيْ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ مَا يُحْدِثُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَيُكَبِّرُ

وَيُمَجِّدُ وَيُهَلِّلُ حَتّٰى جُلِيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَءَ سُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ. (آثار السنن: ۱۰۲۹)

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تیراندازی کر رہا تھا کہ اچانک سورج میں گہن لگا تو میں نے تیروں کو پھینکا اور سوچا کہ میں ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن کے موقع پر کیا کرتے ہیں پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے دعا کر رہے تھے تکبیر وتہلیل کہہ رہے تھے حتیٰ کہ سورج صاف ہوگیا تو آپ نے دوسورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسے مسلم (۹۱۳) اور نسائی (۱۴۶۰) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے اتنا اضافہ نقل کیا ہے کہ: ''آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں اور چار سجدے کئے۔

سیدنا قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ فَقَالَ هٰذِهِ الْآيَاتُ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ ہوکر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں پس آپ نے ان میں طویل قیام کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے۔ چنانچہ جب تم اسے دیکھو تو اپنی فرض نماز کی طرح نماز پڑھو جو ابھی تم نے پڑھی ہے۔ اسے ابوداود (۱۱۸۵) اور نسائی (۱۴۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا وهيب حدثنا ايوب عن ابى قلابة عن قبيصة الهلالى رضى الله عنه.....الخ. (سنن ابى داود: ۱۱۸۵)

اور بلحاظ سند بلاغبار بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (دیکھئے: المستدرک: ۱۲۳۸)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

بَيْنَمَا أَنَا وَغُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ نَرْمِيْ غَرَضَيْنِ لَنَا حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فِيْ عَيْنِ

النَّاظِرِ مِنَ الْأُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتّٰى اٰضَتْ كَأَنَّهَا تَنُّومَةٌ فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَاللّٰهِ لَيُحْدِثَنَّ شَأْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أُمَّتِهِ حَدَثًا قَالَ فَدُفِعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ فَاسْتَقْدَمَ فَصَلّٰى فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِيْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِيْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِيْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۱)

ایک دفعہ میں اور ایک انصاری نوجوان نشانہ بازی کر رہے تھے حتیٰ کہ دیکھنے والے کی آنکھ میں جب سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا تو وہ سیاہ ہو گیا جیسے کہ تنومہ (گھاس) ہو۔ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: چلو آؤ مسجد کی طرف چلیں، قسم اللہ کی! رسول اللہ ﷺ سورج کی اس کیفیت میں امت کو ضرور کوئی نئی بات تعلیم فرمائیں گے۔سو ہم فوراً وہاں پہنچ) گئے (جیسے گویا ہمیں دھکیل دیا گیا ہو) تو وہاں آپ گھر سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ پس آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔آپ نے ہمیں نہایت طویل قیام کرایا ایسا کہ کسی بھی نماز میں آپ نے ہمیں نہیں کرایا تھا۔ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔پھر آپ نے ہمیں نہایت طویل رکوع کرایا جو کسی بھی نماز میں آپ نے ہمیں نہیں کرایا تھا۔ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔پھر آپ نے ہمیں نہایت طویل سجدہ کرایا جو کسی بھی نماز میں آپ نے ہمیں نہیں کرایا کرایا تھا۔ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔پھر دوسری رکعت میں بھی آپ نے ایسے ہی کیا۔اسے ابوداود (۱۱۸۴) اور نسائی (۱۴۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا احمد بن یونس حدثنا زهیر حدثنا الاسود بن قیس حدثنی ثعلبة بن عباد العبدی من اهل البصرة انه شهد خطبة یوما لسمرة بن جندب قال قال سمرة بینما انا وغلام....الخ.

(سنن ابی داود: ۱۱۸۴)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هٰذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین.

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(المستدرک: ۱۲۳۰)

مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند حسن تسلیم کیا ہے۔(دیکھئے: سنن ابی داود تحقیق الزبیر: ج ا ص ۸۳۱)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

اَنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یَکَدْ یَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِی الرَّکْعَةِ الْاُخْرٰی مِثْلَ ذَالِكَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۱۰۳۲)

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے قیام کیا، (اتنا لمبا قیام کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے۔ پھر رکوع کیا، (اتنا لمبا رکوع کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر سر اٹھایا، (اتنا لمبا قیام کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر سجدہ کیا، (اتنا لمبا سجدہ کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر سر اٹھایا اور (اتنی دیر بیٹھے رہے کہ) لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر سجدہ کیا (اتنا لمبا سجدہ کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ سر نہیں اٹھائیں گے پھر سر اٹھایا اور دوسری رکعت میں بھی ایسے ہی کیا۔ اسے ابوداود (۱۱۹۴) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل حدثنا حماد عن عطاء بن السائب عن ابیه عن عبداللّٰه بن عمرو...الخ. (سنن ابی داود: ۱۱۹۴)

اور بلحاظ سند کم از کم حسن ہے۔ اس حدیث کی سند کا حسن ہونا تو احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی کو بھی تسلیم ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ج ۱ ص ۸۳۶)

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

کُسِفَتِ الشَّمْسُ یَوْمَ مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا کُسِفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلَاوَاِنَّهُمَا لَایَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا کَذَالِكَ فَافْزَعُوْا اِلَی الْمَسَاجِدِ ثُمَّ قَامَ فَقَرَءَ فِیْمَا نَرٰی بَعْضَ الرّ کِتَابٌ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَفَعَلَ مِثْلَ مَافَعَلَ فِی الْاُوْلٰی. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۳)

جس دن رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے کہا: ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، سنو! سورج اور چاند کسی کے مرنے یا جینے کی وجہ سے گرہن زدہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب تم ان کو گرہن زدہ دیکھو تو گھبرا کر مسجدوں کی طرف آؤ، پھر آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو

ہمارے خیال میں { الم تنزیل الکتاب } کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر آپ نے رکوع کیا پھر سیدھے کھڑے ہوئے پھر دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے تو اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا۔ اسے احمد (۲۳۶۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا عبدالرحمن بن سلیمان بن الغسیل عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لبید.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۶۲۹)

اور بلحاظ سند جید ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۲۰۷) مزید برآں شعیب ارناؤط نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (دیکھئے: تعلیق علی مسند الامام احمد: ۲۳۶۲۹)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ نَحْوًا مِّنْ صَلَاتِكُمْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن میں تمہاری نماز کی طرح ہی رکوع و سجدہ کرتے ہوئے نماز ادا کی۔ اسے احمد (۱۸۳۹۲) اور نسائی (۱۴۸۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۱۰۳۴)

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم الاحول عن ابی قلابة عن النعمان بن بشیر.... الخ.

(مسند الامام احمد: ۱۸۳۹۲)

اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا خُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ. وَإِسْنَادُهُمَا صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۵)

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سورج اور چاند کو گرہن ہو تو اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے ابھی ابھی نماز پڑھی ہے۔ اسے نسائی (۱۴۸۸) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت (۱۴۸۵) میں اتنا اضافہ نقل کیا ہے: ''جیسا کہ تم نے ابھی فرض نماز پڑھی ہے۔'' اور ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے۔

---

۲۹۵. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلّٰى حِيْنَ انْكَسَفَتِ

الشَّمْسُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ كَانَ الدُّعَاءُ حَتَّى تَجَلَّتْ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب سورج گرہن لگا تو نبی مکرم ﷺ نے دو رکعات نماز پڑھائی اور پھر دعا کی یہاں کہ سورج واضح ہو گیا (یعنی گرہن ختم ہو گیا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ص ۳۲۴، ۳۲۵، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۲، السنن الکبری للبیہقی: ج ۳ص ۳۴۱۔

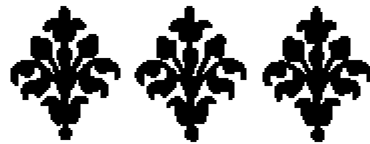
تحقیق:

صحیح ہے۔

جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود رضي الله عنه .... الخ.

(جامع المسانيد)



۲۲-بَابُ صَلاَۃِ الْخَوْفِ

۲۲-نماز خوف کا بیان

۳۹۶-یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ صَلاَۃِ الْخَوْفِ تَقُوْمُ طَائِفَةٌ مَّعَ الْاِمَامِ وَطَائِفَةٌ بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ فَیُکَبِّرُ الْاِمَامُ بِالطَّائِفَةِ الَّتِیْ مَعَهٗ وَیُصَلِّیْ بِهِمْ رَکْعَةً فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْهَا ذَهَبُوْا حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّتَکَلَّمُوْا وَالْاِمَامُ مَکَانَهٗ وَتَاْتِی الطَّائِفَةُ الَّتِیْ بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ فَیُصَلِّیْ بِهِمُ الْاِمَامُ رَکْعَةً اُخْرٰی حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْهَا انْصَرَفَ الْاِمَامُ وَذَهَبَ هٰؤُلاَءِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّتَکَلَّمُوْا حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ فَیَجِیْئُ الْاٰخَرُوْنَ فَیَقْضُوْنَ وُحْدَانًا رَکْعَةً رَکْعَةً وَیُسَلِّمُوْنَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَۃَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَائِکُمْ وَلْتَاْتِ طَائِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ﴾ (النساء : ۱۰۲) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے نماز خوف کے بارے میں فرمایا: (امام لوگوں کے ساتھ جب جماعت کرے تو) ایک گروہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ دشمن کے مدمقابل رہے، امام اس گروہ کے ساتھ جو اس کے پیچھے ہے ایک رکعت پڑھے گا پھر وہ گروہ جس نے ایک رکعت پڑھ لی ہے وہ بغیر بات وغیرہ کئے دشمن کے مدمقابل اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑا ہو جائے گا اور دوسرا گروہ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گا پھر یہ بات چیت کئے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے اور ان لوگوں کی جگہ کھڑے ہو جائیں گے اور پہلا گروہ اگر دوسری رکعت تنہا پڑھے گا پھر وہاں سے جا کر اپنے ساتھیوں کی جگہ پر کھڑا ہو جائے گا اور دوسرا گروہ آ کر اپنی باقی ماندہ دوسری رکعت تنہا تنہا پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ﴿وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَۃَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَائِکُمْ وَلْتَاْتِ طَائِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ﴾ ''اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو (دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے، اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے۔ پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے

ہو جائیں، اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو آگے آ جائے، اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے، اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لے۔"

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۶ باب صلاۃ الخوف، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۴۳ ح ۷۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۲۴۶ باب صلاۃ الخوف۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

---

۲۹۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ هِنْدَ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ اَوْ خَلِيْفَةً غَيْرَهُ كَتَبَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يَسْأَلُهُمْ عَنْ صَلَاةِ الْخَوْفِ فَكُتِبَ اِلَيْهِ فِيْهَا بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ.

امام ابو ہند رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یزید بن معاویہ یا کسی دوسرے خلیفہ نے مدینہ منورہ خط لکھ کر نماز خوف کے (طریقہ کے) بارے میں پوچھا، تو انہیں جوابی خط میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر نماز خوف کا طریقہ لکھ کر بھیجا گیا۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۷ باب صلاۃ الخوف، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۳۴۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله شاهد عند الامام احمد: ۲۰۶۳،۲۳۸۲)

فائدہ:

احادیث میں نماز خوف کے چھ سات طریقے منقول ہیں کیونکہ خوف کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، لہٰذا ہر جگہ ایک ہی طریقے سے نماز پڑھنا ممکن نہیں۔ موقع محل کے مطابق ان میں کوئی سا بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ البتہ سب سے افضل طریقہ وہی ہے جو مذکورہ بالا آثار میں آیا ہے۔

چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَاَخَذَهٗ فَاخْتَرَطَهٗ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَتَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ قَالَ فَتَهَدَّدَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَغْمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهٗ قَالَ ثُمَّ نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا. (آثار السنن: ۱۰۲۵)

ہم رسول اللہ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ جب ہم ذات الرقاع میں تھے، فرماتے ہیں: جب بھی ہم کسی سایہ دار درخت پر سے گذرتے تو اسے رسول اللہ ﷺ کے (آرام فرمانے کے) لیے چھوڑ دیتے۔ فرماتے ہیں: تو مشرکین میں سے ایک شخص جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی آیا اور اس نے وہ پکڑ کر سونت لی پھر اللہ کے رسول ﷺ سے کہا: کیا آپ کو مجھ سے ڈر ہے؟ فرمایا: نہیں، اس نے کہا: تو مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ مجھ کو تجھ سے بچائے گا؟ فرماتے ہیں: اسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دھمکایا تو اس نے تلوار کو نیام میں رکھا اور لٹکا دیا۔ فرماتے ہیں: پھر نماز کے لیے اذان دی گئی تو آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعت پڑھائیں پھر وہ پیچھے چلی گئی اور آپ نے دوسرے گروہ کو دو رکعت پڑھائیں۔ فرماتے ہیں: تو یہ رسول اللہ ﷺ کی چار رکعات بنی اور لوگوں کی دو رکعت۔ اسے مسلم (۸۴۳) نے اور بخاری (۴۱۳۶) نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ وَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۱۰۲۶)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جنگ کے لیے گیا۔ وہاں ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو ہم نے ان کے مقابلے میں صفیں باندھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو ہم میں سے ایک گروہ آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑے ہونے والے گروہ کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کیے، پھر وہ ان لوگوں (دوسرے گروہ) کی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے جنہوں نے نماز نہ پڑھی

تھی اور وہ گروہ آ گیا جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ بھی ایک رکوع اور دو سجدے کیے (یعنی ان کے ساتھ بھی ایک رکعت ادا کی۔)، پھر رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیر دیا، پھر مسلمانوں میں سے ہر آدمی اٹھا اور اس نے اپنے طور پر ایک رکوع اور سجدے کر لیے۔ (یعنی ایک ایک رکعت پڑھ لی۔) اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۴۲) نے روایت کیا ہے۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نماز خوف کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ کہتے:

يَتَقَدَّمُ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً فَتَكُونُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ وَلَمْ يُصَلُّوْا فَإِذَا صَلَّى الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَأْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْإِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَّنْصَرِفَ الْإِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّوْا رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كَانَ خَوْفًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى أَقْدَامِهِمْ أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا أَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ إِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا ثُمَّ الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيْقِهِ فِيْ كِتَابِ التَّفْسِيْرِ مِنْ صَحِيْحِهِ. (آثار السنن: ۱۰۴۷)

امام آگے بڑھے اور لوگوں کا گروہ اس کے ساتھ ہو۔ پس امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اور ان میں سے ایک گروہ امام اور دشمن کے درمیان ہو جو نماز نہ پڑھے۔ پس جب امام کے ساتھ والے ایک رکعت پڑھ لیں تو وہ ان کی جگہ پر ہٹ جائیں جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ اور وہ سلام نہ کہیں، اور نماز نہ پڑھنے والے آگے بڑھیں اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں، پھر امام اپنی نماز سے فارغ ہو جائے (یعنی سلام کے ساتھ) اور وہ دو رکعت پڑھ چکا ہوگا۔ پھر ہر گروہ اپنے لئے ایک ایک رکعت پڑھے امام کی فراغت کے بعد۔ پس دونوں گروہوں میں سے ہر ایک نے دو رکعت پڑھ لی ہوگی۔ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو تو لوگ کھڑے ہو کر پاؤں پر یا سوار ہو کر قبلہ رخ یا بغیر قبلہ رخ نماز پڑھیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ بقول نافع، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کی ہے۔ اسے مالک نے مؤطا (۴۳۴) میں روایت کیا ہے پھر بخاری نے انہی کے طریق سے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر (۴۵۳۵) میں نقل کیا ہے۔

۲۹۸۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ فِي الْخَوْفِ وَحْدَكَ فَصَلِّ قَائِمًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَرَاكِبًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا تَسْجُدْ عَلٰى شَيْءٍ أَوْمِ إِيْمَاءً وَاجْعَلْ سُجُوْدَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوْعِكَ وَلَا تَدَعِ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تو خوف کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر اس طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو قبلہ رخ سواری پر پڑھ لے اور کسی چیز (جیسے لکڑی وغیرہ) پر سجدہ نہ کر اشارہ کر لے اور سجدہ میں رکوع کی بنسبت قدرے زیادہ جھک اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت کو نہ چھوڑ۔

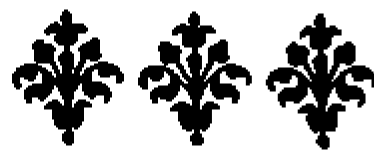
تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۸ باب صلاۃ الخوف جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۴۴ ح ۶۱۷ مصنف عبد الرزاق: ۴۲۶۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۴۶۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۲۳-بَابٌ فِيْ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَ كَفْنِهٖ

۲۳-میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان

انسانی زندگی کی ابتدا اور انتہا دونوں ہی دور رس اثرات کی حامل ہیں، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو خاندان بھر میں خوشی ومسرت کا عجیب سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر طرف مبارکباد اور خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے، پھر وقت مقررہ پر اس کے رخصت ہونے کا وقت آتا ہے تو ہر طرف غم کی فضا پھیل جاتی ہے۔ اس نازک وقت میں اکثر و بیشتر لوگ کم علمی، جہالت اور شرکیہ معاشرتی فضا کی وجہ سے ایسے افعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، یہ سلسلہ ہائے بدعات وشرک موت کے بعد بھی طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے اور شکم پرور جہلاء کی خوب چاندی رہتی ہے۔ انسان جب بستر مرگ پر ہوتا ہے تو لواحقین بے بسی کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں، حتی المقدور دوا دارو کرنے کے باوجود مریض لحظہ بہ لحظہ موت کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

تیمارداری کرنے والے دبے لفظوں میں مایوسی کا اظہار کرنے لگتے ہیں، لواحقین ہر حکیم، ڈاکٹر حتی کہ شرکیہ کلمات پر مشتمل دم جھاڑ تک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید ہمارا مریض بچ جائے مگر جو وقت مقرر ہو چکا، وہ آ کر رہتا ہے۔ {ولكل امة اجل فاذا جآء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون} (اعراف: ۳۴) ''اور ہر گروہ کی ایک میعاد مقرر ہے سو جس وقت ان کی میعادِ معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔''

☆ تیمارداری کی فضیلت:

اسلام نے انسانوں کو باہمی ہمدردی محبت ومودت اور ہمدردی کا درس دیا ہے، اس لیے جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرنا مسلمان پر واجب ہے۔ تیمارداری کرنے والا جہاں اپنے بھائی سے محبت اور الفت کا اظہار کرتا ہے اور باہمی تعلقات کو مضبوط بناتا ہے وہاں اپنے رب سے اجر عظیم کا حقدار بھی بنتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب کوئی مسلمان شام کے وقت اپنے کسی بھائی کی عیادت کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے بھی اس کے ساتھ نکلتے ہیں جو اس کے لیے صبح تک بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور جو کوئی صبح کے وقت عیادت کے لیے نکلے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔'' (سنن ابی داود: ۳۰۹۸، ۳۰۹۹)

جنازہ میں شرکت کی فضیلت:

مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ضروری ہے۔اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور اعلیٰ اجر وثواب کا حامل ہے۔جبکہ دوسری طرف موحد مسلمانوں کی التجا ودعا کو قبول کرتے ہوئے رب العالمین فوت ہونے والے کی مغفرت فرمادیتا ہے۔اسی طرح یہ عمل طرفین کے لیے باعث رحمت بن جاتا ہے۔ارشاد نبوی ہے:(من شهد الجنازة حتى يصلي فله قيراط ومن شهد حتى تدفن كان له قيراطان قيل وماالقيراطان؟ قال مثل الجبلين العظيمين)،(صحیح البخاری:۱۳۲۵)''جوشخص جنازے میں شامل ہو اور نماز پڑھے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جوشخص میت کو دفن کرنے تک موجود رہتا ہے اسے دو قیراط ملتے ہیں۔''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:اللہ کے رسول!قیراطان کا مطلب کیا ہے؟آپ نے فرمایا:''دو قیراط کا ثواب دو عظیم پہاڑوں کے برابر ہے۔''

۲۹۹۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ غُسْلِ الْمَيِّتِ يُجَرَّدُ وَيُوْضَعُ عَلَى تَخْتٍ وَيُجْعَلُ عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةٌ ثُمَّ يُبْدَءُ بِوُضُوْئِهِ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ يُبْدَءُ بِمَيَامِنِهِ وَلَا يُمَضْمَضُ وَلَا يُنْشَقُّ وَيُغْسَلُ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ بِالْخِطْمِيِّ وَلَا يُسَرَّحُ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ الْقَرَاحِ حَتَّى تُنْقِيَهُ وَتَرَى اَنَّ الْمَاءَ قَدْ خَلَصَ اِلَى مَايَلِي التَّخْتَ مِنْهُ وَقَدْ اَمَرْتَ قَبْلَ ذٰلِكَ بِالْمَاءِ فَأُسْخِنَ هُوَ وَالسِّدْرُ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ سِدْرٌ فَحُرُضٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنْهُمَا اَجْزَأَكَ الْمَاءُ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ فَيُغْسَلُ بِذَالِكَ الْمَاءِ حَتَّى تُنْقِيَهُ وَتَرَى اَنَّ الْمَاءَ قَدْ خَلَصَ اِلَى مَايَلِي التَّخْتَ مِنْهُ ثُمَّ يُقْعِدُهُ فَيُسْنِدُهُ اِلَيْهِ فَيَعْصِرُ بَطْنَهُ فَاِنْ سَالَ عَنْهُ شَيْءٌ مَسَحَهُ ثُمَّ تُنَشِّفُهُ فِيْ ثَوْبٍ. وَقَدْ اَمَرْتَ بِأَكْفَانِهِ وَسَرِيْرُهُ فَأُجْمِرَ وِتْرًا ثُمَّ تَجْعَلُ الْحَنُوْطَ فِيْ لِحْيَتِهِ وَرَأْسِهِ ثُمَّ تَجْعَلُ الْكَافُوْرَ اِنْ كَانَ عَلَى مَوَاضِعِ السُّجُوْدِ ثُمَّ تُلْبِسُهُ قَمِيْصًا اِنْ كَانَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَلَا يَضُرُّهُ وَتَبْسُطُ رِدَاءَهُ وَتَبْسُطُ اِزَارَهُ فَوْقَ الرِّدَاءِ ثُمَّ تَعْطِفُ عَلَيْهِ الْاِزَارَ مِنْ قِبَلِ شِقِّهِ الْاَيْسَرِ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ وَسَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ تَعْطِفُ عَلَيْهِ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ كَذٰلِكَ وَتَعْطِفُ الرِّدَاءَ كَذٰلِكَ ثُمَّ تَعْقِدُ عَلَيْهِ اَكْفَانَهُ اِنْ خِفْتَ اَنْ يَّنْتَشِرَ عَنْهُ كَفَنُهُ وَلَا يُتْبَعُ بِنَارٍ فَاِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَكُوْنَ اٰخِرَ زَادِهِ مِنَ الدُّنْيَا نَارٌ يُتْبَعُ بِهَا.وَذَكَرَ اَنَّ الْمَرْأَةَ يُسْدَلُ شَعْرُهَا وَيُسْدَلُ عَلَيْهِ خِمَارُهَا كَهَيْئَةِ الْقِنَاعِ وَتُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِيْ دِرْعٍ وَاِزَارٍ وَلِفَافَةٍ وَخِمَارٍ وَخِرْقَةٌ تُرْبَطُ فَوْقَ الْاَكْفَانِ.وَسَأَلْتُ اَبَاحَنِيْفَةَ عَنِ الْقُطْنِ يُحْشَى بِهِ الْفَمُ وَالسَّمْعُ وَالْاَنْفُ وَالْفَرْجُ فَقَالَ حَسَنٌ

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ لَا اَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا وَفِيْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا انْتَهَيْتَ اِلَى الْقَبْرِ فَلَا يَضُرُّكَ كَمْ دَخَلَهُ شَفْعٌ اَوْوِتْرٌ وَحُلَّ الْعُقْدَةَ اِنْ كُنْتَ عَقَدْتَّهَا وَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَضَعُهُ فِي الْقَبْرِ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو تخت پر رکھا جائے اور کپڑے اتار دیئے جائیں اور اس کے ستر پر چھوٹا سا کپڑا رکھ دیا جائے اور پھر غسل کی ابتداء نماز والے وضو سے دائیں جانب سے کی جائے البتہ نہ تو کلی کرائی جائے اور نہ ہی ناک میں پانی چڑایا جائے اور اس کے سر اور داڑھی کو گل خیرو (ایک بوٹی جو صابن کا کام کرتی ہے) سے دھو دیا جائے اور کنگھی نہ کی جائے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر خالص پانی کے ساتھ غسل دیا جائے یہاں تک کہ خوب نظافت حاصل ہو جائے اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ پانی پہنچ گیا ہے میت کے نیچے تک۔ اور غسل دینے سے پہلے کو تو نے حکم دیا ہو کہ پانی بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا جائے اور اگر بیری کے پتے نہ ہوں تو اشنان (ایک بوٹی جو صابن کا کام کرتی ہے) ڈال کر گرم کر لیا جائے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی میسر نہ ہو تو اکیلا پانی بھی کفایت کر جائے گا۔ پھر اس کو داہنی کروٹ پر لٹا جائے اور دھویا جائے پانی سے یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ پانی پہنچ گیا ہے اس کے نیچے تک پھر کسی سہارے سے اسے بٹھا دیا جائے اور سوتیں اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ پس اگر کچھ نکلے اس سے تو اس کو پونچھ ڈالیں پھر خشک کر دیں کپڑے۔ اور غسل دینے سے پہلے میت کے کفن (کی تیاری) کا حکم دے اور اس کے تخت کو طاق مرتبہ دھونی دے جائے پھر حنوط (ایک خوشبو جو مختلف خوشبوؤں سے مل کر بنتی ہے) اس کے سر اور داڑھی پر مل دی جائے اور کافور سجدہ کے اعضاء پر۔ (اور کفن بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ) پہلے لفافہ کو پھیلایا جائے پھر اس پر ازار پھیلایا جائے پھر اگر قمیص میسر ہو تو میت کو پہنائی جائے اور اگر میسر نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں اور اسے ازار پر رکھا جائے اور پھر ازار کو بائیں طرف سے اس کے چہرے، سر اور سارے جسم پر موڑ دیا جائے اور دائیں طرف سے بھی اسی طرح موڑ دیا جائے اور پھر لفافہ کو بھی اسی طرح موڑا جائے اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کفن کھل جائے گا تو اس پر گرہ لگا دی جائے۔ اور میت کے ساتھ آگ نہ لیجائی جائے کیونکہ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس کا دنیا سے آخری توشہ آگ ہو جو اس کے ساتھ لیجائی جائے۔ اور ذکر کیا کہ عورت کے بالوں کو (سینے کے درمیان میں دونوں طرف سے لاکر اوڑھنی کے نیچے) رکھ دیا جائے۔۔۔ اور عورت کو (پانچ کپڑوں میں) کفن دیا جائے گا کرتی، ازار، اوڑھنی، لفافہ اور ایک کپڑا (جو کہ لفافہ اوڑھنی اور اس (خرقہ) کے اوپر رکھا جائے گا) جس سے (کفن کے اوپر سے سینے کے قریب عورت کے پیٹ اور چھاتی کو) باندھ دیا جاتا ہے تا کہ چارپائی اٹھاتے وقت

پستانوں کی حرکت کے باعث، اس کا کفن نہ کھل جائے)۔ اور امام حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منہ، کان ناک اور سرین کو روئی سے بند کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اور ابراہیم کی (سابقہ) حدیث میں ہے کہ پس جب تم قبر پر پہنچ جاؤ تو کوئی نقصان نہیں قبر اتارنے والے طاق ہوں یا جفت، اور اگر تم نے گرہ لگائی ہو تو (وہ قبر میں) کھول دی جائے (کیونکہ وہ اندیشہ ختم ہو گیا ہے جس کی بناء پر گرہ لگائی گئی تھی) اور جو میت کو قبر میں اتارے وہ (اتارتے وقت) یوں کہے: (بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ) ''اللہ کے نام سے اور رسول اللہ (ﷺ) کے طریقے پر۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر عورت مردوں کے ساتھ یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے تو ان میں سے ہر ایک کو تیمم کرایا جائے}

۴۰۰. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ ' اَنَّهٗ قَالَ: اِذَا مَاتَتِ الْمَرْاَةُ مَعَ الرِّجَالِ اَوْمَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ، تُیَمِّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالصَّعِیْدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی عورت نہ ہو)، یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی اور مرد نہ ہو) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو مٹی کے ساتھ تیمم کروایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۵۷۶ رقم الحدیث: ۶۱۳۳ باب الرجل یموت مع النساء، والنساء مع الرجال۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ورس اور زعفران کے علاوہ میت کی خوشبو میں ہر طرح کی خوشبو ملا سکتے ہیں}

۴۰۱. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اصْنَعْ فِیْ حَنُوْطِ الْمَیِّتِ مَاشِئْتَ مِنَ الطِّیْبِ مَاخَلَا الْوَرْسَ وَالزَّعْفَرَانَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت کی خوشبو میں زعفران اور ورس کے علاوہ جو بھی چاہو خوشبو ملالو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۷ باب الجنائز وغسل المیت، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۴۷ ح ۷۷۲۔

مصنف عبدالرزاق: ۶۱۴۸ باب الحناط۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مردوں کی خوشبو میں ورس اور زعفران نہیں ڈالا جاسکتا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۷)

{عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے}

۴۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِيْ لِفَافَةٍ وَإِزَارٍ وَدِرْعٍ وَخِمَارٍ وَخِرْقَةٍ وَإِنْ شِئْتَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ وَقَالَ لَا يُسَرَّحُ رَأْسُ الْمَيِّتِ وَلِحْيَتُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: عورت کو (پانچ کپڑوں میں) کفن دیا جائے گا کرتی، ازار، اوڑھنی، لفافہ اور ایک کپڑا، اور اگر تم چاہو تو تین کپڑوں میں بھی دے سکتے ہو۔ اور فرمایا: میت کے سر اور داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۲ باب غسل المرأۃ وکفنہا، مصنف عبدالرزاق: ۶۲۱۶ باب کفن المرأۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۱ ص ۱۴۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عورت کا کفنِ کفائی تین کپڑے ہے مگر کفنِ مسنون پانچ کپڑے ہیں۔ چنانچہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا اور ہم نے ان کو یوں ڈھانکا جس طرح زندہ کو ڈھانکا جاتا ہے۔ (اعلاء السنن: ۲۲۱۸)

{میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے}

۴۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا رَأَتْ قَوْمًا يُّسَرِّحُوْنَ رَأْسَ مَيِّتِهِمْ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ؟

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی میت کے سر میں کنگھی کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر تم لوگ اپنے مردے کی پیشانی کیوں کھینچتے ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۸باب الجنائز وغسل المیت ،جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۴۴۴ح۶۲، مصنف عبدالرزاق: ج۳ص۴۳۷باب شعر المیت واظفارہ ،السنن الکبری للبیہقی: ۶۶۳۶۔ مسائل احمد روایۃ ابی داود: ص۱۴۵۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان چیزوں کا تعلق زیب وزینت سے ہے اور ظاہر ہے کہ میت زیب وزینت سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ میت کو کنگھی دی جائے یا اس کے بال یا ناخن کاٹے جائیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۸)

{عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا}

۴۰۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ تُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا وَلَا يُغَسِّلُ

الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۰باب غسل المرأۃ و کفنها، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۲۰باب المرأۃ تغسل زوجها، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۳ص۲۴۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بیوی اپنے متوفی شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر شوہر کا اپنی متوفی بیوی کو غسل دینا درست نہیں کیونکہ شوہر کے ذمہ عدت نہیں، محل نہ رہنے کی وجہ سے ملکِ نکاح بھی باقی نہ رہی، فلہٰذا وہ عورت کے حق میں اجنبی ہوگیا۔

{بامر مجبوری شرعی طریقہ کے مطابق مسلمان عورت کو نصرانی عورت سے غسل دلوایا جاسکتا ہے}

۴۰۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا مَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ الرِّجَالِ وَفِيْهِمُ امْرَأَةٌ نَصْرَانِيَّةٌ عَلَّمُوْهَا كَيْفَ تُغَسِّلُهَا فَتُغَسِّلُهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مر جائے اور ان کے ساتھ نصرانی عورت ہو لوگ اسے غسل دینے کا طریقہ سکھا دیں تو وہ عورت کو غسل دے دے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جو میت کو غسل دے وہ غسل کرلے}

۴۰۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا اغْتَسَلَ.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو میت کو غسل دے وہ غسل کر لے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایت الامام محمد: ۲۳۴ باب الغسل من غسل المیت، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۰۸ من غسل میتا اغتسل اوتوضا، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۱۴۹ من قال علی غاسل المیت غسل۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طریق اخری عند عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ)

فائدہ:

میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۴۰۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكُمْ نَجِسًا فَاغْتَسِلُوْا مِنْهُ وَیُجْزِءُ مِنْهُ الْوُضُوْءُ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تمہارا ساتھی ناپاک ہے تو اس کو غسل دینے کی وجہ سے غسل کرلو اور صرف وضو کرنا بھی کافی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۰۵، ۶۱۰۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۱۳۸، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۰۷، مجمع الزوائد: ۴۰۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۰۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق والطبرانی)

{نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلہ اور قمیص میں کفن دیا گیا تھا}

۴۰۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كُفِّنَ فِیْ حُلَّةٍ وَّقَمِیْصٍ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلہ (جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا) اور قمیص میں کفن دیا گیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۸ باب الجنائز وغسل المیت، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۶۸، ۶۱۷۷ باب الکفن، الطبقات الکبری لابن سعد: ج ۲ ص ۲۱۹ ذکر من قال کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاثۃ اثواب۔

تحقیق:

مرسل معتضد، صحیح ہے۔

فائدہ:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے۔ البتہ ان تین کپڑوں کی تعیین کے سلسلے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک صرف تین لفافے ہیں جبکہ اکثر کے نزدیک یہ تین کپڑے لفافہ، ازار اور قمیص یعنی کفن میں قمیص بھی مسنون ہے۔ متعدد روایات میں قمیص کا ذکر بھی ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ایک حلہ جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا اور ایک ان کی اپنی قمیص جس میں ان کی وفات ہوئی۔ (سنن ابی داود: ۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۴۲، واسنادہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ مردے کو قمیص اور ازار پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

(مؤطا مالک: ص ۷۸ بحوالہ اعلاء السنن: ۲۲۱۳)

مزید برآں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جس وقت (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص مجھے دے دیجئے، میں عبداللہ بن ابی کو اس میں کفناؤں گا اور آپ اس پر نماز بھی پڑھیئے اور اس کے لیے استغفار بھی فرمایئے، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قمیص دے دی۔۔۔ الخ۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھا اس لیے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قمیص کی درخواست کی اور اگر قمیص میں کفن دینا درست نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ قمیص میں کفن میں دینا جائز نہیں، دوسرے انسان محبوب اور اعلیٰ چیز کا ہی سوال کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا محبوب اور اولیٰ ہے۔ البتہ دیگر دلائل کے پیش نظر باقی صورتیں یعنی قمیص کے بغیر کفن دینا بھی جائز ہے۔ باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس منافق کے ساتھ مروت کا سلوک کرنا اور

اس پر نماز جنازہ کی نماز پڑھنا ایک مستقل بحث ہے جس کے لئے یہ مقام وسعت نہیں رکھتا۔

{سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفنانا}

۴۰۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کُفِّنَ فِیْ ثَوْبَیْنِ کَانَا لَهُ فَأَوْصٰی اَنْ یُّغْسَلَا وَیُکَفَّنَ فِیْهِمَا وَقَالَ الْحَیُّ أَحْوَجُ اِلَی الْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ انہی کے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان دو کپڑوں کو دھو کر ان میں انہیں کفن دیا جائے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۵، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۷۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۰۷۸، ۱۱۰۶۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصلہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ)

فوائدومسائل:

۱۔ مؤطا مالک (ج ۱ ص ۳۳۸ ح ۵۲۲) کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”مجھ پر یہ جو کپڑا ہے جس میں کچھ گیری یا زعفران لگا ہوا تھا اسے لے کر دھوڈالو پھر اس میں مجھے کفنا ؤ اور دو کپڑے اور ساتھ لگالینا، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ کیا ہوا (یعنی یہ کپڑا پرانا ہے اور کفن کے لائق نہیں) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میت کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔“ مگر اکثر وبیشتر روایات میں دو کپڑوں کا ذکر ہے کہ انہیں دھو کر مجھے انہی میں کفنا دینا۔ مؤطا کی روایت کی ترجیح دیں تو دوسری روایات بھی متعدد ہیں اور ان کے طرق بھی متعدد ہیں لہٰذا انہیں بھی ترجیح دی سکتی ہے البدائع اور الہدایہ میں اسی سبب سے لکھا گیا ہے کہ مرد کو دو کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے مگر مؤطا کی روایت اور دوسری روایات کو جمع کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو کپڑوں کا حکم دیا اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے اتباع میں تین کپڑوں کا حکم دیا ہوگا۔

۲۔ اس حدیث سے دھلے ہوئے کپڑوں کے کفن کا جواز نکلتا ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غلو واسراف سے بچتے ہوئے

میت کو اچھا کفن دینے کا حکم ہے لیکن میت اگر اس کے خلاف وصیت کرے اور اس میں کوئی مصلحت ہو تو اس کے خلاف کرنے میں بھی حرج نہیں ہے۔

{میت کو اچھی سے اچھی خوشبو لگانا جائز ہے}

۴۱۰۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ ثَنَا عَاصِمُ الْاَحْوَلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمِسْكِ یُجْعَلُ فِیْ حَنُوْطِ الْمَیِّتِ،قَالَ أَوَلَیْسَ هُوَ أَطْیَبَ طِیْبِكُمْ. وَذَكَرَ اَبُوْیُوْسُفَ اَنَّهُ رَوَاهُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ نَحْوَهُ.

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر میت کی خوشبو میں مشک ڈال دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا مشک تمہاری بہترین خوشبو میں سے نہیں ہے۔
اس حدیث کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام عاصم رحمہ اللہ سے بواسطہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۶، جامع المسانید: ج۱ ص ۴۱۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص۱۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله شاهد عند البیهقی: ۳/۴۰۶)
۱۔ امام ابوعبدالرحمن عاصم بن سلیمان الاحول البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۰۰۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۷۴۳)
۲۔ امام محمد بن سیرین انصاری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۵۲۸۰، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۶۴)

{جنازہ میں چار تکبیروں پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا}

۴۱۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَبَّرَ عَلَی الْجَنَائِزِ سِتًّا وَخَمْسًا وَاَرْبَعًا وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ حِیْنَ اسْتُخْلِفَ كَبَّرَ كَذٰلِكَ فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ جَمَعَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ

فَقَالَ اِنَّكُمْ قَدِ اخْتَلَفْتُمْ فَاِنَّ النَّاسَ حَدِيْثُ عَهْدٍبِالْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَانْظُرُوْا اِلٰى آخِرِ جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَنَظَرُوْافَوَجَدُوْهُ قَدْ كَبَّرَ اَرْبَعًا فَقَالَ عُمَرُ كَبِّرُوْا اَرْبَعًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے جنازوں پر چھ، پانچ اور چار تکبیرات کہی ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح تکبیرات کہیں۔ مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا کہ تم لوگوں کا تکبیرات میں اختلاف ہے اور لوگ ابھی ابھی دورِ جاہلیت سے نکلے ہیں، لہٰذا (اس اختلاف کو ختم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ) نبی مکرم ﷺ کے آخری پڑھائے ہوئے جنازہ کو دیکھو کہ اس میں آپ ﷺ نے جتنی تکبیرات کہی ہوں (انہیں اختیار کر لیا جائے)، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخری جنازہ پر چار تکبیرات کہی تھیں۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ بھی چار تکبیرات کہا کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۲، جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۴۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۹۵، ۴۹۶، ح ۲۸۴۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله ابو نعيم والخوارزمي والطحاوي)

مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

......عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة قال جمع عمر...الخ.

(مسند ابی حنیفة روایة ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۲)

اور جامع المسانید کی روایت میں یوں ہے:

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن غير واحد ان عمر.....الخ. (جامع المسانيد: ج ۱ ص ۴۴۷)

فائدہ:

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر اجماع ہو گیا تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ باجماعِ صحابہ نبی مکرم ﷺ نے آخری جنازہ میں چار تکبیرات کہی تھیں۔

{سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنازہ پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے}

۴۱۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى يَزِيْدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

امام ابو یحییٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن مکفف رحمہ اللہ کے جنازہ پر چار تکبیرات کہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۴۴۴ح ۷۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۹۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۴۲۳، ۱۱۴۲۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ج۱ص ۳۷، ۳۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیر فی الکوفی رحمہ اللہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

نیز ائمہ محدثین کی ایک جماعت جیسے امام اعمش رحمہ اللہ، حجاج رحمہ اللہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ اور امام مسعر رحمہ اللہ وغیرہم نے ہیثم رحمہ اللہ کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

(ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبۃ، شرح معانی الاثار وغیرہ۔)

۲۔ امام ابو یحییٰ عمیر بن سعید النخعی الصہبانی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۱۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۰۹)

فائدہ:

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد (۲۴۲) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ یہ آپ کی آخری نماز جنازہ تھی جس پر چار تکبیرات کہیں۔

{جوفرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے}۔

۴۱۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَائِزِ اِمَامُ الْحَيِّ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِمَامٌ وَالْجَنَازَةُ امْرَاَةٌ وَلَهَا زَوْجٌ صَلَّى عَلَيْهَا زَوْجُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جنازہ محلے کا امام پڑھائے گا اور اگر امام نہ ہو اور جنازہ ایسی عورت کا ہو جس کا شوہر ہو تو پھر اس عورت کا شوہر اس کا جنازہ پڑھائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایت الامام محمد: ۲۴۰ فی الجنائز باب الصلاۃ علی الجنازۃ، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۶۸ من احق بالصلاۃ علی المیت، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۳۱۳ ما قالوا فی تقدم الامام علی الجنازۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھنے کی غرض سے تشریف لائے تو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ (جو امام مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے) نے فرمایا کہ آپ حضرات پیچھے ہی رہو کیونکہ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق حاصل ہے میں تمہیں فرض نمازیں پڑھاتا ہوں۔ (مستدرک حاکم: ۹۲:۳ بحوالہ اعلاء السنن: ۲۲۲۴)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو فرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے اور یہ حق سب سے پہلے خلیفہ کو ہے، اس کے بعد اس کے نائب کو اور اس کے بعد محلہ کے امام کو اس لئے یہی ترتیب نماز جنازہ میں ہوگی۔

اگر کوئی کہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور وہ جماعت میں موجود تھے تو ان کے ہوتے ہوئے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق کیونکر حاصل ہوا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کے وقت تک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں بنائے گئے تھے بلکہ خلافت کا معاملہ ابھی تک ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شوریٰ میں تھا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے، الغرض چونکہ اس وقت کوئی خلیفہ نہ تھا اس لئے فرض نمازیں پڑھانے والا امام ہی زیادہ حقدار تھا امامت کا اور وہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔

{جو بچہ پیدائش کے بعد چیخا، اس کا جنازہ بھی ہے، وراثت بھی، نہ چیخا تو کچھ نہیں}

۴۱۴. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی السَّقْطِ اِذَا اسْتَهَلَّ صُلِّیَ عَلَیْهِ وَوُرِثَ وَاِنْ لَمْ یَسْتَهِلَّ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ وَلَمْ یُوْرَثْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جنین کے بارے میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب وہ پیدائش کے بعد چیخے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وارث بنے گا اور اگر نہ چیخے تو نہ اس کا جنازہ پڑھے جائے گا نہ وارث بنایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۷۹۶، مصنف عبد الرزاق: ۶۵۹۴، ۶۵۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۷، ۱۱۵۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں استھلال کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۲) نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب بچہ پیدائش کے بعد چیخے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وارث بنے گا اور اگر نہ چیخے تو نہ اس کا جنازہ پڑھے جائے گا نہ وارث بنایا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۶۰۳)

{عورت پر نماز جنازہ پڑھانے کا باپ شوہر سے زیادہ حقدار ہے}

۴۱۵. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ قَالَ الْأَبُ أَحَقُّ أَنْ یُّصَلِّیَ عَلَی ابْنَتِهٖ مِنَ الزَّوْجِ.

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورت پر نماز جنازہ پڑھانے کا باپ شوہر سے زیادہ حقدار ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۱ باب من اولی بالصلاۃ علی الجنازۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۷۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۹۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة وعبدالرزاق)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی کو اختیار کرتے تھے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۰)

{عورتیں جنازوں میں شرکت نہ کریں}

۴۱۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَشْهَدُ النِّسَاءُ الْجَنَائِزَ فَإِنَّهُنَّ يَفْتِنَّ الْأَحْيَاءَ وَيُضِرْنَ الْمَوْتَى.

بصرہ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتیں جنازوں میں شریک نہ ہوں کیوں کہ وہ زندوں کو آزمائش میں ڈالیں گے اور مردوں کو تکلیف دیں گی۔

فائدہ:

عورت خواہ دنیا کے کسی رنگ ونسل سے تعلق رکھتی ہو، کسی دین ومذہب کی پیروکار ہو اور کوئی بھی زبان بولتی ہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے لیے اپنے جذبات پر قابو رکھنا بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے خاص طور پر اپنے کسی عزیز کے انتقال کے موقع پر اس کے اندر آہ وبکا وغیرہ عورت کی خاص پہچان بن چکی ہے۔ اس حقیقت سے چونکہ صرف نظر کرنا ممکن نہیں اس لیے جنازہ کی تجہیز وتکفین اور اس کی تدفین میں تاخیر کرنے کو پسند نہیں کیا گیا کیونکہ میت جب تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہے گی، ان کا زخم ہرا رہے گا اور اسی بناء پر خواتین کو نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تا کہ اس موقع پر کوئی عورت جذباتی نہ ہو جائے اور میت کو سنبھالنے کی بجائے اسے سنبھالنا نہ پڑے۔

{کسی کی موت پر غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا صبر کے منافی نہیں}

۴۱۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْهُذَيْلِ أَنَّ نِسَاءً كُنَّ مَعَ جَنَازَةٍ يَصِحْنَ عَلَيْهَا فَطَرَدَهُنَّ

عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعْهُنَّ فَإِنَّ الْعَهْدَ حَدِيْثٌ.

ابو الہذیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ پر چند عورتیں رو رہی تھیں پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دور کر دیا، تو نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے عمر!) انہیں چھوڑ دیجئے وقت زیادہ نہیں گزرا (غم تازہ ہے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ۶۶۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۸۸۹، ۶۹۱، ۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۱۳۶، ۱۲۱۳۷، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۷۷۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۷۱۵۹، المستدرک علی الصحیحین: ۱۴۰۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وصله ابن ماجة وعبد الرزاق واحمد وغيرهم)

فوائد ومسائل:

۱۔ مصیبت کے وقت صبر اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے۔

۲۔ انسان کو مصیبت کے وقت یہ سوچنا چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے ہم سے لیا ہے، وہ ہمارا نہیں تھا بلکہ اللہ ہی کا تھا، لہٰذا ہم نے اللہ کی ایک امانت واپس کی ہے۔

۳۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ اپنی نعمت ایک مدت تک ہمارے پاس رہنے دیتا ہے اور ہم اس سے فائدہ اٹھاتے اور دل خوش کرتے ہیں اور جب وہ اپنی امانت واپس لیتا ہے تو پھر صبر کرنے پر بھی ہمیں اجر وثواب عطا فرماتا ہے، یہ بھی اس کا ایک احسان ہے۔

۴۔ دل کا غم اور غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا صبر کے منافی نہیں۔

۵۔ اپنی یا کسی کی مصیبت پر دل کا غمگین ہونا یا غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا نرم دلی کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

{جنازہ کا چاروں طرف سے اٹھانا سنت ہے}

۴۱۸۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تُحْمَلَ الْجَنَازَةُ مِنْ جَوَانِبِهَا الْأَرْبَعِ وَمَا حُمِلَتْ بَعْدُ فَهُوَ نَافِلَةٌ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ جنازے کا چارپائی چاروں طرف سے اٹھایا جائے اور اگر اس پر زیادتی کر لی جائے تو مزید ثواب بڑھنے کا ذریعہ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۵۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوعتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۰۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۳۹)

۲۔ امام سالم بن ابی الجعد رافع الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۱۴۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۹۶)

۳۔ امام عبید بن نسطاس بن ابی صفیہ العامری الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۸۴، تاریخ اسماء الثقات: ۹۷۰، تہذیب الکمال: ۳۷۳۹)

{مرد چارپائی کے پائے پکڑ لیں تو پھر خواتین کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے}

۴۱۹. يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَخَذَ الرِّجَالُ بِقَوَائِمِ السَّرِيْرِ فَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِيْهِ نَصِيْبٌ.

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد چار پائے کے تمام پائے پکڑ لیں تو پھر اس میں خواتین کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔

تحقیق:

مرسل ہے۔

{اگر کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے اور وہاں مرد موجود نہ ہوں تو عورتیں اس کا نماز جنازہ پڑھیں}

۴۲۰. يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ

صَلَّيْنَ عَلَيْهِ وَتَقُوْمُ الَّتِيْ تَؤُمُّهُنَّ وَسْطَ الصَّفِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی آدمی عورتوں کے ساتھ مرجائے (اور وہاں مرد موجود نہ ہوں تو) عورتیں اس مرد کا جنازہ پڑھیں اور جنازہ پڑھانے والی صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جنازے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چلنا کہ اس کے لیے استغفار کرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا مکروہ ہے}

۳۲۱. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّقُوْلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ يَقُوْلُ اسْتَغْفِرُوْا لَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی جنازے کے ساتھ یوں کہتا ہوا چلے کہ اس کے لیے استغفار کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة ۱۱۱۹۶، ۱۱۱۹۱)

فائدہ:

احادیث مبارکہ اور فقہ حنفی کے پیش نظر اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی کہ جنازہ کے ساتھ اجتماعی طور پر ذکر کیا جائے اور خاص طور پر جہر کے ساتھ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بحوالہ طبرانی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ م ۶۶ ھ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الله يحب الصمت عند ثلاث عند تلاوة القرآن وعند الزحف وعند الجنازة.

(تفسیر ابن کثیر: ج۱ص۲۱۹)

اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی پسند کرتا ہے قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، میدان جنگ میں اور جناز کے ساتھ۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ، حضرت قیس بن عباد رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

قال كان اصحاب رسول الله ﷺ يكرهون الصوت عند ثلاث الجنائز والقتال والذكر. (السير الكبير للامام محمد مع شرح السرخسی: ج۱ص۸۹. وبحر الرائق: ج۵ص۶، وراجع مصنف ابن ابی شيبة: ج۱۰ص۵۲۰ و ج۱۲ص۴۶۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تین مواقع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱) جنازہ

کے ساتھ۔(۲)لڑائی میں۔(۳)ذکر کے وقت۔

بلکہ آنحضرت ﷺ خود تین مقامات پر آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔(۱)قراءۃ قرآن۔(۲)جنازہ۔

(۳)اور لڑائی کے وقت۔(السیر الکبیر:ج۱ص۸۹)

یہ روایتیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کو آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکروہ سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی اس وقت خاموشی کو پسند کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء احناف رحمہم اللہ نے یہ مسئلہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا،قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کل حی یموت (ہر زندہ مرنے والا ہے)وغیرہ پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے،اور کراہت بھی اس میں تنزیہی نہیں بلکہ تحریمی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن۔(كذا فى شرح الطحاوى وعالمگيرى مصرى: ج١ص١٦٢)

کہ جولوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں،اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

امام سراج الدین اودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وقولهم كل حى يموت ونحو ذالك خلف الجنازة بدعة.

(سراجیہ:ص۲۲طبع نول کشور)

جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا،بدعت ہے۔

اور اسی کے قریب عبارت ہے درمختار کی (دیکھئے کتاب الجنائز)

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وينبغي لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما فى الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم.(البحر الرائق: ج٢ص١٩٩مصرى)

اور مناسب ہے کہ جولوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا،اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے،اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے۔

یہ تمام عبارتیں ذمہ دار حضرات فقہاء احناف کی ہیں جو اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا،قرآن کریم پڑھنا کل حی یموت پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

(ماخوذ از راہ سنت:ص۲۲۰تا۲۲۱)

{سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زانیہ باندی کا جنازہ پڑھایا}

٣٢٢. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ(عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ)عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ جَارِيَةً زَنَتْ وَقَتَلَتْ وَلَدَهَا وَمَاتَتْ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

یحییٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک باندی نے زنا کیا اور (زنا سے پیدا ہونے والے) اپنے بچے کو قتل کر دیا اور خود بھی مر گئی، اس باندی پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۹ فی الجنائز باب الصلاۃ علی جنائز الرجال والنساء، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۴۵۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شاهد عند ابن ابي شيبة: ١١٦١٢)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ کسی مسلمان پر جنازہ نہیں چھوڑا جائے گا یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۹) یعنی ہر کلمہ گو صحیح العقیدہ شخص کا جنازہ پڑھا جائے گا البتہ ایسا فاسق و فاجر شخص جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہو اس کا جنازہ مقتدیٰ اور بڑے بزرگ وغیرہ کو پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے کسی عام آدمی سے پڑھالیا جائے تا کہ اس جیسے مجرموں کی ہمت افزائی نہ ہو۔

{کوئی شخص نماز جنازہ ادا کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ میت کے ولی کی اجازت کے بغیر واپس نہ آئے}

٣٢٣. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ اُمَرَاءُ الْمَرْاَةُ تَكُوْنُ مَعَ الْقَوْمِ فَتَحِيْضُ قَبْلَ اَنْ تَطُوْفَ فَيُقِيْمُوْنَ عَلَيْهَا اِلاَّ اَنْ تَأْذَنَ لَهُمْ وَالْقَوْمُ يَشْهَدُوْنَ الْجَنَازَةَ لاَ يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَأْذَنَ لَهُمْ اَهْلُهَا اَوْ تُدْفَنَ وَالرَّجُلُ يُدْخَلُ عَلَيْهِ فِيْ بَيْتِهٖ وَلاَ تَخْرُجُ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ هُوَ عَلَيْكَ اَمِيْرٌ مَادُمْتَ فِيْ بَيْتِهٖ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تین آدمی (عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود بھی) امیر ہی سمجھے جاتے ہیں وہ عورت جو کسی جماعت کے ساتھ (حج یا

عمرہ) کے لیے جائے اور طواف کرنے سے پہلے ہی حائضہ ہو جائے اب وہ جماعت اس عورت کی اجازت کے بغیر کوچ نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو کسی کے نماز جنازہ میں شریک ہوں تو اب وہ اس وقت تک واپس نہیں جا سکتے جب تک کہ میت کا ولی اجازت نہ دے یا جب تک میت کو دفن نہ کر دیا جائے۔ اور وہ آدمی جو کسی کے گھر جائے تو اب وہ اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکل سکتا جب تک گھر والا اجازت نہ دے دے کیونکہ جب تک تو اس کے گھر میں ہے وہ تجھ پر امیر ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابی شيبة: ۱۱۵۳۲،۱۱۵۳۳،وعبدالرزاق: ۶۵۲۳)

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جنازے کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے}

۴۲۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ اَصْحَابَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَتْ تَمُرُّ بِهِمُ الْجَنَازَةُ وَهُمْ قُعُوْدٌ لَا يَقُوْمُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ وَلَا يَحِلُّ حَبْوَتَهُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرتا یہ حضرات (احتباء کی کیفیت سے) بیٹھے ہوتے تھے ان میں سے کوئی ایک بھی کھڑا نہ ہوتا اور نہ ہی اپنی اس کیفیت کو ختم کرتا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۱۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۴۴۸ ح۶۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۹۲۲، ۱۱۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

پہلے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ گزر جائے یا (زمین پر) رکھ دیا جائے۔ (دیکھئے: بخاری: ۱۳۰۷، مسلم: ۹۵۸، ابن ماجہ: ۱۵۴۲، ابوداود: ۳۱۷۲، ترمذی: ۱۰۴۲، نسائی: ۱۹۱۶) مگر بعد میں جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

چنانچہ نافع بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

اَنَّ مَسْعُوْدَ بْنَ الْحَكَمِ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ شَاْنِ الْجَنَائِزِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَاِنَّمَا حَدَّثَ ذَالِكَ لِاَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَاٰى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتّٰى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۹)

مسعود بن حکم انصاری رحمہ اللہ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ نافع بن جبیر نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جاتا۔ اسے مسلم (۹۶۲) نے روایت کیا ہے۔

مسعود بن حکم زرقی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ مَّسْعُوْدِ بْنِ الْحَكَمِ الزُّرَقِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِرَحْبَةِ الْكُوْفَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذَالِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْحَازِمِيُّ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۰)

انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے مقام رحبہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیا پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اسے احمد (۶۲۳) طحاوی (۲۸۰۱) اور حازمی نے الناسخ والمنسوخ (ج ۱ ص ۱۲۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا اسماعیل بن ابراهیم عن محمد بن عمرو قال حدثنی واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ.... فقال لی نافع بن جبیر... حدثنی مسعود بن الحکم الزرقی.... الخ. (مسند الامام احمد: ۶۲۳)

اور صحیح ہے اس کے شواہدات و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

حکم بن مسعود زرقی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ:

وَعَنْ اِسْمَاعِيْلَ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ جَنَازَةً بِالْعِرَاقِ فَرَاَيْتُ رِجَالاً قِيَامًا يَّنْتَظِرُوْنَ اَنْ تُوْضَعَ وَرَاَيْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُشِيْرُ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ بَعْدَ الْقِيَامِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۱)

میں عراق میں ایک جنازہ میں شریک ہوا تو میں نے کچھ لوگوں کو کھڑے جنازہ رکھنے کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو اشارہ کر رہے تھے کہ بیٹھ جاؤ کیونکہ نبی ﷺ

نے ہمیں جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کے حکم کے بعد بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اسے طحاوی (۲۸۰۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا فهد قال ثنا ابن ابی مریم قال انا محمد بن جعفر عن موسى بن عقبة عن اسماعيل بن الحكم بن مسعود الزرقي عن ابيه قال شهدت......الخ.(شرح معاني الآثار للطحاوی: ۲۸۰۲)

اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

تَذَاكَرْنَا الْقِيَامَ إِلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ قَدْ كُنَّا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَالِكَ وَاَنْتُمْ يَهُوْدٌ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۲)

کہ ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا آپس میں ذکر کیا تو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی کھڑے ہوتے تھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "یہ اس وقت تھا جب تم یہود تھے (یعنی یہ ابتداء میں حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا)۔" اسے طحاوی (۲۸۰۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا فهد قال ثنا محمد بن سعيد الاصبهاني قال ثنا شريك عن عثمان بن ابي زرعة عن زيد بن وهب......الخ.(شرح معاني الآثار للطحاوی: ۲۸۰۸)

اور شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔

{جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے}

۴۲۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اَمْشِيْ اَمَامَ الْجَنَازَةِ وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَ يَسَارِهَا وَخَلْفِهَا فَاِذَا كُنْتُ رَاكِبًا فَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ أَسِيْرَ اَمَامَهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں جنازے کے آگے بھی، پیچھے بھی، دائیں اور بائیں طرف بھی چل لیتا ہوں۔ البتہ جب سواری پر ہوں تو پھر جنازے کے آگے چلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۱ باب المشی مع الجنازۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۴۴۷ ح ۳۷۷، مصنف

عبدالرزاق: ۶۲۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۳ ص ۲۸۱ باب من کرہ الرکوب معہا والسیر امامہا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر جنازہ کے قریب ہو تو اس سے آگے بڑھنا جائز ہے البتہ اس کے پیچھے چلنا افضل ہے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۵) چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُنْتُ فِيْ جَنَازَةٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَمْشِيْ خَلْفَهَا فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ اَرَاكَ تَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَهٰذَانِ يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمَا اَنَّ فَضْلَ الْمَشْيِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْيِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذِّ وَلٰكِنَّهُمَا اَحَبَّا اَنْ يُّيَسِّرَا عَلَى النَّاسِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۵)

کہ میں ایک جنازہ میں تھا اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کے آگے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ جنازہ کے پیچھے چل رہے ہیں اور یہ دونوں اس کے آگے چل رہے ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں حضرات کو معلوم ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت اس کے آگے چلنے پر ایسی ہی ہے جیسی باجماعت نماز کی فضیلت اکیلے کی نماز پر لیکن ان دونوں حضرات نے پسند کیا کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں (کیونکہ اگر یہ دونوں حضرات جنازے کے پیچھے چلتے تو جنازہ لے جانے والے تنگی میں پڑ جاتے ان کے ادب واحترام میں)۔ اسے عبدالرزاق (۶۲۶۳) اور طحاوی (۲۷۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن عروۃ بن الحارث عن زائدۃ بن اوس الکندی عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ قال کنت فی........الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۶۳)

اور صحیح ہے۔ ولہ طرق اخری عند الطحاوی وغیرہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے البتہ آگے چلنا بھی جائز ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جواز کی دلیل ہے۔

{اگر کسی غیر مسلم کا ہم مذہب موجود نہ ہو تو مسلمان اسے دفن کردیں}

۴۲۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ اُمَّ الْحَارِثِ تُوُفِّيَتْ وَهِيَ نَصْرَانِيَّةٌ فَخَرَجَ الْحَارِثُ مَعَ جَنَازَتِهَا وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَمْشُونَ مَعَ جَنَازَتِهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حارث کی والدہ جو کہ نصرانی تھیں کا انتقال ہوا، حارث اپنی والدہ کا جنازہ لے کر نکلے اور ان کی والدہ کے جنازہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چل رہے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۵ باب المشی مع الجنازۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۴۹ ح ۷۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۹۹۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۸۴۲، ۱۱۸۴۳، التاریخ الصغیر للبخاری: ج ۱ ص ۲۰۴، تہذیب الکمال للمزی: ج ۵ ص ۲۴۲، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۱۱ ص ۴۴۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طرق اخرى عند عبدالرزاق وابن ابی شيبة وابن عساكر وغيرهم)

فائدہ:

غیر مسلم کے جنازے کے ساتھ جانا منع ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک غیر مسلم باندی مرگئی تو وہ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے اس کو دفن کرنے بھجوادیا۔ آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب فوت ہوئے تو آپ ﷺ خود شریک نہیں ہوئے اور فرمایا ان کو لے جا کر دفن کردو۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ابو طالب کا انتقال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے چچا گمراہ بڑھے کا انتقال ہوگیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں دفن کردو پس جبکہ میں دفن کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم غسل کرلو۔ (اعلاء السنن: ۲۲۵۱) لہٰذا کسی مسلمان کو غیر مسلم کے جنازے میں شریک نہیں ہونا چاہیے، اس واقعہ میں حضرت حارث یا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے جنازے کے ساتھ چلنا اس وجہ سے تھا کہ ان کا ہم مذہب کوئی موجود نہ تھا اور کسی انسان کی میت کو ہر حال مٹی میں چھپانا ہی ہے اس لئے یہ حضرات لے گئے اس سے غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

{رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کوہان نما ہے اور اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے}

۴۲۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لُحِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَخْبَرَنِیْ مَنْ رَأَی قَبْرَهُ مُسَنَّمًا عَلَیْهِ فِلَقٌ بِیْضٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی لحد بنائی گئی اور مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کوہان نما تھی اور اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۶ باب تسنیم القبور و تجصیصہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۷۸۸۔۷۸۹، مراسیل ابی داود: ۴۲۲۔

تحقیق:

شواہدات و مؤیدات کے ساتھ صحیح ہے۔

جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن ام عطیة قال لحد رسول الله ﷺ واخبرنی من رأی قبره......الخ.(جامع المسانید: ج۱ص۴۵۸)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد بنائی گئی۔ نیز سفیان تمار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کوہان نما بنا ہوا دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے لحد بنائی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۶۳۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱/ ۲۸۴، اعلاء السنن: ۲۲۷۵)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اس وقت مدینے میں ایک آدمی لحد والی قبر بنایا کرتا تھا اور ایک آدمی سیدھی (شق

والی) قبر بناتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں (بہتر چیز کی دعا کرتے ہیں) اور دونوں کو بلا بھیجتے ہیں جو پیچھے رہ گیا، اسے چھوڑ دیں گے۔ (اور جو پہلے آ گیا، وہ اپنے طریقے پر قبر تیار کر دے گا) چنانچہ ان دونوں کو پیغام بھیجا گیا تو لحد بنانے والا پہلے آ گیا، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے لیے لحد والی قبر تیار کروائی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۵۷)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں طرح قبر بنانا جائز سمجھتے تھے، اس لیے دونوں کو بلایا گیا اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں بھی فوت ہونے والوں کے لیے اپنے طریقے سے قبر تیار کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی طریقہ ممنوع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ منع فرما دیتے۔ اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ لحد والی (یعنی بغلی) قبر افضل ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اسی انداز کی قبر پسند فرمائی ہے۔

{امام مسروقؒ اور امام ابومیسرہؒ نے وصیت کی تھی کہ ان کی لحد میں بانس لگائے جائیں}

۴۲۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ مَسْرُوْقٍ وَاَبِيْ مَيْسَرَةَ اَنَّهُمَا اَوْصَيَا اَنْ يُجْعَلَ عَلَىٰ لَحْدِهِمَا الْقَصَبُ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے امام مسروق رحمہ اللہ اور امام ابومیسرہ رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان دونوں حضرات نے وصیت کی تھی کہ ان کی لحد میں بانس لگائے جائیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله ابن ابی شیبة: ۱۱۷۲۶)

فائدہ:

صحیح ہے۔

لحد میں پکی اینٹیں اور لکڑیاں وغیرہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ عموماً یہ دونوں چیزیں عمارت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے لگائی جاتی ہیں جب کہ قبر بوسیدہ ہونے اور گلنے کی جگہ ہے، لہٰذا اس میں پختہ اینٹ اور لکڑی وغیرہ لگانا یہ موضوع قبر کے خلاف ہوگا۔ البتہ لحد میں کچی اینٹیں، اور بانس لگانا مستحب ہے کیونکہ بانس بھی جلدی سڑ گل جاتا ہے اور یہی قبر کا موضوع بھی ہے اس لیے بانس کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ امام عمرو بن شراحیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

کہ (میرے مرنے کے بعد) میری لحد میں بانس کا گٹھا لگانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ مہاجرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسری چیزوں سے زیادہ اس کو پسند کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۲۴)

{شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا تھا}

۴۲۹. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا افْتَتَحَ مَكَّةَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا حَتَّى أَنْزَلَ خُبَيْبًا فَاحْتَضَنَهُ إِلَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو آپ ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو (سولی کی لکڑی سے) اتروا کر اپنے بازوؤں میں لیا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان کی میت کو دفن کر دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

عضل اور اور وقارہ والوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ چند صحابہ کو بھیج دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں، آپ ﷺ نے سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ بھیج دیا، راستے میں بنولحیان کے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے کو گرفتار کر کے لے گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک سولی پر ہی لٹکی رہی (مگر گلنے سڑنے سے بالکل محفوظ رہی) نبی مکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو پھر ان کی لاش مبارک کو سولی کی لکڑی سے اتروا کر جنازہ پڑھا اور پھر دفن کر دیا مذکورہ بالا حدیث میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ نیز صحیح روایات میں احد کے شہداء کا نماز جنازہ پڑھے جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے جمہور اہل علم شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

أُتِيَ بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّي عَشَرَةً عَشَرَةً وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ يُرْفَعُونَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوعٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. (آثار السنن: ۱۰۷۹)

غزوہ احد کے دن شہداء کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ان میں سے دس دس افراد کا جنازہ ادا کرنے لگے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جہاں تھے وہیں رہے (ان کی میت سامنے رہی)، دوسروں کی میتیں اٹھالی جاتی تھیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت جیسے تھی، ویسے ہی (سامنے) پڑی رہتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۱۵۱۳)، طحاوی (ج ۱

ص ۵۰۳)، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابوبکر بن عیاش عن یزید ابن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما........الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

اور حسن درجہ کی ہے۔ اس کے طحاوی (ج۱ص ۵۰۳) وغیرہ میں شواہدات موجود ہیں۔ مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے اس حدیث کو حسن جبکہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۴۶۹، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۵۱۳)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ يَوْمَ اُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهٖ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ اُتِيَ بِالْقَتْلٰى يُصَفُّوْنَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلُ صَحَابِيٍّ. (آثار السنن: ۱۰۸۰)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد والے دن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا تو انہیں چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا پھر ان پر نماز پڑھی نو دن تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو قطار میں لایا جاتا رہا اور آپ ان سب پر اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ اسے طحاوی (۲۸۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے اور یہ ایک صحابی کی مرسل ہے۔

سیدنا شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اُهَاجِرُ مَعَكَ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قَسَمَ لَهٗ وَكَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا قِسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَخَذَهٗ فَجَاءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ قَسَمْتُهٗ لَكَ قَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ فَاَمُوْتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يَصْدُقْكَ فَلَبِثُوْا قَلِيْلاً ثُمَّ نَهَضُوْا اِلٰى قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَهُوَ هُوَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهٗ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ جُبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَكَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۷۸)

کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا متبع بن گیا، پھر وہ کہنے لگا: میں تو آپ کے ساتھ مہاجر بن کر رہوں گا۔ نبی ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو اس (کے قیام وطعام) کا خیال رکھنے کو کہا، پھر ایک جنگ ہوئی تو نبی ﷺ کو غنیمت میں قیدی ملے۔ آپ نے انہیں تقسیم کیا۔ تو اس اعرابی کا حصہ بھی رکھا اور اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ ان کے سواری کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب وہ چرا کر واپس آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا: نبی ﷺ نے تجھے (غنیمت سے) حصہ دیا ہے۔ اس نے اپنا حصہ لیا اور اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے تجھے تیرا حصہ دیا ہے۔'' وہ کہنے لگا: میں اس کی خاطر تو آپ کا پیروکار نہیں بنا تھا، میں تو آپ کا پیروکار، اس لیے بنا ہوں کہ مجھے یہاں تیر لگے، اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو یہ بات سچے دل سے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے گا۔'' تھوڑے عرصے کے بعد وہ (صحابہ) پھر دشمن سے لڑائی کے لیے گئے تو اسے نبی ﷺ کے پاس اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ اسے اسی جگہ تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ وہی اعرابی ہے؟'' لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے عا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرما دی۔'' پھر نبی ﷺ نے اسے اپنی قمیص میں کفن دیا، پھر اسے آگے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی دعا کے یہ الفاظ ظاہر ہوئے: ''اے اللہ! یہ تیرا (سچا) بندہ ہے۔ تیرے راستے میں ہجرت کرتے ہوئے گھر سے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں ان باتوں کا عینی گواہ ہوں۔'' اسے نسائی (۱۹۵۳) اور طحاوی (۲۸۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سوید بن نصر قال انبأنا عبداللہ عن ابن جریج قال اخبرنی عکرمۃ بن خالد ان ابن ابی عمارۃ اخبرہ عن شداد بن الھاد ان رجلا من الاعراب جاء الی النبی ﷺ......الخ۔

(سنن النسائی: ۱۹۵۳)

اور صحیح وثابت ہے. حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۹۵۵، سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: ۱۹۵۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔

غائبانہ نماز جنازہ؟

واضح رہے کہ دور کے بعض حضرات شہید کا غائبانہ نماز جنازہ بڑے زور وشور سے پڑھتے ہیں اور اس پر دلیل کے طور

نجاشی کا جنازہ پیش کیا کرتے ہیں مگر نجاشی کے جنازے سے غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ لقمان سلفی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

غائبانہ جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری و مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، مگر اس سے مطلق غائبانہ جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔۔۔۔۔(مزید لکھتے ہیں) اسی بناء پر جب کوئی مسلمان کسی ایسے شہر میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہو تو دوسرے شہر میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اور اگر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی عذر یا مانع کی وجہ سے وہاں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تو ایس شخص کی نماز غائبانہ ادا کرنا سنت ہے۔ (حاشیہ صلوٰۃ الرسول: ص ۲۸۷)

شفیق الرحمن غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی ک قصے دلیل لی جاتی ہے یہ قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے، مگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (نماز نبوی: ص ۲۹۶)

عبدالرؤف سندھو غیر مقلد نے لکھا ہے:

حاصل کلام یہی دو واقعات ہیں جن سے اس مسئلہ کے لئے استدلال کیا جاتا ہے جن میں معاویہ بن معاویہ والا قصہ تو ویسے ہی ثابت نہیں، اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو تب بھی اس سے دلیل لینا صحیح نہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔ رہا نجاشی والا قصہ تو اس کے بارے میں امام خطابی نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہی قوی ہے، کیونکہ اگر یہ غائب میت کی نماز غائبانہ مشروع ہوتی تو نبی ﷺ نجاشی کے علاوہ کم از کم کسی ایک کی تو غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے جب کہ آپ ﷺ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اگر میت غائب پر نماز جنازہ ہوتی تو نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے۔ شرق و غرب میں مسلمان، خلفائے اربعہ اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے، لیکن ایسا کرنا کسی: بھی منقول نہیں۔ (القول المقبول: ص ۷۱۷)

{مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ جنازہ پڑھا جائے تو عورتوں کو قبلہ کی جانب رکھا جائے}

۲۲۰. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يُصَلّٰى عَلَيْهِمْ يُوْضَعُ الرِّجَالُ مِمَّا يَلِي الْاِمَامَ وَالنِّسَاءُ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ لِاَنَّ الرِّجَالَ هُمْ يَلُوْنَ الْاِمَامَ فِي الْحَيَاةِ فَكَذٰلِكَ هُمْ فِي الْمَوْتِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جنازے مَردوں اور عورتوں (دونوں) کے ہوں تو مَردوں کے جنازے امام کے قریب رکھے جائیں گے اور عورتیں کے (اُن سے آگے) قبلہ کی جہت میں۔

کیونکہ جس طرح مرد زندگی میں (نمازوں میں) امام کے قریب ہوتے ہیں اسی طرح موت کے بعد بھی امام کے قریب رکھے جائیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۶ ۴ ح ۷۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۶۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۴۳۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى زَيْدِ بْنِ عُمَرَ وَاُمِّهِ كُلْثُومٍ فَجَعَلَ زَيْدًا مِمَّا يَلِي الْاِمَامَ وَاُمَّ كُلْثُومٍ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ.

امام عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زید بن عمرؓ اور ام کلثوم (بنت علیؓ) پر نماز جنازہ پڑھی تو زید بن عمرؓ کو کی میت کو امام کے قریب رکھا اور ام کلثوم (بنت علیؓ) کی میت کو (اُن سے آگے) قبلہ کی طرف رکھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۴ ۴ ح ۷۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۷۴، ۱۱۵۶۸، السنن الکبری للنسائی: ۲۱۱۶، سنن النسائی: ۱۹۷۸، المنتقی لابن الجارود: ۵۴۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۷۵۶۷، سنن ابی داود: ۳۱۹۳، السنن الکبری للبیہقی: ج ۴ ص ۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابواسحاق سلیمان بن ابی اسحاق فیروز الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۵۲۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۶۱۲)

۲۔ امام ابوعمرو عامر بن شراحیل الشعبی الحمیری الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۵۱)

فوائدومسائل:

۱۔ ام کلثوم بنت علیؓ (جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھیں) امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۲۔ ام کلثوم اوران کے صاحبزادے حضرت زید کے اس جنازے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ وغیرہم بھی شریک تھے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود: ۳۱۹۳، سنن النسائی: ۱۹۷۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۵۶۸)

۳۔ معلوم ہوا کہ اگر جنازے مردوں اور عورتوں کے ہوں تو مردوں کو امام کی طرف اور عورتوں کو مردوں کے بعد رکھا جائے جائے۔

۴۔ ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرات اہل بیت، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے تعلقات انتہائی قربت اوراخوت کے تھے۔ بہت بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کے مابین عداوت ومخالفت باور کراتے ہیں۔

{میت کو قبر میں داخل کرنے کے دوطریقے صحابہ کرامؓ میں رائج تھے}

۲۲۲۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوْا یُدْخِلُوْنَ مِمَّا یَلِی الْقِبْلَةَ وَمِنْ قِبَلِ الرِّجْلَیْنِ وَکُلَّ ذٰلِكَ کَانُوْا یُدْخِلُوْنَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کو قبلہ کی جانب سے اور قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ان میں رائج تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کو قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارنا بھی ثابت ہے اور قبلہ کی طرف سے اتارنا بھی ثابت ہے دونوں طرح جائز ہے موقع کی مناسبت سے ان دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ قبلہ کی طرف سے اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی کو قبر کی دائیں جانب اس کی چوڑائی میں رکھا جائے اور پھر میت کے پورے جسم کو ایک ساتھ قبر میں داخل کردیا جائے۔

چنانچہ ابو اسحاق (سبیعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے:

وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ اَوْصَی الْحَارِثُ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ

اَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۴)

کہ حارث رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ سیدنا عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا، پھر انہیں قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا اور فرمایا: یہ سنت ہے۔ اسے ابوداود (۳۲۱۱) طبرانی اور بیہقی (۷۰۵۲) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا ابي حدثنا شعبة عن ابي اسحاق قال اوصى الحارث......الخ.

(سنن ابی داود: ۳۲۱۱)

اور صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّهُ اَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى. (آثار السنن: ۱۰۹۶)

کہ انہوں نے ''یزید بن مکفف'' کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اسے عبدالرزاق (۶۴۷۲) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (۱۱۶۹۰) نے روایت کیا ہے اور ابن حزم نے محلی (ج ۱ ص ۴۰۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابوبکر رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن ابن ابي ليلى عن عمير بن سعيد ان عليا......الخ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۶۹۰)

اور صحیح ہے۔ ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق وغیرہ۔

{ابراہیم نخعی قبر پر نشانی لگانے، لحد میں پکی اینٹیں لگانے اور قبر کو گچ سے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے}

۴۲۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ تُجْعَلَ عَلَى الْقَبْرِ عَلَامَةٌ وَاَنْ يُوْضَعَ عَلَى اللَّحْدِ آجُرٌّ وَاَنْ تُجَصَّصَ الْقَبْرُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ قبر پر نشانی لگانے، لحد میں پکی اینٹیں لگانے اور قبر کو گچ سے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱)۔ قبر پر نشانی لگانا اور لکھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع کیا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۵۲، سنن النسائی: ۲۰۲۷، المستدرک علی الصحیحین: ۱۳۶۹) نیز امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ہم اس کے قائل نہیں کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی قبر پر ڈالی جائے اور اس پر گچ لگانے یا مٹی سے لیپنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اسی طرح وہاں پر مسجد بنانے یا نشانی لگانے یا اس پر لکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، پکی اینٹوں سے اس کی تعمیر مکروہ ہے یا یہ کہ پکی اینٹوں کو قبر میں داخل کیا جائے البتہ قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ص۱۸۷ باب تسنیم القبور وتجصیصہا)

(۲)۔ لحد میں پکی اینٹیں اور لکڑیاں وغیرہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ عموماً یہ دونوں چیزیں عمارت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے لگائی جاتی ہیں جب کہ قبر بوسیدہ ہونے اور گلنے کی جگہ ہے، لہٰذا اس میں پختہ اینٹ اور لکڑی وغیرہ لگانا یہ موضوع قبر کے خلاف ہوگا۔ البتہ لحد میں کچی اینٹیں، اور بانس لگانا مستحب ہے کیونکہ بانس بھی جلدی سڑ گل جاتا ہے اور یہی قبر کا موضوع بھی ہے اس لیے بانس کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ امام عمرو بن شراحیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

کہ (میرے مرنے کے بعد) میری لحد میں بانس کا گٹھا لگانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ مہاجرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسری چیزوں سے زیادہ اس کو پسند کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۷۲۴)

(۳)۔ قبر کو گچ وغیرہ سے پختہ بنانا بھی شریعت اسلامیہ میں منع ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی ممانعت فرمائی ہے کہ قبر کو گچ سے پختہ کیا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے یا اس پر بیٹھا جائے۔ اسے مسلم (۹۷۰) نے روایت کیا ہے۔

قبر کے بارے میں شریعت کا اصولی نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک طرف تو میت کے تعلق سے اس کا احترام کیا جائے کسی قسم کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ اسی بناء پر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے، کہ کوئی اس پر بیٹھے نہیں، یہ اس کے احترام کے خلاف ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ کہ وہ دیکھنے میں ایسی سادہ ہو کہ اس کو دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا احساس اور آخرت کی یاد اور فکر دل میں پیدا ہو، اسی واسطے اس کو گچ وغیرہ سے پختہ اور شاندار بنانے کی اور اس کے اوپر بطور یادگار وغیرہ کے عمارت کھڑی کرنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

دوسری حکمت اس حکم میں یہ بھی ہے کہ قبر جب بالکل سادہ اور کچی ہوگی اور اس پر کوئی شاندار عمارت بھی نہ کھڑی ہوگی تو شرک پسند طبیعتیں اس کو پرستش گاہ بھی نہ بنائیں گی۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین یا اولیاء امت رحمہم اللہ کی قبریں شریعت کے اس حکم کے مطابق بالکل سادہ اور کچی ہیں وہاں کوئی خرافات نہیں ہوتی، اور جن بزرگوں کے مزارات پر شاندار مقبرے بنے ہوئے ہیں۔ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے آنکھوں کے سامنے ہے، اور اس کی وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف ان بزرگوں

پاک روحوں کو ہی ہو رہی ہے۔

قبروں پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا مسئلہ:

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا، بلاشبہ ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے معاملہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو وہ پیشاب نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری بکرتا تھا، پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر اسے توڑ کر آدھا آدھا کر دیا اور ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دی، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: شاید کہ ان سے تخفیف ہو جائے۔ جب تک کہ یہ خشک نہ ہو جائیں۔

اس حدیث کے آخر میں جو ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر اسے توڑ کر آدھا آدھا کر دیا اور ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دی، سے اہل بدعات بزرگان دین کی قبروں اور مزارات پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا جواز نکالا کرتے ہیں۔ امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اہل بدعت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جناب نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) وتابعین اور خیر القرون سے اس کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں کہ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر چادریں ڈالی گئی ہوں یا ان پر پھول وغیرہ چڑھائے گئے ہوں۔ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبریں بھی ہوتی تھیں، پھول اور چادریں بھی ہوتی تھیں، اور ڈالنے والے بھی ہوتے تھے، ان میں عشق ومحبت کا اعلیٰ جذبہ بھی تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے نہ تو پھول چڑھائے اور نہ چادریں ڈالیں، اور آج یہ کام جائز ہو گئے اور کار ثواب بھی، اور اہل سنت کی علامت کی علامت بھی قرار پائی اور شعار بھی۔ باقی مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ اہل بدعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں گاڑ دی تھیں۔ ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی، شاید ان سے سزا میں تخفیف ہو جائے۔ (متفق علیہ) تو اس سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اولاً۔۔۔ اس لئے کہ تخفیف عذاب کا سبب آنحضرت ﷺ کی شفاعت تھی۔ ٹہنیاں تو صرف اس کی علامت اور نشانی مقرر ہوئی تھی، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفه ذلك عنهما مادام الغصنان رطبین۔"

میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، ان میں دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کے ذریعہ یہ پسند کیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں، ان دونوں سے عذاب کی کمی ہو۔ (صحیح مسلم: ج ۲ ص ۴۱۸)

اگر چہ اپنی جگہ قراءت قرآن کریم، تسبیحات اور ٹہنیاں (سبز وخشک) بھی تخفیف عذاب کا سبب ہیں مگر اصل واقعہ میں

تخفیف عذاب کا اصل سبب آنحضرت ﷺ کی شفاعت تھی۔ ٹہنیاں تو صرف اس کی علامت قرار دی گئی تھیں

(بدعتی۔ن) مفتی احمد یار خان صاحب کی غلطی ہے کہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ:

''عذاب قبر کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے۔ اگر محض دعا سے کمی ہوتی تو حدیث میں خشک ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی۔ لہٰذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔'' (جاء الحق: ص ۲۴۸)

مفتی صاحب! اگر ٹہنیوں کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوئی تو سبز کی قید کیوں لگائی؟ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے خشک ہو یا تر۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

ثانیاً۔۔۔ یہ ٹہنیاں عام درختوں سے نہ کاٹی گئی تھیں بلکہ مسلم (ج ا ص ۴۱۸) کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ ان دو درختوں کی ٹہنیاں تھیں جو بطور معجزہ آپ کے پاس چل کر آئے تھے، اور پھر اپنے مقام پر چلے گئے تھے۔

ثالثاً۔۔۔ اس روایت سے اگر ثبوت ہے بھی تو صرف تر ٹہنیوں کا، پھولوں اور چادروں کا ثبوت کہاں سے ہوا؟

رابعاً۔۔۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اصل سبب تخفیف عذاب کا ٹہنیوں کا سبز ہونا تھا، اور یہ علت پھول وغیرہ میں پائی جاتی ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ گناہ گاروں اور فاسقوں کی قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے چاہئیں۔ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر اس کا ثبوت کیسے ہوا؟ کیونکہ آپ نے گناہ گاروں کی قبروں پر ٹہنیاں رکھی تھیں نہ کہ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری: ج ا ص ۸۷۷)

خامساً۔۔۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر سبز ٹہنی رکھی ہو اور پھول ڈالے ہوں۔ رہی حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کی وصیت کہ میری قبر پر تر ٹہنی رکھ دینا۔ (بخاری: ج ا ص ۱۸۱) جو حضرات وضع الجریدتین کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ انہوں نے انکساری سے اپنے کو گناہگار سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا خیر القرون میں کسی نے کسی کو ولی اور بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر ٹہنیاں رکھی ہیں؟ اور کیا ان سے چادریں ڈالنے کا ثبوت ہے؟ اسی جزو میں اختلاف ہے اور بس۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

(بدعتی۔ن) مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا، کہ پھول وغیرہ فاسقوں، فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے نہ کہ قبور اولیاء پر۔ ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں جس سے پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گناہ گار کیلئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کیلئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔

(جاء الحق: ۲۸۴)

(بدعتی۔ن) مفتی صاحب کو یہ نسخہ تو بہت ہی اکسیر ہاتھ آیا ہے، مگر اس پر مطلقاً غور نہ کیا کہ یہ مسئلہ جناب نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بھی معلوم تھا۔ پھر انہوں نے صالحین کی قبروں پر پھول کیوں نہ ڈالے؟ اور صالحین کو رفع درجات کے فائدہ سے کیوں محروم رکھا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

اسی طرح (بدعتی۔ن) مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ قیاس بھی مردود اور باطل ہے کہ:

ایک تر پھول میں زندگی ہے۔ اس لیے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے، زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔ (جاء الحق: ۲۸۳ ملخصاً)

فی الجملہ ادراک و شعور اور تسبیح و تہلیل تو ہر ایک چیز سے شرعاً ثابت ہے اور قرآن کریم اس پر ناطق ہے پھر خشک و تر کا فرق کیوں؟ علاوہ بریں یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بھی معلوم تھا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ مزید برآں چادروں میں کونسی تری، سبزی اور زندگی ہے جو اس حدیث سے وہ بھی قبروں پر ڈالنی جائز ہوگئیں؟ باقی کسی غیر معصوم اور غیر مجتہد کی بات حجت نہیں ہے۔ رہا امام شامی رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ قول کہ قبور پر ستور درست ہیں کیونکہ اس میں صاحب قبر کی تعظیم ہے وغیرہ وغیرہ، تو قابل التفات نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر مجتہد کا قول ہونے کے علاوہ بلا دلیل بھی ہے۔ اور قبر اور تعظیم قبر کوئی نیا واقع نہیں کہ ہم اس میں متاخرین کے قیاس کو بھی تسلیم کرلیں۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور تابعین و تبع تابعین (رحمہم اللہ) کے زمانہ میں قبریں بھی ہوتی تھیں مگر چادروں کا کوئی دستور نہ تھا اور اسی پر ان کا عمل اور اتفاق رہا ہے (یہ الگ بات ہے کہ (بدعتی۔ن) مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں ثبوت دیا ہے، ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالاتفاق جائز ہے۔ جاء الحق: ۳۰۴۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ)۔ لہٰذا ہمیں مصنوعی تعظیم اور احترام کی ضرورت نہیں ہے۔ جو انہوں نے کیا سو ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

رہا (بدعتی۔ن) مفتی احمد یا خان صاحب کا یہ قیاس کہ:

''چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے جو کہ نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہ کیا۔ مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا، اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ (ملخصاً جاء الحق: ۲۸۵)

تو یہ قیاس مع الفارق ہے جو مسموع نہیں ہے۔ اس لئے کہ کعبہ کا غلاف تو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں چڑھتا تھا، اور اس میں آپ نے تغیر نہیں کیا۔ لہٰذا وہ عین سنت ہے (دیکھئے بخاری: ج ۲ ص ۶۱۳ وغیرہ)۔ اسی طرح مقام ابراہیم علیہ السلام کا غلاف بھی اگر ثابت ہو تو بظاہر خیر القرون کا ہوگا، ان پر قبور کے غلاف کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ بحمد اللہ راقم اثیم (یعنی امام اہلسنت شیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔ن) دو مرتبہ حج کے شرف سے مشرف ہوا ہے لیکن مقام ابراہیم پر کوئی

غلاف نہیں دیکھا۔اس وقت یہ مبارک پتھر ایک دبیز شیشے کے مینار میں رکھا ہوا۔باقی آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کا غلاف ،تو اگر یہ کسی معتبر دلیل سے ثابت ہوتو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غسل، دفن اور قبر وغیرہ کے متعلق چند اور خصوصیات بھی تھیں۔ممکن ہے یہ بھی ان ہی میں سے ہو۔لہٰذا اس پر عام قبروں کو قیاس کرنا باطل ہے۔اور پہلے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ سے اور بقول مفتی احمد یار خان صاحب ،حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا جا چکا ہے کہ (عام) قبر کو ملبوس کرنا یعنی اس پر چادریں وغیرہ ڈالنا بدعت شنیعہ ہے۔لہٰذا عام حکم یہی ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

> اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے۔ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب. اس تعظیم میں کوئی قید نہیں۔ہر ملکے ہر رسمے،جس ملک اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے۔ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا،سب میں ان کی تعظیم ہے لہٰذا جائز ہے۔(جاء الحق: ۲۸۳)

داد دیجئے! مفتی صاحب کی اس تحقیق کی کہ حضرات اولیاء اللہ کے مزارات بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے تو معظم شعائر اللہ تو چار بتائے ہیں۔قرآن، کعبہ، نبی اور نماز (حجۃ اللہ: ج ۱ ص ۷۰)۔وہاں قبور کا ذکر نہیں ہے،اور کسی امام سے بھی قبور کا شعائر اللہ ہونا منقول نہیں۔

مگر مفتی صاحب کی تحقیق سے مزارات بھی شعائر اللہ ٹھہرے۔علماء عقائد نے صراحت سے لکھا ہے کہ جس کے خاتمہ بالخیر ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے اور جناب نبی کریم ﷺ نے نہ دی ہو،ہم صرف اس کے متعلق حسن ظن ہی رکھ سکتے ہیں،قطعیت سے کچھ نہیں کہہ سکتے ،تو یقین کے ساتھ کسی کو ولی کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اور پھر ان کی قبر کو شعائر اللہ کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

اور پھر مفتی صاحب کے نزدیک ان شعائر اللہ کی تعظیم یوں ہے کہ ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا اور چراغاں کرنا۔پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی نیک کی قبر پر شاخیں نہیں رکھیں۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہی الگ ہے، بلکہ گناہ گار کی قبر پر رکھی تھیں۔یہ عجیب شعائر اللہ اور نرالے ولی ہوئے کہ ہم پہلے ان کو گناہ گار تصور کریں اور پھر ان کی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھائیں۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور کیا شعائر اللہ کی تعظیم چراغاں جیسے کام سے ہوگی،جس پر سردار دو جہاں ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔سبحان اللہ تعالیٰ! عجیب محکمہ افتاء مفتی احمد یار خان صاحب کے ہاتھ آیا ہے اور پھر یہ سب کچھ ان کے نزدیک قرآن کریم کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ۔نہ تعظیم کا یہ پہلو اس آیت سے جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو سکا اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو۔اگر معلوم ہوتا تو قبر پر چراغاں کرنے پر آپ لعنت نہ کرتے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ اس کے خلاف وصیت نہ کرتے۔مگر کیا کیا جائے،اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے ان کے نزدیک ہر ممنوع چیز مستحب

اور کارثواب ہے۔ (ماخوذ از راہ سنت: ص ۱۹۷ تا ۲۰۲)

{پہلے زمانے میں اہل مدینہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا کرتے تھے}

۴۴۴۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يُدْخِلُونَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ فِي الزَّمَانِ الْأَوَّلِ فَأَحْدَثُوا السَّلَّ لِضَعْفِ أَرْضِهِمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پہلے زمانے میں اہل مدینہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا کرتے تھے، جب ان کی نرم زمین اس طرح دفن کرنے پر برداشت نہ کر سکی تو انہوں نے پائنتی کی طرف سے داخل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کو قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارنا بھی ثابت ہے اور قبلہ کی طرف سے اتارنا بھی ثابت ہے دونوں طرح جائز ہے موقع کی مناسبت سے ان دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ قبلہ کی طرف سے اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی کو قبر کی دائیں جانب اس کی چوڑائی میں رکھا جائے اور پھر میت کے پورے جسم کو ایک ساتھ قبر میں داخل کر دیا جائے۔

چنانچہ ابو اسحاق (سبیعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے:

وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُاللهِ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۳)

کہ حارث رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ سیدنا عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا، پھر انہیں قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا اور فرمایا: یہ سنت ہے۔ اسے ابوداود (۳۲۱۱)، طبرانی اور بیہقی (۷۰۵۲) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا عبیداللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال اوصی الحارث.....الخ۔

(سنن ابی داود: ۳۲۱۱)

اور صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّہٗ اَدْخَلَ یَزِیْدَ بْنَ الْمُکَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ۔ رَوَاہُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی۔ (آثار السنن: ۱۰۹۶)

کہ انہوں نے ''یزید بن مکفف'' کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اسے عبدالرزاق (۶۴۷۲) اور ابو بکر بن ابی شیبہ (۱۱۶۹۰) نے روایت کیا ہے اور ابن حزم نے محلی (ج۱ص۴۰۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابو بکر رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حمید بن عبدالرحمن عن ابن ابی لیلی عن عمیر بن سعید ان علیا.......الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۶۹۰)

اور صحیح ہے۔ ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق وغیرہ۔

{ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کسی انگارے پر چلوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر پر قصداً چلوں}

۴۳۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لَأَنْ أَطَأَ عَلٰی جَمْرَۃٍ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ أَنْ أَطَأَ عَلٰی قَبْرٍ مُتَعَمِّدًا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں کسی انگارے پر چلوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر پر قصداً چلوں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۷۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۹۶۶، ۹۶۰۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وعبدالرزاق)

{مرد اور عورت کو ایک ہی لحد میں دفنانے کا طریقہ}

۴۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا جُعِلَتِ الْمَرْأَۃُ وَالرَّجُلُ فِیْ

لَحْدٍ وَّاحِدٍ فَاجْعَلِ الرَّجُلَ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَهُ وَاجْعَلْ بَيْنَهُمَا حَاجِزًا مِّنَ الصَّعِيْدِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر مرد اور عورت کو ایک ہی لحد میں دفن کیا جائے تو پھر مرد کو قبلہ کی طرف رکھو اور عورت کو اس کے پیچھے۔ اور ان دونوں کے درمیان مٹی سے رکاوٹ بنا دو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۱۸۹۲) میں با سند مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب مردوں اور عورتوں کا اکٹھا جنازہ پڑھاتے تو مردوں کو امام کی طرف (قریب) رکھتے اور عورتوں کو قبلہ کے قریب رکھتے اور جب ان دفن کرتے تو پہلے مردوں کو رکھتے پھر عورتوں کو۔

{قبر کو اتنا اونچا کرنا مستحب سمجھا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر ہے تا کہ اسے روندا نہ جائے}

۴۲۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُرْفَعَ الْقَبْرُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى يُعْرَفَ اَنَّهُ قَبْرٌ لِكَيْلَا يُوْطَأَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قبر کو اتنا اونچا کرنا مستحب سمجھا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر ہے تا کہ اسے روندا نہ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۷ باب تسنیم القبور وتجصیصھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۵۷ ح ۷۹۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{اسلام میں میت کے لیے چارپائی کا طریقہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ایجاد کیا تھا}

۴۲۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَوَّلُ نَعْشٍ جُعِلَ فِي الْاِسْلَامِ جَعَلَتْهُ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَلَبَتِ السَّرِيْرَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اسلام میں (میت کے لیے) سب سے پہلا تابوت (چار پائی) جو بنایا گیا اسے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بنایا تھا (یعنی اسلام میں میت کے لیے چار پائی کا طریقہ سب سے پہلے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے شروع کیا تھا)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق اخرى عند عبدالرزاق : ۶۲۳۳ وابن ابی شيبة: ۳۵۷۸۵)

{امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جنازہ کے آگے آگے چلا کرتے تھے}

۴۲۹. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَمْشِيْ اَمَامَ الْجَنَازَةِ وَيَقْعُدُ حَيْثُ يَرَاهَا يَسْتَرِيْحُ حَتّٰى تَلْحَقَهُ وَقَالَ اِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اٰتِيَ الْقَبْرَ قَبْلَهَا ثُمَّ اَقْعُدَ عِنْدَهُ كَاَنِّيْ لَسْتُ مَعَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جنازہ کے آگے چلتے اور جہاں سے اسے دیکھ سکتے وہاں بیٹھ کر سکون کرتے یہاں تک کہ جنازہ ان کے پاس آجاتا۔ اور انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ میں جنازہ سے پہلے ہی قبر پر آجاؤں اور پھر قبر کے پاس بیٹھ جاؤں گویا کہ میں جنازے کے ساتھ ہی نہیں۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر جنازہ کے قریب ہو تو اس سے آگے بڑھنا جائز ہے البتہ اس کے پیچھے چلنا افضل ہے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۵) چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُنْتُ فِيْ جَنَازَةٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَمْشِيْ خَلْفَهَا فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ اَرَاكَ تَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَهٰذَانِ يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمَا اَنَّ فَضْلَ الْمَشْيِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْيِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذِّ وَلٰكِنَّهُمَا اَحَبَّا اَنْ يُّيَسِّرَا عَلَى النَّاسِ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۵)

کہ میں ایک جنازہ میں تھا اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کے آگے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ جنازہ کے پیچھے چل رہے ہیں اور یہ دونوں اس کے آگے چل رہے ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں حضرات کو معلوم ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت اس کے آگے چلنے پر ایسی ہی ہے جیسی باجماعت نماز کی فضیلت اکیلے کی نماز پر

لیکن ان دونوں حضرات نے پسند کیا کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں (کیونکہ اگر یہ دونوں حضرات جنازے کے پیچھے چلتے تو جنازہ لے جانے والے تنگی میں پڑ جاتے ان کے ادب واحترام میں)۔اسے عبدالرزاق (۶۲۶۳) اور طحاوی (۲۷۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن عروۃ بن الحارث عن زائدۃ بن اوس الکندی عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ قال کنت فی.......الخ۔(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۶۳)

اور صحیح ہے۔ولہ طرق اخری عند الطحاوی وغیرہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے البتہ آگے چلنا بھی جائز ہے۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جواز کی دلیل ہے۔

{جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں}

۲۴۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ عَنْ عَوَاتِقِ الرِّجَالِ فَاقْعُدْ ثُمَّ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوِانْتَهَيْتَ اِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ اَكُنْتَ تَقُوْمُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا؟

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا: جب جنازہ لوگوں کے کندھوں سے اتار لیا جائے تو بیٹھ جاؤ اور پھر کہا کہ بتلاؤ اگر تم قبر تک پہنچ گئے ہو اور ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تو کیا تم لحد کے تیار ہونے تک کھڑے رہو گے؟

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۴ باب المشی مع الجنازۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۳ ص ۲۱۸ باب من کرہ القیام علی القبر حتی یدفن۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی،لہٰذا رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے۔(سنن ابی

داود: ۴۷۵۳) اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ (سنن ابی داود: ۳۱۷۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہیے البتہ زمین پر رکھے جانے کے بعد بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

{سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا}

۴۴۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ اَتَاهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ اِنَّ الاٰخَرَ قَدْ زَنٰی فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ الرَّابِعَةَ فَسَأَلَ عَنْهُ قَوْمَهُ هَلْ تُنْكِرُوْنَ مِنْ عَقْلِهٖ شَیْئًا؛ قَالُوْا لَا قَالَ فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَأُتِیَ بِهٖ أَرْضًا قَلِیْلَةَ الْحِجَارَةِ فَلَمَّا اَبْطَأَ عَلَیْهِ الْمَوْتُ انْطَلَقَ یَسْعٰی اِلٰی اَرْضٍ كَثِیْرَةِ الْحِجَارَةِ وَتَبِعَهُ النَّاسُ حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَلَمَّا اُخْبِرَ النَّبِیُّ ﷺ بِذٰلِكَ قَالَ فَهَلَّا خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهُ قَالَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَلَكَ مَاعِزٌ وَأَهْلَكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّا لَنَرْجُوْا اَنْ یَّكُوْنَ تَوْبَتَهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِئَامٌ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ فَطَمِعَ قَوْمُهُ فِیْ جَسَدِهٖ فَكَلَّمُوا النَّبِیَّ ﷺ فِیْهِ فَقَالَ افْعَلُوْا بِهٖ كَمَا تَفْعَلُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْكَفَنِ وَالصَّلَاةِ عَلَیْهِ۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بھلائی سے پیچھے رہ جانے والے سے بدکاری کا گناہ سرزد ہوا ہے (اس لیے اس پر حد جاری کر دیجیے، نبی مکرم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا، وہ دوسری مرتبہ آئے اور آ کر پھر اسی عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ تیسری مرتبہ پھر آئے اور اسی طرح عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ چوتھی مرتبہ آئے تو نبی مکرم ﷺ نے ان کی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم اس کی عقل میں کچھ کمی محسوس کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ کے حکم دینے پر انہیں کم پتھروں والی جگہ پر لے جا کر پتھروں کے ساتھ رجم کر دیا گیا۔ رجم کرنے کے دوران جب ان کی روح نکلنے میں تاخیر ہونے لگی تو وہ ایسی جگہ بھاگ گئے جہاں پتھر بہت زیادہ تھے اور وہاں جا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے آ کر انہیں اتنے پتھر مارے کہ وہ شہید ہو گئے، نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑ دیا؟ اس پر مدینہ کے بعض لوگوں کہنے لگے کہ ماعز نے اپنے آپ کو خود ہلاک کر لیا اور بعض کہنے لگے کہ ہمیں امید ہے یہ اس کی توبہ ہی ہوگی۔ جب نبی ﷺ تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی

ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔ پس (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع جب ان کی قوم کو پہنچی تو) ان کی قوم نے ان کے لاش مبارک کے بارے میں بہت طمع کیا اور اس سلسلے میں انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی (کہ ہم ان کی لاش کا کیا کریں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہو یعنی انہیں کفن بھی دو اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۱۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۶۳ ۱۴، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابی داود: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبری للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ کنوارے مرد وعورت کے لیے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے اور شادی شدہ کے لیے رجم۔

۲۔ ابتداء اسلام میں جبکہ ان سزاؤں کا نفاذ شروع ہوا تو معاشرے سے ان گناہوں کی گندگی خود بخود دور ہونے لگی حتی کہ شہادتوں اور گواہیوں کے ذریعے اس قسم کے الزامات کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا، اور خود اپنے اقرار واعتراف کے ذریعے بھی جن لوگوں نے اپنی طرف اس گناہ کی نسبت کی، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے، ان ہی میں سے ایک واقعہ سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، لیکن جوں جوں عہد نبوت سے بعد ہوتا ہو گیا اور ان سزاؤں کا نفاذ پس پشت ڈالا جاتا رہا توں توں معاشرے میں بے راہ روی کے واقعات روز افزوں ہونے لگے۔

۳۔ ان سزاؤں میں بھی اس قدر ہمدردی کا پہلو برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری کی جا رہی ہو اور وہ پتھروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر وہاں سے بھاگ جائے تو شریعت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ اس کا پیچھا چھوڑ دیا جائے، ہمدردی کے اس نوع کے بہت سے پہلو اور بھی گنوائے جا سکتے ہیں جن سے دوسرے آئین اور قانون کی کتابیں خالی ہیں۔

۴۔ ثبوت زنا کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اقرار جرم کی صورت میں ایک مرتبہ کا اقرار ایک گواہ کے مترادف قرار دے کر اس سے چار مرتبہ اعتراف کروایا جائے گا، اگر وہ چاروں مرتبہ اعتراف کر لے تو اس پر سزا جاری کر دی جائے گی

بصورت دیگر اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ ''ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کردی جائے تو ان کی طرف سے قبول کرلی جائے۔''اس ارشاد کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کی سعادت اوراس کی توبہ کی فضیلت کوظاہر فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جو اس مغفرت اور رحمت کو لازم کرتی ہے جس کا دامن مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ فگن ہوسکتا ہے۔

۶۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو پتھروں سے رجم کرکے ماردیا گیا ہو اس شخص کو کفن بھی دیا جائے گا، نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گا اور دفن بھی کیا جائے گا۔

{قبر میں سوال وجواب اور ثواب وعذاب کا بیان}

۴۴۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه اَنَّهُ قَالَ يُقْعَدُ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ فَيُقَالُ مَنْ رَّبُّكَ؛ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ فَيُقَالُ مَادِيْنُكَ؛ فَيَقُوْلُ الْاِسْلَامُ فَيُقَالُ مَنْ نَّبِيُّكَ؛ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيُفْسِحُ اللّٰهُ فِيْ قَبْرِهٖ وَيَرٰى مَنْزِلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُقْعَدُ الْكَافِرُ فِيْ قَبْرِهٖ فَيُقَالُ مَنْ رَّبُّكَ؛ فَيَقُوْلُ: هَاهْ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا. وَيُقَالُ مَادِيْنُكَ؛ فَيَقُوْلُ هَاهْ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا وَيُقَالُ مَنْ نَّبِيُّكَ؛ فَيَقُوْلُ هَاهْ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا قَالَ فَيَضِيْقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ فِيْهِ وَيَرٰى مَنْزِلَهُ فِي النَّارِ وَيُضْرَبُ ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: {يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ}(ابراھیم:۲۷)

سعد رحمہ اللہ نے فرمایا: مؤمن کو قبر میں (اٹھا کر) بٹھادیا جاتا ہے اوراس سے پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ کہ تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد ﷺ۔ پس اللہ رب العزت اس کی قبر کو کشادہ فرمادیتے ہیں اوراسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے۔ اور کافر کو قبر میں (اٹھا کر) بٹھادیا جاتا ہے اوراس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پس اس پر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں

اور اسے جہنم میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور پھر اسے (ایک ہتھوڑے کے ساتھ) ایسی چوٹ ماری جاتی ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ زمین پر موجود ساری مخلوق سنتی ہے۔ اللہ کے اس فرمان یہی مطلب ہے: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے، اور آخرت میں بھی۔ اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۳۶۹، ۴۶۹۹، صحیح مسلم: ۲۸۷۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۰۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۸۲، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۹، سنن ابی داود: ۴۷۵۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۸۱، سنن الترمذی: ۳۱۲۰، سنن النسائی: ۲۰۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۰۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى)

امام حارثی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند " ابو حنیفة عن علقمة بن مرثد عن رجل عن سعد ابن عبادة قال قال رسول اللهﷺ '' نقل کی ہے جبکہ عامر بن فرات کے طریق سے " ابو حنیفة عن علقمة عن سعد بن عبيدة عن رجل من اصحاب النبیﷺ قال قال رسول اللهﷺ '' نقل کی ہے۔

اور امام حارثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست یہی ہے کہ اس حدیث کی سند " ابو حنیفة عن علقمة عن سعد بن عبيدة عن رجل من اصحاب النبیﷺ قال قال رسول اللهﷺ '' ہے۔ کیونکہ امام اعمش رحمہ اللہ اور امام شعبہ رحمہ اللہ دونوں نے اسے " عن علقمة عن سعد ابن عبيدة عن البراء بن عازب عن النبیﷺ'' کے طریق سے روایت کیا ہے البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہیں کیا اور کہا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے اور اس صحابی سے مراد سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملخصا تعلیق کتاب الآثار: ج ۱ ص ۳۹۵)

نیز صحیح البخاری میں اس کی سند یوں ہے:

" شعبة قال اخبرنی علقمة بن مرثد قال سمعت سعد بن عبيدة عن البراء بن عازب رضی الله عنه ان رسول اللهﷺ ...... الخ." (صحيح البخاری: ۴۶۹۹)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ نے یہ حدیث براہ راست سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ سے سنی ہے۔

فائدہ:

جملہ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ قبر اور برزخ میں اہل ایمان اور اصحاب طاعات کو لذت وسرور نصیب ہوتا ہے اور کفار ومنافقین اور گناہگاروں کو عذاب وتکلیف حاصل ہوتی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ (دیکھئے: خلاصۃ الفتاوی: ج۱ص۹ ۱۴، فتح القدیر: ج۱ص۷ ۳۴، رسائل بحر العلوم: ص۲۹) تفصیل کے لیے امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''تسکین الصدور'' ملاحظہ فرمائیں۔

{پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا، پھر اجازت دے دی گئی}

۴۴۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَقَدْ اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّهِ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تُمْسِكُوْا لُحُوْمَ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَاَمْسِكُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَّسِعَ بِهِ غَنِيُّكُمْ عَلٰى فَقِيْرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْمَا بَدَا لَكُمْ مِنَ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ الظُّرُوْفَ لَا تُحِلُّ شَيْئًا وَلَا تُحَرِّمُهُ وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔ (۱)۔ قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہٰذا اب بری بات منہ سے نہ نالو۔ (۲)۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تا کہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔ (۳)۔ اور میں نے کدو، سبز مٹکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (نبیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (نبیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔ لیکن نشہ آور چیز نہ پیو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۸۰۴،

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المنتقی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ا ص ۱۴۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۳۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲، ۹۵، ۲۴) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد ومسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہوجانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہوگیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کام میں خیر اور نفع کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کردی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

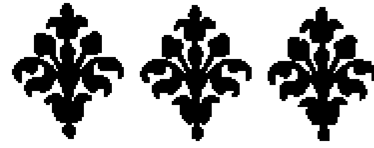
۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کردیا تھا لیکن جب وسعت آگئی تو یہ حکم ختم ہوگیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھاسکتے ہیں۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشہ آور اور غیر نشہ آور میں فرق نہ کرسکیں اس لیے بعض ایسے برتنوں

میں نبیذ بنانے اور پینے سے منع کر دیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرما دیا۔

۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔



۲۴-بَابُ الْأَدْعِيَةِ وَالْقُرْآنِ

دعاؤں اور تلاوت قرآن کا بیان

{سورۃ اخلاص سے محبت کرنے والے شخص کے لئے اللہ رب العزت کی محبت کے اثبات کا تذکرہ}

۴۴۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ لاَ يَقْرَءُ سُوْرَةً فِيْ مَكْتُوْبَةٍ وَلاَ نَافِلَةٍ اِلاَّ قَرَءَ بَعْدَهَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ بِحُبِّكَ اِيَّاهَا۔

عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص (عموماً) ہر فرض اور نفل نماز میں سورۃ (فاتحہ) کے بعد سورۃ الاخلاص کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس بات کا تذکرہ نبی مکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں اس سورت کی تلاوت کرنا پسند کرتا ہوں۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سورت سے کو پسند کرنے کی وجہ سے اللہ رب العزت تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۳۷۵، صحیح مسلم: ۸۱۳، السنن الکبری للنسائی: ۱۰۶۷، ۱۰۴۷۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۰۳، صحیح ابن حبان: ۷۹۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۹۷۱، شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۰۸، شرح السنۃ للبغوی: ۱۲۱۰، مشکاۃ المصابیح: ۲۱۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى)

امام ابو عبداللہ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۵۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۲۳)

فائدہ:

سورۃ اخلاص کی چار مختصر آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو انتہائی جامع انداز مین بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں ان کی تردید ہے جو ایک سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں۔ دوسری آیت میں ان کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باجود کسی اور کو اپنا مشکل کشا، کارساز یا حاجت روا قرار دیتے ہیں۔ تیسری آیت میں ان کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں ،اور چوتھی آیت میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کسی بھی صفت میں کسی اور کی برابری کے قائل ہیں، مثلاً بعض مجوسیوں کا کہنا یہ تھا کہ روشنی کا خالق کوئی اور ہے، اور اندھیرے کا خالق کوئی اور، یا بھلائی پیدا کرنے والا اور ہے، اور برائی پیدا کرنے والا کوئی اور۔ اس طرح اس مختصر سورت نے شرک کی تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر خالص توحید ثابت کی ہے۔ اسی لئے اس سورت کو سورہ اخلاص کہا جاتا ہے، اور ایک صحیح حدیث میں اس کو قرآن کریم کا ایک تہائی حصہ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ قرآن کریم نے بنیادی طور پر تین عقیدوں پر زور دیا ہے: توحید، رسالت اور اخرت۔ اور اس سورت نے ان میں سے توحید کے عقیدے کی پوری وضاحت فرمائی ہے۔ اس سورت کی تلاوت کے اور بھی احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں۔

{جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟}

۴۴۵۔ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ السَّكْسَكِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّیْ لاَ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَتَعَلَّمَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ،فَعَلِّمْنِیْ شَيْئًا يُجْزِئُنِیْ مِنَ الْقُرْاٰنِ.فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ.فَقَالَ الرَّجُلُ: هٰذَا لِلّٰهِ فَمَالِیْ؟ قَالَ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں قرآن سے کچھ یاد نہیں کر سکتا، مجھے کچھ سکھا دیجیے جو میرے لیے (قراءت قرآن سے) کفایت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم {سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ} پڑھا کرو۔ ''اللہ پاک ہے، اسی کی تعریف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ برائیوں سے بچنا اور نیکی کی توفیق ملنا، اللہ کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ وہ عالی ہے عظمت والا ہے۔'' وہ شخص کہنے لگا: (اے اللہ کے رسول!) یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہا کرو: {اللھم اغفرلی لی

وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی) ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، ہدایت سے سرفراز فرما، راحت وعافیت سے نواز اور مجھے رزق دے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۸۵۱، مسند الحمیدی: ۷۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۷۹۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۱۰، ۱۹۱۳۸، سنن ابی داود: ۸۳۲، السنن الکبری للنسائی: ۹۹۸، سنن النسائی: ۹۲۴، المنتقی لابن الجارود: ۱۸۹، صحیح ابن خزیمۃ: ۵۴۴، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۳۴، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۷۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۲۵، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

۱۔ اس کے راوی امام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیدہ الہلالی العامری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۰۶)

۲۔ اور امام ابواسماعیل ابراہیم بن عبدالرحمن بن اسماعیل سکسکی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود اور سنن نسائی کے (فی نفسہ) راست باز راوی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۱۳۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان: ۱۶۲۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (من تکلم فیہ وہو موثق: ۶)

فوائد ومسائل:

(۱) ثابت ہوا کہ جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا ذکر سے اپنی نماز پوری کرنی چاہیے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سائل کا سوال یہ تھا کہ میں فوری طور پر کچھ یاد نہیں کر سکتا جبکہ نماز فرض ہو چکی ہے، تب نبی ﷺ نے اسے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔

(۲) قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ کا اس شخص کو مذکورہ بالا ذکر بتانا دلیل ہے کہ نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مکروہ ہے ورنہ آپ ﷺ مذکورہ بالا ذکر کی بجائے قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔

{صبح وشام کی دعائیں}

۴۴۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ ذَكْوَانَ قَالَ فِيْمَا اَحْسِبُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لاَ اَشُكُّ فِيْهِ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ

مَا خَلَقَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ لَمْ تَضُرَّهُ عَقْرَبٌ حَتَّى يُمْسِيَ اَوْ حِيْنَ يُمْسِي لَمْ يَضُرَّهُ عَقْرَبٌ حَتَّى يُصْبِحَ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو یہ دعا تین مرتبہ پڑھ لے تو اسے شام تک بچھو کے ڈنک کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑھے گی یا شام کو پڑھ لے تو صبح تک بچھو کے ڈنک کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ { أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ} ''میں اللہ کے کامل (بے نقص اور بے عیب) کلمات کے ذریعے سے (اللہ کی) پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۷۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۸، سنن الترمذی: ۳۶۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۸۹۸، ۸۸۸۰، مسند البزار: ۹۰۶۶، السنن الکبری للنسائی: ۱۰۳۴۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۶۸۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۶، صحیح ابن حبان: ۱۰۲۱، المستدرک علی الصحیحین: ۸۲۸۰، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۔ امام ابو صالح ذکوان السمان الزیات المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۸۱۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۰۴)

فوائد ومسائل:

۱۔ اللہ کے کلمات سے مراد اس کا کلام، اس کے فیصلے اور قدرت ہے۔

۲۔ انسانوں، جنوں، حیوانوں اور حشرات کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ایک بہترین دعا ہے۔

۳۔ یہ دعا صبح وشام پڑھنی چاہیے۔

۴۴۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلاَةِ الْفَجْرِ قَبْلَ اَنْ يَتَأَخَّرَ مِنْ مَكَانِهِ: لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لاَ يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمُحِيَ عَنْهُ بِهَا عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِيْ جِوَارِ اللّٰهِ

تَعَالٰی حَتّٰی یُمْسِیَ وَمَنْ قَالَهَا حِیْنَ یَنْصَرِفُ مِنَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ یَّتَحَرَّكَ مِنْ مَّكَانِهٖ كَانَ لَهٗ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

عبدالکریم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے دس مرتبہ یہ دعا پڑھے: {لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ} ''اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اور وہ زندہ رہنے والا ہے جسے موت نہیں، اسی کے ہاتھ میں تمام کی تمام بھلائیاں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے، اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں گے اور شام ہونے تک اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ اور جو مغرب کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے تو اس کے لیے بھی یہی کچھ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

السنن الکبری للنسائی: ۹۸۷۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۲۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۹۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب الدعاء للطبرانی: ۶۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۹، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۱۴۰، مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۶۹۶۰۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (وصلہ النسائی والطبرانی وغیرھما)

فوائد ومسائل:

۱۔ اللہ کا ذکر ثواب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۔ بعض اذکار مالی صدقات وخیرات سے زیادہ ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔

۳۔ مسنون ذکر شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

۴۴۸۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ شَیْخٍ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ {فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ} (الروم: ۱۷) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حِیْنَ یُصْبِحُ لَمْ یَسْبِقْهُ شَیْءٌ كَانَ فِیْ یَوْمِهٖ وَمَنْ قَالَهَا حِیْنَ یُمْسِیْ لَمْ یَسْبِقْهُ شَیْءٌ كَانَ فِیْ لَیْلَتِهٖ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک شیخ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جوشخص صبح کے وقت تین مرتبہ (سورۃ روم کی درج ذیل آیات) پڑھ لے تو دن کے (نفلی) اعمال میں سے کوئی عمل بھی از روئے ثواب اس سے آگے نہیں نکل سکتا اور جس نے انہیں شام کے وقت پڑھ لیا تو رات کے (نفلی) اعمال میں کوئی عمل اس سے آگے نہیں نکل سکتا۔ (وہ آیات یہ ہیں:) {فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد في السموت والارض وعشيا وحين تظهرون يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحي الارض بعد موتها. و كذلك تخرجون. الروم: ١٧۔١٩} ”لہٰذا اللہ کی تسبیح کرو اس وقت بھی جب تمہارے پاس شام آتی ہے، اور اس وقت بھی جب تم پر صبح طلوع ہوتی ہے، اور اسی کی حمد ہوتی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ اور سورج ڈھلنے کے وقت بھی (اس کی تسبیح کرو) اور اس وقت بھی جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔ وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکال لاتا ہے، اور وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اور اسی طرح تم کو (قبروں سے) نکال لیا جائے گا۔

فائدہ:

ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے امام ابن البیلمانی رحمہ اللہ مراد ہوں۔ چنانچہ سنن ابی داود میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا احمد بن سعيد الهمداني قال اخبرنا ح وحدثنا الربيع بن سليمان قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني الليث عن سعيد بن بشير النجاري عن محمد بن عبدالرحمن البيلماني قال الربيع ابن البيلماني عن ابيه عن عن ابن عباس رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ انه قال..... الخ.

(سنن ابی داود: ٥٠٧٦)

٤٢٩. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِاُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تُسَبِّحُ بِنَوَاتِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ لَهَا: لَقَدْ قُلْتُ كَلِمَاتٍ لَهُنَّ اَكْثَرُ مِمَّا قُلْتِ ثُمَّ اَخْبَرَهَا اَنَّهُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو وہ گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ تھوڑی دیر تک ان کے پاس کھڑے رہے اور پھر ان سے کہا کہ میں نے (ابھی) ایسے کلمات کہے ہیں جو تمہارے کیے ہوئے ذکر سے (ثواب میں) زیادہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ میں نے یہ کلمات کہے ہیں: اسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ

عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ) ''میں اللہ کی تسبیحات کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ میں اللہ کی تقدیس کرتا ہوں اس (کی تعریف) کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح مسلم: ۶۹۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۸، سنن الترمذی: ۳۵۵۵، سنن النسائی: ۱۳۵۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۳۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۷۵۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۰۶۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۶۰۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں اس کی متصل اسانید موجود ہیں۔
اس حدیث کے متن میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ذکر نا راویوں میں سے کسی کا وہم ہے صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہوا تھا جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر متعدد کتب حدیث کی روایات میں آیا ہے۔

فائدہ:

بعض روایات میں سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ کے الفاظ بھی موجود ہے۔
(مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۶۰ ح ۳۸۰۸ باب فضل التسبیح)

۲۵۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُصْبِحُ (لَمْ يَسْبِقْهُ بِفَضْلِ عَمَلٍ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهٖ فَإِنْ قَالَ ذٰلِكَ مَسَاءً كَانَ لَهُ كَذٰلِكَ).

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی:
(سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ) ''میں اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتا ہوں

اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر، میں اللہ کی پاکی اس کی مخلوق کی بھرائی کے برابر بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ کی بڑائی اور عظمت زمین وآسمان میں موجود مخلوق کی تعداد کے برابر بیان کرتا ہوں، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں زمین وآسمان میں موجود ہر چیز کی بھرائی کے برابر، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس تعداد کے برابر جسے اللہ کی کتاب نے شمار کیا ہے۔ میں اللہ کی پاکی ہر چیز کی تعداد کے برابر اور اللہ کی پاکی ہر چیز کی بھرائی کے برابر بیان کرتا ہوں۔" اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی اسی طرح بیان کی (تو اس کے ثواب کے برابر صرف وہی پہنچ سکتا ہے جو یہ دعا پڑھے گا، اور اگر شام کے وقت کوئی یہ پڑھتا ہے تب اس کے ثواب تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا صرف وہی پہنچ سکتا ہے جس نے یہ دعا پڑھی ہو۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

السنن الکبری للنسائی: ۹۹۲۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۶۶، مسند الرویانی: ۱۲۳۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۷۵۴، صحیح ابن حبان: ۸۳۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۷، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۵۱، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۲۳۳۱، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ الانصاری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۳۹۹)

{بیت الخلاء میں چھینکنے والا دل میں الحمد للہ کہے}

۴۵۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الرَّجُلِ یَعْطِسُ وَهُوَ عَلَی الْخَلَاءِ فَقَالَ یَحْمَدُاللّٰهَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیت الخلاء میں چھینکنے والے آدمی کے بارے میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر حال میں الحمد للہ کہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ٢٨٣ باب القراءة في الحمام، مصنف ابن ابي شيبة: ١٢٢٦ الرجل يعطس وهو على الخلاء۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر بیت الخلاء میں چھینک آ جائے تو دل میں الحمد للہ پڑھ لی جائے البتہ زبان سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت نازل شدہ قرآن کے عین مطابق ہے}

٤٥٢۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ سَمَرَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجَا فَخَرَجَ مَعَهَا فَمَرَّا بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَقْرَءُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّقْرَءَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَءْ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَجَعَلَ يَقُوْلُ لَهُ سَلْ تُعْطَه فَاَتَاهُ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُبَشِّرَانِهِ فَسَبَقَ اَبُوْبَكْرٍ عُمَرَ فَبَشَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَدْ دَعَا لَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شب گزاری کی۔ ہم نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ وہاں سے نکلے، ان کا گزر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن کو اسی طرح پڑھنا چاہتا ہو جس طرح وہ نازل ہوا تھا، تو وہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق اس کی تلاوت کرے۔ نبی مکرم ﷺ ان سے کہنے لگے تم مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشخبری دینے کے لیے ان کی جانب دوڑے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گئے، ان کو خوشخبری دی اور ان کو بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی ہے، تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں یہ کچھ مانگا: {اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ} ”اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں، جو پلٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا، جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے عالی حصے میں ہمارے نبی کے ساتھ رہنے کا (سوال کرتا ہوں)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ج ا ص ۱۴۱ ح ۵۳۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۵۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۹۷، ۴۲۵۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۰۶۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۸۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۰، ۷۰۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۴۱۶، ۸۴۱۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۹۲۸، ۵۳۸۶، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۲۳۲، الاحادیث المختارۃ: ۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری)

{قرآن کی تلاوت پر ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں}

۴۵۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُودِ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَمَا اِنَّ لِكُلِّ حَرْفٍ تَلَاهُ تَالٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ اَمَا اِنِّي لَا اَقُولُ الم حَرْفٌ وَلٰكِنِ الْاَلِفُ وَاللَّامُ وَالْمِيمُ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً۔

امام ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت کرنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف لام میم تین حروف ہیں ان کے پڑھنے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۴، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۹۳، ۶۰۱۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۹۳۲، ۲۹۹۳۴، ۲۹۹۳۵، سنن الدارمی: ۳۳۵۱، ۳۳۵۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۶۴۶، ۸۶۴۷، ۸۶۴۹، المستدرک علی الصحیحین: ۲۰۴۰، ۲۰۸۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۹۴۳، شعب الایمان للبیہقی: ۱۷۸۶، شعب الایمان للبیہقی: ۱۸۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری)

فائدہ:

یہ حدیث موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے۔اس حدیث سے ایک واضح اشارہ یہ بھی ملا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تلاوت معنی مفہوم سمجھ کر ہی ہو۔ کیونکہ ''الم'' اور سارے حروف مقطعات کی تلاوت معنی مفہوم سمجھے بغیر ہی کی جاتی ہے، اور حدیث نے صراحتاً بتلایا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

{تلاوت قرآن میں لفظی غلطی کا معیار}

۴۵۴.يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً كَانَ يُقْرِئُهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَكَانَ أَعْجَمِيًّا فَجَعَلَ يَقُوْلُ{اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ}فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقُوْلُ طَعَامُ الْيَتِيْمِ !فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْ طَعَامُ الْفَاجِرِ(وَفِيْ نُسْخَةٍ اَمَا تُحْسِنُ اَنْ تَقُوْلَ طَعَامُ الْفَاجِرِ؟)ثُمَّ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّ الْخَطَأَ فِي الْقُرْآنِ لَيْسَ اَنْ تَقُوْلَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّمَا الْخَطَأُ اَنْ تَقْرَءَ آيَةَ الرَّحْمَةِ آيَةَ الْعَذَابِ وَآيَةَ الْعَذَابِ آيَةَ الرَّحْمَةِ وَاَنْ يُّزَادَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ فِيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھا رہے تھے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ {اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ} کہتے اور وہ شخص {طَعَامُ الْيَتِيْمِ} پڑھتا، (اس شخص نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تھکا دیا اور صحیح نہ پڑھ سکے) تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم {طَعَامُ الْفَاجِرِ} پڑھو۔ پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن میں غلطی کرنا یہ نہیں ہے کہ تم الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ کی بجائے الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہو۔ غلطی یہ ہے کہ تم رحمت والی آیت کی جگہ عذاب والی آیت پڑھ دو اور عذاب والی آیت کی جگہ رحمت والی آیت پڑھ دو اور غلطی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ داخل کر دیا جائے جو اس میں نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۴۷ باب قراءۃ القرآن، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۲۱۵، مصنف عبد الرزاق ۵۹۸۵ باب تعاھد القرآن ونسیانہ، التفسیر من سنن سعید بن منصور: ۹: ۱۳۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

محدث ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن (ح:۱۰۹۹) میں اس حدیث کو "باب حکم القراء ۃ بالفارسیۃ ونحوھا لمن عجز عن العربیۃ وبالقراء ۃ المشھورۃ والشاذۃ" میں نقل کر کے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کے پڑھنے سے عاجز ہو اس عاجز کے لیے ترجمہ قرآن بمنزلہ قرآن کے ہے کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بجائے {طَعَامُ الْاَثِيْمِ} کے {طَعَامُ الْفَاجِرِ} پڑھنے کا حکم کیا اور یہ قاعدہ بتلایا کہ قرآن کے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اسی کے معنی میں پڑھنا عاجز کو جائز ہے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایسا لفظ پڑھے جس سے معنی بدل جائیں، پس عاجز کے حق میں جب ترجمہ قرآن جائز ہوا تو عربی اور فارسی وغیرہ سب میں جائز ہوگا جس کی علت یہ ہے کہ اس شخص سے قراءت ساقط ہے اور یہ صرف ذکر کا مامور ہے اور ذکر ہر زبان میں جائز ہے۔

{امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیا کرتے تھے}

۴۵۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهٗ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِي الْكَعْبَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھا اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۹۴۶، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۵۳ باب اذا سمعت السجدۃ وانت تصلی وفی کم یقرء القرآن، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۵۹۰، من رخص ان یقرء القرآن فی لیلۃ وقراءتہ فی رکعۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امت مرحومہ میں ایسے بے شمار حضرات گزرے ہیں جو رات بھر میں بلکہ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے

تھے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۵۹۱، ترمذی: ۲۹۴۶، طبقات ابن سعد: ج ۳ ص ۵۳) حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ رات میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (طحاوی: ج ۱ ص ۲۰۵، تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۵۱۱) الغرض ایسے بے شمار حضرات تھے جو دن رات میں یا صرف رات یا صرف دن میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے مزید حوالے درکار ہوں تو امام اہلسنت شیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''شوق حدیث'' کے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

{قرآن کریم کو ترتیل وخوش آوازی کے ساتھ پڑھو}

۴۵۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ حَسِّنُوْا الْقُرْاٰنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''قرآن کریم کو اپنی اچھی آوازوں (یعنی ترتیل وخوش آوازی) کے ساتھ پڑھو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایت الامام محمد: ۲۷۵ باب قراءۃ القرآن، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: عوالی الامام ابی حنیفۃ: ۱۴، الاربعین المختارۃ: ۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۷ ص ۱۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۱۳، ۱۲۶۴۳۔

تحقیق:

مرسل معتضد، صحیح ہے۔

{اللہ تعالیٰ اس طرح کوئی آواز نہیں سنتے جس طرح عمدہ آواز کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن کو سنتے ہیں}

۴۵۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْذَنْ لِشَيْءٍ (مَا) اَذِنَهُ لِلصَّوْتِ الْحَسَنِ بِالْقُرْاٰنِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''اللہ رب العزت اس طرح (پسندیدگی کے ساتھ) کوئی آواز نہیں سنتے جس طرح عمدہ آواز کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن کو سنتے ہیں۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس طرح (پسندیدگی کے ساتھ) نبی کی آواز کو سنتا ہے جب کہ وہ قرآن کریم کو عمدہ آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس طرح کوئی اور آواز نہیں سنتا۔'' (صحیح مسلم: ۷۹۲)

{سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ اپنی خوبصورت آواز کے ساتھ سورۃ الحجر پڑھ کر سناؤ}

۴۵۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِقْرَءْ يَافُلَانُ اِقْرَءِ الْحِجْرَ قَالَ اَوَلَيْسَتْ مَعَكَ، قَالَ اَمَّا بِمِثْلِ صَوْتِكَ فَلاَ۔

محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا: کہ اے فلاں! آپ سورۃ الحجر پڑھیے۔ اس نے کہا: (امیر المؤمنین) کیا آپ کو یاد نہیں ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یاد تو ہے مگر تیری جیسی اواز کے ساتھ نہیں ہے۔ (یعنی تیری خوبصورت آواز کے ساتھ سننا چاہتا ہوں۔)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منتشر بن اجدع ہمدانی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)

۲۔ امام محمد بن منتشر بن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)

نیز اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنا خلف بن محمد البخاری حدثنا حامد بن سهل حدثنا احمد بن منيع اخبرنا ابو يوسف القاضی حدثنا ابو حنيفة عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه عن عمر رضی اللہ عنه انه قال لرجل اقرء سورة الحجر قال اوليست معك يا امير المؤمنين ؟ قال اما بمثل صوتك فلا۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۷۱ وفی نسخۃ: ۲۶۰۹)

{سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش اوازی}

۴۵۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ اجْتَمَعْنَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَمَّا اَصْبَحَ قُلْنَ لَهُ يَا اَبَا مُوْسٰى مَا كَانَ اَحْسَنَ صَوْتَكَ الْبَارِحَةَ! فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ لَحَبَّرْتُهُ تَحْبِيْرًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج حضرت سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع ہوئی جبکہ وہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے ابوموسیٰ! گزشتہ رات کو آپ کی آواز کس قدر خوبصورت تھی۔ (یہ سن کر) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تشریف لانے کا) علم ہوتا تو میں اسے اور زیادہ آراستہ کرتا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف نہیں پھرنا چاہیے}

۴۶۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ أَكْرَهُ اِذَا قَرَأْتُ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ وَّاحِدٍ اَنْ أَتَحَوَّلَ مِنْهُ اِلٰى غَيْرِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب میں ایک حرف (قراءت) پر قرآن کریم کی تلاوت کروں تو کسی دوسرے حرف (قراءت) کی طرف پھرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب مین بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۲ باب قراءۃ القرآن، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۲۸۷، اعلاء السنن: ۱۱۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (اس کی تفسیر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ قراءت سے مراد مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کی قراءت اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے (کہ ان میں سے ایک کو پڑھتے ہوئے درمیان میں دوسری کی طرف پھر جانا مکروہ ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۲) الغرض نماز یا تلاوت میں ایسا نہ کرنا چاہیے باقی تعلیم و تعلّم میں بضرورت ایسا کرنا جائز ہے کہ ایک ہی آیت میں تمام قراءتوں کو جمع کر کے پڑھا جائے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ ہر رات میں قرآن کریم کی سات سورتیں پڑھا کرتے تھے}

۴۶۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَءُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ سُبُعَ الْقُرْآنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ ہر رات میں قرآن کریم کی سات سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قرآن کے عجائبات پر ٹھہر کر اپنے دلوں کو خوف دلانا چاہیے}

۴۶۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قِفُوْا عَلٰى عَجَائِبِ الْقُرْآنِ وَفَزِّعُوْا بِهٖ قُلُوْبَكُمْ وَلَا يَكُوْنَ هَمَّ اَحَدِكُمْ اٰخِرُ السُّوْرَةِ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْهَا.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن کے عجائبات پر ٹھہر جاؤ اور ان کے ساتھ اپنے دلوں کو خوف دلاؤ اور تم میں سے کوئی محض آخر سورت تک پہنچنے کو مقصد نہ بنائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

تفسیر البغوی: ۲۲۷۹، تفسیر الخازن: ج ۴ ص ۳۵۶، تفسیر ابن کثیر: ج ۸ ص ۲۶۲، الدر المنثور: ج ۵ ص ۱۵۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۷۳۳، شعب الایمان: ۱۸۸۳، المتفق والمفترق: ۱۷۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبۃ والبیہقی والبغوی)

{قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تدبر کرتے ہوئے پڑھنا چاہیے}

۴۶۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ

لَا تَهُذُّوا الْقُرْآنَ كَهَذِّ الشِّعْرِ وَلَا تَنْثُرُوا كَنَثْرِ الدَّقَلِ.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن کریم کو اس طرح جلدی جلدی کاٹ کر نہ پڑھو جس طرح شعروں کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور نہ اس طرح بکھیرو جس طرح سوکھی ردی کھجوروں کو بکھیرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۲، صحیح البخاری: ۵۰۴۳، صحیح مسلم: ۸۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۷۳۳، ۳۰۱۵۶، ۸۷۲۷، التفسیر من سنن سعید بن منصور: ۱۴۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۶۸، سنن ابی داود: ۱۳۹۶، مسند البزار: ۱۵۶۶، ۱۵۱۷، مختصر الاحکام للطوسی: ۵۰۰، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۲۰۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۷۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۸۵۵، ۹۸۶۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۶۹۱، شعب الایمان: ۱۹۸۳، سنن النسائی: ۱۰۰۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۲۲۲، صحیح ابن خزیمۃ: ۵۳۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۱۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۶۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصلہ البزار وابن ابی شیبۃ وغیرھما)

فوائد و مسائل:

۱۔ اشعار ویسے تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے جاتے ہیں مگر جب حفظ شدہ اشعار کا دورہ کیا جاتا ہے تو انہیں تیز تیز پڑھا جاتا ہے، جس طرح بعض قراء حضرات قرآن مجید کا دور کرتے وقت بہت تیز پڑھتے ہیں کہ غیر حافظ سمجھ ہی نہیں سکتا۔

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تدبر کرتے ہوئے پڑھنا چاہیے، اتنا تیز تیز نہیں پڑھنا چاہیے کہ کسی کی سمجھ ہی میں نہ آئے۔ واللہ اعلم۔

{قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنی امت کے ضعف کا خیال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ رونا}

۳۶۴۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَاصِّ عَمَّنْ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ اقْرَأْ سُورَةَ الْفَرَائِضِ فَقَرَءَ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا} (النساء: ۴۱) فَقَالَ لَهُ بِيَدِهِ أَمْسِكْ فَأَمْسَكَ قَالَ فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَأَكْثَرَ الْبُكَاءَ وَأَمْسَكَ ثُمَّ قَالَ أَعِدْ فَقَرَأَهَا مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَ هَذِهِ الْآيَةَ بَكَى أَيْضًا وَأَمْسَكَ عَبْدُ اللهِ حَتَّى فَعَلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ سورۃ الفرائض پڑھو پس انہوں نے سورۃ النساء کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ جب اس مقام پر پہنچے: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا} ''پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے؟'' تو آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ پس وہ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ روئے اور بہت روئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ پڑھئے پس انہوں نے ابتداء سے سورۃ النساء کو پڑھنا شروع کیا اور پھر اُسی آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ اسی طرح بہت روئے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ٹھہر تے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۵۸۳، ۵۰۵۰، ۵۰۵۵، صحیح مسلم: ۸۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۴، سنن ابی داود: ۳۶۶۸، سنن الترمذی: ۳۰۲۴، مسند الحمیدی: ۱۰۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۰۳۰۳، ۳۰۳۰۵، ۳۴۴۱۹، ۳۵۵۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۵۱، ۳۶۰۶، ۴۱۱۸، مسند البزار: ۱۴۴۵، ۱۵۴۳، السنن الکبری للنسائی: ۸۰۲۱، ۸۰۲۲، ۸۰۲۳، ۸۰۲۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۱۹، ۵۰۶۹، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۴۵۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۸۳۱، صحیح ابن حبان: ۷۰۶۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۵۸۷، المعجم الصغیر للطبرانی: ۲۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۴۵۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۰۵۷، شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۵، شرح السنۃ للبغوی: ۱۲۲۰، المدخل الی السنن الکبری للبیہقی: ۹۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیرۃ)

فوائد ومسائل:

۱۔ جس طرح قرآن کی تلاوت بڑی نیکی ہے، اسی طرح قرآن سننا بھی ضروری ہے۔

۲۔ قرآن کی تلاوت کا دل پر ایک خاص روحانی اثر ہوتا ہے۔ کسی سے قرآن سننے سے بسا اوقات یہ اثر زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ راسخ العقیدہ علماء ربانی سے قرآن کا ترجمہ سیکھنا اور سمجھنا چاہیے تاکہ تلاوت کا دل پر صحیح اثر ہو سکے۔

۴۔ قرآن مجید کی تلاوت یا سننے کا اصل مقصد اس کے مطابق اپنی زندگی بنانے کی کوشش ہے۔

۵۔ حدیث میں مذکورہ آیت کا مقصد چونکہ قیامت کے دن کو یاد دلانا ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ اس دن کی ہولناکی اور اپنی

اُمت کے ضعف کا خیال کر کے بہت روئے۔ یہ اس بات کی بین علامت اور دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت پر بڑے شفیق وعنایت فرما ہیں۔

{سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فجر کی نماز میں سورۃ التین اور سورۃ الکافرون پڑھنا}

۳۶۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَّهُمْ فِي الْفَجْرِ بِمِنًى فَقَرَأَ بِهِمْ: {وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ} وَ {قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ}.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں فجر کی نماز لوگوں کو پڑھائی تو سورۃ التین اور سورۃ الکافرون کو پڑھا۔

تحقیق:

مرسل معتضد صحیح ہے۔

{سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نماز میں سورۃ النصر اور سورۃ الاخلاص پڑھنا}

۳۶۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ فِيْمَا نَحْسَبُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَمَّ النَّاسَ يَوْمَ طُعِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَرَأَ: {اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحِ} وَ {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ}.

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو سورۃ النصر اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{رات کو (نماز تہجد میں) سو آیات اور دو سو آیات تلاوت کرنے کی فضیلت}

۳۶۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ قَرَءَ مِائَةَ اٰيَةٍ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَرَءَ مِائَتَيْ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ.

امام ابو حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے رات کو سو آیات تلاوت کیں وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے دو سو آیات تلاوت کیں وہ فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۰۰۸۵، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان: ص ۱۶۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ ص ۱۹۲، شعب الایمان للبیہقی: ۲۰۰۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام عدی بن ثابت الانصاری الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۸۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۱۵، الکاشف: ۳۷۵۸)

۲۔ امام ابوحازم سلمان الاشجعی رحمہ اللہ کتب صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۵۹۶، تہذیب الکمال: ۲۴۴۰، تقریب التہذیب: ۲۴۷۹)

{رات کو سورہ بقرہ کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت}

۴۶۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ (عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَءَ بِالثَّلَاثِ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ فَقَدْ اَكْثَرَ وَاَطَابَ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''جس نے رات کو وہ تین آیات تلاوت کیں جو سورہ بقرہ کے اخیر میں ہیں (آمن الرسول سے آخر سورت تک) اس نے بہت تلاوت کی اور بہت اچھا کام کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۰ باب قراءۃ القرآن، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۶۷۱، مجمع الزوائد للہیثمی: ج۲ ص ۲۷۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام یحیٰی بن عمرو بن سلمہ الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۸۱۹، معرفۃ الثقات: ۱۹۹۰)

۲۔ امام عمرو بن سلمہ بن حارث الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ بھی ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۲۶۳، معرفۃ الثقات: ۱۹۹۰)

{قرآن کی قراءت بغیر وضو کے جائز ہے}

۳۶۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ ذَهَبَ اِلَی الْفُرَاتِ وَهُوَ یُقْرِءُ رَجُلاً الْقُرْاٰنَ فَمَرَّ بِدُوْرِ عُتْبَةَ فَمَالَ اِلَیْهَا فَبَالَ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لَهُ اقْرَءْ قَالَ فَظَنَّ الرَّجُلُ اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ لَا تَصْلُحُ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ وَاَنَّ عَبْدَاللّٰهِ قَدْ نَسِیَ اَنْ یَّکُوْنَ اَرَاقَ الْمَاءَ فَقَالَ الرَّجُلُ الْمَاءُ مِنْكَ قَرِیْبٌ؛ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَءَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرات کی طرف تشریف لے گئے اور (دوران سفر) ایک شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے، پس دور عتبہ سے گزر ہوا تو یہ شخص وہاں گیا اور پیشاب کیا اور پھر واپس آیا تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ پڑھو۔ راوی حدیث نے کہا کہ اس شخص نے یہ گمان کیا کہ بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن پڑھنا درست نہیں ہے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھول گئے ہیں کہ اس نے پیشاب کیا ہے۔ (اس لئے) اس شخص نے عرض کیا کیا کہ پانی تو آپ کے ہی قریب پڑا ہوا ہے؟ (یہ بات سن کر) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ تو بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن پڑھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طریق آخر عند ابن ابی شیبة: ۱۱۱۶)

فائدہ:

جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قرآن کی قراءت وضو کے بغیر جائز ہے اور ذکر اللہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو ہمارے ساتھ ۴ روٹی گوشت بھی تناول فرماتے اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے سوا کوئی چیز قرآن کی تلاوت سے مانع نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۹۴) نیز اس کے جواز کے دلائل اور بھی کافی پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض دعائیں جماع کے وقت پڑھنے کی حدیث ہے اور اسی طرح بیت الخلاء سے نکل کر کچھ اذکار صحیح احادیث میں وارد ہیں۔

۳۷۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنِ الْاَغَرِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَنْتُمُ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ وَمَا جَلَسَ عِدَّتُکُمْ مِنَ النَّاسِ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ بِاَجْنِحَتِهَا وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا جو اللہ کے ذکر میں مشغول تھی، نبی مکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں اور تم جیسے لوگ جہاں بھی مجلس لگاتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں، فرشتے انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، رحمت خداوندی انہیں اپنے سایے میں لے لیتی ہے اور اللہ ان کا ذکر ان (فرشتوں) میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو الوازع علی بن اقمر بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال:۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعجلی:۱۱۷۵)

۲۔ امام الاغر بن سلیک الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے راست باز راوی ہیں۔ (تقریب:۵۴۰)

فوائد و مسائل:

اس حدیث میں اللہ کا ذکر کرنے والوں بندوں کیلئے خاص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ہر طرف سے اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رحمت الٰہی ان کو اپنے آغوش اور سایہ میں لے لیتی ہے، دیگر بعض روایات میں ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہونے کا ذکر بھی موجود ہے یعنی ان دونوں نعمتوں کے لازمی نتیجہ کے طور پر تیسری نعمت ان کو یہ حاصل ہوتی ہے کہ ان کے قلب پر ''سکینت'' نازل ہوتی ہے جو عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ہے۔

یہاں سکینت سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے جو اللہ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطیہ کے طور پر نصیب ہوتا ہے اسی کو اہل سلوک ''جمعیت قلبی'' بھی کہتے ہیں۔ اس دولت اور نعمت کا صاحب سکینہ کو احساس اور شعور بھی ہوتا ہے۔

اور ذاکر بندوں کو ملنی والی چوتھی نعمت جس کا اس حدیث میں سب سے آخر میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان کا ذاکر بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ ''دیکھو آدم ہی کی اولاد میں سے میرے یہ بھی بندے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں غائبانہ ہی ایمان لائے ہیں، اس کے باوجود محبت و خشیت کی کیسی کیفیت اور کیسے ذوق و شوق اور کیسے سوز و گداز کے ساتھ میرا ذکر کر رہے ہیں۔

بلاشبہ مالک الملک کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا اس طرح ذکر فرمانا وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محروم نہ رکھے۔

۵- كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکوۃ سے متعلق احکام ومسائل

دین میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا مقام:

یہ ایک معلوم ومعروف حقیقت ہے کہ شہادت توحید ورسالت اور اقامت صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر اقامت صلوٰۃ اور اداءزکوٰۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان دونوں کا مقام اور درجہ قریب قریب ایک ہی ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض علاقوں کے ایسے لوگوں نے جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے اور توحید ورسالت کا اقرار کرتے اور نمازیں پڑھتے تھے زکوٰۃ سے انکار کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا اسی بنیاد پر فیصلہ کیا تھا کہ یہ نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں تفریق کرتے ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ کے دین سے انحراف اور ارتداد ہے۔۔۔۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکوۃ. (صحیح البخاری: صحیح مسلم:)

خدا کی قسم نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے، میں ضرور انکے خلاف جہاد کروں گا۔

پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے اس نقطہ نظر کو قبول کرلیا اور اس پر سب کا اجماع ہو گیا۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اسلام کے ارکان اور بنیادی احکام ومطالبات کا ذکر کرتے ہوئے توحید ورسالت کی شہادت کے بعد اقامت صلوٰۃ اور ایتاءزکوٰۃ ہی کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وخطبات میں اقامت صلوٰۃ اور ایتاءزکوٰۃ کا ذکر عموماً اسطرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا درجہ قریب قریب ایک ہی ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی خاص رابطہ ہے۔

زکوٰۃ کے تین پہلو:

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں۔

پہلا پہلو:

ایک یہ کہ مؤمن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع وسجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل ونیاز

مندی کا مظاہرہ جسم وجان اور زبان سے کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت اور اس کا قرب اس کو حاصل ہو اسی طرح زکوٰۃ ادا کر کے وہ اس کی بارگاہ میں اپنی مالی نذر اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے اپنا نہیں بلکہ خدا کا سمجھتا اور یقین کرتا ہے ،اور اس کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے وہ اس کو قربان کرتا اور نذرانہ چڑھاتا ہے۔۔۔۔۔۔زکوٰۃ کا شمار ''عبادات'' میں اسی پہلو سے ہے۔

دین وشریعت کی خاص اصطلاح میں ''عبادات'' بندے کے انہی اعمال کو کہا جاتا ہے جن کا خاص مقصد وموضوع اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کے ذریعہ اس کا رحم وکرم اور اس کا قرب ڈھونڈنا ہو۔

دوسرا پہلو:

دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت واعانت ہوتی ہے۔اس پہلو سے زکوٰۃ اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔

تیسرا پہلو:

تیسرا پہلو اس میں افادیت کا یہ ہے کہ حب مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت مہلک روحانی بیماری ہے ،زکوٰۃ اس کا علاج اور اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے۔اسی بناء پر قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها .(سورۃ توبہ،۹:۱۰۳)

اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعہ ان کے قلوب اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى.(سورۃ اللیل)

اور آتش دوزخ سے نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال راہ خدا میں اس لئے دیتا ہو کہ اس کی روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو۔

بلکہ زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

{اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان}

۴۷۱. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ اِلَى تِسْعٍ وَاِذَا كَانَتْ عَشْرًا فَفِيهَا شَاتَانِ اِلَى اَرْبَعِ

عَشْرَةَ فَإِذَا كَانَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِيْنَ فَفِيْهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ إِلَى أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ فَفِيْهَا ابْنَةُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا ففيها ابْنَةُ لَبُوْنٍ إِلَى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيْهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِّيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيْهَا ابْنَتَا لَبُوْنٍ إِلَى تِسْعِيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيْضَةُ فَإِنْ كَثُرَتِ الْإِبِلُ فَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے، جب پانچ اونٹ ہوجائیں تو پانچ سے نو تک ایک بکری آئے گی، جب دس ہوجائیں تو (دس سے لے کر) چودہ تک دو بکریاں آئیں گی، جب پندرہ ہوجائیں تو (پندرہ سے لے کر) انیس تک تین بکریاں ائیں گی، جب بیس ہوجائیں تو (بیس سے لے کر) چوبیس تک چار بکریاں آئیں گی، جب پچیس ہوجائیں تو (پچیس سے لے کر) پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو پچھتر تک چار سال کی اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں آئیں گی، پھر اگر ایک بڑھ جائے تو ایک تو بیس اونٹوں تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں آئیں گی، پھر استیناف ہوگا، اور جب اونٹ زیادہ ہوجائیں تو ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سال کی اونٹنی بطور زکوٰۃ آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے اونٹ کی مقدار نصاب اور مقدار زکوٰۃ معلوم ہوگئی متعدد احادیث مرفوعہ وموقوفہ میں میں بھی یہی مقدار بیان ہوئی ہے۔ (ملاحظہ ہو اعلاء السنن: ۹:۲۳۵۱ وغیرہ) اور خلفاء اربعہؓ کا بھی اسی پر عمل ہے۔

{بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان}

---

۴۷۲. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ مِنَ الْغَنَمِ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً سَائِمَةً فَفِيْهَا شَاةٌ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً

فَفِیْهَا شَاتَانِ اِلٰی مِائَتَیْنِ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِیْهَا ثَلَاثُ شِیَاهٍ مِّنَ الْغَنَمِ اِلٰی ثَلَاثِمِائَةٍ فَاِذَا کَثُرَتِ الْغَنَمُ فَفِیْ کُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: چالیس سے کم بکریوں پر زکوۃ نہیں ہے اور جب چرنے والی بکریاں چالیس ہو جائیں تو ان پر ایک بکری آئے گی ایک سو بیس تک۔ پس جب ان سے ایک بکری بڑھ جائے تو دو بکریاں آئیں گی دو سو تک۔ پھر جب ان سے ایک بڑھ جائے تو تین بکریاں آئیں گی تین سو تک، پس جب ان سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۰)

{نصابِ زکوۃ میں بھیڑ بکریوں کے بچوں کو بھی شمار کیا جائے گا}

۴۶۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سُفْیَانَ بْنَ مَالِكٍ سَاعِیًا بِالْبَصْرَةِ، فَمَكَثَ حِیْنًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَهُ فِی الْجِهَادِ قَالَ: اَوَلَسْتَ فِیْ جِهَادٍ؟ قَالَ: مِنْ اَیْنَ، وَالنَّاسُ یَقُوْلُوْنَ هُوَ یَظْلِمُنَا؟ قَالَ وَفِیْمَ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ: یَعُدُّ عَلَیْنَا السَّخْلَةَ. قَالَ: فَعُدَّهَا وَاِنْ جَاءَ بِهَا الرَّاعِیْ یَحْمِلُهَا عَلٰی کَتِفِهِ قَالَ اَوَلَیْسَ تَدَعُ لَهُمُ الرُّبّٰی وَالْاَکِیْلَةَ وَالْمَاخِضَ وَفَحْلَ الْغَنَمِ؟

حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا سفیان بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں تحصیلِ صدقہ پر مامور کیا، وہ کچھ دن وہاں رہے پھر آپ سے جہاد پر چلے جانے کی اجازت طلب کرنے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم جہاد میں مصروف نہیں ہو؟ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ جب کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہم پر ظلم کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کس بات میں؟ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ (یہ زکوۃ کا حساب لگانے میں) بکری کے بچوں کو بھی شمار کر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بچوں کو ضرور شمار میں شامل رکھو، خواہ (وہ اتنا چھوٹا ہو کہ) چرواہا اسے اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ فرمایا: کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم پالتو بھیڑ بکریاں کھانے کیلئے تیار کی

ہوئی راسیں، بچہ جننے کے قریب بھیڑ بکریاں اور نر بھیڑ اور بکرے انہی کیلئے چھوڑ دیتے ہو؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۱، کتاب الخراج لابی یوسف: ۱۹۰، مصنف عبدالرزاق: ۶۸۰۶، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۵۱۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۹۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۳۹۵، السنن الکبری للبیہقی: ۷۳۰۱، ۷۳۰۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۷۹۵۶، ۷۹۷۸۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (وله طرق اخرى)

سفیان بن مالک سے سیدنا سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث بن مالک ثقفی طائفی رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو کہ طائف اور بصرہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر تھے، امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے ان کو ان کے جد اعلیٰ کی طرف منسوب کر کے سفیان بن مالک کہہ دیا ہے۔

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگوں کی آسانی کے لیے اتنی چھوٹ دیتے ہیں کہ ان کی ضروری چیزوں اور قیمتی جانوروں کو نہیں چھیڑتے، لہٰذا بھیڑ بکریوں کے بچوں کو شمار کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ گویا لوگوں کے اعتراض کا جواب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل مال کا نصاب موجود ہو تو ان کے بچوں کو بھی شمار کر کے ساری تعداد میں زکوٰۃ واجب ہے۔

{گائے کی زکوٰۃ کا بیان}

۴۷۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِىْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِيْنَ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ فَاِذَا كَانَتْ ثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا تَبِيْعٌ اَوْ تَبِيْعَةٌ جَذَعٌ اَوْ جَذَعَةٌ فَمَا زَادَ فَلَا شَيْئَ حَتّٰى تَبْلُغَ اَرْبَعِيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا مُسِنَّةٌ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تیس سے کم گائے پر زکوٰۃ نہیں ہے، جب تیس گائے ہو جائیں تو ان میں چالیس تک ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی آئے گا اور جب چالیس ہو جائیں تو ان میں دو سال کا گائے کا بچہ آئے گا، پھر جتنی بڑھتی رہیں گی اسی حساب سے ان کی زکوٰۃ آتی رہے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی لوں اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا گائے کا بچہ لوں۔ (سنن الترمذی: ۶۲۳) اس مرفوع حدیث سے بھی گائے کا مقدار نصاب اور مقدار زکوۃ معلوم ہوگئی۔

{پانچ سے کم اونٹوں، چالیس سے کم بکریوں اور تیس سے کم گائے میں زکوۃ نہیں ہے}

۴۷۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ وَلاَ فِيْمَادُوْنَ اَرْبَعِيْنَ شَاةً صَدَقَةٌ وَلَا فِيْمَادُوْنَ ثَلاَثِيْنَ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ ہی چالیس سے کم بکریوں میں اور تیس سے کم گائے میں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کام کاج والے اور پانی لادنے والے اونٹوں میں زکوۃ نہیں ہے}

۴۷۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي الْاِبِلِ الْحَوَامِلِ وَالْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانی لادنے والے اور کام کاج کے اونٹوں میں زکوۃ نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ۸۱۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۹۵۲، سنن ابی داود: ۱۵۷۲، الاموال لابن زنجویہ: ۱۴۷۳، ۱۴۷۵، سنن الدارقطنی: ۱۹۴۱، السنن الکبری للبیہقی: ۷۳۹۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۸۰۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق عند ابن ابي شيبة والدارقطني وغيرهما)

امام ہیثم رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہیں چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن الهیثم عن محمد بن سیرین عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ قال......الخ

(جامع المسانید: ج۱ص۶۰ح۸۱۲)

فائدہ:

کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

{گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب}

۴۷۷. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْخَیْلِ السَّائِمَةِ تَكُوْنُ لِلرَّجُلِ تُقَوَّمُ قِیْمَةً ثُمَّ یُؤْخَذُ مِنْ كُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ قَالَ وَقَالَ اِنْ شَاءَ اَدّٰى مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِیْنَارًا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی شخص کے پاس چرنے والے گھوڑے ہوں (جس سے افزائش نسل مقصود ہو) تو ان کی قیمت لگوائی جائے اور پھر ہر دو سو درہم کے بدلے پانچ درہم لے لیے جائیں (ہر گھوڑے میں خواہ وہ نر ہو یا مادہ) اور اگر وہ شخص چاہے تو ہر گھوڑے کے بدلے ایک دینار ادا کر دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۸ باب زکاۃ الدواب العوامل، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۴۵۹ح۸۰۸، کتاب الخراج لابی یوسف: ج۱ص۹۰ح۱۷۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اما الخیل فانی ادرکت من ادرکت من مشیختنا یختلفون فیها. فقال ابو حنیفة رحمه الله: فی الخیل السائمة الصدقة دینار فی کل فرس وروی لنا ذلك عن حماد عن ابراهیم. وقد بلغنا نحو

ذلك عن علي رضي الله عنه. وقد بلغنا عن علي رضي الله تعالى عنه ايضاً في حديث آخر يخالف ماروى عنه او لايرفعه الى رسول الله ﷺ انه قال: قد غفرت لامتي عن الخيل والرقيق. وقد روينا عن رسول الله ﷺ ما نقله الينا رجال معروفون انه قال: تجاوزت لامتي عن الخيل والرقيق. ومن ذلك ما حدثنا سفيان بن عيينة عن ابي اسحاق عن الحارث عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال: تجاوزت لكم عن صدقة الخيل والرقيق.

(كتاب الخراج لابي يوسف: صفحہ ۱۷۳تا۱۷۶)

کہ گھوڑے کے بارے میں نے اپنے مشائخ کو مختلف الرائے پایا ہے۔ چنانچہ (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: چرنے والے گھوڑوں پر صدقہ (واجب) ہے ہر گھوڑے پر ایک دینار۔

یہی بات ہم سے بروایت حماد ابراہیم سے بھی روایت کی گئی ہے اور تقریباً یہی بات (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہمیں پہنچی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت بھی ہم تک پہنچی ہے جو آپ سے مروی اس سے پہلے اثر کے خلاف جاتی ہے، اس دوسری حدیث کو آپ رسول اللہ ﷺ تک رفع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں نے اپنی امت کی خاطر گھوڑوں اور غلام (کی زکوٰۃ) کو معاف کر دیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے اور اسے معروف افراد نے ہم تک پہنچایا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں نے اپنی امت کیلئے گھوڑوں اور غلاموں (کی زکوٰۃ) کو بخش دیا ہے۔

اور وہ حدیث بھی اس سلسلہ کی ہے جو مذکورہ بالا سند کے ساتھ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے گھوڑے اور غلام کے صدقہ سے درگزر کیا ہے۔

مختصر یہ کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی امت کی خاطر گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا ہے ان احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے جبکہ دیگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ ہے مثلاً۔۔۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کا انجام تین قسم کا ہے، ایک شخص کے لئے تو وہ باعث اجر وثواب ہے، ایک شخص کے لئے وہ صرف پردہ ہے اور ایک شخص کے لئے وبال ہے، جس شخص کے لئے گھوڑا باعث اجر وثواب ہے یہ وہ شخص ہے جو جہاد کے لئے اسے پالتا ہے۔۔۔ اور ایک شخص وہ ہے جو گھوڑے کو لوگوں کے سامنے اظہار استغناء، پردہ پوشی اور سوال سے بچے رہنے کی غرض سے پالتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا

جو حق (یعنی زکوۃ) اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے ساتھ وابستہ ہے اسے بھی وہ فراموش نہیں کرتا تو یہ گھوڑا اس کی خواہش کے مطابق اس کے لئے ایک پردہ ہوتا ہے، اور ایک شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر اور دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں پالتا ہے تو وہ اس کے لئے وبال جان ہے۔۔۔۔ الخ۔ (صحیح البخاری: ۳۶۴۶، صحیح مسلم: ۹۸۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے گھوڑوں کے علاوہ میں زکوۃ واجب ہے، نیز سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے گھوڑوں میں زکوۃ نہیں ہے۔ (الدرایہ: ص ۱۵۸، اعلاء السنن: ۲۳۶۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

خذ من كل فرس دينارا.

(مصنف عبدالرزاق: ۶۸۸۹، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۸۸۷، السنن الکبری للبیہقی: ۷۴۲۰)

ہر گھوڑے پر ایک دینار زکوۃ وصول کرو۔

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر اس کی زکوۃ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔ (الدرایہ: ۳۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۶۴)

ان تمام احادیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راہ میں جہاد کرنے والے اور کام کرنے والے گھوڑوں میں زکوۃ واجب نہیں ہے البتہ چرنے والے گھوڑوں (جس سے افزائش نسل وغیرہ مقصود ہو) میں زکوۃ واجب ہے۔

{زکوۃ کا حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے}

۴۷۸۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّدَقَةِ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: صدقہ وصول کرنے میں حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے گا اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۵۰، ۹۶۵۵، موطا مالک: ۹۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۹۶)

اس جملے کا مطلب سمجھنے سے پہلے مسئلہ کی حقیقت جان لیجئے تاکہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ گلہ یعنی مجموعہ پر ہے یا اشخاص یعنی مال کے مالک کا اعتبار ہوتا ہے؟

اگرچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ زکوٰۃ گلہ کے اعتبار سے دینی ہوتی ہے ان کے ہاں مالک کا اعتبار نہیں ہوتا جبکہ اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں گلہ کا اعتبار نہیں ہوتا، مالک کا اعتبار ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں، مگر وہ بکریاں ایک جگہ یعنی ایک گلہ (ریوڑ) میں نہیں ہیں، بلکہ الگ الگ دو گلوں میں ہیں، تو چونکہ بعض حضرات کے نزدیک زکوٰۃ گلہ پر واجب ہوتی ہے، اس لیے ان کے مؤقف کے مطابق ان دونوں گلوں میں سے دو بکریاں وصول کی جائیں گی۔

لیکن اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مؤقف کے مطابق دونوں گلوں سے ایک ہی بکری وصول کی جائے گی، کیونکہ اگرچہ وہ اسی بکریاں دو گلوں میں تقسیم ہیں مگر ملکیت میں چونکہ ایک ہی شخص کی ہیں اس لئے اس حساب کے مطابق کہ چالیس سے ایک ایک سو بیس تک کہ تعداد میں ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، اس شخص سے بھی ایک ہی بکری وصول کی جائے گی۔

اس مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھئے کہ روایت کا مذکورہ جملہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مؤقف کی زبردست دلیل ہے کیونکہ اس جملہ میں موجود ممانعت کا تعلق ساعی یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے سے ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کے لیے متفرق بکریوں کو یکجا نہ کرے مثلاً دو الگ الگ اشخاص کے پاس اتنی اتنی بکریاں ہوں کہ جو علیحدہ علیحدہ تو حد نصاب کو نہ پہنچتی ہوں اور ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو، جیسے دونوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہوں مگر جب دونوں کی بکریاں یکجا ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی وجہ سے ان بکریوں کو یکجا کر دے۔

اسی طرح دوسری ممانعت کا تعلق بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہی سے ہے کہ زکوٰۃ لینے کے لیے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو یکجا نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی بکریاں اس طرح ہوں کہ چالیس تو ایک جگہ میں اور چالیس دوسری جگہ ہیں تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان دونوں جگہوں کی بکریوں کو دو الگ الگ نصاب قرار دے کر اس شخص سے دو بکریاں وصول نہ کرے۔

بلکہ دونوں جگہوں کی بکریوں کو ایک ہی نصاب قرار دے اور قاعدہ کے مطابق ایک ہی بکری وصول کرے کیونکہ بکریاں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ملکیت میں ایک ہی شخص کے ہیں، لہٰذا دونوں جگہ کی مجموعہ بکریوں پر کہ جن کی تعداد اسی ہے ایک ہی بکری واجب ہوگی۔

{سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان}

٤٧٩۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عِشْرِيْنَ مِثْقَالاً ذَهَباً صَدَقَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ عِشْرِيْنَ مِثْقَالاً فَفِيْهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بیس مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں ہے، جب سونا بیس مثقال ہو جائے تو اس میں آدھا مثقال زکوٰۃ ہے، اس سے جتنا زائد ہوگا اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ آتی رہی گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۵، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۴۰۹ ح۸۰۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۸۷۷ قالوا فی الدنانیر مائۃ خذ منہا فی الزکاۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس دینار سے کم سونے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب بیس دینار ہو جائے تو ان میں آدھا دینار زکوٰۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۸۷۳) واضح رہے کہ بیس دینار بیس مثقال ہی ہیں۔ یہی نصاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: اعلاء السنن: ۲۳۸۸) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے کم از کم نصاب بیس دینار/بیس مثقال ہیں اور باقی نسائی اور ابن حبان وغیرہ کی جس حدیث میں آیا ہے کہ چالیس درہموں میں ایک دینار ہے وہ حدیث ان احادیث کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اِس حدیث میں چالیس دیناروں میں واجب مقدار ایک دینار کا ذکر ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ ہی اس حدیث میں بیس مثقال میں نصف دینار کے واجب ہونے کی نفی ہے۔

{جب تک مال پر سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی}

٤٨٠۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ تُزَكِّيْهِ فَاَصَبْتَ مَالاً قَبْلَ اَنْ يَّحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ فَزَكِّهٖ مَعَهٗ اِذَا حَالَ الْحَوْلُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَكَ مَالٌ فَلاَ

تُزَكِّهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ مُذْ يَوْمِ أَصَبْتَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر تیرے پاس مال ہو جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کرنی ہو اور اس مال پر سال گزرنے سے پہلے ہی کچھ مزید مال تیرے ہاتھ لگ جائے تو اِس سابقہ مال پر سال گزرنے پر اس کے ساتھ مزید ہاتھ لگنے والے مال کی زکوٰۃ بھی ادا کر دے۔ اور اگر (پہلے سے) تیرے پاس کوئی مال نہ ہو تو پھر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کر یہاں تک کہ جس دن یہ مال تیرے ہاتھ لگا تھا اُس دن سے اس پر سال گزر جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مال پر جب تک سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ رحمۃ الامۃ میں لکھا ہوا ہے کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے سال گزرنے کی شرط ہونے پر اجماع ہے۔ (بحوالہ احیاء السنن: ج ۲ ص ۴۸۱)

{کسی سے قرض لینا تھا، جب وہ ملے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے}

۴۸۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ الدَّيْنُ فَيَقْبِضُهُ قَالَ يُزَكِّيْهِ لِمَا كَانَ مَضٰى.

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کسی شخص کا پیسہ لوگوں پر قرض ہو اور وہ اسے وصول کر لے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۰، باب زکاۃ الذھب والفضۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۷ ح ۸۲۹، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۴۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۷۱۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۲۴۷، ۱۰۲۵۶، الاموال لابی عبید: ۱۲۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۷۶۲۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۲۱۶، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۸۳۳۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند ابن ابي شيبة وعبدالرزاق وغيرهما)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۰)

۴۸۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الرَّجُلِ یَکُوْنُ لَهُ الدَّیْنُ قَالَ زَکَاتُهُ عَلَیْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس نے کسی سے قرض لینا ہوتو اس کی زکوۃ اسی پر ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{معدنیات میں خمس واجب ہے}

۴۸۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ فِی الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ وَالْقَلِیْبِ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چوپایوں کا (نقصان) معاف، گڑھے یا کھائی کا (نقصان) معاف، کان کا (نقصان) معاف اور رکاز (یعنی وہ سونا چاندی جسے اللہ نے زمین بنانے کے ساتھ بنادیا تھا) میں خمس واجب ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۵ باب دیۃ الخطأ و ما تعقل العاقلۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۳، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۴۳۷۔۴۳۹۔

تحقیق:

مرسل معتضد، صحیح ہے۔

فائدہ:

کتاب الخراج میں امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوسعید خدری (رضی اللہ

عنہ) نے فرمایا:

کان اهل الجاهلیة اذاعطب الرجل فی قلیب جعلوا القلیب عقله .واذا قتلته دابة جعلوها عقله.واذا قتله معدن جعلوه عقله فسأل مائل رسول الله ﷺ عن ذالك فقال:"العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار .وفی الرکاز الخمس فقیل له:ماالرکاز یارسول الله؟فقال: الذهب والفضة الذی خلقه الله فی الارض یوم خلقت.(کتاب الخراج:٦٨)

کہ زمانہ جاہلیت میں اہل جاہلیت (اہل عرب) کا دستور یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی گڑھے یا کھائی میں گرکر ہلاک ہوجاتا تو اسی گڑھے کو اس کی دیت قرار دے دیتے۔کوئی جانور اسے مارڈالتا تو اسی جانور کو ہلاک ہونے والے کی دیت قرار دے دیتے۔اور اگر کوئی آدمی کسی کان میں گرگر کرمرجاتا تو اس کان کو اس کی دیت قرار دے دیتے۔کسی پوچھنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اہل جاہلیت کے اس دستور کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''چوپایوں کا (نقصان) معاف ،کان کا (نقصان) معاف،کنویں کا (نقصان) معاف،اور رکاز میں خمس واجب ہے۔''عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ!رکاز کیا ہے؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:''رکاز وہ سونا چاندی ہے جسے اللہ رب العزت نے زمین بنانے کے ساتھ بنادیا تھا۔''

{کانوں میں خمس واجب ہے}

٤٨٤۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الْمَعْدِنِ الْخُمُسُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:کانوں میں خمس ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں}

٤٨٥۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ مِّائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں،جب دوسو درہم ہوجائیں تو اس میں پانچ درہم آتے ہیں اس سے جتنے زائد ہوتے جائیں گے اسی حساب سے زکوٰۃ آتی جائے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کسی کو خزانہ ملے تو چار حصے خزانہ پانے والے کے ہیں}

۴۸۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً وَجَدَ كَنْزًا بِالْمَدَائِنِ فَدَفَعَهُ اِلَى عَامِلِهَا فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لِلرَّجُلِ بِفِيْكَ الْكِثْكِثُ (تَعْنِيْ التُّرَابَ) أَفَهَلاً اَخَذْتَ اَرْبَعَةَ أَخْمَاسِهِ قَبْلَ اَنْ تَرْفَعَهُ اِلَيْهِ!

امام محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو مدائن میں خزانہ ملا تو اس نے اسے اپنے عامل کے سپرد کر دیا اور عامل نے وہ خزانہ سارا کا سارا لے لیا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (کو یہ بات پہنچی تو آپؓ) نے اِس شخص سے کہا کہ تیرے منہ میں خاک اپنے عامل کے پاس خزانہ لے جانے سے پہلے تو نے اس سے (پانچ میں سے باقی) چار حصے (۵/۴) لے کیوں نہ لئے؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۷۷۸ باب فی الرکاز یجدہ القوم فیہ زکاۃ؟، المبسوط للسرخسی: ج ۱۴ ص ۴۳ باب الصرف فی المعادن وتراب الصوائغین۔

تحقیق:

اس کی سند ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منتشر بن اجدع ہمدانی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)

۲۔ امام محمد بن منتشر بن اجدع بن مالک ہمدانی ووداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

فمن اصاب كنزا عاديا في غير ملك احد فيه ذهب او فضة او جوهر او ثياب فان في ذلك الخمس واربعة اخماسه للذي اصابه وهو بمنزلة الغنيمة يغنمها القوم فتخمس وما بقي فلهم۔

(کتاب الخراج: ۶۷)

جس کسی کو بھی کوئی قدیم خزانہ غیر مملوکہ زمین سے ہاتھ لگے، اور دفینہ میں سونا، چاندی، جواہرات یا کپڑے برآمد ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا اور پانچ میں سے باقی چار حصے (۵/۴) اس شخص کو ملیں گے جس نے اسے پایا ہو اس کا حکم بھی مال غنیمت جیسا ہے کہ جب کسی گروہ کے ہاتھ آتا ہے تو اس میں سے خمس لے لیا جاتا ہے اور باقی ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے۔

{زیورات میں زکوٰۃ کا بیان}

۴۸۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ امْرَأَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ لَهُ اِنَّ لِيْ حُلِيًّا أَفَعَلَيَّ فِيْهِ زَكَاةٌ؛ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ فَاِنْ جَعَلْتُهُ فِيْ ابْنِ اَخٍ لِّيْ يَتِيْمٍ أَيُجْزِءُ ذٰلِكَ عَنِّيْ؛ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ نِصْفُ مِثْقَالٍ مِنْ كُلِّ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے عرض کیا کہ میرے پاس زیورات ہیں کیا مجھ پر ان کی زکوٰۃ ہے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے کہا اگر میں اپنے یتیم بھتیجے کو زکوٰۃ دے دوں تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اور فرمایا: ہر بیس مثقال میں نصف مثقال زکوٰۃ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۱، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۱ ص ۴۵۱، ۴۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۵۵، ۷۰۵۶، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۷۶۵، ۲۱۴۹، ۲۱۷۲، سنن الدارقطنی: ۱۹۵۹، السنن الکبری للبیہقی: ج ۴ ص ۱۳۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله عبدالرزاق والدارقطني وغيرهما)

سنن دارقطنی وغیرہ میں اس کی سند یوں ہے:

...ثنا سفيان عن حماد عن ابراهيم عن علقمة ان امرأة ابن مسعود رضي الله عنه.....الخ.

(سنن الدارقطني: ۱۹۵۹)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں زکوٰۃ سوائے

بیٹے، والد، پوتے، دادا اور دادی کے ہر (مستحق) رشتہ دار کو دی جاسکتی ہے خواہ وہ اس کی زیر کفالت ہوں۔

(کتاب الاثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۱)

{جواہرات اور موتی تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے}

۴۸۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِنَ اللُّؤْلُؤِ وَالْجَوْهَرِ زَكَاةٌ اِذَا كَانَ يَلْبَسُ وَاِذَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ فَفِيْهِ الزَّكَاةُ فَاِنْ كَانَ لِلتِّجَارَةِ قَوَّمَهُ فَزَكَّاهُ عَنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جواہرات اور موتی جب پہنے جاتے ہوں تو ان میں کچھ بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور جب تجارت کے لئے ہوں تو پھر ان میں زکاۃ ہے، جب تجارت کے لئے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم کے بدلے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کی جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۲ باب زکاۃ الحلی، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۷ ح ۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۰۷۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۶۲۔

فائدہ:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ جواہرات اور موتی تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۲)

{مسلمانوں سے تجارتی مال میں عشر کا چوتھا حصہ اور ذمیوں سے آدھا عشر لیا جائے}

۴۸۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَسْتَعْمِلَهُ فَقَالَ لَا حَتّٰى تَكْتُبَ لِيْ عَهْدَ عُمَرَ الَّذِيْ كَتَبَهُ لِاَنَسٍ اَنْ خُذْ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ الْعُشْرَ وَمِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفَ الْعُشْرِ وَمِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رُبُعَ الْعُشْرِ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن سیرین رحمہ اللہ کو عامل بنانا چاہا تو انہوں نے

کہا کہ میں اس وقت تک عامل نہ بنوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ عہد نامہ لکھ کر نہ دے دیں جو انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا تھا کہ تم اہل حرب سے عشر وصول کرو، اہل ذمہ سے (جب کہ وہ تجارت کے لیے آئیں تو) نصف عشر وصول کرو اور مسلمانوں سے ایک عشر کا چوتھا حصہ وصول کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۴ ح ۸۲۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۷۶۳، ۱۸۷۶۵، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۱۸۵۹۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۱۲، الاموال لابی عبید: ۱۶۵۷، کتاب الخراج لابی یوسف: ۲۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

امام انس بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۶۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۸)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اس سب پر عمل کرتے ہیں مسلمانوں سے جو وصول کیا جائے گا وہ زکوٰۃ ہوگا اور اسے مصارف زکوٰۃ فقراء مساکین اور اللہ جل شانہ کے قرآن میں مذکور مصارف زکوٰۃ کو دیا جائے گا اور جو اہل ذمہ اور اہل حرب سے لیا جائے گا اسے بیت المال میں خراج کی جگہ مجاہدین کے لئے رکھ دیا جائے گا۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۶)

۴۹۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ صَخْرَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ حُدَیْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ بَعَثَهُ عَلٰی عَیْنِ التَّمْرِ فَاَمَرَهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

زیاد بن حدیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں عین التمر کے عشور کی تحصیل کے لئے بھیجا تو حکم دیا کہ مسلمانوں سے چالیسواں حصہ، ذمیوں سے بیسواں اور حربی لوگوں سے دسواں حصہ وصول کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابی یوسف: ۲۹۸، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۵ باب زکاۃ الزروع، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۵ ح ۸۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۵۸۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوصخرہ جامع بن شداد المحاربی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۸۸۹، تاریخ الثقات: ۱۹۹)

۲۔ امام ابوالمغیرہ زیاد بن حدیر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۰۳۳، الکاشف: ۱۶۷۸)

{کس پیداوار میں عشر اور کس میں نصف عشر واجب ہے؟}

۴۹۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ كُلِّ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ مِنْ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ زَكَاةٌ وَفِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ اَوْ سُقِيَ سَيْحًا الْعُشْرُ وَفِيْمَا سُقِيَ بِغَرْبٍ اَوْ دَالِيَةٍ نِصْفُ الْعُشْرِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہر وہ چیز جسے زمین نکالے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں زکوٰۃ ہے اور جو بارش کے پانی سے سیراب ہو یا بہنے والے پانی سے اس میں عشر آئے گا اور جو بڑے ڈوال یا عام ڈول سے سیراب ہو اس میں نصف عشر آئے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۳ باب زکاۃ الزرع والعشر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۲ ح ۸۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۰۳۰، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۰۹۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جس چیز کو بھی زمین نکالے خواہ وہ قلیل یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض. (البقرۃ: ۲۶۷)
اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس زمین کی سیرابی بارش کے پانی یا چشموں کے پانی سے کی گئی ہو یا وہ زمین تر و تازہ ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوگا اور جو زمین کنویں کے پانی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۳)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
کہ وہ زمین جس کی سیرابی نہری یا بارش کے پانی سے کی گئی ہو اس میں دسواں حصہ ہے اور جس زمین کی سیرابی رہٹ کے ذریعے کی گئی ہو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۸۱ باب ما فیہ العشر او نصف العشر)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۳)

امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا:
زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۰۲۸)

ان تمام تر دلائل سے معلوم ہوا کہ زمین جو کچھ بھی نکالے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ باقی بخاری و مسلم کی جس حدیث میں آیا ہے کہ پانچ وسقوں سے کم میں عشر نہیں۔ اس حدیث میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے عشر مراد نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ (ہدایہ: ج ۱ ص ۱۸۱) یا پھر منسوخ ہے۔

{ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ منسوخ ہے}

۲۹۲. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: (وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ) (الانعام: ۱۴۱) إِنَّهَا مَنْسُوخَةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے: (وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ)

اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۴ باب زکاۃ الزرع والعشر، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۴۱۷ باب قولہ تعالی وآ تواحقہ یوم حصادہ وما جاء فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بنی تغلب کے عیسائیوں پر سیدنا عمرؓ نے خراج کے بدلہ دوگنا صدقہ لاگو کر دیا تھا}

۴۹۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَضْعَفَ الصَّدَقَةَ عَلَى نَصَارَى بَنِيْ تَغْلِبَ عِوَضًا مِّنَ الْخَرَاجِ۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بنی تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے بدلہ دوگنا صدقہ لاگو کر دیا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابی یوسف: ۲۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۲۵، ۱۹۴۰۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۵۸۱، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری عند ابی یوسف وابن ابی شیبۃ وغیرھما)

فائدہ:

بنی تغلب کے عیسائیوں کے بارے میں خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وسألت یا امیر المؤمنین عن نصاری بنی تغلب ،ولم ضوعفت علیھم الصدقۃ فی اموالھم واسقطت الجزیۃ عن رء وسھم ؛وعما ینبغی ان یعامل بہ اھل الذمۃ جمیعا فی جزیۃ الرء وس

والخراج واللباس والصدقات والعشور؟

قال ابو یوسف(رحمه الله تعالیٰ): حدثنی بعض المشائخ عن السفاح عن داود بن کردوس عن عبادة بن نعمان التغلبی(رحمه الله) انه قال لعمر بن الخطاب رضی الله عنه: یا امیر المؤمنین ان بنی تغلب من قد علمت شوکتهم .وانهم بازاء العدو فان ظاهروا علیك العدو واشتدت مؤنتهم فان رأیت ان تعطیهم شیئا فافعل. قال: فصالحهم عمر علی ان لا یغمسوا احدا من اولادهم فی النصرانیة ویضاعف علیهم الصدقة. قال: وکان عبادة یقول: قد فعلوا فلا عهد لهم .وعلی ان یسقط الجزیة عن رء وسهم .فکل نصرانی من بنی تغلب له غنم سائمة .فلیس فیها شیء حتی تبلغ اربعین شاة .فاذا بلغت اربعین سائمة ففیها شاتان الی عشرین ومائة فاذا زادت شاة ففیها اربع من الغنم. وعلی هذا الحساب تؤخذ صدقاتهم.

و کذلك البقر والابل اذا وجب علی المسلم شیء من ذلك فعلی النصرانی التغلبی مثله مرتین ونساء هم کرجالهم فی الصدقة فاما الصبیان فلیس علیهم شیء. و کذلك ارضوهم التی کانت بایدیهم یوم یصولحوا فیؤخذ منهم ضعف ما یؤخذ من للسلم .واما الصبی والمعتوه فأهل العراق یرون ان یؤخذ ضعف الصدقة من ارضه ولا یؤخذ من ماشیته .واهل الحجاز یقولون یؤخذ ذلك من ماشیته. وسبیل ذلك سبیل الخراج .لانه بدل من الجزیة ولا شیء علیهم فی بقیة اموالهم ورقیقهم

قال ابو یوسف: حدثنا ابو حنیفة عمن حدثه عن عمر بن الخطاب انه اضعف الصدقة علی نصاری بنی تغلب عوضا من الخراج.

قال : وحدثنا اسماعیل بن ابراهیم بن المهاجر قال سمعت ابی یذکر قال: سمعت زیاد بن حدیر قال: ان اول من بعث عمر بن الخطاب علی العشور الی ههنا انا. قال فأمرنی ان لا افتش احدا وما مر علی من شیء اخذت من حساب اربعین درهما درهما من المسلمین واخذت من اهل الذمة من عشرین واحدا وممن لا ذمة له العشر .قال: وامرنی ان اغلظ علی نصاری بنی تغلب.

قال انهم قوم من العرب ولیسوا من اهل الکتاب فعلهم یسلمون. قال: وکان عمر قد اشترط علی نصاری بنی تغلب ان لا ینصروا اولادهم .قال: وامرنی ان اغلظ علی نصاری بنی تغلب. قال انهم قوم من العرب ولیسوا من اهل الکتاب فعلهم یسلمون.

قال: وكان عمر قد اشترط على نصارى بني تغلب ان لا ينصروا اولادهم. قال ابو يوسف: وكل ارض من ارض العشر اشتراها نصراني تغلبي، فان العشر يضاعف عليه كما يضاعف عليهم في اموالهم التي يختلفون بها في التجارات. وكل شيء يجب على المسلم فيه واحد فعلى النصراني التغلبي اثنان. (كتاب الخراج: ۲۶۱۔۲۶۳)

امیر المؤمنین! آپ نے نصاریٰ بنی تغلب کے بارے میں معلومات چاہی ہیں اور یہ پوچھا ہے کہ ان کے اموال پر جو محصول لاگو کیا گیا ہے اس کی شرح زکوٰۃ کی شرح سے دوگنی کی گئی ہے؟ ان کو جزیہ سے کیوں معاف رکھا گیا ہے؟ اور یہ کہ جزیہ وخراج، صدقات وعشور اور پوشاک کے ضمن میں سارے اہل ذمہ کے سلسلہ میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے؟

عبادہ بن نعمان تغلبی سے روایت ہے کہ:

''انہوں نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کو بنی تغلب کی قوت کا بخوبی اندازہ ہے، اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ دشمن کے علاقہ کے بالکل سامنے رہتے ہیں، اگر یہ لوگ آپ کے خلاف دشمن کی مدد کرنے لگے تو ان کے سبب بڑی مشکلیں آن پڑیں گی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کے ساتھ کچھ رعایت کر دیں۔''

(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر نے ان لوگوں سے اس شرط پر صلح کر لی کی وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو بپتسمہ نہ دیں گے اور ایک شرط یہ بھی طے پائی کہ ان کے سروں سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا، چنانچہ بنی تغلب کے جس عیسائی کے پاس چرنے والی بھیڑ بکریاں ہوں ان میں چالیس کی تعداد تک کچھ نہیں واجب ہے، ان کی تعداد چالیس ہو تو ان میں سے دو بکریاں لی جائیں گی اور ایک سو راسوں تک اتنا ہی لیا جائے گا، جب بھیڑ بکریوں کی تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جاہے تو ان میں سے چار بھیڑیں یا بکریاں واجب ہوں گی، ان کے صدقات اسی حساب سے وصول کئے جائیں گے۔

یہی حال گائے بیل اور اونٹوں کا ہے کہ ان کی کس تعداد پر مسلمانوں پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اس کا دوگنا تغلبی عیسائی پر واجب ہوگا، صدقہ کی تحصیل میں ان کی عورتوں کی حیثیت وہی ہوگی جوان کے مردوں کی ہے، البتہ بچوں پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

اسی طرح ان کی زمینیں جو بوقت صلح ان کے قبضہ میں تھیں ان پر بھی مسلمانوں پر واجب ہونے والے محاصل سے دوگنے محاصل وصول کئے جائیں گے، بچوں اور بے عقلوں (کی املاک) کے بارے میں (فقہاء) اہل عراق کی رائے یہ ہے کہ ان کی زمینوں سے صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا مگر ان کے مویشیوں پر کوئی محصول نہ لیا جائے گا، اور (فقہاء) اہل حجاز کہتے ہیں کہ ان کے مویشیوں میں سے بھی صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا۔

ان محاصل کی نوعیت خراج کی ہے کیونکہ یہ جزیہ کے بدلہ وصول کئے جاتے ہیں ان کے باقی اموال اور غلاموں پر ان سے کوئی محصول نہیں لیا جائے گا۔

ہم سے (امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے اس راوی کے واسطہ سے جس نے ان سے بیان کیا تھا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے بدلہ دوگنا صدقہ لاگو کر دیا تھا۔''

زیاد بن حدیر نے کہا ہے کہ:

وہ پہلا آدمی جسے (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عشور کی تحصیل پر مامور کر کے یہاں بھیجا تھا میں ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ کسی کی تلاشی نہ لوں اور جو کچھ میرے سامنے سے گزرے اس میں سے میں مسلمانوں سے چالیس درہم میں سے ایک درہم، ذمیوں سے بیس درہم میں سے ایک درہم، اور غیر ذمی افراد سے دس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے وصول کیا کروں۔

یہ کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں بنی تغلب کے عیسائیوں پر سختی کروں اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ عرب ہی کی ایک قوم ہیں، (قومی طور پر) اہل کتاب میں سے نہیں، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ (اس سخت رویہ کے سبب) یہ مسلمان ہو جائیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ شرط طے کر لی تھی وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

(ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ) جس طرح ان لوگوں کے اموال تجارت پر دوگنا محصول لاگو کیا گیا ہے اسی طرح جو عشری زمینیں کوئی تغلبی عیسائی خرید لے تو پر بھی دوگنا عشر لاگو کیا جائے گا (غرض یہ کہ) جس چیز میں کسی مسلمان پر ایک واجب ہے اس میں تغلبی عیسائی پر دو واجب ہوگا۔

{ایک ایک گھرانے کو دس، دس درہم زکوٰۃ دینے کی بجائے ایک گھر والوں کو بھوک سے بے نیاز کرنا زیادہ پسندیدہ ہے}

۴۹۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً اَرَادَ اَنْ يُّعْطِيَ اِبْرَاهِيْمَ زَكَاةَ مَالِهِ اَرْبَعَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَأَبَى اَنْ يَّقْبَلَهَا فَذَهَبَ مَعَهُ اِبْرَاهِيْمُ يَدُلُّهُ وَكَانَ يُعْطِي اَهْلَ الْبَيْتِ عَشَرَةً عَشَرَةً فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَوْ كُنْتُ اَنَا كُنْتُ اُغْنِيْ بِهَا اَهْلَ بَيْتٍ وَّاحِدٍ كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ۔

عمر بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ کو اپنے مال کی چار سو درہم زکوٰۃ دینی چاہی تو انہوں نے (مستحق نہ ہونے کی وجہ سے) اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور رہنمائی کے لیے اس شخص کے ساتھ گئے یہ شخص ایک ایک گھرانے کو دس، دس درہم دینے لگا۔ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اگر میں تقسیم کرتا تو مجھے ایک گھر والوں کو بھوک سے بے نیاز کرنا زیادہ پسند ہوتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۷ باب کیف تعطی الزکاۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۴۲۷ ما قالوا فی الزکاۃ قدر ما یعطی منہا، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۲۲۷۵، ۲۲۷۹۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابی شيبة وابن زنجويه)

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، میں زکوۃ میں دوسو درہم سے کم کم دوں گا پورے دوسو درہم نہ دوں گا ہاں مگر وہ مقروض ہو تو اس کو قرضہ کے مطابق دیا جائے گا اور اس سے زیادہ سو درہم مگر کچھ کم اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۷)

{ذمی لوگ شراب لے کر گزریں تو ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا}

۲۹۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا مَرَّ اَهْلُ الذِّمَّةِ بِالْخَمْرِ اُخِذَ مِنْهُمْ نِصْفُ الْعُشْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب ذمی لوگ (محصل چنگی کے یہاں) شراب لے کر گزریں تو ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الخراج لابی یوسف: ۲۰۲ فصل فی العشور وحكم من يجبونها، مصنف عبد الرزاق: ۹۸۸۷ اخذ الجزیۃ من الخمر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام المحدثین قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

واذا مر اهل الذمة على العاشر بخمر او خنازير قوم ذلك على اهل الذمة .ثم يؤخذ منهم نصف العشر .و كذلك اهل الحرب اذا مروا بالخنازير و الخمور فان ذلك يقوم عليهم ثم يؤخذ منهم العشر .)(كتاب الخراج: ص۲۹۳)

جب ذمی لوگ محصل چنگی کے یہاں شراب یا سور لے کر آئیں تو ان کی قیمت لگائی جائے گی ، قیمت کا حساب ذمی لوگ خود لگائیں گے ،اسی قیمت کے حساب سے ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا ،اسی طرح اگر حربی لوگ شراب یا سور لے کر گزریں تو ان کی قیمت کا حساب لگا کر اسی حساب سے دسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ولا يؤخذ منهم في الجزية ميتة ولا خنزير ولا خمر .فقد كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه ينهى عن اخذ ذلك منهم في جزيتهم .وقال :ولوها اربابها .فليبيعوها وخذوا منهم اثمانها .

(كتاب الخراج: ص۳۶۵)

جزیہ کی ادائیگی میں ان لوگوں سے مردار، یا سور یا شراب نہیں لی جائے گی ، کیونکہ (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ان کے جزیہ میں ان سے یہ چیزیں لینے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان اشیاء کو ان کے مالکوں ہی کے سپرد کرو کہ وہ انہیں فروخت کر ڈالیں ،تم ان سے ان کی قیمتیں لے لیا کرو۔

{صدقہ کرتے وقت اپنے گزر اوقات کا بھی خیال رکھیں ، جو گزر اوقات سے زائد ہو وہ صدقہ کریں}

۴۹۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يَقُوْلُ كُلُّ مَالِيْ صَدَقَةٌ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ اِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِمَالِهِ وَيُمْسِكُ مَايَقُوْتُهُ فَاِذَا اَصَابَ مَالاً تَصَدَّقَ بِمِقْدَارِ مَا كَانَ اَمْسَكَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا سارا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو اسے اتنا مال روک لینا چاہیے جو اس کے گزر اوقات کے لئے کافی ہو اور باقی سارا مال صدقہ کر دے اور پھر جب مزید مال اس کے ہاتھ لگے تو جتنا روکا تھا اتنا مال صدقہ کر دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۳باب الرجل يجعل ماله للمساكين ،جامع المسانيد للخوارزمی: ج۲ص۲۶۲ ح۱۵۸۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{دوسو دراہم سے زائد جب چالیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ ہے}

۵۰۰۔ يُوسُفُ قَالَ أَبُوْ يُوسُفَ وَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ مَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَلاَ شَيْءَ عَلَيْهِ حَتَّى يَبْلَغُ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا.

وَبِهِ كَانَ يَأْخُذُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ أَبُوْ يُوسُفَ مَازَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ وَإِنْ لَّمْ يَبْلُغْ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا فَفِيْهِ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: دوسو دراہم سے زائد پر کچھ بھی واجب نہیں ہے یہاں تک کہ وہ چالیس تک پہنچ جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسی کو اختیار کرتے تھے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دوسو دراہم سے زائد پر اگرچہ وہ چالیس تک نہ پہنچے اسی حساب سے ادائیگی لازم ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۸۶۵باب ماقالوا فیمازاد علی المائتین لیس فیه شیء حتی یبلغ اربعین درهما،مصنف عبدالرزاق: ۷۰۸۰،باب صدقة العین.

تحقیق:

صحیح ہے۔(نقله ابن ابی شیبة وعبدالرزاق بسند صحیح)

فائدہ:

جن روایات میں آیا ہے کہ " فمازاد فبحساب ذلك" دوسو دراہم سے زائد پر اسی حساب سے ادائیگی لازم ہوگی۔ ان میں زائد کی مقدار مجمل ہے۔ جبکہ جن روایات میں آیا ہے کہ دوسو سے زائد چالیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ ہے وہ روایات مفسر ہیں لہٰذا مجمل روایات کو مفسر پر محمول کیا جائے گا اور دوسو سے زائد جب چالیس ہو جائیں تو ہی ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے، امام شعبی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۳) نیز سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولانی عمر بن الخطاب رضی الله عنه الصدقات فامرنی ان آخذ من کل عشرین دینارا نصف دینار وما زاد فبلغ اربعة دنانیر ففیه درهم وان آخذ من مائتی درهم خمسة دراهم فما زاد فبلغ اربعین درهما فیه درهم. (کتاب الاموال لابی عبید: ۱۱۶۷ وسند صحیح)

کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات کے وصولی کے لئے مقرر کیا تو مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار پر ایک دینار وصول کروں اور اگر (سونا) اس سے بڑھ جائے تو چار دینار پر ایک درہم ہوگا اور (اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا کہ) میں ہر دوسو دراہم میں پانچ درہم وصول کروں اور اگر اس مقدار سے بڑھ جائے تو ہر چالیس دراہم پر ایک درہم ہے۔

{یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے}

۵۰۱. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ زَکَاةَ فِیْ مَالِ الْیَتِیْمِ حَتّٰی یُدْرِكَ وَیَجِبُ عَلَیْهِ الصَّلاَةُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے اور اس پر نماز لازم ہوجائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایة الامام محمد: ۲۹۶ باب زکاة الذهب والفضة ومال الیتیم، کتاب الحجة علی اهل المدینة: ج۱ص۵۲۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۴۶۷ح ۸۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۹۶ باب صدقة مال الیتیم والالتماس فیه واعطاء زکاته، مصنف ابن ابی شیبة: ۱۰۱۲۶،۱۰۱۲۷ من قال لیس فی مال الیتیم زکاة حتی یبلغ.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۷)

۵۰۲. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ لَیْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ

قَالَ لَيْسَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ مِنَ الزَّكَاةِ فَإِذَا بَلَغَ فَأَخْبِرْهُ بِذٰلِكَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے اس کی خبر کر دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۸، کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۴۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۹۷، کتاب الاموال لابی عبید: ۱۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۱۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۴۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔

لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی روایات ضعیف شمار کی جاتی ہیں مگر یہ حدیث اس سے نقل کرنے میں امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تنہا نہیں ہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسے لیث سے نقل کیا ہے جیسا کہ اگلی روایت میں اور کتاب الآثار روایۃ الامام محمد (۲۹۸) کی روایت میں آیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حالت اختلاط والی روایات کی طرف نہیں جاتے تھے۔ (فتح القدیر بحوالہ اعلاء السنن: ج ۹ ص ۶ ح ۲۳۴۰) اگر لیث رحمہ اللہ نے یہ حدیث تخلیط وتغییر کے بعد بیان کی ہوتی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث کو ہرگز نہ لیتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس حدیث کو لینا اس بات کی دلیل ہے کہ لیث رحمہ اللہ نے یہ حدیث عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی تھی لہٰذا اس حدیث کو حسن قرار دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر یہ حدیث تو دیگر صحیح روایات سے مؤید بھی ہے۔

۵۰۳۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ لَيْثٍ نَحْوًا مِّنْ ذٰلِكَ.

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے لیث رحمہ اللہ سے بواسطہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۸، کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۴۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۹۷، کتاب الاموال لابی عبید: ۱۳۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۱۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۴۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔

٦- كِتَابُ الصِّيَامِ

روزوں سے متعلق احکام ومسائل

توحید ورسالت کی شہادت کے بعد نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے عناصر اربعہ ہیں۔ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان پانچوں چیزوں کو اسلام کے ارکان اور بنیادی ستون بتایا ہے۔

ان کے ارکان اور عناصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اللہ کی فرمانبرداری والے جس طرز حیات کا نام ہے اس کی تخلیق وتعمیر اور نشوونما میں ان پانچوں کو خاص الخاص دخل ہے۔

اس لحاظ سے نماز اور زکوٰۃ کی جو تاثیری خصوصیات ہیں وہ اپنے موقع پر ذکر کی جا چکی ہیں۔ روزے کی اس تاثیر وخصوصیت کا ذکر خود قرآن مجید میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

سورہ بقرہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمانے کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ "لعلکم تتقون" یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانیت اور حیوانیت کا یا دوسرے الفاظ میں کہئے کہ ملکوتیت اور بہیمیت کا نسخہ جامعہ بنایا ہے، اس کی طبیعت اور جبلت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں ہوتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ہے جو ملاء اعلیٰ کی لطیف مخلوق فرشتوں کی خاص دولت ہے۔

انسان کی سعادت کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کا یہ روحانی اور ملکوتی عنصر بہیمی اور حیوانی عنصر پر غالب اور حاوی رہے اور اس کو حدود کا پابند رکھے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ بہیمی پہلو روحانی اور ملکوتی پہلو کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا عادی ہو جائے اور اس کے مقابلے میں سرکشی نہ کر سکے۔

روزہ کی ریاضت کا خاص مقصد وموضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ کے احکام کی پابندی اور ایمانی وروحانی تقاضوں کی تابعداری وفرمانبرداری کا خوگر بنایا جائے۔

اور چونکہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لئے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہا ہے۔ قرآن مجید میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

(البقرۃ: ۱۸۳:۲)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لئے دیا گیا ہے) تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

بہر حال روزہ چونکہ انسان کی قوت بہیمی کو اس کی ملکوتی رو روحانی قوت کے تابع رکھنے اور اللہ کے احکم کے مقابلہ میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوت کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالنے کا خاص ذریعہ اور وسیلہ ہے، اس لئے اگلی امتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر چہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا۔۔۔۔۔اس آخری امت کے لئے جس کا دور دنیا کے آخری دن تک ہے سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے گئے ہیں اور روزوں کا وقت طلوع سحر سے غروب آفتاب تک رکھا گیا ہے اور بلاشبہ یہ مدت اور یہ وقت مذکورہ ب ۱۸ الا مقصد کے لئے اس دور کے واسطے مناسب ترین اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے، اس سے کم میں ریاضت اور نفس کی تربیت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اور اگر اس سے زیادہ رکھا جاتا، مثلاً روزے میں دن کے ساتھ رات بھی شامل کر دی جاتی، اور بس سحر کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہوتی، یا سال میں دو چار مہینے مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہوتا، تو انسانوں کی اکثریت کے لئے نا قابل برداشت اور صحتوں کے لئے مضر ہوتا۔

بہر حال طلوع سحر سے غروب افتاب تک کا وقت اور سال میں ایک مہینے کی مدت اس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت و تربیت کے مقصد کے لئے بالکل مناسب اور معتدل ہے۔

پھر اس کے لئے مہینہ وہ مقرر کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا، اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات (لیلۃ القدر) ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کیلئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب ہو سکتا تھا۔

پھر اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا ہے جو تراویح کی شکل میں امت پر رائج ہے۔

دن کے روزوں کے ساتھ رات کی تراویح کی برکات مل جانے سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں وہ اضافہ ہو جاتا ہے جس کو اپنے اپنے ادراک و احساس کے مطابق ہر وہ بندہ محسوس کرتا ہے جو ان باتوں سے کچھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا ہے۔

ان مختصر تمہیدی ارشادات کے بعد رمضان اور روزہ وغیرہ کے متعلق احادیث رسول ﷺ، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آثار تابعین کرام رحمہم اللہ وغیرہ کی طرف آتے ہیں۔

{عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے}

۵۰۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لاَ تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ یَوْمَیْنِ اِلاَّ مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِیْ مَحْرَمٍ. قَالَ: وَنَهٰی عَنْ صَلاَتَیْنِ : عَنْ صَلاَةٍ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ،وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِیَامِ الأَضْحٰی وَالْفِطْرِ،وَقَالَ: لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِیْ، وَمَسْجِدِ الأَقْصٰی.

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے۔ اور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب شمس تک (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمر عبد الملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۳۵)

۲۔ امام ابو الغادیہ قزعہ بن یحییٰ البصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۸۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ شوہر یا محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے حتیٰ کہ بغیر محرم کے عورت پر حج بھی فرض نہیں ہوتا۔

۲۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔

۳۔ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا بے سود ہے مسجد حرام (بیت اللہ) کہ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور مسجد نبوی کہ وہاں ایک نماز کا ثواب بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار اور بعض کے مطابق دس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ کہ وہاں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے ان کے علاوہ ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری کی طرف سفر کرنا بے سود ہے، جو ثواب ایک

مسجد میں ملتا ہے وہ دوسری میں بھی ملے گا پھر سفر کرنا بے فائدہ ہے۔

ہاں طلب علم، دعوت و تبلیغ، زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، وغیرہ کے لیے سفر کر سکتے ہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا تو افضل و مستحب ہے جیسا کہ ایک حسن حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔'' (سنن الدار قطنی: ۲۶۹۵)

۴۔ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم اس سلسلے کی دیگر احادیث بھی آثار السنن سے تحقیق، تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

چند مزید احادیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِیُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ اَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا. (آثار السنن: ۶۸۹)

☆☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن جب اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں میں چند لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے ہوئے اٹھ جاتے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۵، مسلم:) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں تک کہ نو وارد شخص مسجد میں داخل ہوتا تو ان دو رکعت کے پڑھنے والوں کی کثرت کو دیکھنے سے یہ گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۵، مسلم: ۸۳۷، سنن النسائی: ۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۹۸۳، سنن الدارمی: ۱۴۸۱، مسند البزار: ۶۸۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۹۹، صحیح ابن حبان: ۲۴۸۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۲۸۱، معرفۃ السنن والآثار: ۵۲۹۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت عمرو بن عامر الانصاری عن انس بن مالك.....الخ. (صحيح البخاری: ۶۲۵)

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ

فَقُلْتُ لَهُ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۹۰)

☆☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہم (ابتداء میں) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کے راوی مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ) میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے، نہ تو ہمیں پڑھنے کا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے۔ اسے مسلم (۸۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۶، سنن ابی داود: ۱۲۸۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۹۵۶، مسند السراج: ۶۱۲، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۵۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۹۶، سنن الدارقطنی: ۱۰۵۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۷۵، معرفۃ السنن والآثار: ۵۲۹۶

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة وابو كريب جميعا عن ابن فضيل قال ابو بكر حدثنا محمد بن فضيل عن مختار بن فلفل قال سألت انس بن مالك.... الخ. (صحيح مسلم: ۸۳۶)

وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۹۱)

☆☆ مرثد بن عبداللہ یزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابو تمیم کے بارے میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں، وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے (ابتدائی) زمانہ میں ہم بھی اسی طرح کرتے تھے، (مرثد کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: اب آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصروفیت نے۔ اسے بخاری (۱۱۸۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۷۴، شرح السنۃ للبغوی: ۸۹۵، شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۱۴۳، فتح الباری: ج ۲ ص ۲۰۸، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۸۶، جامع الاصول: ۴۱۱۳، خلاصۃ الاحکام: ۱۸۳۲، نصب الرایہ: ج ۲ ص ۱۴۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن یزید ھو المقرء قال حدثنا سعید بن ابی ایوب قال حدثنی یزید بن ابی حبیب قال سمعت مرثد بن عبداللہ الیزنی.....الخ.(صحیح البخاری: ۱۱۸۴)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَ كُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاةٌ بَیْنَ كُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ.(آثار السنن: ۶۹۲)

☆☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر آپ نے تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔'' اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۷، مسلم: ۸۳۸، ابن ماجہ: ۱۱۶۲، ابوداود: ۱۲۸۳، ترمذی: ۱۸۵، نسائی: ۶۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۷، صحیح مسلم: ۸۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲، سنن ابی داود: ۱۲۸۳، سنن الترمذی: ۱۸۵، سنن النسائی: ۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۹۰، سنن الدارمی: ۱۴۸۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۸۷، مسند السراج: ۱۵۴۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۵۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن یزید قال حدثنا کھمس بن الحسن عن عبداللہ بن بریدۃ عن عبداللہ بن مغفل.....الخ.(صحیح البخاری: ۶۲۷)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِیَةَ اَنْ یَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَلِاَبِیْ دَاوُدَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَیْنِ.

(آثار السنن: ۶۹۳)

☆☆ انہی (یعنی سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے اس بات کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔'' اسے بخاری (۱۱۸۳) نے روایت کیا ہے اور ابوداود (۱۲۸۱) کی روایت میں ہے کہ: ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔''

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۳، سنن ابی داود: ۱۲۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۲، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج۱ ص۷۱۔

مسند الرویانی: ۸۹۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۸۹، حدیث السراج: ۵۰۴، مسند السراج: ۶۱۱، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۸، سنن الدارقطنی: ۱۰۴۲، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن الحسین عن عبداللہ بن بریدۃ قال حدثنی عبداللہ المزنی عن النبی ﷺ.....الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۸۳)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ خَافَ اَنْ يَّحْسِبَهَا النَّاسُ سُنَّةً وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۹۴)

☆☆ انہی (عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح (۱۵۸۸) میں اور محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل (ج ۱ ص ۷۷) میں روایت کیا ہے اور مروزی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: پھر آپ نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا جس کا جی چاہے اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا پہلے مباح تھا بعض صحابہؓ ابتداء میں پڑھا کرتے تھے مگر یہ اباحت باقی نہیں رہی بعد میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ اس سلسلے کی احادیث آگے ہم نقل کرنے والے ہیں اور مذکورہ منقولہ احادیث میں سے پہلی حدیث اور دیگر احادیث اس دور پر محمول ہے جب مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مباح تھا، اور یہ بھی کبھی کبھار ہوا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ مغرب جلدی پڑھتے تھے اور یہ کبھی کبھار پڑھنا بھی اُس وقت تھا جب اباحت تھی پھر جب اباحت باقی نہ رہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان نوافل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ سنن ابی داود میں بسند صحیح مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو بھی یہ دو رکعات پڑھتے نہیں دیکھا۔ (سنن ابی داود: ۱۲۸۴) یہ عہد نبوت کے آخری دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

نیز کشف الاستار میں ہے:

حدثنا عبدالواحد بن غیاث ثنا حیان بن عبیداللہ عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ قال بین کل اذانین صلاۃ الا المغرب. قال البزار لا نعلم احدا یرویہ الا بریدۃ ولا رواہ الا حیان وھو بصری مشھور لیس بأس. (کشف الاستار عن زوائد البزار: ح ۶۹۳)

یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

یہ حدیث بلاعتبار بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دو رکعتوں کی اباحت باقی نہ رہی۔

عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا يُّصَلِّيْهِمَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدِ الْكَشِّيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۹۵)

☆☆ جناب طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے پڑھتا ہو۔ اسے عبد بن حمید الکشی (۸۰۴) اور ابوداود (۱۲۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا سلیمان بن داود عن شعبة عن ابی شعیب قال سمعت طاوسا یقول سئل ابن عمر ..... الخ.

(المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۸۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۸۴)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث عہد نبوت کے آخری دور پر محمول ہے۔ یعنی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے آخری دور میں کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ رکعات پڑھتے نہیں دیکھا ہے کیونکہ صحابہؓ انہیں ترک کر چکے تھے۔

وَعَنْ حَمَّادٍ قَالَ سألت ابراهيم عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَهَانِيْ عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُصَلُّوْهَا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْآثَارِ وَاِسْنَادُهٗ مُنْقَطِعٌ وَّرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۶۹۶)

☆☆ حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ: "نبی ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے محمد بن حسن نے کتاب الآثار (۱۴۵) میں روایت کیا ہے اس کی سند منقطع ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو حنيفة عن حماد قال سألت ابراهيم.....الخ.(کتاب الآثار: ۱۳۵)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بلاغبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ.رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.(آثار السنن: ۶۹۷)

☆☆ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔اسے شیخین (بخاری: ۵۹۱، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۴، مسند الحمیدی: ۱۹۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۶۵، حدیث السراج: ۲۳۲۸، مسند السراج: ۱۵۳۳، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۱۳، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۲، مشکاۃ المصابیح: ۱۱۷۸

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابي جميعا عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة.....الخ.(صحيح مسلم: ۸۳۵)

وَعَنْهَا قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَّكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.(آثار السنن: ۶۹۸)

☆☆ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ دو نمازیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے خفیہ، نہ اعلانیہ۔فجر سے قبل دو رکعتیں اور عصر کے بعد دو رکعتیں۔اسے شیخین (بخاری: ۵۹۲، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۲، صحیح مسلم: ۸۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۲۶۲، السنن الکبری للنسائی: ۳۷۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق: ۱۸۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۹۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۴۰، سنن النسائی: ۵۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا الشيباني قال حدثنا عبدالرحمن

بن الاسود عن ابیہ عن عائشۃ.....الخ۔(صحیح البخاری: ۵۹۲)

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا اَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَثْبَتَهُمَا وَكَانَ اِذَا صَلّٰى صَلَاةً اَثْبَتَهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۹۹)

☆☆ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعات کے بارے میں پوچھا جو اللہ کے رسول ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ پھر ایک دن کسی مصروفیت میں آپ سے یہ دو رکعت رہ گئیں یا آپ بھول بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد انہیں پڑھا۔ اور آپ جب کوئی نماز ایک دفعہ پڑھ لیتے تو اس پر پابندی فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۸۱۶، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۶۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۷۸، مسند السراج: ۱۵۵۱، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۱۳۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن ایوب وقتیبۃ وعلی بن حجر قال ابن ایوب حدثنا اسماعیل وھو ابن جعفر اخبرنی محمد وھو ابن ابی حرملۃ قال اخبرنی ابو سلمۃ انہ سأل عائشۃ.....الخ۔(صحیح مسلم: ۸۳۵)

فائدہ:

عصر کے بعد یہ دو رکعات آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی اور صرف آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھی۔ دوسرے لوگوں کو عصر کے بعد نفل پڑھنا درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے امتیوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا تھا اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔(آثار السنن: ۷۰۰)

☆☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کئی ایک صحابہ سے جن میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے ان سب سے زیادہ محبوب تھے، یہ سنا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسے شیخین (مسلم:۸۲۶، بخاری:۵۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۶، صحیح البخاری: ۵۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، سنن الترمذی: ۱۸۳، سنن النسائی: ۵۶۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۴۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۷۲، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۶۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۲۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۱۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۷۰

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا داود بن رشيد واسماعيل بن سالم جميعا عن هشيم قال داود حدثنا هشيم اخبرنا منصور عن قتادة قال اخبرنا ابو العالية عن ابن عباس رضي الله عنهما ...(صحيح مسلم : ٨٢٦)

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ٢٠١)

☆☆ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔'' اسے شیخین (بخاری: ۵۸۶، مسلم: ۸۲۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۷، صحیح البخاری: ۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۹، سنن النسائی: ۵۶۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۳۹۵۸، مسند الحمیدی: ۷۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۴۸، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۹۶۵، السنن الکبری للنسائی: ۳۶۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۹۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني حرملة بن يحيىٰ اخبرنا ابن وهب اخبرني يونس ان ابن شهاب اخبره قال اخبرني عطاء بن يزيد الليثي انه سمع ابا سعيد الخدري.....الخ. (صحيح مسلم : ٨٢٧)

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ٢٠٢)

☆☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۸۸، مسلم:

۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۸، صحیح مسلم: ۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۸، سنن النسائی: ۵٦۱، مؤطا مالک: ۲۵۰، مؤطا محمد: ۹۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۵۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۹۷۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۱۲۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سلام قال حدثنا عبدة عن عُبيدالله عن خبيب عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة.....الخ.(صحيح البخاري:۵۸۸)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلاَةِ قَالَ صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ.

(آثار السنن:۲۰۲)

☆☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جا جب تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے

والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ اسے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۴) نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۷، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاۃ المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنی احمد بن جعفر المعقری حدثنا النضر بن محمد حدثنا عکرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبدالله ابو عمار ویحیی بن ابی کثیر عن ابی امامة قال عکرمة ولقی شداد ابا امامة وواثلة وصحب انسا الی الشام واثنی علیه فضلا وخیرا عن ابی امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمی.....الخ۔(صحیح مسلم: ۸۳۲)

فوائد ومسائل:

(۱) حدیث کے الفاظ "جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے" کا تعلق مکہ ومدینہ اور ان کے گردونواح سے ہے، کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔

(۲) "سورج کے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلنے" کا مطلب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا سر آفتاب کے نزدیک کر لیتا ہے، اسی طرح غروب آفتاب کے وقت کرتا ہے، اس کے اس طرز عمل کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کفار کے اس طرز عمل کے ذریعہ وہ اپنا گمان یہ رکھتا ہے کہ لوگ میری عبادت کر رہے ہیں، اسی طرح وہ اپنے تابعداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ یہ لوگ آفتاب کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت میری عبادت کر رہے ہیں اور میرے سامنے ماتھے ٹیکتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں تاکہ مسلمانوں کی عبادت شیطان کو پوجنے والوں کی عبادت کے اوقات میں نہ ہو۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا اَنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا

فَرَدُّوْنِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِیْ بِهٖ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَنْهٰی عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْهِمَا حِیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ وَعِنْدِیْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِیْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْهِ الْجَارِیَةَ فَقُلْتُ قُوْمِیْ بِجَنْبِهٖ قُوْلِیْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰی عَنْ هَاتَیْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّیْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِیَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِیْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِیَةُ فَاَشَارَ بِیَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ یَا ابْنَتَ اَبِیْ اُمَیَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاَنَّهٗ اَتَانِیْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِالْقَیْسِ فَشَغَلُوْنِیْ عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. رَوَاهُ الشَّیْخَانِ. (آثار السنن: ۶۰۰)

☆☆ کریب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن ازہر نے انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا، ہم سب کی طرف سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا اور نماز عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں اُن سے پوچھنا اور ان سے کہنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور تحقیق ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یہ دو رکعتیں پڑھنے والوں کی پٹائی کرتا تھا، کریب نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو وہ پیغام پہنچا دیا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا۔ ام المؤمنین نے کہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں نے ان کے پاس جا کر انہیں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول بتا دیا، انہوں نے مجھے واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی ﷺ کو ان سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب عصر پڑھتے تو یہ دو رکعتیں بھی پڑھتے، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار میں سے قبیلہ بنی حرام کی عورتیں تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک بچی بھیجی، میں نے بچی سے کہا، آپ کے ایک جانب کھڑی ہو کر آپ سے کہنا، آپ سے ام سلمہ کہتی ہے کہ، اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو آپ سے (تھوڑی دیر) پیچھے ہٹ کر (کھڑی ہو) جانا، اس بچی نے ایسا ہی کیا، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا، وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، فرمایا: ''اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے مجھے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا ہے، میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول رکھا تو یہ وہ دو رکعتیں تھیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۲۳۳، مسلم: ۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۸۳۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۳، سنن الدارمی: ۱۴۷۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۰۸، صحیح ابن حبان: ۱۵۷۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۹۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۱۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو عن بکیر عن کریب ان ابن عباس......الخ۔(صحیح البخاری: ۱۲۳۳)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.(آثار السنن: ۶۰۵)

☆☆ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ: "تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے گھر کے باہر لوگوں کے سامنے) یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے بخاری (۵۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۵۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۲۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۹۰۸، ۱۶۹۱۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۶، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۰۳، نصب الرایۃ: ۱/ ۲۵۰

اور بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن ابان قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان یحدث عن معاویۃ قال......الخ۔(صحیح البخاری: ۵۸۷)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث کے الفاظ "ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا" کا دیگر احادیث کے پیش نظر مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر سے باہر لوگوں کے سامنے یہ دو رکعتیں کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔

(۲) اس باب کی مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ امتیوں کے لیے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔

{نماز روزہ کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرنا درست نہیں ہے}

۵۰۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يُصَلِّىْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَّلَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے ادا کرنا، تا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے، ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

{روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے}

۵۰۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِىْ سَوَّارٍ عَنِ اَبِىْ حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ بِالْقَاحَةِ.

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۷۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۵، ۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۷۴، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۴۴۵، ۳۴۴۷، صحیح ابن حبان: ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۴۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند البخاري والطبراني وغيرهما)

۱۔ ابو السوار سے امام ابو السوار عبداللہ بن قدامہ (بن عنزہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال:۳۴۸۸، تقریب التہذیب:۳۵۳۹)

۲۔ امام ابو حاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال:۳۸۰۰)

فوائد ومسائل:

۱۔ احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے۔

۲۔ احرام کی حالت میں سینگی کیلئے بال نہ کٹوائے جائیں۔

۵۰۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الْعَطُوْفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا كَانَا يَحْتَجِمَانِ وَهُمَا صَائِمَانِ وَيَعْزِلَانِ۔

سیدنا سعد بن (ابی وقاص) مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں روزے کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے اور عزل کیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۴۸۱ ح۸۶۱، مؤطا مالک: ۱۰۴۸:۸ باب الحجامۃ للصائم، مؤطا مالک روایۃ ابی مصعب الزہری: ۸۳۰، مؤطا محمد: ۳۵۶ باب الحجامۃ للصائم، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۴۰ باب الحجامۃ للصائم، الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی: ج۲ ص۱۹۵ کتاب الصوم۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طرق اخرى)

۵۰۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سَوَّارٍ عَنِ اَبِيْ حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ بِالْقَاحَةِ۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۳۸ ح۹۷۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۵، ۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۷۴، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۳۴۵، ۳۳۴۷، صحیح ابن حبان: ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۳۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند البخاري والطبراني وغيرهما)

۱۔ ابوالسوار سے امام ابوالسوار عبداللہ بن قدامہ (بن عنزہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۴۸۸، تقریب التہذیب: ۳۵۳۹)

۲۔ امام ابوحاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۸۰۰)

۵۰۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ فُرَاتِ بْنِ اَبِيْ فُرَاتٍ عَنْ قَيْسٍ مَوْلَى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا احْتَجَمَتْ وَهِيَ صَائِمَةٌ.

حضرت قیس مولیٰ ام سلمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۴۸۰ ح۸۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۴۲ باب الحجامۃ للصائم، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۳۳۵ من رخص للصائم ان یحتجم۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام فرات بن ابی الفرات القرشی البصری رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ راوی ہیں۔

چنانچہ امام حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۸۸۲۲)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے بھی ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان: ۱۰۲۷۲)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:

صدوق لا بأس بہ۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ۴۵۳)

کہ فرات راست باز ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۲۔ امام فرات رحمہ اللہ کے شیخ "امام ابو قدامہ قیس مولی ام سلمہ رحمہ اللہ" بھی ثقہ ہیں۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۹۰۸۶، الثقات لابن حبان: ۴۹۸۹)

{سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت کا بیان}

۵۱۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ الْاَعْوَرِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ فِیْ رَمَضَانَ فَشَكَا اِلَیْهِ النَّاسُ فِیْ بَعْضِ الطَّرِیْقِ الْجُهْدَ فَأَفْطَرَ حَتّٰی أَتٰی مَكَّةَ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں کچھ لوگوں نے آپ سے مشقت کی شکایت تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے تک مستقل چھوڑتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۱۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۹۶۱، السنن الکبری للنسائی: ۲۶۰۴، سنن النسائی: ۲۲۸۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۲۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۹۰۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۳۴۳

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند مسلم وغیره)

۵۱۱۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ رَمَضَانَ فَسَارَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قُدَيْدٍ ثُمَّ شَكَا النَّاسُ إِلَيْهِ الْجُهْدَ فَأَفْطَرَ بِقُدَيْدٍ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى أَتَى مَكَّةَ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان کی دو راتیں گزرنے کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مقام قدید پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے مشقت کی شکایت کی نبی ﷺ نے روزہ چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے تک مستقل چھوڑتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۱۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۹۶۱، السنن الکبری للنسائی: ۲۶۰۴، سنن النسائی: ۲۲۸۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۲۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۹۰۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۳۴۳

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند مسلم وغیره)

{جو مجھے کھلائے گا اللہ اس کو کھلائے گا}

۵۱۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَظَلُّ صَائِمًا فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَبِيتُ طَاوِيًا قَائِمًا حَتَّى إِذَا كَانَ السَّحَرُ شَرِبَ شَرْبَةَ لَبَنٍ فَكَانَتْ افْطَارَهُ وَسُحُورَهُ وَإِنَّ رَجُلًا بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَطَلَبُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَطْعَمَ اللّٰهُ مَنْ أَطْعَمَنِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَظَرُوا إِلَى الْعَنْزِ فَإِذَا هِيَ حَافِلٌ فَحَلَبَ مِنْهَا مِثْلَ مَا كَانَ يَشْرَبُ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ.

علی بن اقمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں دن کو روزے سے ہوتے اور رات کو خالی پیٹ کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے یہاں تک جب سحری کا وقت ہوتا تو دودھ پیتے، یہی آپ کی افطاری اور آپ کی

سحری ہوتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں رات گزاری(دودھ اس شخص کو پلادیا گیا)اورآپ ﷺ کے لئے آپ کی بیویوں کے گھر میں کھانے پینے کی چیز تلاش کی گئی ان کے پاس بھی کوئی چیز نہ ملی۔آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ جو مجھے کھلائے گا اللہ اس کو کھلائے گا۔(مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ نہ ملا جو آپ کو کھلاتے)پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بکری کو دیکھا کہ اس کے تھن(پہلے سے بھی زیادہ)دودھ سے بھرے ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے اس سے اتنا ہی دودھ پھر نکال لیا جتنا رسول اللہ ﷺ کے لئے نکالا تھا۔

تحقیق:

صحیح ،مرسل معتضد ہے۔(واخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده کما فی جامع المسانید (ج۱ ص۴۷۵) من طریق مصعب بن مقداد عن ابی حنیفة به. ویشهد لوصاله حدیث انس وابن عمر عند البخاری (۱۹۶۲،۱۹۶۱) ویشهد لقصة شرب اصحابه شرابه ما اخرجه احمد(۲۳۸۱۲،۳۸۰۹)ومسلم (۲۰۵۵)عن المقداد مطولا)

{روزے توڑنے والے محتاج پر نبی اکرم ﷺ کی شفقت کا منظر}

۵۱۲۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَ تَقْدِرُ عَلَى تَحْرِيْرِ رَقَبَةٍ؟ قَالَ لَا قَالَ أَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا۔ قَالَ اَتَقْدِرُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَأَعَانَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمِكْتَلٍ فِيْهِ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، فَقَالَ لَهُ تَصَدَّقْ بِهَا، فَقَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنِّيْ وَمِنْ عِيَالِيْ! قَالَ فَكُلْ وَاَطْعِمْ عِيَالَكَ.

امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس سے رمضان کا ایک روزہ ٹوٹ گیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ تو اس بات پر قادر ہے کہ تو ایک غلام آزاد کرے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات پر قادر ہے کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات پر قادر ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔راوی حدیث کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو ایک بڑا دیا جس میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں اور فرمایا کہ جا کر انہیں(ساٹھ مسکینوں پر)صدقہ کردے۔اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو مجھ سے اور میرے گھرانہ سے زیادہ محتاج ہو۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جا کر یہ کھجوریں خود بھی کھا اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح البخاری: ۶۱۶۴، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۹۹ ح ۸۸۷، مؤطا مالک: ۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۵۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۶۸۷، سنن ابی داود: ۲۳۹۲، السنن الکبری للنسائی: ۳۱۰۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۴۷۵، صحیح ابن حبان: ۳۵۲۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۴۰۳، سنن الدارقطنی: ۲۴۰۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۲۵۱۳، السنن الکبری للبیہقی: ۸۰۵۲، ۸۰۶۲، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۸۶۷۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصله الطبرانی ونقله بسنده عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة رضی الله عنه....الخ۔)

فوائد ومسائل:

۱۔ مدینہ کے دونوں کناروں سے مراد وہ دونوں پہاڑیاں ہیں جو مدینہ کے جانب مشرق اور جانب غرب واقع ہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص رمضان میں عمداً روزہ توڑ دے خواہ کچھ کھاپی کر یا جماع میں مشغول ہو کر تو اس پر مندرجا بالا تین کفارات میں سے ترتیب وار ایک کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یعنی ایک غلام آزاد کرنا، یہ نہ ہو سکے تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۳۔ اپنے اہل وعیال کو کفارہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا خواہ اصول میں سے یعنی باپ دادا وغیرہ ہوں یا فروع میں سے یعنی بیٹا و پوتا وغیرہ ہوں۔ جہاں تک واقعہ بالا کا تعلق ہے اس کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی فقر کی بنا پر اسے کفارہ معاف کر دیا گیا تھا مگر اکثر علماء کا کہنا ہے کہ کفارہ کو وسعت پانے تک مؤخر کیا گیا تھا بالکل معاف نہیں کیا گیا تھا سنن ابی داود کی بعض روایات سے اسی مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

{جس عورت پر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہوں اور اسے حیض آ جائے تو وہ کیا کرے؟}

۵۱۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرْاَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَتَحِيْضُ اَنَّهَا تَسْتَقْبِلُ الصَّوْمَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: وہ عورت جس کے اوپر دو مہینوں کے پے در پے روزے ہوں اور اسے حیض آ جائے تو وہ نئے سرے سے روزے رکھے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

٥١٥. يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ وَالْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ فِيْ ذٰلِكَ تَبْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ وَتَقْضِيْ أَيَّامَ حَيْضِهَا.

امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) سے روایت ہے، انہوں نے مذکور مسئلہ کے بارے میں فرمایا: کہ وہ عورت انہی پر بناء کرے اور اپنے حیض کے ایام کی قضاء کرلے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{جس شخص پر رمضان کے روزے باقی ہوں اور اگلا رمضان آپہنچے تو پہلے اس رمضان کے روزے رکھے جو آپہنچا ہے}

٥١٦. يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُهُ رَمَضَانُ وَعَلَيْهِ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ ثُمَّ يَقْضِي الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْئٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس شخص پر رمضان کے روزے ہوں (اور اس نے کسی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھے ہوں) یہاں تک کہ اگلا رمضان آپہنچے تو وہ شخص اس رمضان کے روزے رکھے گا جو اسے آپہنچا ہو اور پھر ان روزوں کی قضاء کرے گا جو اس کے ذمے باقی تھے۔ اور اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جس دن کے رمضان ہونے میں شک ہو اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے}

٥١٧. يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ صَوْمَ الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَشُكُّ فِيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے تھے جس دن کے رمضان ہونے میں انہیں شک ہوتا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

غبار یا بادل کی وجہ سے یہ تعیین نہ ہو سکے کہ آج شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی؟ تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری:۱۹۰۶، المستدرک علی الصحیحین للحاکم:۱۵۴۲، السنن الکبری للبیہقی:۷۹۵۲)

{عاشوراء کونسا دن ہے؟}

۵۱۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ (عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ) عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمُ التَّاسِعِ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یوم عاشوراء نو محرم ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۳۸۰، ۹۳۸۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۶۶۹، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۶، سنن ابی داود: ۲۴۴۵، سنن الترمذی: ۷۵۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند ابن ابی شیبة وغیرہ)

۵۱۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْعَاشِرِ مِنَ الْمُحَرَّمِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یوم عاشوراء دس محرم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رسول اکرم ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی}

۵۲۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُوْمُوْا هٰذَا الْيَوْمَ قَالَ اِنَّهُمْ قَدْ طَعِمُوْا قَالَ وَاِنْ كَانَ قَدْ طَعِمُوْا۔

حمید بن عبدالرحمن حمیری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صحابیؓ کو عاشوراء کے دن فرمایا: اپنی قوم کو کہو کہ آج کے دن کا روزہ رکھیں۔ اس نے عرض کیا: انہوں نے کھا پی لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ انہوں نے کھا پی لیا ہے (تب بھی بقیہ دن روزہ داروں کی طرح گزاریں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۷۲ ج ۸۴۲، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۰۴، مسند ابن ابی شیبۃ: ۶۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۹۶۲، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۳۹۱، ۲۸۵۵، صحیح ابن حبان: ۲۶۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۴۵، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۲۵۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند احمد وغیرہ)

۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منتشر بن اجدع ہمدانی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)

۲۔ امام محمد بن منتشر بن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)

۳۔ امام حمید بن عبدالرحمن الحمیری البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۵۳۳، تاریخ الثقات: ۳۴۰)

فوائد ومسائل:

۱۔ اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے کہا، دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی سیدنا ہند بن اسماء رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ مسند الامام احمد اور صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایات میں تصریح موجود ہے۔

۲۔ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ اختیاری ہے، چاہے رکھیں یا نہ رکھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں عاشورہ (یعنی دس محرم) کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے مدینہ والو! کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن کے لئے فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشورہ (دس محرم) کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا اور میں روزے سے ہوں تو جو تم میں سے پسند کرتا ہو کہ یہ روزہ رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھ لے اور جو تم میں سے پسند کرتا ہو کہ وہ افطار کرلے تو اسے چاہیے کہ وہ افطار کرلے (یعنی چھوڑ دے)۔ (صحیح مسلم: ۱۱۲۹)

۳۔ صحیح مسلم (ح ۱۱۳۴) میں ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس دن کی یہودی اور نصاری بھی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاری کی مشابہت سے بچنے کے لئے محرم الحرام میں دو روزے رکھنا مسنون عمل ہے۔ یعنی دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ نویں محرم کا ملا لیا جائے تا کہ یہود و نصاری کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے جو کراہت ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔

{عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت}

۵۲۱. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (عَنْ حَمَّادٍ) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَالَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَعْدِلُ صَوْمَ سَنَةٍ وَصَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يَعْدِلُ صَوْمَ سَنَتَيْنِ.

حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور نویں ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے}

۵۲۲. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ.

حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۸۷، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۱۴، صحیح مسلم: ۱۱۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۴، سنن ابی داود: ۲۳۸۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۰۲، ۱۶۲۶، ۱۶۳۸، مصنف عبد الرزاق: ۷۴۳۱، مسند ابن

الجعد: ۲۲۹۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۸۴۳، ۷۹۳، ۱۴۹۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۶۹۶، ۴۵۱۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۸۶۶، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۳۸۷، ۳۳۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۵۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۸۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو مالک زیاد بن علاقہ بن مالک الثعلبی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۰۶۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۷۲)

۲۔ امام ابو عبداللہ عمرو بن میمون الاودی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۴۵۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۲۹۰)

۵۲۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ یُصِیْبُ مِنْ وَّجْهِهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں ان کے چہرے کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۱۳، صحیح مسلم: ۱۱۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۴، سنن ابی داود: ۲۳۸۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۰۲، ۱۶۲۶، ۱۶۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۳۱، مسند ابن الجعد: ۲۲۹۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۸۴۳، ۷۹۳، ۱۴۹۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۶۹۶، ۴۵۱۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۸۶۶، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۳۸۷، ۳۳۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۵۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۸۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

روزے کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن محض بوس وکنار سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم جس شخص کو خطرہ محسوس ہو کہ بوس وکنار سے اس کے جذبات بے قابو ہو جائیں گے اور وہ جماع کر بیٹھے گا تو اس کو بوس

و کنار سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

{جو اتنا بوڑھا ہے کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کی جانب سے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے}

۵۲۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُوْسٰی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ اَبِی الصَّبَّاحِ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ هٰؤُلَاءِ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ: {وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ} (البقرة: ۱۸۴) قَالَ الشَّیْخُ الْكَبِیْرُ یُطْعِمُ وَلَا یَصُوْمُ۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یہ آیت {وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ} ''اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر (روزے کا) فدیہ ادا کر دیں۔'' اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اتنا بوڑھا ہو چکا (کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس کی جانب سے کھانا کھلا دیا جائے اور وہ روزہ نہ رکھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو الصباح موسیٰ بن ابی کثیر الانصاری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی وغیرہ کے روایت حدیث میں ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۹۴، تاریخ اسماء الثقات: ۱۳۵۳)

۵۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الشَّیْخِ الْكَبِیْرِ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّصُوْمَ یُطْعِمُ كُلَّ یَوْمٍ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ حِنْطَةٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص اتنا بوڑھا ہو چکا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کی طرف سے ایک دن کے عوض میں گندم کا نصف صاع صدقہ کر دیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رمضان کے روزوں کی قضاء ترتیب سے مسلسل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے}

۵۲۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ وَعَمَّنْ حَدَّثَ اَبَا یُوْسُفَ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُمَا قَالَا جَمِیْعًا قَضَاءُ رَمَضَانَ مُتَتَابِعًا اَحَبُّ اِلَیْنَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کی قضاء ترتیب سے مسلسل

کرنا ہمارے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۳۹، ۹۱۴۲ من کان یقول لایفرقہ، مصنف عبدالرزاق: ۷۶۵۹ باب قضاء رمضان۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند ابن ابی شیبة وعبدالرزاق)

۵۲۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ قَضَاءِ رَمَضَانَ فَرِّقْ اِنْ شِئْتَ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ مُتَتَابِعًا اَحَبُّ اِلَيَّ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اگر تم چاہو تو رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق کر کے کرلو۔ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میرے نزدیک قضاء ترتیب سے مسلسل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق اخرى عند ابن ابی شيبة: ۹۱۲۲)

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف شعبان کے بعد رمضان تک روزہ نہ رکھو، اور جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہے اسے چاہئے کہ لگا تار قضاء کرے اور توڑ توڑ کر قضاء نہ کرے۔(سنن الدار قطنی: ۲۳۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزوں کی لگا تار قضاء کرنا مستحب ہے۔

{روزے دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں}

۵۲۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ الصَّائِمِ يَسْتَاكُ لَا بَأْسَ بِهٖ رَطْبًا كَانَ اَوْ يَابِسًا وَلَا بَأْسَ اَنْ يَّسْتَاكَ بِالْمَاءِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: روزے دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ مسواک تازہ ہو یا پرانی۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ پانی کے ساتھ مسواک کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضاء کر لے}

۵۲۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ اِذَا خَافَتَا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا وَاَوْلَادِهِمَا اَفْطَرَتَا وَقَضَتَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حاملہ اور دودھ پلانے والی کو جب اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضاء کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضاء لازم ہوتی ہے}

۵۳۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الصَّائِمِ یُدْرِكُهُ الْقَیْئُ لَیْسَ عَلَیْهِ شَیْئٌ یُتِمُّ صَوْمَهُ وَاِذَا اسْتَقَاءَ عَمْدًا صَامَ یَوْمَهُ ذٰلِكَ وَقَضٰی یَوْمًا مَكَانَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: روزے دار کو قے آ جائے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے (یعنی قے آنے سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹا) اور جب روزے دار جان بوجھ کر قے کر دے تو یہ روزہ بھی پورا کرے اور اس کی قضاء بھی کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۲ باب ما ینقض الصوم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۹۹ ح ۸۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۱۹۳ باب ماجآء فی الصائم یتقی أاو یبدء القی ء، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۵۴ باب القی ء للصائم۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس سے کچھ لازم ہوتا ہے}

۵۳۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الَّذِیْ یَاْكُلُ نَاسِیًا وَهُوَ

صَائِمٌ قَالَ يُتِمُّ صَوْمَهُ وَلاَ شَيْءَ عَلَيْهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھالیتا ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عرفہ (حج) کے دن روزہ رکھنے کا بیان}

۵۳۲۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ مَسْرُوْقٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَتْ أَصَائِمٌ أَنْتَ، قُلْتُ لَا، قَالَتْ: يَا جَارِيَةُ خَوِّضِيْ لَهُ سَوِيْقًا وَأَحْلِيْهِ ثُمَّ قَالَتْ لَوْمَا أَنِّيْ صَائِمَةٌ لَذُقْتُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا مَنَعَنِيْ مِنَ الصَّوْمِ إِلَّا أَنِّيْ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَوْمُ النَّحْرِ فَقَالَتْ إِنَّمَا يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمَ يَنْحَرُ النَّاسُ وَيَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمَ يُفْطِرُوْنَ.

امام مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ میں عرفہ کے دن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم روزے سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے لڑکی! تم ان کے لیے ستو گھول دو اور انہیں میٹھا بنانا۔ پھر فرمایا: کہ اگر میں روزے سے نہ ہوتی تو میں بھی انہیں چکھ لیتی۔ امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے روزہ رکھنے سے کسی نے منع نہیں کیا سوائے اس کے کہ میں نے خیال کیا کہ (شاید) آج نحر کا دن ہے۔ (یہ سن کر) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ نحر کا دن وہ ہوتا ہے جس دن لوگ قربانی کرتے ہیں اور فطر کا دن وہ ہوتا ہے جس دن لوگ عید الفطر کرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۱۵۷ ح ۷۳۱۰ باب الصیام، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۷۱۵ باب ما قالوا فی صوم یوم عرفۃ بغیر عرفۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عرفہ (حج) کے دن کے روزے کے بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ ہے لیکن حضور ﷺ نے بباعث رحمت اور امت کی آسانی و تعلیم کی خاطر عرفہ کا روزہ افطار کرلیا تھا، پس غیر حاجیوں کے لئے تو روزہ ایک مستحب سنت کی حیثیت رکھتا ہے اور حاجیوں کے لئے اگر اس کے ضعف کے باعث اعمال حج میں نقص کا اندیشہ نہ ہو تو افضل ہے۔

{چاندنی راتوں کے دنوں کے روزے}

۵۲۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ الْحَوْتَكِيَّةِ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْاَرْنَبِ؛ فَقَالَ لَوْلاَ اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ اَزِيْدَ فِي الْحَدِيْثِ شَيْئًا اَوْ أَنْقُصَ لَحَدَّثْتُكُمْ وَلٰكِنِّيْ مُرْسِلٌ اِلٰى بَعْضِ مَنْ شَهِدَ الْحَدِيْثَ قَالَ فَأَرْسَلَ اِلٰى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حَدِّثْنَا حَدِيْثَ الْاَرْنَبِ يَوْمَ كُنَّا بِقَاعِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَالَ اَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ بِأَرْنَبٍ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا فَقَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ دَمًا قَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ فَكُلْ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَ صَوْمُ مَاذَا؛ قَالَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةُ اَيَّامٍ قَالَ اَفَلاَ جَعَلْتَهُنَّ الْبِيْضَ.

ابن حوتکیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے گوشت کے بارے میں پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ میں حدیث کے اندر کمی یا زیادتی کر بیٹھوں گا تو میں ضرور بتاتا، البتہ میں تمہیں ایسے شخص کی جانب بھیج دیتا ہوں جو حدیث کے گواہ تھے؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی جانب بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خرگوش کے گوشت کے متعلقہ وہ حدیث بیان کریں کہ جس دن ہم بقاع پر موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (بھنا ہوا) خرگوش لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا، اس شخص نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ (اس کا گوشت) خون آلود تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی کھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسا روزہ؟ اس نے عرض کیا: مہینے کے تین روزے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو انہیں چاندنی راتوں (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے دنوں کے روزے کیوں نہیں بنالیتا؟۔

تخریج:

جامع المسانيد للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۱۵۲۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۳۰، سنن النسائی: ۲۲۲۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰، السنن الکبری للنسائی: ۲۷۴۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹۶۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۳۹۹، مسند الحمیدی: ۱۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۷۴، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد)

۱۔ امام ابوعیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۶۹، معرفۃ الثقات للعجلی: ۱۸۱۸)

۲۔ امام یزید بن الحوتکیۃ التیمی الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(ملخصاً: تہذیب التہذیب: ۶۱۹)

{جب دن کے ابتدائی حصہ میں چاند کے نظر آنے کی خبر مل جائے تو لوگ روزہ چھوڑ کر نماز عید کے لیے نکلیں}

۵۲۴. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا رُئِيَ الْهِلَالُ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَفْطَرَ الْقَوْمُ وَخَرَجُوْا يَوْمَئِذٍ وَاِذَا رُئِيَ بِالْعَشِيِّ اَتَمُّوْا صَوْمَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَخَرَجُوْا مِنَ الْغَدِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب دن کے ابتدائی حصہ میں پہلی کا چاند نظر آنے کا علم ہو جائے تو لوگ روزہ چھوڑ کر اسی دن (نماز عید کی ادائیگی کے لئے) نکلیں گے اور جب شام کو پہلی کا چاند نظر آنے کا علم ہو تو پھر لوگ اس دن کا روزہ مکمل کریں اور اگلے روز (نماز عید کی ادائیگی کے لیے نکلیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے}

۵۲۵. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الْعَطُوْفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ عَلٰى اَزْوَاجِهِ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعَةٌ وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا اَرْسَلَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اِنَّمَا مَضٰى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا. فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ قَدْ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا وَيَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ.

حضرت امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیویوں کے پاس پورا مہینہ نہیں جائیں گے، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا (کہ آ جایئے!) تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا کہ انتیس دن گزرے ہیں (ابھی

تو ایک دن باقی ہے)، آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۶ باب الایلاء، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۵۴ ح ۱۵۷۵، صحیح البخاری: ۵۱۹۱،۲۴۶۸، صحیح مسلم: ۱۰۸۳، سنن النسائی: ۲۱۳۲، مسند البزار: ۲۰۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۴۵۸۱، صحیح ابن حبان: ۴۱۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله البخاری ورواه بسنده عن عقیل عن ابن شهاب قال اخبرنی عبیدالله بن عبدالله بن ابی ثور عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهما قال لم ازل حریصا علی ان اسأل عمر رضی الله عنه عن المرأتین من ازواج النبی ﷺ ......الخ.)

{ابر آلود موسم میں سیدنا عمرؓ اور آپ کے ساتھیوں نے غروب سے پہلے افطاری کر لی}

۵۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ فِیْ یَوْمٍ غَیْمٍ فِیْ رَمَضَانَ ظَنَّ اَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَابَتْ فَأَفْطَرَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ مَا تَجَانَفْنَا لِاِثْمٍ نُتِمُّ صَوْمَ هٰذَا الْیَوْمَ وَنَصُوْمُ یَوْمًا مَّکَانَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رمضان میں ایک بادلوں والے دن میں تھے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے روزہ افطار کر لیا پھر اس کے بعد سورج نکل آیا (یعنی غروب اس وقت تک نہیں ہوا تھا) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے گناہ کا قصد نہیں کیا تھا قصداً روزہ نہیں توڑا، ہم آج کا روزہ مکمل کریں گے پھر اس کے بدلے ایک روزہ قضاء رکھیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۸۶ باب الصوم فی السفر والفطر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۹۸ ح ۸۸۳، مؤطا مالک: ۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۷۳۹۴، ۷۳۹۲، مؤطا محمد: ۳۶۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۰۴۵، ۹۰۴۷، ۹۰۵۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند عبد الرزاق وابن ابى شيبة)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں ابر کے دن روزہ افطار کر لے یعنی کچھ دن ابھی باقی ہو یا حائضہ روزہ کھولے پھر دن کے کچھ حصہ میں حیض سے پاک ہو جائے یا مسافر بعض دن میں اپنے شہر میں آئے تو باقی دن بغیر کھائے پیئے پورا کرے اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۲۸۶)

{جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضاء کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرے}

۵۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِيْ يُفْطِرُ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا: يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَيَصُوْمُ يَوْمًا مَّكَانَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے دن کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دے وہ اللہ رب العزت سے مغفرت طلب کرے گا اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۳ باب ما ینقض الصوم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۵۰۰ ح ۸۸۸، مصنف عبد الرزاق: ۱۷۴۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ (یعنی قضاء کے ساتھ ساتھ) یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس پر کفارہ بھی آئے گا اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۳)

{اگر کلی کرتے ہوئے پانی روزے دار کے حلق میں چلا جائے تو قضاء کرے گا}

۵۲۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا تَمَضْمَضَ الصَّائِمُ وَدَخَلَ حَلْقَهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءُ وَهُوَ ذَاكِرٌ صَوْمَهُ اَتَمَّ صَوْمَهُ وَعَلَيْهِ يَوْمٌ مَكَانَهُ وَاِنْ دَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ وَهُوَ نَاسٍ لِصَوْمِهِ اَتَمَّ صَوْمَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاؤُهُ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب روزے دار کلی کرے اور اس سے پانی (خودبخود) حلق میں چلا جائے اور اس وقت اسے اپنا روزہ یاد ہو تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے گا اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے گا۔ اور اگر پانی حلق میں چلا جائے اور اس وقت اسے اپنا روزہ یاد نہ ہو تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے گا اور اس پر اس کی قضاء بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ اسے اپنا روزہ یاد ہو اور اگر روزہ یاد نہ ہو تو اس پر قضاء بھی نہیں ہے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۱ باب ماینقض الصوم)

{اگر روزے دار صبح کو ناپاکی کی حالت میں اٹھے تو کیا حکم ہے؟}

۵۲۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُفْتِيْ اَنَّ مَنْ اَدْرَكَهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَدْ اَفْطَرَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَاهُرَيْرَةَ لَمْ يَحْفَظْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ اِلَى الْفَجْرِ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مِنْ مَّاءِ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَصُوْمُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ هِيَ اَعْلَمُ مِنِّيْ فَرَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فتوی دیا کرتے تھے کہ جس شخص کو فجر آ لے اور وہ جنابت کی حالت میں ہو تو اس نے روزہ افطار کر لیا، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابوہریرہ پر رحم فرمائے انہوں نے محفوظ نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ کے سر مبارک سے غسل جنابت کے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوتے تھے پھر آپ ﷺ (دن بھر) روزہ سے ہوتے۔ پس سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

مجھ سے زیادہ علم رکھنے والی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۲۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۸۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۱۰، ۳۰۱۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۴۵۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصله ابو حنیفة کما فی مسند الامام ابی حنیفة: ۲۱۱)

مسند ابی حنیفہ میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة......الخ۔

(مسند الامام ابی حنیفة روایة الحصکفی: ۲۱۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں کچھ وقت جنابت کی حالت میں گزر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۴۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فَمَا لِلصَّوْمِ وَمَا لِلْجَنَابَةِ.

ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزے کا جنابت کی حالت سے کیا واسطہ!

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۷۴۰۱، باب من ادرکہ الصبح جنبا، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۵۷۱، باب فی الرجل یصبح وھو جنب یغتسل ویجزیہ صومہ۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طریق اخری متصل عند ابن ابی شیبة وعبد الرزاق)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روزے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے لہٰذا اگر انسان حالت جنابت میں سحری کھا کر یا سحری کھائے بغیر

روزے کی نیت کرلے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

{رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں شب قدر کے عنوان پر صحابہ کرامؓ کی گفت وشنید}

٥٤١۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَتَذْكُرُونَ لَيْلَةً كُنَّا بِقَاعِ كَذَا وَكَذَا اللَّيْلَةَ، كَانَ الْقَمَرُ كَفِلْقَةِ الصَّحْفَةِ قَالَ فَتَذَاكَرْنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ نُثْبِتْهَا.

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہماری آپس میں شب قدر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے پاس گفت وشنید چل رہی تھی، فرمایا: کیا تمہیں وہ رات یاد ہے کہ ہم لوگ بقاع میں تھے اور وہ رات ایسی تھی کہ جس کا چاند اس طرح تھا جس طرح چاندی کا ایک ٹکڑا ہو۔ فرمایا پس ہم نے اس رات کے بارے میں کافی گفت وشنید کی (یعنی اسے کافی ڈھونڈا) لیکن ہمیں وہ یاد نہ آئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۷۳ ح ۸۴۵ الفصل الاول فی فضل الصوم وشرائط صحتہ، جامع الآثار: ۹۱۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{شب قدر ستائیسویں رات میں ہوتی ہے، اگلی صبح سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے}

٥٤٢۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُودِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَحْلِفُ اَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَيَقُوْلُ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ كَاَنَّهَا طَسْتٌ تُرَقْرِقُ.

زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس بات پر قسم کھایا کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں ہی کی رات ہے اور فرماتے تھے کہ اس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی گویا وہ طشت ہے گھومتا ہوا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۲۱باب لیلۃ القدر، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۳۶۹ح۵۸۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۶۶۸، ۹۵۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۲۱۱، ۲۱۲۱۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۳۵۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۵۸۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوبکر عاصم بن ابی النجود بہدلہ الکوفی المقری رحمہ اللہ ذاتی اعتبار سے کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۶۳)

۲۔ امام ابومریم زر بن حبیش بن حباشہ بن اوس رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۹۷۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۵۸)

فائدہ:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ستائیسویں (رمضان) کی رات شب قدر ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۳۸۶، سندہ صحیح) اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر عموماً رمضان کی ستائیسویں ہی ہوتی ہے۔

{اعتکاف بڑی مسجد میں کیا جائے}

۵۴۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ اعْتِكَافَ اِلاَّ فِيْ الْمَسْجِدِ الْاَعْظَمِ وَلاَ يُخْرَجُ اِلاَّ لِحَاجَةٍ لاَ بُدَّ مِنْهَا يَعْنِيْ الْبَوْلَ وَالْغَائِطَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے اعتکاف مگر بڑی مسجد میں (یعنی جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو) اور ضروری حاجت یعنی بول و پاخانہ کے علاوہ مسجد سے نہ نکلا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکال دیتے اور عائشہؓ اسے دھو دیا کرتی تھیں}

۵۴۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ اِلَيْهَا رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَتَغْسِلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ۔

ام المؤمنين عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے اور اپنا سر مبارک ان کی طرف نکال دیا کرتے تھے اور وہ اسے دھودیتیں حالانکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۰۳۱، صحیح مسلم: ۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۸،۶۳۳، سنن ابی داود: ۲۴۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۶۳۲، سنن النسائی: ۲۷۵، ۳۸۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۸۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، مسند الحمیدی: ۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۰۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصله البخاری وغیرہ ورواہ بسندہ عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ رضی اللہ عنہا.....الخ.)

فوائد ومسائل:

۱۔ معتکف آدمی ضروری حاجت کے بغیر مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔

۲۔ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔

۳۔ مسجد سے سر باہر نکالنا مسجد سے نکلنے کے حکم میں نہیں، جس طرح مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لینا دینا مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں۔

{صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام پر لازم ہے}

۵۲۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ اَوْعَبْدٍ،صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: صدقہ فطر آدھا صاع گندم یا ایک صاع کھجور ہے جو ہر آزاد اور غلام پر چاہے چھوٹا ہو یا بڑا لازم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۴ باب زکاۃ الفطر والمملوکین، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۸ ح ۸۳۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۴)



۷- کِتَابُ الْحَجِّ

حج سے متعلق احکام ومسائل

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رکن ''حج بیت اللہ'' ہے۔ حج کیا ہے؟۔۔۔۔ ایک معین اور مقررہ وقت پر اللہ کے دیوانوں کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہونا، اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں، اور طور طریقوں کی نقل کر کے اس کے سلسلے اور مسلک سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا ثبوت دینا اور اپنی استعداد کے بقدر ابراہیمی جذبات اور کیفیات سے حصہ لینا اور اپنے کو ان کے رنگ میں رنگنا۔

مزید وضاحت کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شان یہ ہے کہ وہ ذو الجلال والجبروت، احکم الحاکمین اور شہنشاہ کل ہے، اور ہم اس کے عاجز و محتاج بندے اور مملوک و محکوم ہیں۔

اور دوسری شان اس کی یہ ہے کہ ان تمام صفات جمال سے بدرجہ اتم متصف ہے جس کی وجہ سے انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وہ۔۔۔۔۔ بلکہ صرف وہی۔۔۔۔۔ محبوب حقیقی ہے۔ اس کی پہلی حاکمانہ اور شاہانہ شان کا تقاضا یہ ہے کہ بندے اس کے حضور میں ادب و نیاز کی تصویر بن کر حاضر ہوں۔۔۔۔۔ ارکان اسلام میں پہلا عملی رکن نماز اسی کا خاص مرقع ہے اور اس میں یہی رنگ غالب ہے۔

اور زکوٰۃ بھی اسی نسبت کے ایک دوسرے رخ کو ظاہر کرتی ہے۔۔۔۔۔ اور اس کی دوسری شان محبوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کا تعلق اس کے ساتھ محبت والہیت کا ہو۔ روزے میں بھی کسی قدر یہ رنگ ہے، کھانا پینا چھوڑ دینا اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لینا عشق و محبت کی منزلوں میں سے ہے۔

مگر حج اس کا پورا پورا مرقع ہے۔ سلے کپڑوں کی بجائے ایک کفن نما لباس پہن لینا، ننگے سر رہنا، حجامت نہ بنوانا، ناخن نہ ترشوانا، بالوں میں کنگھا نہ کرنا، تیل نہ لگانا، خوشبو کا استعمال نہ کرنا، میل کچیل سے جسم کی صفائی نہ کرنا، چیخ چیخ کے لبیک لبیک پکارنا، بیت اللہ کے گرد چکر لگانا۔

اس کے ایک گوشے میں لگے ہوئے سیاہ پتھر (حجر اسود) کو چومنا، اور اس کے در و دیوار سے لپٹنا اور آہ و زاری کرنا، پھر صفا و مروہ کے پھیرے کرنا، پھر مکہ شہر سے بھی نکل جانا اور منیٰ اور کبھی عرفات اور کبھی مزدلفہ کے صحراؤں میں جا پڑنا، پھر جمرات پہ بار بار کنکریاں مارنا، یہ سارے اعمال وہی ہیں جو محبت کے دیوانوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

اورحضرت ابراہیم علیہ السلام اس رسم عاشقی کے بانی ہیں۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادائیں اتنی پسند آئیں کہ اپنے دربار کی خاص الخاص حاضری حج وعمرہ کے ارکان ومناسک ان کو قرار دے دیا۔انہی سب کے مجموعہ کا نام گویا حج ہے،اور یہ اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے۔

حضور مکرم ﷺ نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد کے ساتھ حج فرمایا،جو''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے۔اوراسی حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی......الآیۃ....(المائدۃ:۵:۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارادین مکمل کردیا،اورتم پر اپنی نعمت کااتمام کردیا۔

اس میں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے۔

اگر بندہ کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہوجائے جس کو دین وشریعت کی زبان میں ''حج مبرور'' کہتے ہیں اوراس ابراہیمی ومحمدی نسبت کا کوئی ذرہ اس کو عطاء ہوجائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آگئی جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا،اس کو حق ہے کہ تحدیث نعمت کے طور پر کہے اور مست ہوہوکر کہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را

افتم بہ پائے خود کہ بکویت رسیدہ است کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

اس مختصر تمہید کے بعد حج سے متعلق احادیث وآثار پڑھئے۔

{حاجی کی مغفرت کردی جاتی ہے اور حاجی جس کیلئے مغفرت کی دعا مانگے اس کی بھی مغفرت ہوجاتی ہے}

۵۳۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ بَنِيْ رَبِيْعَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اِسْحَاقَ الْقُرَشِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلْحَاجُّ مَغْفُوْرٌ لَّهُ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَلَهُ اِلَى انْسِلَاخِ الْمُحَرَّمِ.

معاویہ بن اسحاق قرشی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حاجی کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اوراس شخص کے بھی جس کے لیے حاجی احرام ختم کرنے سے پہلے بخشش کی دعا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ص ۵۰۷ح ۹۰۳،مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۲۱،مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۶۵۸،اخبار مکۃ للفاکہی: ۹۲۳،مسند البزار: ۹۷۲۶،صحیح ابن خزیمۃ: ۲۵۱۶،المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۵۹۴،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۸۹،المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۶۱۲،السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۳۸۱،شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۷،الکامل

فی ضعفاء الرجال: ۸۸۸، تاریخ بغداد: ۲۲۳۷۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے مانگیں گے وہ عطا کرے گا}

۵۲۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ ابْنِ عَائِذٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفْدُ اللّٰهِ دَعَاهُمْ فَأَجَابُوْهُ، وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مَاسَأَلُوْا.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور اللہ رب العزت کے راستے میں جنگ کرنے والا یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ انہیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جو وہ اس سے مانگیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان: ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۹۶۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۰ باب القران وفضل الاحرام۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجہ ابن ماجۃ وغیرہ موصولا من طریق عطاء بن السائب عن مجاھد عن ابن عمر عن النبی ﷺ ......فذکرہ۔)

امام ایوب بن عائذ بن مدلج الطائی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۰)

فائدہ:

یہ تین سفر بہت افضل ہیں کیونکہ ان افراد نے اللہ کی حکم کی تعمیل میں سفر کی مشقت برداشت کی ہے، اپنا ذاتی مقصد پیش نظر نہیں، اس لیے اللہ بھی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

{حج کرنے والے کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں}

۵۲۸۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ خَرَجْنَا حُجَّاجًا حَتّٰی اَتَیْنَا رَبَذَةَ اِذْ رُفِعَ لَنَا خِبَاءٌ، فَقُلْنَا: مَا هٰذَا؛ قَالَ: خِبَاءُ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَاَتَیْنَاهُ فَرَفَعَ اَبُوْذَرٍّ جَانِبَ الْخِبَاءِ فَقَالَ: مِنْ اَیْنَ اَقْبَلَ الْقَوْمُ؛ قَالَ فَقُلْنَا مِنَ الْعِرَاقِ. قَالَ وَاَیْنَ تُرِیْدُوْنَ؟ قَالَ قُلْنَا نُرِیْدُ الْبَیْتَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا اَخْرَجَكُمْ غَیْرُ ذٰلِكَ؛ قَالَ فَحَلَفْنَا لَهُ، فَقَالَ اِذَا فَرَغْتُمْ فَاسْتَاْنِفُوْا الْعَمَلَ.

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم حج کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ ہم ربذہ نامی جگہ پر پہنچے تو ایک خیمہ ہمارے سامنے آیا، ہم نے کہا کہا کہ یہ کیا ہے؟ ایک شخص نے بتایا کہ یہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا خیمہ ہے، چنانچہ ہم سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے خیمہ کا ایک کنارہ ہٹایا اور فرمایا: آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟ ہم نے کہا: عراق سے۔ فرمایا: کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا بیت اللہ کا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں حج بیت اللہ کے علاوہ کسی اور مقصد نے نہیں نکالا؟ ہم نے ان کے سامنے قسم کھائی (کہ ہم صرف حج بیت اللہ کے لیے ہی نکلے ہیں)، انہوں نے فرمایا: جب تم فارغ ہو جاؤ تو ازسرنو عمل کرنا (کیونکہ اللہ رب العزت گزشتہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۱ باب القران وفضل الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۰۲ ح ۸۹۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۶۴۵، مصنف عبد الرزاق: ۸۸۰۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام محمد بن مالک بن زبید الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(ملخصا: الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۲۲۵، الثقات لابن حبان: ۱۰۵۵۲)

۲۔ امام مالک بن زبید الہمدانی الخیوانی الکوفی رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔

(ملخصا: تہذیب التہذیب: ۱۸، تہذیب الکمال: ۵۷۴۰)

{سب سے افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہو۔}

۵۲۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ قَیْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: اَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَأَمَّا الْعَجُّ فَالْعَجِیْجُ بِالتَّلْبِیَةِ وَاَمَّا الثَّجُّ فَنَحْرُ الْبُدْنِ.

طارق بن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہو۔ بلند آواز سے مراد لبیک پکارنا ہے اور خون سے بہانے سے مراد اونٹ کی قربان کرنا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبة: ۳۳۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۸۶، المقصد العلی فی روائد ابی یعلی الموصلی: ۵۵۴، مسند ابی حنیفة روایة الحصکفی: ۳ کتاب الحج۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ورواہ ابن ابی شیبة عن ابی اسامة عن ابی حنیفة عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عبدالله عن النبی ﷺ .....الخ.)

۱۔ امام ابوعمرو قیس بن مسلم الجدلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۰۰)

۲۔ سیدنا طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی الکوفی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ (تقریب: ۳۰۰۰)

فائدہ:

ایام حج میں تلبیہ اور تکبیر وتہلیل کے پر کیف نعروں سے جس طرح منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے میدان گونجتے ہیں، ان نعروں اور زمزموں کو صرف سن کر ہی انسان کی روح کو تازگی اور بالیدگی اور ایمان کو کیف وسرور مل جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب سننے والوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ مرغ بسمل کی طرف تڑپتے ہیں تو یہ نعرے بلند کرنے والے کن جذبات واحساسات سے دوچار ہوں گے، انہی جذبات واحساسات کو انسان کے تحت الشعور میں اچھی طرح راسخ کر کے اپنی عاجزی اور اللہ کی کبریائی، اپنے گناہوں اور اللہ کی مغفرت کے اقرار پر پوری کائنات کو گواہ بنانے کے لیے حج کی افضلیت کو ہی اس بات میں پوشیدہ کر دیا گیا کہ بارگاہ خداوندی میں اپنی حاضری اور ہر قسم کے شریک سے براءت کا اعلان ببانگ دہل کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ اصول تو یہ بنتا ہے کہ دعویٰ عشق ومحبت رکھنے والا اپنی جان تک اپنے محبوب پر نچھاور کردے لیکن یہ محبوب حقیقی کی کرم نوازی ہے کہ وہ انسان کے بدلے میں بکری، گائے اور اونٹ کو قبول کرلیتا ہے اور انسان کو وہی ثواب عطا کرتا ہے جو اپنی جان نچھاور کرنے پر عطاء ہوتا۔ اسی لیے قربانی کے جانور کا خون بہانا حج کی افضلیت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

جب حاجی اپنی زبان سے اپنے محبوب کی کبریائی کا اقرار اور اپنے عمل سے اپنی جان کا نذرانہ بارگاہ خداوندی میں پیش کر چکا تو اس کا صلہ دنیا میں اسے یہ عطا کیا گیا کہ نہ صرف یہ کہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا گیا بلکہ ان لوگوں کے حق میں بھی اس کی سفارش کو قبول کرلیا گیا جو اس سے اس سفارش کی درخواست کریں۔

{اللہ کے ارشاد" اشھر معلومات" اور" فلا رفث ولا فسوق" کی تفسیر}

۵۵۰. يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: {اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ} (البقرة:۱۹۷) شَوَّالٌ، وَذُوالْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِى الْحَجَّةِ وَفِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: {فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَفُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ}(البقرة:۱۹۷) قَالَ: الرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ قَوْلُكَ لاَ وَاللّٰهِ،بَلٰى وَاللّٰهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد {اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ} ''حج کے چند متعین مہینے ہیں۔'' سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد {فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَفُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ} ''جو شخص ان مہینوں میں (احرام باندھ کر) اپنے اوپر حج لازم کرلے تو حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے، نہ کوئی گناہ، اور نہ کوئی جھگڑا۔'' میں الرفث سے مراد جماع کرنا، الفسوق سے مراد دوسرے گناہ اور جدال سے مراد تیرا لا واللہ اور بلی واللہ کہنا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں}

۵۵۱. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَيَّامٌ مَّعْلُوْمَاتٌ اَيَّامُ الْعَشْرِ وَاَيَّامٌ مَّعْدُوْدَاتٌ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: متعین دنوں سے مراد دس دن ہیں اور گنتی کے دنوں سے

مراد تشریق کے ایام ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرمان {واذکروا اللہ فی ایام معدودات۔ اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں یاد کرتے رہو۔ البقرة: ۲۰۳} میں جو ذکر کا حکم آیا ہے اس سے مراد ایام ایام تشریق میں ذکر اللہ ہے۔ (دیکھئے اعلاء السنن: ۲۱۴۲) اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور جب تک کوئی صارف نہ ہو اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔

درمنثور میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق کہنا ہے۔ نیز ابن عربی رحمہ اللہ کے بقول تو اس بات پر فقہاء مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ واذکروالله فی ایام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق کی تکبیرات ہی ہیں۔ (احکام القرآن: ۱۔۶۰) پس اس سے ثابت ہوا کہ تکبیرات تشریق واجب ہیں۔

{ام المؤمنین عائشہؓ ہدی کے جانوروں کے قلادے خود بنا کرتی تھیں}

۵۵۲. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَبْعَثُ بِهَا وَيُقِيمُ حَلَالًا فِي أَهْلِهِ وَلَا يَحْرُمُ مِنْهُ شَيْءٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَلَكِنْ لَا يَخْرُجُ الَّذِي يَبْعَثُ بِهَا مُقَلَّدَةً يَؤُمُّ الْبَيْتَ إِلَّا مُحْرِمًا.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "میں رسول اللہ ﷺ کی ہدی (قربانی) کے جانوروں کے قلادے بٹتی تھی، آپ ﷺ ان (جانوروں) کو قلادے ڈال کر (مکہ شریف) بھیج دیتے اور خود حلال اپنے اہل وعیال میں (مدینہ شریف) قیام پذیر رہتے اور کسی چیز سے اپنے آپ کو نہیں روکتے تھے (جن سے محرم بچتے تھے)۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح البخاری: ۱۷۰۳، صحیح مسلم: ۱۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۴، سنن ابی داود: ۱۷۵۸، سنن الترمذی: ۹۰۹، سنن

النسائی: ۲۷۷۵،۲۷۷۹،۲۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۷۴، مسند الحمیدی: ۲۱۰، مسند ابن الجعد: ۸۷۴، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۵۲۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۵۴، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷۴،۲۶۰۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله البخاری ورواه بسنده عن منصور عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة رضی الله عنها.....الخ۔)

فوائد ومسائل:

۱۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو حرم کی حدود میں قربان کیا جاتا ہے۔
۲۔ جس طرح حاجی ہدی کی قربانی دیتا ہے اس طرح دوسرا آدمی بھی ہدی کا جانور مکہ میں بھیج سکتا ہے۔
۳۔ یہ جانور منیٰ میں قربان کیے جاتے ہیں، تاہم مکہ شریف کے اندر بھی قربان کیے جاسکتے ہیں۔
۴۔ قلادے سے مراد وہ رسی ہے جو ہدی کے گلے میں ڈالی جاتی ہے، اور علامت کے طور پر جوتوں کا جوڑا اس رسی کے ذریعے سے جانور کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے۔
۵۔ قربانی کا جانور (اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ وغیرہ) مکہ بھیجنے والے پر احرام کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔

{جب کوئی آدمی اپنے جانور کو قلادہ ڈال دے تو وہ محرم ہو گیا}

۵۵۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ هَدْيَهٗ وَهُوَ يَؤُمُّ الْبَيْتَ فَقَدْ اَحْرَمَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب کوئی آدمی اپنی ہدی (جانور) کو قلادہ ڈال دے اور (حج) بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ شخص محرم ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”اے اللہ! مجھے تکلفات کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنانا۔“}

۵۵۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَهٗ مَعْقِلُ بْنُ مُقَرِّنٍ وَمَا حَرَّمَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَذُكِرَ رَجُلًا بَعَثَ هَدْيًا وَاَحْرَمَ وَهُوَ مُقِيْمٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ! مجھے تکلفات کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنا۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا کہ آپ کے پاس معقل بن مقرن اور انہوں نے اپنے آپ پر جو کچھ حرام کر لیا تھا اس کا ذکر کیا گیا تھا اور آپ کے پاس ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا تھا جس نے ہدی بھیجی اور احرام باندھ لیا حالانکہ وہ مقیم تھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

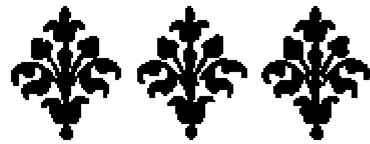
{جب تک جانور کو قلادہ نہ ڈالا جائے آدمی محرم نہ بنے}

۵۵۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ یُحْرِمُ حَتّٰی یُقَلِّدَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی محرم نہ بنے یہاں تک کہ جانور کو قلادہ ڈال دے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۲۵-بَابُ لُبْسِ الْمُحْرِمِ وَطِيْبِهٖ

محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان

۵۵۶. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يُّحْرِمَ بِالْحَجِّ تَوَضَّأَ اَوِاغْتَسَلَ وَالْغُسْلُ اَفْضَلُ ثُمَّ يَلْبَسُ اِزَارًا وَرِدَاءً وَيَدَّهِنُ بِمَا شَاءَ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُحْرِمُ فِيْ دُبُرِ صَلَاتِهٖ تِلْكَ اَوْ بَعْدَ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ اَوْ بَعْدَمَا يَسْتَوِيْ بِهٖ بَعِيْرُهٗ وَلْيَكُنْ اِزَارُهٗ وَرِدَاءُهٗ جَدِيْدَيْنِ اَوْ غَسِيْلَيْنِ بَعْدَ اَنْ لَّا يَكُوْنَا مُشْبَعَيْنِ بِالْعُصْفُرِ اَوِ الزَّعْفَرَانِ اَوِ الْوَرْسِ. وَالتَّلْبِيَةُ اَنْ يَّقُوْلَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَحْرَمَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے، اور غسل کرنا افضل ہے۔ پھر (دو کپڑے) ازار اور ایک چادر پہنے اور جو چاہے بہترین خوشبو لگائے اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھے اور پھر اس (نفل) نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا فرض نماز کے بعد یا اونٹ کے سیدھا ہو جانے کے بعد احرام باندھے اور چاہیے کہ اس کے اس کے دونوں کپڑے یعنی ازار اور چادر نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں البتہ کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔ اور بایں الفاظ تلبیہ پڑھے: {لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ} ''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری حمد ونعت آپ ہی کے لیے ہے اور بادشاہت بھی آپ ہی کے لیے ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے؟'' پس جب اس آدمی نے تلبیہ پڑھ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اہتمام کے ساتھ غسل کرے اور اگر غسل نہ کر سکے تو احرام باندھنے سے پہلے کم از کم وضو تو ضرور کر لے، البتہ بہتر اور افضل یہی ہے کہ وہ غسل کرے۔

۲۔ محرم جب غسل کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ دو کپڑے پہنے جن میں سے ایک ازار ہو جو ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہو اور ایک چادر ہو جو پیٹھ پر ہو، دونوں کندھوں پر ہو، لیکن ان دونوں کپڑوں کا نیا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر نئے ہوں تو بہت اچھا ہے ورنہ تو دھلے دھلائے ہونا اور پاک صاف ہونا ہی کافی ہے مگر واضح رہے کہ یہ کپڑے زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔

۳۔ محرم کے لیے دھلے ہوئے کپڑے پہننا بھی اگرچہ کافی ہے لیکن نئے کپڑے پہننا افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ یہ طہارت کے زیادہ قریب ہے، اس لئے کہ نئے کپڑے میں کوئی ظاہری نجاست نہیں لگی ہوتی ہے اور وہ ہر طرح کی میل کچیل سے پاک صاف ہوتا ہے۔

۳۔ احرام باندھنے سے پہلے حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے شخص کے لیے خوشبو لگانا درست اور جائز ہے اگرچہ احرام کے بعد بھی اس خوشبو کی مہک اور اس کا اثر باقی رہے۔

۴۔ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ نہا دھو کر فریش ہونے کے بعد احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے کیوں کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے اپنا سفر حج شروع فرمایا تھا اور مقام ذوالحلیفہ میں جو اہل مدنیہ کا میقات ہے آ کر آپ نے احرام سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی، اس لیے امتیوں کو بھی چاہیے کہ وہ عمل رسول کی اقتداء کریں اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کریں تو اس سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

۵۔ حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھنے والے کو چاہیے کہ دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر فوراً تلبیہ پڑھے کیونکہ حضور مکرم ﷺ نے نماز کے معاً بعد ہی تلبیہ پڑھا ہے، اس لیے کہ نماز کے فوراً بعد ہی تلبیہ پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر کوئی شخص نماز کے بعد سواری پر بیٹھنے اور سواری کے سیدھے ہونے کے بعد بھی تلبیہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے، البتہ عمل رسول کی اقتداء میں نماز کے فوراً بعد ہی پڑھنا ہی افضل ہے۔

{نبی مکرم ﷺ احرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتے تھے}

۵۵۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيَتَطَيَّبُ الرَّجُلُ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ؟ فَقَالَ لَا، لَاَنْ اُصْبِحَ اَنْتَضِحُ قَطِرَانًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصْبِحَ اَنْتَضِحُ طِيْبًا وَاَنَا مُحْرِمٌ. قَالَ فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ اَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَطَافَ فِيْ اَزْوَاجِهٖ ثُمَّ اَحْرَمَ.

محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آدمی احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''نہیں، میں اس حال میں صبح کروں کہ میرے جسم سے تارکول کے قطرے ٹپک رہے ہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں خوشبو کی حالت میں صبح کروں جبکہ میں محرم ہوں۔'' (راوی حدیث نے) کہا کہ پھر میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی، آپ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے احرام باندھا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۷۰، صحیح مسلم: ۱۱۹۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۸ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۸، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۰۰۵، مسند الحمیدی: ۲۱۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۲۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۶۱۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۴۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{خوشبو کی چمک احرام کی حلت میں بھی نبی اکرم ﷺ کی مانگ میں دیکھی جا سکتی تھی}

۵۵۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''گویا میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں، جب کہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۷، ۲۹۲۸، سنن ابی داود: ۱۷۴۶، سنن النسائی: ۲۶۹۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۷۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۴۷۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۰۷، المنتقی لابن الجارود: ۴۱۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۵۸۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۲۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۵۸۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله البخاری ورواه بسنده عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة رضی الله عنها قالت...الخ)

فائدہ:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو یا تیل وغیرہ استعمال کرنا منع ہے۔

{برقعے اور رنگے ہوئے کپڑے کے سوا خواتین جو چاہیں کپڑا استعمال کرسکتی ہیں}

۵۵۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَاوَالْمَرْوَةِ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَلِلنِّسَاءِ اَنْ يَّلْبَسْنَ مَا شِئْنَ اِذَااَحْرَمْنَ اِلاَّ الْبُرْقُعَ وَاِلاَّ مَاكَانَ مَصْبُوْغًابِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْمُشَبَّعَ بِالْعُصْفُرِ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خواتین پر طواف اور بطن وادی میں صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے۔ اور خواتین جب احرام کا ارادہ کریں تو برقع کے سوا جو چاہیں پہن سکتی ہیں سوائے اس کپڑے کے جو کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگا ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رنگا ہوا کپڑا اگر دھلا ہوا ہو تو اسے محرم پہن سکتا ہے}

۵۶۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ بِالْوَرْسِ وَالْعُصْفُرِ وَالزَّعْفَرَانِ اِذَا غُسِلَ فَلاَ بَأْسَ اَنْ يَّلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ورس، کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو جب دھو لیا گیا ہو تو محرم کے لیے اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کے لیے زعفران، ورس اور کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ

نے محرم کو ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں سے رنگا ہوا کپڑا دھولیا جائے اور اتنے اہتمام سے دھویا جائے کہ اس میں خوشبو نہ رہ جائے تو پھر ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کی ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے، لہٰذا اگر دھلنے سے ان کی خوشبو ختم ہو جائے تو ان کپڑوں کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

{زرد رنگ کے کپڑے کو مٹی میں رنگ کر احرام کے لیے استعمال کرنا}

۵۶۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ بَيْنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْمَسْعٰى عَلَيْهِ ثَوْبَانِ لَوْنُ الْهَرَوِيِّ إِذْ عَرَضَ لَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَتَلْبَسُ هٰذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ الْمَصْبُوْغَيْنِ وَاَنْتَ مُحْرِمٌ؟ فَقَالَ إِنَّمَا صِبْغَا بِمَدَرٍ۔

کثیر بن جمہان رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سعی کی جگہ میں تھے اور انہوں نے دو کپڑے زرد رنگ کے پہن رکھے تھے ایک صاحب ان کے سامنے آئے اور ان سے عرض کیا: آپ حالت احرام میں یہ رنگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: انہیں مٹی سے رنگا گیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۷ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۶ ح ۹۷۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۸۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو جعفر کثیر بن جمہان السلمی الکوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷/ ۴۹۳، الثقات لابن حبان: ۵/ ۴۷۰)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ وہ خوشبو اور زعفران نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۷)

{محرم کے لیے لال رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں}

٥٦٢. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ اَنْ يَّلْبَسَ الْمُحْرِمُ الْمُوَرَّدَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے لال رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رنگا ہوا کپڑا ایسا دھلا ہوا ہو کہ خوشبو نہ دیتا ہو تو محرم کے لیے اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں}

٥٦٣. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ اَنْ يَّأْكُلَ الْمُحْرِمُ خَبِيْصًا اَصْفَرَ اَوْ خُشْكِنَانًا اَصْفَرَ، وَلاَ بَأْسَ اَنْ يَّلْبَسَ ثَوْبًا اَحْمَرَ بِعُصْفُرٍ اَوْ اَصْفَرَ بِزَعْفَرَانٍ اِذَا كَانَ قَدْ غُسِلاَ وَلاَ يَنْفُضَانِ اَوْ كُلَّ مَصْبُوْغٍ وَّلاَ يَنْفُضُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم زرد حلوہ یا زعفران ملی ہوئی خشک روٹی کھائے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ کسم یا زعفران سے رنگے ہوئے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے جب انہیں ایسے دھولیا گیا ہو کہ وہ خوشبو نہ دیتے ہوں یا ہر رنگا ہوا کپڑا جو خوشبو نہ دیتا ہو (تو اس کے بھی پہننے میں کوئی حرج نہیں)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کے لیے زعفران، ورس اور کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے محرم کو ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں سے رنگا ہوا کپڑا دھولیا جائے اور اتنے اہتمام سے دھویا جائے کہ اس میں خوشبو نہ رہ جائے تو پھر ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کی ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے، لہٰذا اگر دھلنے سے ان کی خوشبو ختم ہو جائے تو ان کپڑوں کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

{محرم کے لیے تھیلی باندھنے میں کوئی: مضائقہ نہیں}

۵۶۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ بِلُبْسِ الْهِمْيَانِ لِلْمُحْرِمِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے (نقدی وغیرہ کے لیے) تھیلی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۶۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ عَنِ الْهِمْيَانِ يَلْبَسُهُ الْمُحْرِمُ؛ فَقَالَ لاَ بَأْسَ بِهِ.

خارجہ بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ محرم ہتھیلی باندھ لے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۶ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۵۴ ح ۱۰۱۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۴۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

امام ابو زید خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت انصاری رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے راست باز راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۱۶۱۱)

{محرم مرد ہو یا عورت مسواک کر سکتے ہیں، زخم کو چیرا وغیرہ دے سکتے ہیں اور دوائی و سرمہ لگا سکتے ہیں}

۵۶۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ لِلْمُحْرِمِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اَنْ يَّتَسَوَّكَ وَيَعْصِرَ الْقُرْحَةَ وَيَبُطَّ الْجُرْحَ وَيَجْبُرَ الْكَسْرَ وَيَرْبِطَ عَلَى الْجَبَائِرِ وَيَتَدَاوٰى بِمَا اَحَبَّ وَيَكْتَحِلَ بِمَا اَحَبَّ بَعْدَ اَنْ لاَّ يَكُوْنَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَدْوِيَتِهٖ وَاَكْحَالِهٖ طِيْبٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: محرم مرد وعورت کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ مسواک کرے یا زخم کو چیرا دے اور اس کو نچوڑ کو اس میں سے مواد نکالے یا ٹوٹی ہوئے ہڈی کو جوڑے یا جو پسند ہو دوائی یا سرمہ لگائے بشرطیکہ اس کی ادویات اور سرمہ میں سے کسی چیز میں خوشبو نہ ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۷، باب من احتاج من علۃ وھو محرم، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۵۳۹ ح ۹۸۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۷۶۱ باب فی المحرم یقص ظفرہ و یبط الجرح۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{محرم کے لیے بلاضرورت اپنا منہ ڈھکنا مکروہ ہے}

۵۶۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اَكْرَهُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ یُّغَطِّیَ فَاهُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں محرم کے لیے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ (بلاضرورت) اپنا منہ ڈھانپے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کو اپنا چہرہ اور سر کھلا رکھنا چاہیے ڈھکنا نہیں چاہیے البتہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپ سکتا ہے چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (دوران حج وعمرہ) سوار ہمارے سامنے سے گذرتے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، پس جب سوار ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنا منہ پر نقاب ڈال لیتے (اس طرح کی کپڑا منہ کو نہ لگے) اور جب وہ گذر جاتے تو ہم پھر اپنے منہ کو کھول لیتے۔ (اعلاء السنن: ۲۶۱۳) یہ حدیث دلیل ہے کہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔

{محرم غسل کر سکتا ہے}

۵۶۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ (لَا بَأْسَ اَنْ) یَّغْتَسِلَ الْمُحْرِمُ

وَيَصُبَّ الْمَاءَ عَلَىٰ رَأْسِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (اس میں کوئی حرج نہیں کہ) محرم غسل کرے اور اپنے سر پر پانی بہائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۵ باب من احتاج من علۃ وہو محرم، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۳۹ ح۹۸۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کے نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم غسل کرے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۵)

{محرم کی ایڑھیاں وغیرہ پھٹی ہوں تو گھی، چربی یا کوئی بھی چیز استعمال کر سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو}

۵۶۹. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ يَدْهُنُ الْمُحْرِمُ الشِّقَاقَ بِالسَّمْنِ وَالْوَدَكِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم پھٹی ہوئی جگہ (جیسے ایڑھیاں وغیرہ) کو گھی اور چربی سے مالش کرے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۴ باب من احتاج من علۃ وھو محرم، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۳۸ ح۹۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۹۲۹ باب فی ما یتداوی بہ المحرم و ماذکر فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

٥٧٠. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَالَ ادْهُنِ الشِّقَاقَ بِمَا اَكَلْتَ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم پھٹی ہوئی جگہ کو ہر اس چیز سے مالش کر سکتے ہو جو تم کھاتے ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۴ باب من احتاج من علۃ وھو محرم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۹۲۸ باب فی ما یتداوی بہ المحرم وما ذکر فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے کہنے کی تشریح یہ ہے کہ جب اس میں خوشبو کی آمیزش نہ ہو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۴)

{محرم کے لیے اپنے کپڑے دھونا جائز ہے}

٥٧١. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيَغْسِلُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ؛ قَالَ نَعَمْ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِدَرَنِهِ شَيْئًا.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا محرم اپنے کپڑے دھو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں: اللہ رب العزت کو اس کے میل کچیل سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۵۰۰ باب فی المحرم یغسل ثیابہ، السنن الکبری للبیہقی: ۹۱۴۲ باب المحرم یغسل ثیابہ، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۷۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم اپنے کپڑے دھو سکتا ہے۔

{ابن عمرؓ نے عمرہ کے احرام کی حالت میں مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر حج کا احرام باندھا}

۵۷۲. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ عَلٰى مِيْلَيْنِ اَوْ فَرْسَخَيْنِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِعُمْرَةٍ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کے احرام کے حالت میں نکلے یہاں تک کہ جب مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر تھے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{محرم فوت ہو جائے تو اس کے ساتھ وہی کیا جائے جو عام فوت شدگان کے ساتھ کیا جاتا ہے}

۵۷۳. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ مُحْرِمٍ مَاتَ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَتِ اصْنَعُوْا بِهِ كَمَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ فَاِنَّهُ حِيْنَ مَاتَ ذَهَبَ اِحْرَامُهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گیا کہ محرم مر جائے تو اس کے ساتھ کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: اس کے ساتھ وہی کرو جو تم اپنے دیگر مردوں کے ساتھ کرتے ہو کیونکہ جب وہ مر گیا تو اس کا احرام ختم ہو گیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳/۴۳۴/۱۴۱ باب فی المحرم یموت ایغطی راسہ؟ جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۰۵ ح ۹۰۰۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

{احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے}

۵۷۴۔ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سَوَّارٍ عَنِ اَبِيْ حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ بِالْقَاحَةِ.

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۵۳۸ ح ۹۷۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۵، ۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۷۴، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۴۴۵، ۳۴۴۷، صحیح ابن حبان: ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۴۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند البخاري والطبراني وغيرهما)

۱۔ ابوالسوار سے امام ابوالسوار عبداللہ بن قدامہ (بن عنزہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص ۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۴۸۸، تقریب التہذیب: ۳۵۳۹)

۲۔ امام ابوحاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۰۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے۔

۲۔ احرام کی حالت میں سینگی کیلئے بال نہ کٹوائے جائیں۔

{آنحضرت ﷺ نے میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا}

۵۷۵۔ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ بِعُسْفَانَ.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے عسفان (نامی جگہ میں) حالت احرام میں نکاح کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۷۱، باب تزوج المحرم، صحیح البخاری: ۱۸۳۷، صحیح مسلم: ۱۴۱۰، سنن ابی داود: ۱۸۴۴، سنن الترمذی: ۸۴۲، سنن النسائی: ۲۸۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۰۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۷۹۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۲۰۶، صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۶۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۰۱۸۔

تحقیق:

صحیح ہے، صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں اس کی متعدد صحیح متصل سندیں موجود ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حالت احرام میں نکاح کر لیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے البتہ احرام سے نکلنے سے پہلے جماع اور اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ جائز نہیں۔

{الفاظ تلبیہ کا بیان}

۵۷۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ لَبّٰى قَالَ: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّيْكَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے تلبیہ پڑھا اور تلبیہ میں یہ الفاظ پڑھے: "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّيْكَ"

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۷۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَبّٰى مِثْلَ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ وَزَادَ فِيْهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حدیث میں منقول الفاظ کے ساتھ تلبیہ پڑھا اور اس میں اتنا اضافہ کیا: "لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۸، سنن ابی داود: ۱۸۱۲، سنن الترمذی: ۸۲۵، سنن النسائی: ۲۷۵۰، مؤطا مالک: ۲۸، مؤطا الامام محمد: ۳۸۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۹۳۳، مسند الحمیدی: ۶۷۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۴۷۳، ۱۳۴۷۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۴۷۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۶۹۲، ۵۸۰۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۵۶۱، السنن الکبری للبیہقی: ۹۰۲۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق کثیر)

فائدہ:

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا پھر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما والا تلبیہ ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ لوگ اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرلیا کرتے تھے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے اضافہ شدہ تلبیہ کو) سنتے لیکن کچھ نہ کہتے۔(اعلاء السنن: ۲۵۸۷) اس صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ میں جائز اضافہ درست ہے۔

{محرم چار مواقع پر تلبیہ پڑھے گا}

۵۶۸۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يُلَبِّي الْمُحْرِمُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ وَكُلَّمَا اسْتَوَى بِهِ بَعِيرُهُ وَكُلَّمَا عَلَا شَرَفًا وَبِالْأَسْحَارِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم ان مواقع پر تلبیہ کہے گا۔۱۔ ہر نماز کے بعد۔۲۔ جب بھی اونٹ سیدھا ہو جائے۔۳۔ جب بھی کسی ٹیلے پر چڑھے۔۴۔ اور سحری کے وقت۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۶۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ كَبَّرَ النَّاسُ قِيَامًا

يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَتَرَكُوْا ذٰلِكَ فِيْمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تکبیر کے بارے میں فرمایا: لوگ نے وہاں تکبیر کہنا شروع کر دیا ہے جہاں کہنا ان کیلیے مناسب نہیں اور اسے وہاں کہنا چھوڑ دیا ہے جہاں کہنا ان کے مناسب ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۶-بَابُ الْقِرَانِ

حج قران کا بیان

قران قرن یقرن سے باب یضرب کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا، جمع کرنا، اور اصطلاح شرع میں ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرنے کا نام قران ہے۔

یاد رکھیے کہ محرم کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ مفرد بالحج جو دل سے صرف حج کی نیت کرے اور حج کے افعال ادا کرے۔

۲۔ مفرد بالعمرہ جو دل سے عمرہ کی نیت کرے اور لبیک بعمرۃ کہے اور پھر عمرہ کے افعال ادا کرے۔

۳۔ قران، قارن وہ شخص ہے جو ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرے۔

۴۔ تمتع متمتع وہ شخص ہے جو پہلے افعال عمرہ ادا کرے پھر احرام کھول دے پھر اسی سال حج کے زمانہ میں حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال ادا کرے۔

{حج قران کی حیثیت اور طریقہ}

۵۸۰. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ الْعَبْدِيُّ وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِيْعَةَ الْبَاهِلِيُّ وَالصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ التَّغْلِبِيُّ يُرِيْدُوْنَ الْحَجَّ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَهَلَّ زَيْدٌ وَسَلْمَانُ بِالْحَجِّ وَحْدَهُ وَاَهَلَّ الصُّبَيُّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَقَالَا لَهُ وَيْحَكَ! تَمَتَّعَ وَقَدْ نَهٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْمُتْعَةِ؛ وَاللّٰهِ لَاَنْتَ اَضَلُّ مِنْ بَعِيْرِكَ فَقَالَ الصُّبَيُّ نَقْدَمُ عَلٰى

عُمَرَ وَتَقْدَمُوْنَ فَلَمَّا قَدِمَ الصُّبَيُّ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ لِعُمْرَتِهٖ وَبَيْنَ الصَّفَاوَالْمَرْوَةِ ثُمَّ عَادَ وَهُوَ حَرَامٌ لَمْ يَحِلَّ مِنْهُ شَيْئٌ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَاوَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِهٖ ثُمَّ اَقَامَ حَرَامًا لَمْ يَحِلَّ مِنْهُ شَيْئٌ حَتّٰى اَتَى عَرَفَاتٍ فَفَرَغَ مِنْ حَجَّتِهٖ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ اهْرَاقَ دَمًا لِتَمَتُّعِهٖ فَلَمَّا صَدَرُوْا مَرُّوْا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّكَ قَدْ نَهَيْتَ عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنَّ الصُّبَيَّ قَدْ تَمَتَّعَ فَقَالَ اَصَنَعْتَ يَاصُبَيُّ مَاذَا؛ قَالَ اَهْلَلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِعُمْرَتِيْ ثُمَّ عُدْتُ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَاوَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِيْ ثُمَّ اَقَمْتُ حَرَامًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَاَهْرَقْتُ دَمًا لِمُتْعَتِيْ ثُمَّ اَحْلَلْتُ قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَقَالَ هُدِيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زید بن صوحان عبدی رضی اللہ عنہ، سلمان بن ربیعہ باہلی رحمہ اللہ اور صبی بن معبد تغلبی رحمہ اللہ حج کے ارادے سے نکلے۔ پس (راستہ میں) زید رضی اللہ عنہ اور سلمان رحمہ اللہ نے صرف حج کا احرام باندھا اور صبی رحمہ اللہ نے حج وعمرہ دونوں کا باندھا، زید رضی اللہ عنہ اور سلمان رحمہ اللہ نے صبی رحمہ اللہ سے کہا کہ افسوس! تم حج تمتع کر رہے ہو جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے؟ بخدا! تم تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہو۔ صبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں گے اور آپ بھی (وہاں فیصلہ کروالیں گے)۔ پس جب صبی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا ورمروہ کے درمیان عمرہ کی سعی کی، پھر حالت احرام میں واپس لوٹے اور کسی چیز کو اپنے اوپر حلال نہیں کیا، پھر حج کی نیت سے طواف اور سعی کی اور محرم ہونے کی حالت ہی میں اقامت گزین ہو گئے، حلال نہیں ہوئے، یہاں تک کہ عرفات آئے اور حج سے فارغ ہو گئے، چنانچہ جب دس ذوالحجہ کو انہوں نے حلال ہونے کا ارادہ کیا تو دم تمتع کی نیت سے قربانی کی۔ جب یہ لوگ حج سے فارغ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے تمتع سے منع فرما رکھا تھا اور صبی بن معبد نے حج تمتع کیا ہے؟ انہوں نے صبی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تم نے کیا طریقہ اختیار کیا؟ صبی رحمہ اللہ نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا، جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو عمرہ کا طواف اور سعی کی، پھر حالت احرام میں واپس آیا اور کسی چیز کو اپنے اوپر حلال نہیں کیا اور دوبارہ حج کے لیے طواف اور سعی کی پھر دس ذی الحجہ تک احرام کی حالت میں رہا اور دم تمتع دے کر حلال ہو گیا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا (یعنی شاباشی دی) اور فرمایا کہ تمہیں اپنے نبی ﷺ کی سنت کی رہنمائی نصیب ہو گئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۲۸۹، ۱۴۲۹۰، ۱۴۲۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۳، ۱۶۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۰، سنن ابی داود: ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، سنن النسائی: ۲۷۱۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، صحیح ابن حبان: ۳۹۱۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۲۵، ۸۲۶۰، ۸۳۰۱، ۹۴۱۳، الاحادیث المختارۃ: ۱۳۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۳۹۹، السنن الکبری للبیہقی: ۸۷۷۴، ۸۷۸۳، جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ۔ (ولہ طرق اخری) مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۲۵۵) میں اس حدیث کی سند یوں ذکر کی گئی ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الصبي بن معبد قال اقبلت من الجزيرة حاجا فمررت بسلمان بن ربيعة وزيد بن صوحان......الخ.

۱۔ امام صبی بن معبد التغلبی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۸۵۱، الکاشف: ۲۳۷۲)

۲۔ امام ابو عبداللہ سلمان بن ربیعہ بن زید بن عمرو الباہلی رحمہ اللہ صحیح مسلم کے راوی ہیں، انہیں امام عجلی رحمہ اللہ نے ثقہ کبار تابعین میں شمار کیا ہے جبکہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۵۹۴، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر: ۱۰۱۱)

۳۔ سیدنا زید بن صوحان بن حجر بن الحارث العبدی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔

(ملخصا: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۱۸۴۸، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ: ۳۰۰۴)

واضح رہے کہ امام ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ وغیرہ نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: سنن ابی داود: ۲۹۷۰ وغیرہ)

فائدہ:

اس صحیح واقعے سے نہ صرف یہ کہ حج قران کا ثبوت ملتا ہے بلکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تائید اور سنت نبوی کے عین مطابق ہونے کی سند بھی ملتی ہے، نیز اس سے حج قران کے طریقہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ حج اور عمرہ کو اکٹھا کر کے اچھا نہیں سمجھتے تھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ان لوگوں کے خیال کی تردید بھی ہوگئی۔ تفصیلی فوائد اگلی روایت میں آرہے ہیں۔

۵۸۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ یُّحْرِمَ بِالْحَجِّ وَیَقْرِنَ اِنْ شَاءَ اغْتَسَلَ وَاِنْ شَاءَ تَوَضَّأَ وَالْغُسْلُ اَفْضَلُ ثُمَّ یُحْرِمُ فِیْ دُبُرِ صَلَاتِهٖ اَوْبَعْدَ مَا یَسْتَوِیْ بِهٖ بَعِیْرُهٗ وَاِذَا قَدِمَ مَکَّةَ طَافَ بِالْبَیْتِ لِعُمْرَتِهٖ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ یَرْمُلُ فِیْهَامِنَ الْحَجَرِ اِلَی الْحَجَرِ وَاَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ عَلٰی هَیْئَتِهٖ یَسْتَلِمُ الْحَجَرَ کُلَّمَا مَرَّ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّؤْذِیَ بِهٖ مُسْلِمًافَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ اسْتَقْبَلَهٗ فَکَبَّرَ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ عِنْدَالْمَقَامِ اَوْ حَیْثُ تَیَسَّرَ عَلَیْهِ ثُمَّ یَأْتِی الْحَجَرَ فَیَسْتَلِمُهٗ ثُمَّ یَخْرُجُ اِلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَیُقِیْمُ عَلَی الصَّفَامُسْتَقْبِلَ الْکَعْبَةِ حَیْثُ یَرَاهَا فَیَحْمَدُاللّٰهَ وَیَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ ثُمَّ یَهْبِطُ اِلَی الْمَرْوَةِ عَلٰی هِیْنَتِهٖ وَیَسْعٰی فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ سَعْیًا فَاِذَا جَاوَزَهٗ مَشٰی عَلٰی هِیْنَتِهٖ حَتّٰی یَأْتِیَ الْمَرْوَةَ فَیَفْعَلُ کَمَا یَفْعَلُ عَلَی الصَّفَاوَیَطُوْفُ بَیْنَهُمَا سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ یَبْدَءُ بِالصَّفَاوَیَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَیَسْعٰی فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ،ثُمَّ یَطُوْفُ لِحَجَّتِهٖ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ یُقِیْمُ حَرَامًالَا یَحِلُّ مِنْهُ شَیْءٌ وَیَطُوْفُ بِالْبَیْتِ مَابَدَالَهٗ وَیُلَبِّیْ ثُمَّ یَخْرُجُ اِلٰی مِنًی بِالْهَاجِرَةِ فَیُصَلِّیْ بِهَا یَوْمَ التَّرْوِیَةِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ ثُمَّ یَغْدُوْفَیَنْزِلُ بِعَرَفَاتٍ فَیُصَلِّیْ بِهَاالظُّهْرَوَالْعَصْرَفَاِنْ صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ صَلَاهُمَا جَمِیْعًا فَاِنْ صَلّٰی فِیْ رَحْلِهٖ صَلّٰی کُلَّ وَاحِدَةٍ لِوَقْتِهَاوَلَا یَرْحَلُ حَتّٰی یُصَلِّیَ الْعَصْرَثُمَّ یَقِفُ وَرَاءَ الْاِمَامِ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ دَفَعَ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب قارن حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اگر چاہے تو غسل کرے اور اگر چاہے تو وضو کرے اور غسل کرنا افضل ہے، پھر نماز کے بعد یا اونٹ کے سیدھا ہو جانے کے بعد احرام باندھے اور جب مکہ پہنچے تو اپنے عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک، اور باقی چار چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔ اور جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائے بغیر چومے اور اگر چومنے کی طاقت نہ ہو تو اس کا استقبال کرے اور تکبیر کہے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس یا (مسجد حرام میں) جہاں جگہ میسر ہو دو رکعات نماز پڑھے، پھر حجر اسود کے پاس آئے اس کو چومے پھر صفا اور مروہ کی طرف نکلے اور صفا پر چڑھ کر جہاں سے بیت اللہ کو دیکھ سکے وہاں کھڑے ہو کر استقبال قبلہ کر کے اللہ کی حمد بیان کرے اور اپنے لیے دعا کرے، پھر مروہ کی طرف اتر کر اپنی ہیئت پر چلے اور بطن وادی میں (میلین اخضرین کے درمیان) سعی کرے پھر اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مروہ آ کر اس پر چڑھ جائے اور جیسا صفا پر کیا تھا اس پر بھی ویسے کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے، صفا سے شروع کرے

اور مروہ پر ختم کرے اور بطن وادی میں سعی کرے۔ پھر اپنی حج کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پھر حالت احرام میں اقامت گزین ہو جائے اور اپنے اوپر کسی چیز کو حلال نہ کرے اور جب بھی اس کا جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرے اور تلبیہ پڑھے۔ پھر لوگوں کے ساتھ منی کی طرف نکلے اور وہاں آٹھویں ذوالحجہ کی نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور یوم عرفہ کی فجر پڑھے، پھر صبح کو عرفات میں اتر جائے اور وہاں ظہر اور عصر کی نماز پڑھے اگر امام کے پیچھے پڑھے تو دونوں کو (ظہر کے وقت میں) جمع کرلے اور اگر اپنی منزل میں تنہا پڑھے تو پھر ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھے اور روانہ نہ ہو یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ لے، پھر اگر طاقت رکھتا ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو، پس جب سورج غروب ہو جائے تو روانہ ہو جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ بیت اللہ میں داخل ہونے والے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ طواف کرے اور طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرے اور جیسے ہی طواف کرنے کا ارادہ کرے تو حجر اسود کا استلام یا استقبال کر کے تکبیر و تہلیل کرے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے کیونکہ آپ ﷺ نے بھی اسی طرح اپنے طواف کا آغاز فرمایا تھا اور وہ سات مقامات جہاں آپ ﷺ نے رفع یدین کا حکم دیا ہے ان میں استلام حجر کے موقع پر بھی رفع یدین کا تذکرہ ہے لہٰذا استلام حجر کے وقت بھی رفع یدین ہوگا۔

۲۔ اگر لوگوں کی بھیڑ نہ ہو اور کسی کو تکلیف دیے بغیر حجر اسود کو منہ سے چومنا ممکن ہو تو محرم کو چاہیے کہ وہ منہ سے اس پتھر کو چومے اور اس کا بوسہ لے، لیکن اگر بھیڑ بھاڑ ہو یا دوسرے کو تکلیف دیے بغیر چومنا ممکن نہ ہو تو پھر اس صوت میں استلام کرلے ،استلام کے معنی ہیں ہاتھ یا ہتھیلی سے پتھر کو چھونا اور مس کرنا۔

۳۔ جانباز لڑاکو کی طرح دونوں بازو کھول کر اکڑ کر اور سینہ تان کر چلنے کا نام رمل ہے، طواف کے پہلے تین چکروں اور پھیروں میں رمل مسنون ہے اور اس کی مشروعیت کا سبب یہ ہوا کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد والے سال میں مسلمان مکہ میں داخل ہوئے اور کفار و مشرکین تین دن کے لیے مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، طواف کے درمیان مشرکین نے بعض مسلمانوں کا استہزاء کیا اور یہ کہنے لگے کہ مدینے کے بخار نے انہیں نحیف و ناتواں بنا دیا ہے، جب یہ بات آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو آپ مؤمنانہ قوت کے اظہار کی غرض سے رمل کرنے لگے اور آپ کو دیکھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رمل کرنا شروع کر دیا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کفار مکہ کے دلوں سے مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی ضعیفی کا احساس ختم ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد اگرچہ رمل کا سبب ختم ہو گیا، لیکن پھر بھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رمل کیا تھااور آپ کے بعد علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہ حکم اور یہ عمل جاری وساری رہااور رہتی دنیا تک طواف کرنے والوں کے حق میں مسنون قرار دیا گیا۔

۴۔ رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہوگااور بقیہ چار چکروں میں طواف کرنے والا اپنی ہیئت کے مطابق سکون ووقار کے ساتھ چلے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے افعال حج کو بیان کیا ہے سب نے یہی کہا ہے کہ رمل صرف پہلے تین پھیروں میں ہی ہوگا، اور یہ رمل حجر اسود سے شروع ہوکر حجر اسود پر ہی ختم ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی من الحجر الی الحجر رمل کرنا منقول ہے، لہٰذا امت کے لیے بھی وہی معمول ہوگا۔

۵۔ طواف کرنے والا جب ایک طواف مکمل کرلے تو اسے چاہیے کہ مقام ابراہیم پر آکر دو رکعت نماز پڑھے اور اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں جہاں کہیں بھی جگہ ملے نماز پڑھ لے، اور یہ دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔

۶۔ محرم جب طواف قدوم سے فارغ ہوجائے تو تو اسے چاہیے کہ اب صفا ومروہ کا رخ کرے اور صفا پہاڑ پر چڑھ جائے، اوپر جاکر قبلہ رو ہو اور تکبیر وتہلیل کرتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر اللہ سے اپنی ضرورت کی دعا اور درخواست کرے۔

۶۔ محرم کو وہ صفا پر اتنے اونچائی تک چڑھے جہاں سے بیت اللہ بالکل صاف نظر آئے تاکہ وہ بیت اللہ کا استقبال کرکے دعاء وغیرہ کرسکے، کیوں کہ استقبال بیت ہی صفاء پر چڑھنے کا مقصد ہے۔

۷۔ جب محرم صفا پر دعاء وغیرہ سے فارغ ہوجائے تو اس سے اتر جائے اور اتر کر سکون ووقار کے ساتھ چلے اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کی شکل میں بنائی ہوئی علامتوں کے درمیان سعی کرے اور ہلکی سے دوڑ لگائے پھر جب علامت سعی ختم ہوجائے تو سکون کے ساتھ چلنے لگے اور مروہ کے پاس پہنچ کر اس پر چڑھ جائے، وہاں استقبال قبلہ کرے، اللہ کی حمد بیان کرے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور دعا وغیرہ کرے۔

۸۔ حج قران کا احرام باندھنے والا جب مکہ مکرمہ داخل ہو تو سب سے پہلے عمرہ کے افعال شروع کرے اور طواف کرے جس کے ساتوں پھیروں میں سے تین میں رمل کرے اس کے بعد طواف مکمل کرے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر حج کے افعال شروع کرے اور طواف قدوم وسعی کرے اور یہ شخص افعال حج پر افعال عمرہ کو مقدم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج کے اندر عمرہ کو حج پر مقدم کیا ہے، لہٰذا قرآن کی اتباع میں قارن بھی افعال عمرہ کو افعال حج پر مقدم کرے اور چونکہ قران تمتع کے معنی میں ہے، لہٰذا جو ترتیب قرآن میں ہے وہی ترتیب قارن کے حق میں بھی ثابت ہوگی۔

۹۔ قارن حج اور عمرہ کے درمیان حلق یا قصر نہ کرائے (یعنی نہ تو سر منڈائے اور نہ ہی بال کتروائے) کیونکہ افعال عمرہ اداء کرنے کے بعد بھی قارن محرم رہتا ہے، اس لیے اگر وہ شخص اس دوران حلق کرائے گا تو احرام کی حالت میں جرم کرنے والا ہوگا کیونکہ بحالت احرام قبل از وقت حلق کرانا جرم ہے، اس لیے وہ اس وقت تو حلق نہیں کرے گا، ہاں قربانی کے دن میں جس طرح مفرد

حلق کراتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اس دن حلق کرائے گا۔

۱۰۔ قارن حلق سے حلال ہوگا نہ کہ ذبح سے جیسا کہ مفرد حلال ہوتا ہے کیونکہ سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب صبی بن معبد رحمہ اللہ نے دو طواف اور دو سعی کرلی تھیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا یا تھا کہ تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت والی راہ پالی۔

{حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے تو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا ہوگی}

۵۸۲۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ اَبِيْ نَصْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَهْلَلْتَ بِهِمَا جَمِيْعًا بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَطُفْ لَهُمَا بِالْبَيْتِ طَوَافَيْنِ وَاسْعَ لَهُمَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَعْيَيْنِ. قَالَ مَنْصُوْرٌ فَلَقِيْتُ مُجَاهِدًا هُوَ يُفْتِيْ بِالنَّاسِ بَطَوَافٍ وَاحِدٍ اِذَا قَرَنَ فَلَمَّا حَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَمْ اُفْتِ اِلاَّ بِطَوَافَيْنِ فَاَمَّا بَعْدَ الْيَوْمِ فَاِنِّيْ لاَ اُفْتِيْ اِلاَّ بِهِمَا.

ابونصر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جب حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو دو طواف اور دو سعیں کرو۔'' (راوی حدیث) امام منصور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری ملاقات امام مجاہد رحمہ اللہ سے اس حالت میں ہوئی کہ وہ قارن کو ایک طواف کا فتوی دے رہے تھے، پس جب میں ان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں نے یہ حدیث سنی ہوتی تو دو طواف کا ہی فتوی دیتا لیکن آج کے بعد میں دو کا ہی فتوی دوں گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۶ باب القران وفضل الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۲۴ ح ۹۴۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۳۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۹۴۱، سنن الدارقطنی: ج ۲ ص ۲۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۹۴۲۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۰۰۴۵، کتاب الحجۃ: ج ۲ ص ۲۵ ح ۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله شواهد)

۱۔ امام ابوعتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ الکوفی السلمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۰۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۳۹)

۲۔ امام ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود النخعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔

۳۔ حضرت امام ابونصر بن عمرو السلمی رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور مالک بن حارث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ (اعلاء السنن: ج۱۰ص ۲۷۶) امام ابونصر رحمہ اللہ کو ابن خلفون رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (تعجیل المنفعۃ: ۱۳۱۲)

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار: ۳۲۶)

{طاوسؒ تو اس شخص کو پورا کام کرنے والا نہیں سمجھتے جس نے حج اور عمرہ ملا کر نہ کئے}

۵۸۳۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِیْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ طَاوُس اَنَّهٗ قَالَ لَوْ حَجَجْتُ اَلْفَ حَجَّةٍ لَمْ اَكُنْ لِاَدَعَ الْقِرَانَ حَتّٰى اِنْ كُنَّا لَنَدْعُوْهُ الْحَجَّ الْاَكْبَرَ، وَالْحَجَّ الْاَصْغَرَ، وَنَرٰى اَنَّ حَجَّ مَنْ لَّمْ يَقْرِنْ لَيْسَ بِكَامِلٍ.

امام طاوس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں اگر ایک ہزار حج بھی کرلوں تب بھی قران کو نہ چھوڑوں گا۔ ہم تو اسے حج اکبر اور حج اصغر کہتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے حج اور عمرہ کو ملا کر نہ کیا وہ پورا کام کرنے والا نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۷ باب القران وفضل الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۵۱۷ ح ۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا عمرؓ نے افراد متعہ سے منع کیا قران سے نہیں}

۵۸۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِنَّمَا نَهٰى عُمَرُ عَنِ الْاِفْرَادِ يَعْنِیْ اِفْرَادَ الْمُتْعَةِ فَاَمَّا الْقِرَانُ فَلَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے افراد یعنی افراد متعہ سے منع کیا

قران سے نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۴۰ ح ۹۸۶، صحیح مسلم: ۱۲۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۹، سنن النسائی: ۲۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۱، مسند البزار: ۲۲۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۸۸۷۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله شاهد عند مسلم وابن ماجة وغيرهما)

فائدہ:

یہ حدیث آگے تفصیلاً آ رہی ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر: ۵۹۶)

{حج کو عمرہ کے ساتھ ملا کر کیا تو دونوں کوفی ہوئے، الگ الگ کیا تو حج مکی ہوگا عمرہ کوفی}

۵۸۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا حَجَجْتَ فَلَا تَدَعَنَّ الْقِرَانَ بَيْنَ الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَاِنَّكَ اِذَا اَفْرَدتَّ الْعُمْرَةَ كَانَتْ عُمْرَتُكَ كُوْفِيَّةً وَحَجَّتُكَ مَكِّيَّةً وَاِذَا اَهْلَلْتَ لَهُمَا جَمِيْعًا كَانَتْ عُمْرَتُكَ كُوْفِيَّةً وَحَجَّتُكَ كُوْفِيَّةً وَكَانَتْ تَلْبِيَتُكَ لَهُمَا جَمِيْعًا، فَطُفْ لَهُمَا بِالْبَيْتِ طَوَافَيْنِ وَاسْعَ لَهُمَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَعْيَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم حج کا ارادہ کرو تو حج اور عمرہ کو اکٹھا ملا کر کرنا نہ چھوڑو کیونکہ اگر تم اکیلا عمرہ کرو گے تو تو تمہارا عمرہ کوفی ہوگا اور تمہارا حج مکی ہوگا اور اگر تم نے دونوں کو اکٹھا کر لیا تو تمہارا عمرہ بھی کوفی ہوگا، حج بھی کوفی ہوگا اور تمہارا تلبیہ ان دونوں کے لیے ہوگا اور ان دونوں کے لیے دو طواف اور صفا و مروہ کے درمیان دو سعیں کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا علیؓ نے حج اور عمرہ کو ملایا تو دو طواف اور دو سعی کیے}

۵۸۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى بَنِيْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُلَبِّيْ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ جَمِيْعًا وَاَنَّهُ طَافَ لَهُمَا طَوَافَيْنِ وَسَعَى لَهُمَا سَعْيَيْنِ.

حضرت سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حج اور عمرہ کو ملا کر تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو ہی سعیں کیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام حسن بن سعد بن معبد القرشی الہاشمی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۱۲۳۲، تاریخ الثقات للعجلی:۲۷۹)

۲۔ امام سعد بن معبد القرشی الہاشمی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۲۲۲۶، الثقات لابن حبان:۲۹۹۹، الکاشف:۱۸۴۳)

{تکمیل حج و عمرہ یہ ہے کہ اپنے گھر کے صحن سے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھ کر نکلیں}

۵۸۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَنْ تُحْرِمَ بِهِمَا مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ.

عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تکمیل حج و عمرہ یہ ہے کہ تم ان دونوں کا احرام اپنے گھر کے صحن سے باندھو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۳۲۹ باب القران وفضل الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۵۲۷ ح ۹۵۵، مسند ابن الجعد: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۶۸۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۲۷۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۰۹۰، السنن الکبری للبیہقی: ۸۷۰۶، ۸۹۲۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۴۴۷، الاحادیث المختارۃ: ۲۰۲۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شاهد عند ابي عبيد القاسم بن سلام الهوري فانظر الناسخ والمنسوخ: ۲۵۱)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی عمل کرتے ہیں احرام جتنا جلدی باندھا

جائے بہتر ہے بشرطیکہ اپنے اوپر کنڑول ہو۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔(کتاب الآثار:۳۲۹)

{حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا ہوا اور سر میں تکلیف ہو یا شکار کرلے تو ہر ایک میں کفارہ ہے}

۵۸۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَحْرَمَ الرَّجُلُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ جَمِیْعًا فَأَصَابَهُ اَذًی فِیْ رَأْسِهٖ اَوْاَصَابَ صَیْدًا فَعَلَیْهِ فِیْ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا کَفَّارَةٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی نے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا ہو اور اس کے سر میں تکلیف ہو یا شکار کرلے تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں اس پر کفارہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

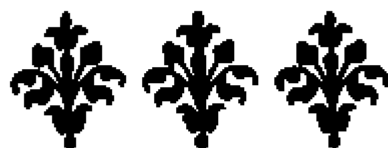
{حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے تو دو طواف اور دو سعیں کی جائیں}

۵۸۹۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ: اَنَّهُ قَالَ فِی الْقَارِنِ یَطُوْفُ طَوَافَیْنِ وَیَسْعٰی سَعْیَیْنِ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، یَبْدَءُ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ فِیْ ذٰلِكَ، وَقَالَ اَرَأَیْتَ لَوْ اَهَلَّ بِکُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰی وَجْهِهَا، اَلَمْ یَکُنْ یَطُوْفُ لَهُمَا طَوَافَیْنِ، وَیَسْعٰی سَعْیَیْنِ؟ فَمَا شَأْنُهُ اِذَا جَمَعَهُمَا اَلْغٰی طَوَافًا وَسَعْیًا۔

اام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ قران دو طواف اور صفا و مروہ کے درمیان دو ہی سعیں کرے اور بتداء عمرہ کے طواف سے کرے۔ اور فرمایا: تمہاری کیا رائے ہیکہ اگر وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے علی وجہہا احرام باندھتا تو کیا وہ ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعیں نہ کرتا؟ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ جب وہ ان دونوں کا اکٹھا احرام باندھے تو ایک طواف اور ایک سعی کو ساقط کردے؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۲۷- بَابُ التَّمَتُّعِ

حج تمتع کا بیان

تمتع باب تفعل کا مصدر ہے جو متاع اور متعہ سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں مطلق فائدہ اٹھانا، خواہ وہ کسی بھی قسم کا فائدہ ہو، اسی سے نکاح متعہ بھی ہے۔ اور اصطلاح شرع میں تمتع کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ یا ذوالحجہ) میں حج سے پہلے) میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور افعال عمرہ کی تکمیل کے بعد وہ احرام کھول دے، اس کے بعد ایام حج میں حج کے لیے دوسرا احرام باندھے، چونکہ یہ شخص بھی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ حاصل کرتا ہے اسی لیے اس کے اس فعل کو تمتع کہتے ہیں اور اسے متمتع کہا جاتا ہے۔

{حج تمتع کیلئے ضروری ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے، پھر حج کر کے واپس آئے}

۵۹۰- يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَحْرَمْتَ بِالْعُمْرَةِ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَاَنْتَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ اَقَمْتَ حَتّٰى تَحُجَّ فَاَنْتَ مُتَمَتِّعٌ وَعَلَيْكَ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ اٰخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ وَاِنْ هُوَ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ ثُمَّ اَهَلَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِكَ بِحَجٍّ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ هَدْيٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تو حج کے مہینوں میں (حج سے پہلے) عمرہ کا احرام باندھے اور تو اہل مکہ میں سے نہ ہو اور پھر تو وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کرلے تو متمتع (حج تمتع کرنے والا) ہے اور تجھ پر ہدی واجب ہے جو بآسانی دے سکے، پس جو کوئی ہدی نہ پائے تو وہ حج کے ایام میں تین دن کے روزے رکھے اور سات اس وقت جب حج سے فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے۔ اور اگر آدمی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا ہو اور پھر گھر واپس آ گیا پھر اسی سال اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ شخص متمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر ہدی واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹، باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۳ ح ۹۱۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔'' (کتاب الآثار: ۳۳۹)

{عمرہ کا احرام غیر اشہر حج میں باندھا مگر طواف حج کے مہینوں میں کیا اور پھر ٹھہرا رہا اور حج کیا تو متمتع ہے}

۵۹۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْعُمْرَةِ فِيْ غَيْرِ اَشْهَرِ الْحَجِّ وَطَافَ لَهَا فِيْ اَشْهَرِ الْحَجِّ ثُمَّ اَقَامَ حَتّٰى يَحُجَّ مِنْ عَامِهٖ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی نے غیر اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھا ہو مگر عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کیا ہو اور پھر وہی ٹھہرا رہا ہو یہاں کہ تک کہ حج کرلے تو وہ شخص متمتع ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۴۱ باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۷ ح ۹۷۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں، اس کا عمرہ اس مہینے میں شمار کیا جائے جس میں وہ طواف کرے اس مہینے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جس میں وہ احرام باندھے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۴۱)

{حج تمتع کرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کر دی تو اس کا احرام مکمل ہو گیا}

۵۹۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْمُتَمَتِّعِ اِذَا اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ سَاقَ الْهَدْیِ لِمُتْعَتِهِ فَقَدِمَ مَکَّةَ فَقَضٰی عُمْرَتَهُ کُلَّهَا اِلَّا التَّقْصِیْرَ فَلْیُقِمْ حَرَامًا لَا یَحِلُّ حَتّٰی یُهِلَّ بِالْحَجِّ مِنْ مَکَّةَ وَیَفْرُغَ مِنْ حَجِّهِ وَیَنْحَرَ الْهَدْیَ فَاِذَا نَحَرَ الْهَدْیَ یَوْمَ النَّحْرِ حَلَّ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے متمتع (حج تمتع کرنے والے) کے بارے فرمایا کہ جب اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے متعہ کے لیے ہدی کا جانور ہانک لے گیا پس مکہ آیا اور بال کتروانے کے سوا اس نے اپنا تمام عمرہ ادا کر لیا تو اسے چاہیے کہ احرام کی حالت میں ٹھہر جائے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ مکہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اپنے حج سے فارغ ہو جائے اور ہدی کے جانور کی قربانی پیش کر دے، پس جب اس نے قربانی کے دن ہدی کا جانور قربان کر دیا تو یہ حلال ہو گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۱ باب من نحر فقد حل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۴، ۵۱۵ ح ۹۱۵

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچنے پڑ جائیں}

۵۹۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْمُتَمَتِّعِ لَا یَجِدُ هَدْیًا قَالَ یَسْتَقْرِضُ فَیَشْتَرِیْ هَدْیًا فَاِنْ لَمْ یَجِدْ بَاعَ اِزَارَهُ فَاشْتَرٰی بِهِ هَدْیًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حج تمتع کرنے والا ہدی کی طاقت نہ رکھتا ہو (اور ایام حج میں تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو) تو قرض لے کر ہدی کا جانور خرید لے گا اور اگر قرض نہ ملے تو اپنا ازار فروخت کر کے اس کی قیمت سے ہدی خرید لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۴۲ باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۷ ح ۹۷۴،

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۹۸۹، کتاب الحج: ج ا ص ۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

اگر حج قران کرنے والے یا تمتع کرنے والے کے پاس دم تمتع یا قران نہ ہو تو اسے دس روزے رکھنا ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم۔ (البقرۃ:۱۹۶)

جس کسی کے پاس ہدی کے جانور کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے، اور سات (روزے) اس وقت جب تم (گھروں کو) لوٹ جاؤ۔

تین روزے حج سے پہلے رکھے گا، ان روزوں کو بالکل اخیر میں رکھے گا اور اگر حج سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے اور قربانی کا دن آجائے تو اب دم تمتع یا قران ہی دینا ہوگا اگرچہ اسے اپنے کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں۔

{اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے}

۵۹۴۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الَّذِیْ: یَصُوْمُ لِمُتْعَتِہٖ ثُمَّ یَجِدُ ھَدْیًا فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ اَوْ یَصُوْمُ فِیْ ظِھَارِہٖ اَوْ فِیْ کَفَّارَۃِ یَمِیْنٍ ثُمَّ یَجِدُ مَا یُعْتِقُ فِیْ اٰخِرِ صَوْمِہٖ اَنَّہٗ لَا یُجْزِئُہُ الصَّوْمُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو حج تمتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے}

۵۹۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُھِلُّ بِعُمْرَۃٍ فِیْ اَشْھُرِ

الْحَجِّ قَالَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَصَّرَ ثُمَّ حَلَّ وَأَقَامَ حَلَالاً يَطُوفُ بِالْبَيْتِ مَا بَدَالَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْحَجِّ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى عَرَفَاتٍ وَعَلَيْهِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھتا ہے فرمایا: کہ جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے پھر (سر کے) بال کترواکر حلال ہو جائے اور بحالت احرام اقامت گزیں ہو جائے اور جب بھی اس کا جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرتا رہے یہاں تک کہ جب آٹھویں ذوالحجہ آجائے تو حج کا احرام باندھ لے پھر حج کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے پھر عرفات کی طرف روانہ ہو جائے گا اور اس پر ہدی واجب ہے جو ب آسانی دے سکے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے تمتع سے منع کرنے کا واقعہ}

۵۹۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ إِذْ أَبْصَرَ رَجُلاً يَقْطُرُ رَأْسُهُ طِيبًا! فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَلَسْتَ مُحْرِمًا؛ وَيْحَكَ! فَقَالَ بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: مَالِي أَرَاكَ يَقْطُرُ رَأْسُكَ طِيبًا؛ وَالْمُحْرِمُ أَشْعَثُ أَغْبَرُ! قَالَ أَهْلَلْتُ بِالْعُمْرَةِ مُفْرَدَةً وَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَمَعِيَ أَهْلِي فَفَرَغْتُ مِنْ عُمْرَتِي حَتَّى إِذَا كَانَ عَشِيَّةُ التَّرْوِيَةِ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ قَالَ فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ الرَّجُلَ قَدْ صَدَقَهُ إِنَّمَا عَهْدُهُ بِالنِّسَاءِ وَالطِّيبِ بِالْأَمْسِ فَنَهَى عُمَرُ عِنْدَ ذَالِكَ عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ إِذًا وَاللّٰهِ لَأَوْشَكْتُمْ لَوْ خَلَّيْتُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمُتْعَةِ أَنْ تُضَاجِعُوهُنَّ تَحْتَ أَرَاكِ عُرَنَةَ ثُمَّ تَرُوحُونَ حُجَّاجًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرفات میں وقوف کیے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر سے خوشبو کے قطرے ٹپک ٹپک رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ افسوس! کیا تو محرم نہیں ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میں محرم ہی ہوں اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کے سر سے خوشبو کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ محرم تو غبار

آلود ہوتا ہے! اس نے کہا کہ میں نے صرف عمرہ کر کے احرام ختم کر دیا تھا، پھر میں مکہ میں آ گیا تھا، میرے ساتھ میرے گھر والے تھے، میں نے اپنے عمرہ کا احرام ختم کیا (پھر میں نے خوشبو لگائی اپنی بیوی کے پاس گیا) جب آٹھویں ذوالحجہ کی شام آئی تو میں نے حج کا احرام باندھا۔ (راوی حدیث نے) فرمایا: پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس آدمی نے آپ سے سچ کہا ہے (اس لئے اس سے ہاتھ روک لیا اور کچھ نہ کہا) اصل بات یہ ہے کہ یہ شخص شام کو عورت اور خوشبو سے دکھی ہو گیا تھا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع سے منع کر دیا اور فرمایا: بخدا! اگر میں تمہیں تمتع کے لیے چھوڑ دوں گا تو قریب ہے کہ تم عرفات میں اپنی بیویوں کو پیلوں کے درختوں کے نیچے لٹاؤ گے اور پھر تم حج کے لیے روانہ ہو جاؤ گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۴۰ ح ۹۸۶، صحیح مسلم: ۱۲۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۹، سنن النسائی: ۲۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۱، مسند البزار: ۲۲۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۸۸۷۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله شاهد عند مسلم وابن ماجة وغيرهما)

فائدہ:

سنن ابن ماجہ اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ (تمتع) کیا ہے لیکن مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ لوگ رات کو درختوں تلے عورتوں سے خلوت کریں، پھر صبح کو حج کے لیے روانہ ہو جائیں جب کے ان کے سروں سے (نہانے کی وجہ سے پانی کے) قطرے ٹپک رہے ہوں۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حج تمتع شرعاً جائز ہے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسے شرعاً جائز سمجھتے تھے مگر مذکورہ علت کی وجہ سے حج تمتع کو بہتر نہ سمجھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک حج کی اقسام ثلاثہ (یعنی افراد، قران، تمتع) میں سے حج قران سب سے افضل ہے چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اے آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو۔ (اعلاء السنن: ۷ ۲۸۳)

{حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا استلام چھڑی سے کرتے رہے}

۵۹۷۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ طَافَ بِالْبَیْتِ وَهُوَ وَجِعٌ عَلَیٰ رَاحِلَتِهٖ یَسْتَلِمُ الْاَرْكَانَ بِمِحْجَنِهٖ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ دَعَا (عَبْدَاللّٰهِ بْنَ) عَبَّاسٍ فَسَأَلَهُ شَرَابًا فَقَالَ اَمِنْ شَرَابِ الْخَاصَّةِ اَوْ مِنْ شَرَابِ الْعَامَّةِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ شَرَابِ الْعَامَّةِ.

حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے تکلیف میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کیا اور ارکان کا استلام اپنی چھڑی کے ساتھ کرتے رہے پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سیدنا (ابن) عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان سے پانی طلب کیا، انہوں نے عرض کیا کہ خاص پانی سے یا عام پانی سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ عام پانی سے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۰۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸، سنن ابی داود: ۱۸۷۷، ۱۸۸۱، سنن النسائی: ۲۹۵۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۳۵۳، ۹۱۵۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۰۶۰، ۱۲۰۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۹۳۵، السنن الکبری للبیہقی: ۹۳۷۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۹۴۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، معجم اوسط (۷۳۵۳) وغیرہ میں اس کی متصل سندیں موجود ہیں۔

فائدہ:

اگر بھیڑ یا عذر کی وجہ سے کوئی شخص حجر اسود کو چوم نہ سکے اور اس کا استلام نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ میں کوئی چھڑی یا لکڑی وغیرہ لے کر اس سے حجر اسود کو چھوئے پھر اس لکڑی کو چوم لے دیگر بعض احادیث میں صراحتاً تقبیل کا ذکر بھی موجود ہے۔

{ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کے بعد طواف کیا اور سورج کے بلند اور سفید ہونے سے پہلے نوافل نہ پڑھے}

۵۹۸۔ یُوسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ جَهْمٍ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا طَافَ بَعْدَ الْغَدَاةِ اُسْبُوْعًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ یَرْكَعْ حَتّٰی ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْیَضَّتْ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ.

ابوبکر بن ابی جہم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے فجر کی نماز کے بعد بیت اللہ کے سات چکر لگائے، پھر تشریف لے گئے اور کوئی (نفل) نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج بلند اور سفید ہو گیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد عند مالك (ج۱ص۲۰۷ ح ۸۲۶) والطحاوی (۳۸۶۵)
اس کے راوی امام ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم قرشی عدوی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۷۲۳۷، الکاشف: ۶۵۲۳)

فائدہ:

مناسب یہی ہے کہ طواف کی دو رکعتیں اس وقت تک ادا نہ کی جائیں جب تک کہ سورج طلوع ہو کر سفید نہ ہو جائے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

{دوران طواف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین پھیروں میں رمل کیا اور چار پھیرے حسب معمول لگائے}

۵۹۹۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ رَمَلَ فِي الطَّوَافِ الْاَوَّلِ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طواف میں حجر اسود سے حجر اسود تک تین پھیروں میں رمل کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۲۱ ح ۹۳۸، صحیح البخاری: ۱۶۴۴، صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۱، سنن الترمذی: ۸۵۶، سنن النسائی: ۲۹۴۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۸۹۵، ۱۴۹۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۳۸۔

فائدہ:

جامع المسانید (۹۳۸) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چکروں میں رمل کیا اور (باقی) چار چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔“

تحقیق:

مرسل، معتضد صحیح ہے۔(رواہ البخاری بسند متصل)

۶۰۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

ایک دوسری سند کے ساتھ بھی یہ حدیث نبی ﷺ سے اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام عطاء رحمہ اللہ ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث امام عطاء رحمہ اللہ سے اور انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفۃ میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ رمل...... الخ.

(مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۴۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ جانباز لڑاکو کی طرح دونوں بازو کھول کر اکڑ کر اور سینہ تان کر چلنے کا نام رمل ہے، طواف کے پہلے تین چکروں اور پھیروں میں رمل مسنون ہے اور اس کی مشروعیت کا سبب یہ ہوا کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد والے سال میں مسلمان مکہ میں داخل ہوئے اور کفار و مشرکین تین دن کے لیے مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، طواف کے درمیان مشرکین نے بعض مسلمانوں کا استہزاء کیا اور یہ کہنے لگے کہ مدینے کے بخار نے انہیں نحیف و ناتواں بنا دیا ہے۔

جب یہ بات آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو آپ مؤ منانہ قوت کے اظہار کی غرض سے رمل کرنے لگے اور آپ کو دیکھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رمل کرنا شروع کر دیا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کفار مکہ کے دلوں سے مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی ضعیفی کا احساس ختم ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد اگرچہ رمل کا سبب ختم ہو گیا، لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر رمل کیا تھا اور آپ کے بعد علیھد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہ حکم اور یہ عمل جاری و ساری رہا اور رہتی دنیا تک طواف کرنے والوں کے حق میں مسنون قرار دیا گیا۔

۲۔ رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہوگا اور بقیہ چار چکروں میں طواف کرنے والا اپنی ہیئت کے مطابق سکون و وقار کے ساتھ چلے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ سے جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے افعال حج کو بیان کیا ہے سب نے یہی کہا ہے کہ رمل

صرف پہلے تین پھیروں میں ہی ہوگا، اور یہ رمل حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ہی ختم ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی من الحجر الی الحجر رمل کرنا منقول ہے، لہٰذا امت کے لیے بھی وہی معمول ہوگا۔

{خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے}

۶۰۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِيْ بَطْنِ الْوَادِي وَلِلنِّسَاءِ اَنْ يَّلْبَسْنَ مَا شِئْنَ اِذَا اَحْرَمْنَ اِلاَّ الْبُرْقُعَ وَاِلاَّ مَا كَانَ مَصْبُوْغًا بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْمُشَبَّعَ بِالْعُصْفُرِ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خواتین پر طواف اور بطن وادی میں صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے۔ اور خواتین جب احرام کا ارادہ کریں تو برقع کے سوا جو چاہیں پہن سکتی ہیں سوائے اس کپڑے کے جو کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگا ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مسافروں کے لیے نفل نماز سے زیادہ افضل طواف کرنا ہے}

۶۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّهُ قَالَ الطَّوَافُ لِلْغُرَبَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک مسافروں کے لیے (نفل) نماز سے زیادہ طواف کرنا افضل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبۃ: ۱۵۰۴۳)

{حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رفع یدین کیا جائے}

۶۰۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ، وَافْتِتَاحِ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ، وَفِي الْعِيْدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَعَرَفَاتٍ وَجُمَعٍ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے، نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت)، وتروں میں قنوت کے شروع میں، عیدین کی نماز میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۵۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۱۷۵، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۳۰۰ باب العیدین۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۲۶)

{دوران طواف رکن یمانی کے پاس نبی ﷺ کی جبریل امین سے ملاقات ہوتی تھی}

۶۰۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مَا اَتَيْتُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ قَطُّ اِلَّا وَجَدْتُ عِنْدَهُ جِبْرِيْلَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی میں رکن یمانی کے پاس گیا تو میں نے وہاں جبریل علیہ السلام کو پایا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۴۲ باب ماجاء فی الاستلام، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۲۶ ح ۹۵۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله ابو حنيفة ورواه عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود ان رسول الله ﷺ قال.......الخ. فانظر مسند الامام ابی حنيفة رواية الحصكفي: ۲۴۲)

{سیدنا عمرؓ نے فرمایا اگر میں نے نبی ﷺ کو حجر اسود چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی اسے نہ چومتا}

۶۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلْحَجَرِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مِثْلُكَ لَا یَضُرُّ وَلَا یَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ لَمَا قَبَّلْتُكَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۵۹۷، ۱۶۱۰، صحیح مسلم: ۱۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳، سنن ابی داود: ۱۸۷۳، سنن النسائی: ۲۹۳۷، مؤطا مالک: ۱۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۴، مسند الحمیدی: ۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۷۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹، المنتقی لابن الجارود: ۴۵۲، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۷۱۱، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۴۴۰، صحیح ابن حبان: ۳۸۲۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۱۹، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۵۶۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصله البخاری ورواه بسنده عن الاعمش عن ابراهیم عن عابس بن ربیعة عن عمر رضی الله عنه......الخ۔)

فوائد ومسائل:

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ اسے نفع ونقصان دینے والا سمجھ کر نہیں دیا جاتا بلکہ یہ عمل تو صرف رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔

۲۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بالاعلان اور علی رؤس الاشہاد اس لئے کہی کہ کوئی ناتربیت یافتہ نیا مسلمان حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر مسلمین کا حجر اسود کو چومنا دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس پتھر میں کوئی خدائی کرشمہ اور خدائی صفت اور بناؤ بگاڑ کی کوئی طاقت ہے، اور اس لئے اس کو چوما جا رہا ہے۔

۳۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک اصولی اور بنیادی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی چیز کی جو تعظیم وتکریم اس نظریہ سے کی

جائے کہ اللہ و رسول کا حکم ہے۔ وہ تعظیم برحق ہے، لیکن اگر کسی مخلوق کو نافع اور ضار اور بناؤ بگاڑ کا مختار یقین کر کے اس کی تعظیم کی جائے تو وہ شرک کا ایک شعبہ ہے، اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

{ مکہ کے گھروں کو بیچنے اور کرایہ پر دینے کا بیان }

۶۰۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَکَّةَ فَحَرَامٌ بَیْعُ رِبَاعِهَا وَاَخْذُ اُجُوْرِ بُیُوْتِهَا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ رب العزت نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لہٰذا اس کے گھروں کو بیچنا اور ان پر کرایہ لینا حرام ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۰۷۳، باب بیع بیوت مکۃ واجرھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۵۰۴، ۵۰۸، ج ۸۹۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۳۲۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۶۸۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۶۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴۳۱۶، سنن الدارقطنی: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ ص ۱۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۱۸۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۶۸۹، الکامل لابن عدی: ۱۲۴، تاریخ بغداد: ج ۳ ص ۶۱، تاریخ جرجان: ۲۵۴۲، ن الدارقطنی: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ ص ۱۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۱۸۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۶۸۹، الکامل لابن عدی: ۱۲۴، تاریخ بغداد: ج ۳ ص ۶۱، تاریخ جرجان: ۲۵۴۲۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طرق اخرى عند الطبراني وغيره وللحديث شواهد)

اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے میں بعض حضرات کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف وہم کی نسبت کرنا درست نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسے مرفوعاً نقل کرنے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ امام ایمن بن نابل رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: نصب الرایۃ: ج ۴ ص ۲۶۵، والدرایۃ: ج ۲ ص ۲۳۵)

{ کعبہ کے اردگرد تین سو نبیوں کی قبریں ہیں }

۶۰۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ سَالِمٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ حَوْلَ الْکَعْبَةِ قُبُوْرَ ثَلَاثِمِائَةِ نَبِیٍّ وَاَنَّهُ لَمْ یَهْرُبْ نَبِیٌّ مِنْ قَوْمِهٖ اِلَّا لَاذَ بِهَا مُجَاوِرًا حَتّٰی یَمُوْتَ بِهَا۔

سالم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ کعبہ کے اردگرد تین سو نبیوں کی قبریں ہیں اور جو بھی نبی اپنی قوم سے بھاگا تو وہ کعبہ کی جانب بھاگا اور مجاور بن کر رہا یہاں تک کہ فوت ہوگیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۶ باب غسل الشھید، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۰۱ ح ۸۹۱۔

تحقیق:

سالمؒ تک اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد سالم بن عجلان الافطس القرشی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۱۵۶، الکاشف: ۱۷۸۰)

{خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان}

۶۰۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰی النَّبِیُّ ﷺ فِی الْكَعْبَةِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقَالَ قُلْتُ لَهٗ اَرِنِیْ الْمَكَانَ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ؛ قَالَ فَبَعَثَ مَعِیَ ابْنَهٗ قَالَ فَكَاَنِّیْ غَمَصْتُهٗ فَقَالَ لَا تَزْدَرِیْهِ فَاِنَّهٗ مِنْ صَالِحِ الْمَتَاعِ ثُمَّ ذَهَبَ بِیْ فَاَرَانِیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الْوُسْطٰی تَحْتَ الْجِذْعَةِ۔

حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی، (راوی حدیث سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ مجھے وہ جگہ دکھا دیجیے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے ساتھ اپنے بیٹے کو بھیج دیا، میں نے اسے کم مرتبہ خیال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے حقیر مت سمجھو یہ تو نیک متاع میں سے ہے پس پھر وہ میرے ساتھ گئے اور انہوں نے مجھے کھجور کے درخت کی جڑ کے سامنے والے ستون کے نیچے والی جگہ دکھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۰۴ باب الصلاۃ فی الکعبۃ، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وللحدیث شواھد عند البخاری وغیرہ)

{ابن عمرؓ کو دوران طواف پیاس لگی توانہوں نے زمزم کے کنوئیں سے پانی پیا}

۶۰۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ عَطِشَ وَهُوَ یَطُوْفُ فَمَالَ اِلٰی زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَصَبَّ عَلٰی وَجْهِهٖ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پیاس لگی تو وہ زمزم کے کنوئیں پر گئے اس کا پانی پیا اور اپنے چہرے پر ڈالا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا استلام چھڑی سے کرتے رہے}

۶۱۰۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ اَنَّهُ قَالَ کُنْتُ اَطُوْفُ اَنَا وَعِکْرَمَةُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ وَکُنْتُ اَصْعَدُ عَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلاَ یَصْعَدُ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ مَالَكَ لاَ تَصْعَدُ؟ قَالَ هٰکَذَا طَافَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَقِیْتُ سَعِیْدَ ابْنَ جُبَیْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ کَذَبَ الْخَبِیْثُ طَافَ النَّبِیُّ ﷺ وَهُوَ شَاكٍ بِالْبَیْتِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ یَسْتَلِمُ الْاَرْکَانَ بِمِحْجَنِهٖ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اور عکرمہ نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا تو میں صفا اور مروہ پر چڑھتا لیکن عکرمہ نہ چڑھتے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کیا ہوا آپ صفا اور مروہ پر کیوں نہیں چڑھتے؟ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بھی اسی طرح طواف کیا تھا۔ پس میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ملا تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ خبیث نے غلط بیانی کی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی مرض کی شکایت میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کیا اور ارکان کا استلام اپنی چھڑی سے کرتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۵ باب الطواف والقراءۃ فی الکعبۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۲۲ ح ۹۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصله ابو حنيفة ورواه (عن حماد)عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی الله عنهما قال طاف النبی ﷺ بالبيت وهو شاك على راحلته۔فانظر مسند الامام ابی حنيفة رواية الحصكفی: ۲۴۴)

فائدہ:

اگر بھیڑ یا عذر کی وجہ سے کوئی شخص حجر اسود کو چوم نہ سکے اور اس کا استلام نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ میں کوئی چھڑی یا لکڑی وغیرہ لے کر اس سے حجر اسود کو چھوئے پھر اس لکڑی کو چوم لے دیگر بعض احادیث میں صراحتاً تقبیل کا ذکر بھی موجود ہے۔

{خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی نہیں ہے}

۶۱۱۔ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ وَلاَ سَعْيٌ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ سے شروع کرے}

۶۱۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَبْدَءُ الْاِمَامُ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: امام عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ سے شروع کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عرفات سے واپسی کے وقت سکون و اطمینان اختیار کرنے کا حکم}

۶۱۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا اَفَاضَا مَعَ عُمَرَ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمِيْعًا فَسَمِعْنَاهُ وَهُوَ يَقُوْلُ حِيْنَ اَفَاضَ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ فِيْ اِيْضَاعِ الْاِبِلِ وَاِنَّ بَعِيْرَهُ لَمْ يَزَلْ يَقْصَعُ بِجِرَّتِهِ حَتّٰى نَزَلْنَا جَمْعًا.

حضرت علقمہ رحمہ اللہ اور حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹے، انہوں نے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب واپس ہوئے تو فرما رہے تھے: ''اے لوگو! اطمینان اختیار کرو کیونکہ اونٹوں کو تیز بھگانے سے نیکی نہیں ملتی۔'' اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اونٹ مسلسل جگالی کرتا رہا یہاں تک کہ ہم جمع (مزدلفہ) میں اترے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۱۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ اَنَّهُمَا دَفَعَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِاِيْضَاعِ الْاِبِلِ وَلَا اِيْجَافِ الْخَيْلِ قَالَا فَمَا زَادَ رَاحِلَتَهُ عَلٰى هِيْنَتِهَا وَاِنَّهَا لَتَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا.

علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) روانہ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو! آرام سے چلو، نیکی اونٹ اور گھوڑے تیز بھگانے میں نہیں ہے۔'' اسود رحمہ اللہ اور علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو اس کی چال سے زیادہ نہیں بھگایا حالانکہ سواری جگالی کرتے ہوئے جا رہی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مجمع میں جانور بھگانا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے، البتہ کھلی جگہ ہو اور مزاحمت نہ ہو تو سواری کو تیز چلایا جا سکتا ہے۔

{عرفہ میں عصر اور ظہر کو ایک اذان و دو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے}

۶۱۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ بِعَرَفَاتٍ اِنْ تَطَوَّعَ بَيْنَهُمَا صَلّٰى كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَاِنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَيْنَهُمَا صَلَّاهُمَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَتَيْنِ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے عرفات میں نماز کے بارے میں فرمایا: کہ اگر حاجی

دونوں نمازوں کے درمیان میں نفل پڑھ لے تو پھر دونوں میں سے ہر ایک نماز کو ایک اذان واقامت کے ساتھ پڑھے اور اگر ان دونوں کے درمیان نفل نہ پڑھے ہوں تو ان دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ایک اذان واقامت کے ساتھ پڑھا جائے}

۶۱۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاتَيْنِ بِجَمْعٍ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِذَا تَطَوَّعْتَ بَيْنَهُمَا فَصَلِّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَتَيْنِ وَاِذَا لَمْ يَتَطَوَّعْ بَيْنَهُمَا صَلَّاهُمَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے بارے میں فرمایا: اگر تم نے ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل پڑھ لیے ہوں تو تو پھر ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک نماز کو ایک اذان ودو اقامت کے ساتھ پڑھو اور اگر حاجی نے دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے ہوں تو تو پھر ان دونوں نمازوں کو ایک اذان وایک اقامت کے ساتھ پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر حاجی نے وقوف مزدلفہ کو نہیں پایا تو اس کا حج فوت ہو گیا}

۶۱۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا لَمْ يُدْرِكْ جَمْعًا فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر حاجی نے (وقوف) مزدلفہ کو نہیں پایا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وقوفِ مزدلفہ کو نہ پانے سے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراد غالباً یہ ہے کہ وقوف مزدلفہ کے پانے سے قبل عرفات کو نہ پانے کی وجہ سے وقوف مزدلفہ کو نہیں پایا ورنہ وقوف مزدلفہ حج کا رکن نہیں ہے کہ اس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جائے بلکہ اس کے فوت ہونے سے قربانی لازم آئے گی۔

چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے حج کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفات ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ ہے اور جس نے صبح کی نماز سے پہلے مزدلفہ کی رات پالی تو اس نے حج کو پالیا۔'' (سنن الدارمی: ۱۹۲۹، مسند الحمیدی: ۹۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۳۶۷)

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بسند صحیح مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو مزدلفہ سے چلا جائے اور اس کا خیال ہو کہ یہاں نہیں ٹھہرنا اور وہ منیٰ آ جائے تو اس پر قربانی لازم ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۳۳ باب من قال اذا امر بجمع فلم ینزل بہا اہرق دما)

{جو شخص قربانی کے دن احرام کی حالت میں آئے اسے چاہیے کہ وہ عمرے کا احرام باندھے اور اس پر آئندہ سال حج لازم ہوگا}

۶۱۸۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً قَدِمَ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی قربانی کے دن آیا اور اس نے حج کو احرام باندھا ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو حکم دیا کہ عمرہ کا احرام باندھے اور آپ ﷺ نے اس پر آئندہ سال حج کرنا لازم قرار دیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

اس حدیث کی معنوی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے عرفات کا وقوف مل گیا اس کا حج مکمل ہو گیا اور جس سے عرفات رہ گیا اس کا حج رہ گیا، اسے چاہیے کہ وہ عمرے کا احرام باندھے اور اس پر آئندہ سال حج کرنا لازم ہوگا۔ (سنن الدارقطنی: ۲۵۱۹، ۲۵۱۸)

{ایک شخص کے حج کی خاطر سیدنا عمرؓ نے پورے قافلے کو روک کر رکھا}

٦١٩۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا عُمَرُ بِجَمْعٍ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِنِّي قَدِمْتُ السَّاعَةَ وَاَنَا مُهِلٌّ بِالْحَجِّ فَقَالَ لَهُ أَتَهْدِى اِلَى عَرَفَاتٍ، قَالَ لَا فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا فَقَالَ انْطَلِقْ بِهِ اِلَى عَرَفَاتٍ وَلْيَقِفْ بِهَا ثُمَّ اَعْجِلْ عَلَيَّ فَاِنِّي حَابِسُ النَّاسِ عَلَيْكَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَفَ بِالنَّاسِ ثُمَّ جَعَلَ يَقُولُ هَلْ جَاءَ الرَّجُلُ؛ فَقَالُوا لَا فَلَمْ يَزَلْ حَابِسًا النَّاسَ حَتّٰى جَاءَ فَأَفَاضَ وَاَفَاضَ النَّاسُ مَعَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس دوران جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، ایک شخص ان کے پاس آیا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں ابھی ابھی آیا ہوں اور میں تلبیہ پڑھ رہا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم عرفات میں گئے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اس کے ہمراہ بھیجا اور فرمایا: اس کو عرفات میں لے جاؤ تا کہ یہ وہاں وقوف کرے۔ پھر اسے جلدی میرے پاس لے آؤ اور بہت جلدی کرنا کیونکہ میں تمہاری وجہ سے لوگوں کو روک کر رکھوں گا، جب صبح ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو روک کر رکھا اور پوچھا: فلاں شخص آ گیا ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ وہ شخص آ گیا، پھر آپ نے روانگی اختیار کی اور سب لوگ آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{جو لوگ رات کو ہی مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں وہ طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں}

٦٢٠۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ عَجَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ضَعَفَةَ اَهْلِهِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ وَاَوْعَزَ اِلَى كُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ اَنْ لَا يَرْمِيَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے رات کے وقت ہی اپنے اہل خانہ میں سے کمزور افراد کو مزدلفہ سے (منیٰ کی طرف) جلدی روانہ کر دیا اور ان میں سے ہر ایک انسان کو ہدایت کر دی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں نہ مارنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۴۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۵۱۹ ح ۹۳۲۱، صحیح البخاری: ۱۶۷۸، صحیح مسلم: ۱۲۹۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۶، سنن ابی داود: ۱۹۳۹، سنن الترمذی: ۸۹۳، سنن النسائی: ۳۰۳۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۷۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۳۸۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۸۷۰، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۵۲۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۴۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۹۷۸، صحیح ابن حبان: ۳۸۶۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق كثيرورواه ابو حنيفة عن سلمة عن الحسن عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبیﷺ وعن حماد عن سعيد ابن جبير عن ابن عمر رضى الله عنهماعن النبیﷺ نحوه.فانظر مسند الامام ابی حنيفة رواية الحصكفی:۲۴۹،۲۵۰)

فائدہ:

حجاج کرام منی سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ کا چکر لگانے کے بعد دس ذی الحجہ کو دوبارہ منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، وہاں پہنچ کر انہیں سب سے پہلے اپنے ازلی دشمن سے انتقام لینا ہوتا ہے، پھر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہوتا ہے، پھر اپنے بالوں کی قربانی دینا ہوتی ہے اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو کر طواف زیارت کے لیے جانا ہوتا ہے۔
ان تمام چکروں میں بعض اوقات خواتین اور بچوں کو چکر آجاتے ہیں اس لیے شریعت نے ان سے وقوف مزدلفہ کو ساقط کر کے اس بات کی اجازت دے دی کہ رش اور تنگی سے بچنے کے لیے اگر وہ رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ جانا چاہیں تو انہیں اس بات کی اجازت ہے۔
لیکن اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے اگلے دن کے افعال سرانجام دینا شروع کر دیں، شریعت کی طرف سے دی گئی یہ آسانی اس صورت میں ہے، جبکہ خواتین اور بچوں کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو جو ان کی حفاظت بھی کر سکے اور کسی ناگہانی واقعے کی صورت میں معاملات کو سنبھال بھی سکے۔
اور یہ آسانی آج بھی موجود ہے، یہ الگ بات ہے کہ دور حاضر میں حجاج کرام کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے رش بھی بڑھ گیا ہے اور صورت حال یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ بہت سے حاجی: ساری رات سفر کرنے کے بعد بمشکل صبح صادق سے پہلے وہاں پہنچ پاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں نماز فجر پڑھ کر ہی وہاں سے دوبارہ روانہ ہوا جا سکتا ہے، جب نماز فجر پڑھ لی تو

وقوف کرنے میں کیا رکاوٹ ہے اس لیے وقوف کر کے ہی منی کی طرف روانہ ہونا چاہیے۔

{سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قربانی کے دن حج کا تلبیہ پڑھا تھا}

۶۲۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ خَرَجَ صَبِيْحَةَ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ يُلَبِّيْ وَهُوَ يُرِيْدُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَرْمِيْهَا فَانْثَالَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقَالُوْا رَجُلٌ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ مَا بَالُ النَّاسِ، اَنَسِيَ النَّاسُ اَمْ جَهِلُوْا اَمْ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدُ، ثُمَّ رَفَعَ صَوْتَهُ يُلَبِّيْ لَبَّيْكَ عَدَدَ التُّرَابِ لَبَّيْكَ، فَلَمَّا عَلِمُوْا اَنَّهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَفَرَّقُوْا عَنْهُ وَعَلِمُوْا اَنَّهُ اَعْلَمُ بِالْاَمْرِ مِنْهُمْ۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قربانی کے دن کی صبح کو مسجد خیف سے تلبیہ پڑھتے ہوئے نکلے اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا چاہتے تھے تو لوگ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اردگرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ آدمی قربانی کے دن حج کا تلبیہ پڑھ رہا ہے؟ پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یا ناواقف ہیں یا ان پر عہد طویل ہو گیا ہے؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ بآواز بلند بایں الفاظ تلبیہ پڑھنے لگے: "لَبَّيْكَ عَدَدَ التُّرَابِ لَبَّيْكَ" جب لوگوں کو معلوم پڑا کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں تو لوگ آپ کے اردگرد سے ہٹ گئے (کیونکہ) لوگ سمجھتے تھے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شرعی مسائل کا ان سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھا}

۶۲۲۔ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ) عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ لَبّٰى حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لبیک پکارتے رہے حتی کہ جمرہ عقبہ کو رمی کی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰، سنن ابی داود: ۱۸۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۳، سنن

الترمذی: ۹۱۸، سنن النسائی: ۳۰۲۰، ۳۰۵۵، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۵۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۲۲، مسند الحمیدی: ۴۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۹۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۹۱، سنن الدارمی: ۱۹۴۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۷۱۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۰۰۷، صحیح ابن حبان: ۳۸۰۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جیسے ہی حاجی پہلی کنکری مارے فوراً تلبیہ پڑھنا بند کردے کیونکہ احادیث میں یہی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند فرمادیا تھا۔

{حج تمتع اکرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کردی تو اس کا احرام مکمل ہوگیا}

۶۲۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُتَمَتِّعِ اِذَا اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ سَاقَ الْهَدْيَ لِمُتْعَتِهِ فَقَدِمَ مَكَّةَ فَقَضَى عُمْرَتَهُ كُلَّهَا اِلاَّ التَّقْصِيْرَ فَلْيُقِمْ حَرَامًا لاَ يَحِلُّ حَتّٰى يُهِلَّ بِالْحَجِّ مِنْ مَّكَّةَ وَيَفْرُغَ مِنْ حَجِّهِ وَيَنْحَرَ الْهَدْيَ فَاِذَا نَحَرَ الْهَدْيَ يَوْمَ النَّحْرِ حَلَّ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے متمتع (حج تمتع کرنے والے) کے بارے فرمایا کہ جب اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے متعہ کے لیے ہدی کا جانور ہانک لے گیا پس مکہ آیا اور بال کتروانے کے سوا اس نے اپنا تمام عمرہ ادا کرلیا تو اسے چاہیے کہ احرام کی حالت میں ٹھہر جائے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ مکہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اپنے حج سے فارغ ہوجائے اور ہدی کے جانور کی قربانی پیش کردے، پس جب اس نے قربانی کے دن ہدی کا جانور قربان کردیا تو یہ حلال ہوگیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۱ باب من نحر فقد حل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۴، ۱۵۱۵ (ح ۹۱۵)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سر منڈانا، بال کتروانے سے بہتر ہے}

۶۲۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ: اَلْحَلْقُ اَفْضَلُ لِلرِّجَالِ مِنَ التَّقْصِيْرِ، وَالتَّقْصِيْرُ اَفْضَلُ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْحَلْقِ، وَمَا اَقَلَّتِ الْمَرْاَةُ مِنَ الْاَخْذِ فَهُوَ اَفْضَلُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مردوں کے لیے سر منڈانا، بال کتروانے سے بہتر ہے اور عورتوں کے لیے بال کترنا، سر منڈانے سے بہتر ہے اور عورت جس قدر تھوڑے بال کتروائے افضل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حاجی کے لیے سر منڈانا اور بال کتروانا دونوں جائز ہیں، البتہ سر منڈانا افضل اور اولیٰ ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مبارکہ میں حلق کرانے اور سر منڈانے والوں کے لیے تین مرتبہ رحمت خداوندی کی دعاء فرمائی ہے جب کہ کتروانے والوں کے لیے صرف ایک مرتبہ دعاء فرمائی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حلق یا قصر کا مقصد صفائی حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد سر منڈانے میں علی وجہ الکمال حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس حوالے سے بھی حلق ہی افضل ہوگا، اس کے برخلاف بال کتروانے میں صفائی اور ستھرائی میں کمی و نقص ہے، لہٰذا یہ وضو اور غسل کے مشابہ ہو گیا اور جس طرح وضو اور غسل میں سے غسل کرنا افضل ہے اسی طرح حلق اور قصر میں سے حلق کرنا افضل ہوگا۔

البتہ عورتوں پر قصر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورتوں کے لیے سر منڈانا نہیں ہے۔ ان کے لیے صرف بال کتروانا ہے۔“ (سنن ابی داود: ۱۹۸۵، ۱۹۸۴)

نیز مذکورہ بالا امام نخعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے میں عورتوں کے لیے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے سر کے بالوں کے کناروں سے پورے سے کم کاٹیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۳ باب من احتجم وهو محرم والحلق)

{تین افراد عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود امیر ہی سمجھے جاتے ہیں}

۶۲۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ ثَلاَثَةٌ اُمَرَاءُ الْمَرْاَةُ تَكُوْنُ مَعَ الْقَوْمِ فَتَحِيْضُ قَبْلَ اَنْ تَطُوْفَ فَيُقِيْمُوْنَ عَلَيْهَا اِلاَّ اَنْ تَأْذَنَ لَهُمْ وَالْقَوْمُ يَشْهَدُوْنَ الْجَنَازَةَ لاَ يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَأْذَنَ لَهُمْ اَهْلُهَا اَوْ تُدْفَنَ وَالرَّجُلُ يُدْخَلُ عَلَيْهِ فِيْ بَيْتِهٖ وَلاَ تَخْرُجُ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ هُوَ عَلَيْكَ اَمِيْرٌ مَادُمْتَ فِيْ بَيْتِهٖ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تین آدمی (عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود بھی) امیر ہی سمجھے جاتے ہیں وہ عورت جو کسی جماعت کے ساتھ (حج یا عمرہ) کے لیے جائے اور طواف کرنے سے پہلے ہی حائضہ ہو جائے اب وہ جماعت اس عورت کی اجازت کے بغیر کوچ نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو کسی کے نماز جنازہ میں شریک ہوں تو اب وہ اس وقت تک واپس نہیں جا سکتے جب تک کہ میت کا ولی اجازت نہ دے یا جب تک میت کو دفن نہ کر دیا جائے۔ اور وہ آدمی جو کسی کے گھر جائے تو اب وہ اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکل سکتا جب تک گھر والا اجازت نہ دے دے کیونکہ جب تک تو اس کے گھر میں ہے وہ تجھ پر امیر ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابي شيبة: ۱۱۵۳۴، ۱۱۵۳۲، وعبدالرزاق: ۶۵۲۳)

{عذر کی بناء پر طواف وداع واجب نہیں رہتا}

۶۲۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ تَصْدُرَ فَقَالَتْ اِنِّيْ حَائِضٌ، فَقَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى اِنَّكِ الْاٰنَ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ ذَكَرَ فَقَالَ اَمَا كُنْتِ طُفْتِ بِالْبَيْتِ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ، قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَاصْدُرِيْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو کوروانگی کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بانجھ ہو! سر مونڈا جائے! تو ہمیں (کوچ کرنے سے) روک لے گی۔ پھر فرمایا: کیا تو نے (نحر کے دن) بیت اللہ کا طواف (زیارت) کر نہیں لیا؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: (تب کوئی رکاوٹ نہیں) کوچ کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۵۶۱، ۱۷۷۱، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۰۷۵، مسند الامام احمد

بن حنبل: ۲۵۸۷۵، مستخرج ابی عوانہ: ۳۳۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۷۵۵، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۷۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۲۸۰۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۲۰ ح ۹۳۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وصله البخاری ورواه بسنده عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة رضى الله عنها قالت حاضت صفية......الخ.)

فوائد و مسائل:

۱۔ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ گمان کیا کہ جس طرح طواف زیارت عذر کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح عذر کے سبب طواف وداع کا ترک بھی جائز نہیں، اس لیے انہوں نے کہا کہ میں ایام سے ہوں اور آنحضرت ﷺ یہ سمجھے کہ انہوں نے طواف زیارت نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے اب ٹھہرنا پڑے گا، اس لیے آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جملہ فرمایا۔ مگر جب آپ ﷺ کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات طواف زیارت کے لیے نہیں کہی ہے بلکہ طواف وداع کے لیے کہی ہے، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ طواف وداع کے بغیر ہی مدینہ روانہ ہو جاؤ کیونکہ عذر کی بناء پر طواف کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر طواف زیارت ابھی نہ ہوا ہوتا تو پھر اس کی وجہ سے رکنا پڑتا۔

۲۔ "بانجھ ہو! سر مونڈا جائے!"۔ یہ جملہ اگرچہ بددعائیہ ہے، مگر یہ بددعا کے ارادے سے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ ایسے جملے از راہِ پیار استعمال کرتے ہیں۔

{اگر عورت حج تمتع کی نیت سے آئے اور وہ ایام میں ہو تو کیا حکم ہے؟}

۶۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (عَنِ الْاَسْوَدِ) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا وَاسْتَأْنَفَتِ الْحَجَّ حَتّٰى اِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا اَمَرَهَا اَنْ تَصْدُرَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَصْدُرُ اَنَا بِحَجَّةٍ؛ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ انْطَلِقْ بِهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ لِتَفْرُغْ مِنْهَا ثُمَّ اَعْجِلْ عَلَيَّ فَاِنِّيْ اَنْتَظِرُكَ بِبَطْنِ الْعَقَبَةِ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچیں اور ایام سے تھیں، پس نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے عمرہ چھوڑ دیا اور از سر نو حج کا احرام باندھ لیا جب حج سے فراغت ہو گئی تو نبی ﷺ نے واپس کوچ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! لوگ حج اور عمرہ کے ساتھ واپس جائیں گے

اور میں صرف حج کے ساتھ؟اس پر نبی ﷺ نے (ان کے بھائی) عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تنعیم چلے جائیں تاکہ وہ وہاں سے احرام باندھ لیں پھر جب عمرہ سے فارغ ہو جائیں تو تو جلدی سے لوٹ آئیں کیونکہ میں بطن عقبہ میں اتمہارا انتظار کروں گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابی داود: ۱۷۸۲، ۱۷۷۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۸۴۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۹۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۰۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عرفات سے واپسی کے وقت سکون واطمینان اختیار کرنے کا حکم}

۶۲۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ اَنَّهُمَا دَفَعَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِاِيْضَاعِ الْاِبِلِ وَلَا اِيْجَافِ الْخَيْلِ قَالَا فَمَا زَادَ رَاحِلَتَهُ عَلٰى هِيْنَتِهَا وَاِنَّهَا لَتَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا.

علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) روانہ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو! آرام سے چلو، نیکی اونٹ اور گھوڑے تیز بھگانے میں نہیں ہے۔'' اسود رحمہ اللہ اور علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو اس کی چال سے زیادہ نہیں بھگایا حالانکہ سواری جگالی کرتے ہوئے جا رہی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مجمع میں جانور بھگانا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے، البتہ کھلی جگہ ہو اور مزاحمت نہ ہو تو سواری کو تیز چلایا جا سکتا ہے۔

{کلمہ تقویٰ سے مراد تلبیہ اور تکبیر ہے}

۶۲۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ اَبِيْ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

أَنَّهُ أَبْصَرَهُمْ عِنْدَ الْجَمْرَةِ يُهِلُّونَ وَيُكَبِّرُونَ قَالَ هِيَ هِيَ هِيَ هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَلَمَّا انْصَرَفَ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ؛ قَالَ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (كَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا).

موسیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے (اس شخص کے واسطے سے جس نے ان سے بیان کیا ہے) مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو دیکھا کہ جمرہ کے قریب تلبیہ اور تکبیر پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا ارادہ کیا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اور ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اسی کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۹۷۹۸، اخبار مکۃ للفاکہی: ۲۶۸۱، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۱۲، جامع المسانید للخوارزمی: ۹۴۸۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طريق اخرى عند الفاكهى)

{اللہ کے ارشاد {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} کی تفسیر}

۶۳۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (البقرة: ۲۰۳)} بَرِيءٌ مِنَ الْإِثْمِ، {وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} بَرِيءٌ مِنَ الْإِثْمِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اللہ رب العزت کے ارشاد {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} "پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا جائے اس پر کوئی گناہ نہیں۔" کے متعلق فرمایا کہ وہ گناہ سے لاتعلق ہوگیا (یعنی وہ بخشش شدہ ہے)، اور {وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} "اور جو شخص (ایک دن) بعد جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔" بھی گناہ سے لاتعلق ہوگیا (یعنی بخشش سدہ ہے)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طريق اخرى عند ابن ابى شيبة: ۵۵۰۴)

فائدہ:

منیٰ میں تین دن گزارنا سنت ہے، اور اس دوران جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔ البتہ ۱۲ تاریخ کے بعد منیٰ سے چلا جانا جائز ہے، ۱۳ تاریخ تک رکنا ضروری نہیں۔ اور اگر کوئی رُکنا چاہے تو ۱۳ تاریخ کو بھی رَمی کر کے واپس جا سکتا ہے۔

{طواف وداع چھوڑنے کی صرت میں مردوں پر قربانی ہے اور خواتین پر کچھ بھی نہیں}

۶۳۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ طَوَافَ الصَّدْرِ مِنَ الرِّجَالِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَمَنْ تَرَكَهُ مِنَ النِّسَاءِ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ شَيْئٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: مردوں میں سے جس نے طواف وداع چھوڑ دیا اس پر قربانی ہے اور اگر عورتوں میں سے کسی نے طواف وداع چھوڑ دیا ہو تو ان پر کچھ بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۳۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ بَعَثَ مَعَ عَلْقَمَةَ بِهَدْيٍ فَقَالَ: اُنْحَرْ وَكُلْ ثُلُثًا وَتَصَدَّقْ بِثُلُثٍ وَابْعَثْ اِلَى آلِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ بِثُلُثٍ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے علقمہ رحمہ اللہ کے ساتھ قربانی کا جانور بھیجا اور ان سے فرمایا: ''کہ اس کو ذبح کرنا اور ایک تہائی تم کھا لینا، ایک تہائی صدقہ کر دینا اور ایک تہائی (ان کے بھائی) عتبہ بن مسعود کے اہل و عیال کو بھیج دینا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۱۹۰ باب فی ھدی التطوع یؤکل منہ ام لا؟، المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۷ ص ۲۷۰ بحوالہ تعلیق کتاب الآثار۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تمہارا عمرہ اسی سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے}

۶۲۳۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَأَيْتَ عُمْرَتَنَا هٰذِهٖ لِعَامِنَا اَمْ لِلْاَبَدِ؟ قَالَ لِلْاَبَدِ.

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ فرمائیں، کیا ہمارا یہ عمرہ (یعنی ایام حج کے دوران میں) صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح البخاری: ۱۷۸۵، ۲۵۰۵، سنن ابی داود: ۱۷۸۷، ۱۹۰۵، سنن النسائی: ۲۸۰۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۷۷۳، مسند ابن الجعد: ۴۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۵۸۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۰۲۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۴۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۷۷، ۳۸۸۱، ۳۸۸۴، صحیح ابن حبان: ۳۷۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۲، ۶۵۶۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۳۰، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔
ابو زبیر سے امام ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی المکی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۲)

{چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جا سکتا ہے}

۶۲۴۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَجُوْزٍ مِنَ الْعَتِيْكِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِيْ أَيِّ أَشْهُرِ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَرْبَعَةً مِنَ السَّنَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَاَيَّامَ التَّشْرِيْقِ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ یا چار دنوں یعنی عرفہ کے دن، نحر کے دن اور ایام تشریق کے سوا سال کے جس دن میں بھی چاہو عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹ باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرھا، جامع المسانید للخوارزمی: ۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوخالد یزید بن عبدالرحمن بن ابی سلامہ دالانی کوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۳۳۶)

۲۔ عجوز سے ام صہباء معاذہ بنت عبداللہ عدویہ بصریہ رحمہا اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ راویہ ہیں۔

(تقریب: ۸۶۸۴)

{چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جا سکتا ہے}

۶۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ عَجُوْزٍ مِنَ الْعَتِیْكِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِیْ أَیِّ أَشْهُرِ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ اَیَّامٍ اَوْ اَرْبَعَةً مِنَ السَّنَةِ یَوْمَ عَرَفَةَ وَیَوْمَ النَّحْرِ وَاَیَّامَ التَّشْرِیْقِ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ یا چار دنوں یعنی عرفہ کے دن، نحر کے دن اور ایام تشریق کے سوا سال کے جس دن میں بھی چاہو عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹ باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرھا، جامع المسانید للخوارزمی: ۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوخالد یزید بن عبدالرحمن بن ابی سلامہ دالانی کوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۳۳۶)

۲۔ عجوز سے ام صہباء معاذہ بنت عبداللہ عدویہ بصریہ رحمہا اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ راویہ ہیں۔

(تقریب: ۸۶۸۴)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے البتہ ہم نویں ذی الحجہ کی شب کو عمرہ سے منع کرتے ہیں نویں ذی الحجہ کی صبح کو عمرہ کرسکتا ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹)

{نبی ﷺ نے چار عمرے اور ایک حج کیا، ایک عمرہ حج کے ساتھ ملا کر کیا}

۶۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ وَحَجَّ وَاحِدَةً قَرَنَ مَعَهَا اِحْدَی عُمَرِهِ الْاَرْبَعِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چار عمرے کئے، ایک حج کیا اور اپنے چار عمروں میں سے ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ ملا کر کیا۔

تحقیق:

مرسل ہے۔

{حجر اسود کے استلام کے لیے تکبیر کہنے تک عمرہ کا تلبیہ بند نہ کیا جائے}

۶۳۷۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا یَقْطَعُ تَلْبِیَةَ الْعُمْرَةِ حَتّٰی یُکَبِّرَ لِاِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِاَوَّلِ طَوَافِهٖ بِالْبَیْتِ وَیَقْطَعُ التَّلْبِیَةَ فِی الْحَجِّ عِنْدَ اَوَّلِ حَصَاةٍ یَرْمِیْهَا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ یَوْمَ النَّحْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بیت اللہ کے پہلے طواف کے لیے محرم حجر اسود کے استلام کے لیے تکبیر کہنے تک عمرہ کا تلبیہ بند نہ کردے اور حج کا تلبیہ جمرہ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی بند کردے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۶ باب متی یقطع التلبیۃ؟ والشرط فی الحج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۲ ح ۹۰۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۶)

{میت کی طرف سے حج کرنے کا بیان}

۶۳۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اَبِيْ كَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّحُجَّ حَتّٰى مَاتَ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؛ قَالَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ اَمَا كَانَ يُجْزِئُ عَنْهُ.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد محترم بوڑھے عمر رسیدہ تھے، حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ فوت ہو گئے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے والد محترم کے ذمے قرض ہوتا اور تم ان کی طرف سے اس کو ادا کر دیتے تو کیا وہ ادا نہ ہو جاتا؟ (اس نے جواب دیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۹۰، ۳۹۹۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۰۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۱۲، سنن الدارمی: ۱۸۷۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۳۵۱، ۶۷۱۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے، یہاں اگرچہ مرسلاً منقول ہے مگر دیگر کتب حدیث جیسے مسند احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح و متصل سند کے ساتھ مروی ہے۔

فائدہ:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ میت، عورت اور مرد کی طرف سے حج کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ بڑھاپے کے باعث خود حج پر قادر نہ ہوں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا مؤقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۴۸۳، باب الحج عن المیت او عن الشیخ الکبیر)

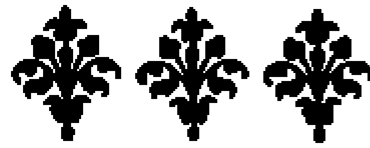
{ابن عمرؓ نے عمرہ کے احرام کی حالت میں مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر حج کا احرام باندھ}

۶۳۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ عَلَى مِيلَيْنِ اَوْ فَرْسَخَيْنِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِعُمْرَةٍ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کے احرام کے حالت میں نکلے یہاں تک کہ جب مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر تھے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔



۲۸-بَابُ الصَّيْدِ

۲۸-شکار کا بیان

{حالت احرام میں دوبارہ شکار کرنے والے کا حکم}

۶۴۰.يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ: {وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ(المائدة: ۹۵)}هٰذَا فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ وَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: {وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ} ''اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا (یعنی احرام کی حالت میں شکار کرے گا) تو اللہ اس سے بدلہ لے گا۔'' یہ تو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کے ذمے جزاء لازم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وجوب جزاء کے سلسلے میں پہل کرنے والا اور حملہ کرنے کے بعد دوبارہ حملہ کرنے والا دونوں برابر ہیں لہٰذا جس طرح پہل کرنے والے پر جزاء واجب ہے، اسی طرح عود کرنے والے پر بھی جزاء واجب ہے کیونکہ وجوب جزاء کا مدار اتلاف پر ہے اور اتلاف میں دونوں برابر ہیں۔ (احسن الہدایہ: ج ۳ ص ۴۵۲)

{چکور کے سلسلے میں سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے اختلاف کا ذکر}

۶۴۱.يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ اَنَّهُ قَالَ اَوَّلُ مَا اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ يَعَاقِيْبَ اُتِيَ بِهَا وَهُمَا مُحْرِمَانِ فَاَكَلَ عُثْمَانُ وَلَمْ يَاْكُلْ عَلِيٌّ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا اَرَدْتَ اِلاَّ خِلاَفِيْ لَوْلَمْ اٰكُلْ لَاَكَلْتَ

عبدالکریم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اولیں

اختلاف چکور کے گوشت کے بارے میں ہوا، ان کی خدمت میں چکور کا گوشت پیش کیا گیا جبکہ یہ دونوں حضرات احرام کی حالت میں تھے، پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کھالیا جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہ کھایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ (شاید) اس سے آپ کا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے اگر میں نہ کھاتا تو تم کھالیتے۔

فائدہ:

یہ حدیث یہاں مختصر مروی ہے سنن ابی داود وغیرہ کی روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ کھانے کا اہتمام کرنے والے نے چکوروں، جنگلی چڑیوں اور بیل گائے کا گوشت تیار کروایا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ کھانا نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ایسے لوگوں کو پیش کریں جو احرام کی حالت میں نہ ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت احرام میں نیل گائے (حمار وحشی) کا گوشت ہدیہ کیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے انکار کردیا تھا۔ (ملخصا: سنن ابی داود: ۱۸۴۹)

{سیدنا ابن عمرؓ نے احرام کی حالت میں زندہ ہرن کا تحفہ قبول نہ کیا}

۶۴۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الصَّلْتِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ ابْنَ عَامِرٍ أَهْدَى لِابْنِ عُمَرَ وَهُوَ بِمَكَّةَ بَيْضَ نَعَامٍ وَظَبْيَيْنِ حَيَّيْنِ فَلَمْ يَقْبَلْ شَيْئًا مِنْ ذَٰلِكَ وَقَالَ هَلَّا ذَبَحْتَهُمَا قَبْلَ أَنْ تُدْخِلَهُمَا الْحَرَمَ؟

ابن عامر رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جبکہ وہ (حرم) مکہ میں تھے دو زندہ ہرن اور شتر مرغ کے انڈے ہدیہ کیے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان میں سے کسی چیز کو بھی قبول نہ کیا اور فرمایا کہ: تم نے انہیں حرم (کی حدود) میں لانے سے پہلے ذبح کیوں نہیں کیا؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۴ باب الصید فی الحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۴۱ ح ۹۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۱۰، ۸۳۱۱، ۸۳۱۲، ۸۳۱۳ باب الصید یدخل الحرم۔

تحقیق:

حسن ہے۔

۱۔ راقم الحروف کے پاس اسماء الرجال کی جو کتابیں موجود ہیں ان میں صلت بن جبیر رحمہ اللہ کا ترجمہ نہیں ملا مگر صلت کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ وصدوق راوی امام نافع رحمہ اللہ، نے متابعت کر رکھی ہے۔(دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۸۳۱۰، ۸۳۱۱)

۲۔ ابن عامر سے مراد عبداللہ بن عامر ہیں۔(دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۸۳۱۰)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں اگر کوئی شکار حرم میں زندہ داخل کیا جاتا ہے تو اس کو ذبح کرنا اور بیچنا جائز نہیں، اسے چھوڑ دینا چاہیے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۴)

{احرام کی حالت میں شترمرغ کے انڈے توڑنے کی سزا}

۶۴۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ (عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) عَنْ خُصَيْفِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِيْ بَيْضِ النَّعَامِ يُصِيْبُهُ الْمُحْرِمُ ثَمَنُهُ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم شترمرغ کے انڈے کو نقصان پہنچادے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۸۳۰۳ باب بیض النعام، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۲۰۸، السنن الکبری للبیہقی: باب بیض النعامة یصیبها المحرم، کتاب الحجة علی اهل المدینة: ج ۲ ص ۳۵۸ باب المحرم یصیب بعض النعام۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وللحدیث شواهد)

۱۔ امام ابوعون خصیف بن عبدالرحمن الجزری رحمہ اللہ سنن اربعہ کے (فی نفسہ) ثقہ راوی ہیں۔ تاریخ الثقات للعجلی: ۳۸۱)

۲۔ امام ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن مسعود الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تقریب التہذیب: ۸۲۳۱)

فائدہ:

اگر کوئی محرم شترمرغ کا انڈا توڑ دے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی کیونکہ انڈا دراصل صید کی اصل اور جڑ ہے انڈے ہی سے بچہ اور پھر بچہ سے صید بنتا ہے، اس لیے انڈے کو صید کے مرتبے میں اتار لیا جائے گا اور صید کو مارنا موجب ضمان ہے

لہٰذا انڈے کو توڑنا بھی موجب ضمان شمار ہوگا بشرطیکہ انڈا خراب نہ ہو، کیوں کہ خراب انڈے میں صید بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

{محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم}

۴۳۶۔ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْتُ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ اِلاَّ مُحْرِمٌ غَيْرِيْ فَبَصُرْتُ بِعَانَةٍ فَثُرْتُ اِلٰى فَرَسِيْ وَعَجِلْتُ عَنْ سَوْطِيْ فَقُلْتُ نَاوِلُوْنِيْهِ فَأَبَوْا فَنَزَلْتُ عَنْهُ فَأَخَذْتُ سَوْطِيْ ثُمَّ رَكِبْتُ وَطَلَبْتُ الْعَانَةَ فَأَصَبْتُ مِنْهَا حِمَارًا فَأَكَلُوْا وَاَكَلْتُ مَعَهُمْ۔

محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا میرے سوا سب لوگ حالت احرام میں تھے میں نے گورخر کا ایک ریوڑ دیکھا تو میں جلدی سے اپنے گھوڑے کی طرف لپکا اس پر سوار ہوا اور جلدی میں کوڑا اٹھانا بھول گیا، میں نے حضرات سے کہا مجھے کوڑا دے دو انہوں نے اس سے انکار کیا، میں گھوڑے سے اترا اپنا کوڑا لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر گورخروں کی جماعت کو تلاش کیا اور میں نے ان میں سے ایک گورخر کو شکار کر لیا، ان لوگوں نے اس کا گوشت کھایا اور میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۹، باب الصید فی الحرم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۴۵ ح ۵۹۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۲ ص ۱۷۳، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہدیر القرشی التیمی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۳۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۶)

اور سیدنا ابوقتادہ سلمی انصاری مدنی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محرم نے کسی حلال شخص کا شکار کردہ جانور کھا لیا اور صورت حال یہ تھی کہ اس شکار

اور اس کے ذبح سے یا کسی بھی حوالے سے محرم کا شکار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے شکار کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ تو اس کی طرف رہنمائی کی تھی تو محرم پر کوئی جزاء وغیرہ لازم نہیں ہوگی، ہر چند کہ حلال شخص نے اس نیت سے شکار کیا تھا کہ اس کا گوشت محرم کو کھلاؤں گا۔

{محرم شکار کا گوشت زادراہ کے طور پر رکھ سکتا ہے}

۶۴۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ الزُّبَیْرُ یَتَزَوَّدُ صَفِیْفَ الْوَحْشِ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (حمار) وحشی کے خشک گوشت کا زادراہ (توشہ) اختیار کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۱باب الصید فی الاحرام، مؤطا محمد: ۴۳۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۵۵۴ ح ۱۰۱۳، مؤطا مالک: ۱۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۴۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۹۹۱۵، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابومنذر ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۵۸۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۷۴۰)

۲۔ امام ابو عبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۹۰۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۲۱)

{محرم شکار کا گوشت زادراہ کے طور پر رکھ سکتا ہے}

۶۴۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا نَحْمِلُ لَحْمَ الصَّیْدِ صَفِیْفًا نَتَزَوَّدُهُ وَنَاْکُلُهُ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم شکار کا خشک کیا ہوا گوشت ساتھ لے جاتے اور زادراہ کے طور پر رکھتے اور اسے کھاتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٣٦١ باب الصید فی الاحرام، مؤطا محمد: ٤٢٦، جامع المسانید للخوارزمی: ج١ ص ٥٥٤ ح ١٠١٣، مؤطا مالک: ١٢٧٩، مصنف ابن ابی شیبۃ: ١٤٤٦٧، السنن الکبری للبیہقی: ٩٩١٥، شرح السنۃ للبغوی: ١٩٨٩۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

١۔ امام ابومنذر ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ٦٥٨٥، تاریخ الثقات للعجلی: ١٧٤٠)

٢۔ امام ابوعبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ٣٩٠٥، تاریخ الثقات للعجلی: ١١٢١)

{محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم}

٦٣٩۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ اَنَّهُ قَالَ سَافَرْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَتَذَاكَرْنَاالصَّيْدَفَاخْتَلَفْنَافِيْهِ وَالنَّبِيُّ ﷺ نَائِمٌ حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَافَاسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَالَكُمْ؛ قَالَ فَقُلْنَااخْتَلَفْنَافِيْ لَحْمِ الصَّيْدِ يَصِيْدُهُ الْحَلَالُ فَيَأْكُلُهُ الْمُحْرِمُ فَمِنَّا مَنْ قَالَ نَعَمْ وَمِنَّامَنْ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ لَا بَأْسَ بِهٖ.

حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو ہم نے محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے پر آپس میں مذاکرہ کیا، نبی ﷺ اس وقت آرام فرمارہے تھے یہاں تک کہ ہماری آوازیں بلند ہوگئیں اور رسول اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: غیر محرم کا کیا ہوا شکار کا گوشت محرم آیا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمارے درمیان اختلاف ہوا ہم میں سے بعض نے کہا کہ جی ہاں! (کھا سکتا ہے) اور بعض نے کہا کہ نہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۲باب الصید فی الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۵۴۲، ۵۴۵،ح ۹۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۸۳، ۱۳۹۲، سنن الدارمی: ۱۸۷۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۰۵، صحیح مسلم: ۱۱۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۷۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۳۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہدیر القرشی التیمی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۵۶۳۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۶)

۲۔ امام محمد بن عثمان بن عبداللہ بن موہب القرشی التیمی (مولی آل طلحہ بن عبیداللہ) رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۱۳۲)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محرم نے کسی حلال شخص کا شکار کردہ جانور کھالیا اور صورت حال یہ تھی کہ اس شکار اور اس کے ذبح سے یا کسی بھی حوالے سے محرم کا شکار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے شکار کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ تو اس کی طرف رہنمائی کی تھی تو محرم پر کوئی جزاء وغیرہ لازم نہیں ہوگی، ہر چند کہ حلال شخص نے اس نیت سے شکار کیا تھا کہ اس کا گوشت محرم کو کھلاؤں گا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کوئی غیر محرم شکار کو ذبح کرلے تو محرم کیلئے اس کا کھانا جائز ہے خواہ اس نے اس کے لیے کیوں نہ ذبح کیا ہو۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۲)

{محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم}

۶۵۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَرْتُ بِاَهْلِ الْبَحْرَیْنِ فَسَاَلُوْنِیْ عَنْ لَحْمِ الصَّیْدِ یَصِیْدُهُ الْحَلَالُ هَلْ یَصْلُحُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ یَّاْکُلَهُ؛ قَالَ فَاَفْتَیْتُهُمْ بِاَکْلِهِ وَفِیْ نَفْسِیْ مِنْهُ شَیْءٌ فَقَدِمْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَاَلَنِیْ عَنْ ذَالِكَ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ قُلْتُ فَقَالَ لَوْ قُلْتَ غَیْرَ هٰذَا مَا اَفْتَیْتَ بَیْنَ اثْنَیْنِ مَا بَقِیْتَ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں بحرین سے گزرا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس شکار کے گوشت کے بارے میں دریافت کیا جسے حلال (غیر محرم) آدمی نے شکار کیا ہو کیا محرم اسے کھا سکتا ہے! میں

نے انہیں کھانے کے جواز کا فتوی دیا، لیکن میرے دل میں کچھ کھٹک موجود رہی۔ پھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں اپنا جواب بتلایا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم اس کے علاوہ کوئی بات کہتے تو جب تک زندہ ہو دو آدمیوں کے درمیان بھی فتوی نہیں دے سکتے تھے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۰ باب الصید فی الاحرام، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۵۴۷ ح ۹۹۷، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۲ ص ۱۵۶۔ ۱۵۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۴۲، مؤطا مالک: ۱۲۸۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواھد کثیر)

۱۔ امام ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف الزہری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب: ۸۱۴۲)

۲۔ آل عمر میں سے روایت کرنے والے شخص کا نام نہیں بتلایا گیا مگر کتاب الحجۃ (ج۱ص ۴۳۹) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴۶۶) کی ایک روایت کے پیش نظر بظاہر یہ شخص سالم بن عبداللہ بن عمر ہیں جو کہ ثقہ بالاجماع راوی ہیں، مزید برآں اس حدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں۔

{محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے حلال آدمی نے شکار کیا ہو}

۶۵۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَابَأْسَ بِلَحْمِ الصَّيْدِ اِذَا صَادَهُ الْحَلَالُ اَنْ يَّأْكُلَهُ الْمُحْرِمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے حلال (غیر محرم) آدمی نے شکار کیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{محرم چوہے، سانپ، کاٹ کھانے والے کتے، چیل اور بچھو کو مار سکتا ہے}

۶۵۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْفَأْرَةَ وَالْعَقْرَبَ وَالْحِدَاَةَ وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ وَالْحَيَّاتِ اِلَّا الْجَانَّ.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''محرم چوہے، کاٹ کھانے والے کتے، چیل، کوے، بچھو اور سانپوں کو مار سکتا ہے سوائے اژدھے کے۔ (جو چاندی کی مانند ہو)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۹، صحیح البخاری: ۱۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۸، سنن ابی داود: ۱۸۴۶، سنن النسائی: ۲۸۲۸، مؤطا مالک: ۱۳۰۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۸۲۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۶۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۴۹۷، ۵۸۱۰، مستخرج ابی عوانہ: ۳۶۱۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹۵۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبداللہ نافع مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ ثبت راوی ہیں۔ (دیکھئے: تقریب التھذیب: ۷۰۸۶)

نیز یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً و مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے لیکن موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہی شمار ہوگی کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور جو درندہ تم پر حملہ کرے اور تم اسے مار دو تو تم پر کچھ بھی تاوان لازم نہیں آئے گا۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۹)

{جس نے سانپ کو قتل کیا گویا اس نے کافر کو قتل کیا}

۶۵۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَتَلَ حَیَّةً قَتَلَ کَافِرًا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس نے سانپ کو قتل کیا گویا اس نے کافر کو قتل کیا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۳۱۳، مسند ابن ابی شیبۃ: ۳۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۹۶، ۱۹۹۱۵، ۱۹۹۱۶، مسند البزار: ۱۹۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۴۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند ابن ابی شیبة وغیرہ)

{ابن عمرؓ نے اونٹ کی پچھلی جانب چیل بیٹھی تو اس کو مارا}

۶۵۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَالِمِ الْاَفْطَسِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا مَعَهُ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَاَبْصَرَ حِدَاَةً عَلٰى دَبَرَةِ بَعِيْرِهِ فَاَخَذَ الْقَوْسَ وَالنَّبْلَ فَرَمَاهَا وَرَاَيْتُهُ يَشْرَبُ مِنْ فِي الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم احرام کی حالت میں تھے پس سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اونٹ کے پچھلی جانب چیل بیٹھی دیکھی تو انہوں نے کمان اور تیر پکڑا اور اس کو مارا، اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے کھڑے کھڑے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۷۰ باب ما یقتل المحرم من الدواب، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۵۳۸ ح۹۷۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد سالم بن عجلان الافطس القرشی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۲۱۵۶، الکاشف: ۱۷۸۰)

{شکار کی جزاء ادا کرنے کے طریقہ کا بیان}

۶۵۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ جَزَاءِ الصَّيْدِ اِذَا اَصَابَهُ الْمُحْرِمُ يَنْبَغِيْ لِلْحَاكِمِ اَنْ يُقَوِّمَ عَلَيْهِ الصَّيْدَ كَمْ يَبْلُغُ ثَمَنُهُ دَرَاهِمَ فِي الْاَرْضِ الَّتِيْ اَصَابَهُ فِيْهَا، ثُمَّ يَنْظُرُ فَاِنْ بَلَغَتِ الدَّرَاهِمُ ثَمَنَ هَدْيٍ اَمَرَهُ فَاشْتَرٰى بِهَا هَدْيًا فَاِذَا لَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ هَدْيٍ

اشْتَرَى بِهَا طَعَامًا فَتَصَدَّقَ بِهِ عَلَىٰ كُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ طَعَامٌ حُكِمَ عَلَيْهِ لِكُلِّ طَعَامِ مِسْكِيْنٍ يَوْمًا يَصُوْمُهُ وَذٰلِكَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ{يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (المائدة: ۹۵)}إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے شکار کی جزاء کے بارے میں فرمایا: جب محرم نے شکار کو قتل کردیا تو حاکم کو چاہیے کہ اس جگہ شکار کی قیمت لگوائے جہاں شکار قتل ہوا تھا کہ اس کی قیمت کتنے درہم بنتی ہے؟ پھر دیکھے اگر درہم ہدی کے جانور کی قیمت کو پہنچ جائیں تو محرم کو حکم دے کہ دراہم کے بدلے ہدی کا جانور خرید لے (اور اسے ذبح کردے) اور اگر دراہم ہدی کے جانور کی قیمت کو نہ پہنچیں تو دراہم کے عوض غلہ خرید کر اسے ہر مسکین پر نصف صاع گندم کے حساب سے صدقہ کردے، اور اگر اس کے پاس غلہ نہ ہو تو پھر اسے حکم دیا جائے گہ ہر مسکین کے غلہ کے عوض ایک دن کا روزہ رکھے، اللہ رب العزت کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ''جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار تجربہ کار آدمی کریں گے۔۔۔۔۔۔۔الخ۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزآء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بلغ الکعبة او کفارة طعام مسکین او عدل ذلك صیاما لیذوق وبال امره۔۔(المائدة: ۹۵)

اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو۔ اور اگر تم میں سے کوئی اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا (جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ) جو جانور اس نے قتل کیا ہے، اس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور کو جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار تجربہ کار آدمی کریں گے، کعبہ پہنچا کر قربان کیا جائے، یا (اس کی قیمت کا) کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے، یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں، تاکہ وہ شخص اپنے کئے کا بدلہ چکھے۔

اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرنے کا گناہ کرلے تو اس کا کفارہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے، اگر وہ جانور حلال ہو تو اسی علاقے کے دو تجربہ کار، دیانت دار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت

نگائی لگائی جائے، پھر چوپایوں یعنی گائے، بیل، بکری وغیرہ میں سے اس قیمت کے کسی جانور کی قربانی حرم میں کردی جائے، یا اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کردی جائے۔

اور اگر کسی شخص کو مالی اعتبار سے قربانی دینے یا قیمت فقراء میں تقسیم کرنے کی گنجائش نہ ہوتو وہ روزے رکھے۔

روزوں کا حساب اس طرح سے ہوگا کہ اس جانور کی جو قیمت بنی تھی، اس میں سے پونے دوسیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ سمجھا جائے گا۔

{احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کرنے پر ابن عباسؓ نے بکری قربان کرنے کا فتوی دیا}

۶۵۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ بَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّيْ اَصَبْتُ ظَبْيًا وَاَنَا مُحْرِمٌ؟ فَقَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ عَلَيْكَ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ بِشَاةٍ ثُمَّ اَتَاهُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّيْ قَضَيْتُ نُسُكِيْ اِلاَّ الطَّوَافَ؟ قَالَ فَانْطَلِقْ فَطُفْ ثُمَّ ارْجِعْ اِلَيَّ فَرَجَعَ فَقَالَ اِنِّيْ قَدْ طُفْتُ بِالْبَيْتِ قَالَ فَانْطَلِقْ فَاسْتَقْبِلِ الْعَمَلَ۔

ابوبکر بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک مرتبہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اُس کے پاس آیا اور بولا: میں نے احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کرلیا ہے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اور ابوبکر تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ تم ایک بکری کی قربانی کرو۔ پھر ایک اور شخص آیا اُن کے پاس کے پاس آیا اور بولا: میں نے تمام مناسک ادا کرلیے ہیں صرف طواف نہیں کیا؟ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم بیت اللہ کا طواف کر کے میرے پاس واپس آؤ! جب وہ شخص اُن کے پاس واپس آیا تو اُس نے عرض کیا: میں نے طواف کرلیا ہے! تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس سے فرمایا: تم جاؤ اور نئے سرے سے عمل شروع کرو (یعنی تمہارے گزشتہ گناہ معاف ہوچکے ہیں)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۸۸۲۱) عن ابی حنیفة عن قیس عن ابی بکر بن ابی موسی... الخ)

۱۔ امام ابوعمرو قیس بن مسلم الجدلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۰۰)

۲۔ امام ابوبکر بن ابی موسی الاشعری الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۲۵۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۹۱۴)

{حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے میاں بیوی کا حکم}

٦٥٧. يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِيْ يَقَعُ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهُمَا مُحْرِمَانِ يَمْضِيَانِ فِيْ حَجِّهِمَ وَيُهْدِيْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا هَدْيًا حَتّٰى يَفْرُغَا وَعَلَيْهِمَا الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ وَيَتَفَرَّقَا اِذَا اَحْرَمَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے اور وہ دونوں احرام کی حالت میں ہوں فرمایا: کہ وہ دونوں اپنے حج میں گزر جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک قربانی پیش کرے یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں اور ان دونوں پر آئندہ سال حج واجب ہو گیا، اور (آئندہ سال) جب احرام باندھیں تو ایک دوسرے سے جدا رہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج کر رہے تھے اور وقوف عرفہ سے پہلے دونوں ہم صحبت ہو گئے اور مجامعت کر لی خواہ یہ مجامعت قبل میں ہو یا دبر میں تو ان دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا ان پر ایک ایک بکری کی قربانی واجب ہو گی اور آئندہ سال حج کی قضاء لازم ہو گی، اور ان سب کے باوجود ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ لوگ دیگر حاجیوں کی طرح احرام باندھے رہیں اور افعال حج ادا کرتے رہیں، اس مسئلے کی اصل اور بنیاد وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون وارد ہے:

کہ دو میاں بیوی نے حج کا احرام باندھا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے انہوں نے جماع کر لیا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا، چنانچہ آپ نے انہیں دم دینے، افعال حج ادا کرتے رہنے اور آئندہ سال حج کی قضاء کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: السنن الکبری للبیہقی: ٩٧٧٨)

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

{حالت احرام میں بیوی کو چھونے یا بوسہ لینے کا حکم}

٦٥٨. يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَبَّلَ الْمُحْرِمُ مِنْ شَهْوَةٍ اَوْ لَامَسَ فَعَلَيْهِ دَمٌ.

حضرت امام ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب محرم شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے یا چھولے

تو اس پر دم (قربانی) واجب ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر محرم نے شہوت کے ساتھ عورت کا بوسہ لیا یا اسے چھوا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

{صفاو مروہ کے درمیان طواف کیا مگر رمل نہیں کیا تو کچھ بھی واجب نہیں}

۶۵۹۔یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ وَمَیْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ فِیْمَنْ طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ یَرْمُلْ قَالَ فَأَجْمَعَا اَنْ لَّیْسَ عَلَیْهِ شَیْءٌ وَقَرَأَ عَلَیَّ مَیْمُوْن فِیْ قِرَاءَةِ اُبَیٍّ: رضی الله عنه {اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ} اِلٰی قَوْلِهٖ: {اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِهِمَا}.

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ اور امام میمون بن مہران رحمہ اللہ کے واسطے سے کہتے ہیں کہ جس نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا مگر رمل نہیں کیا تو ان دونوں بزرگوں کا اتفاق ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور انہوں نے میمون پر سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں قرآن کی آیت: {اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ} کو {اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِهِمَا} تک تلاوت فرمایا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(واخرجه ابن ابی شیبة (۱۴۱۶۳) فی الحج من رخص فی ترك الرمل۔ ....وكان عطاء يراه واسعا ان شاء رمل وان شاء لم يرمل وكان الرمل احب اليه۔)

{پھوڑوں پر خوشبو ملی ہوئی دواء لگائی تو کفارہ دینا پڑے گا}

۶۶۰۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمُحْرِمِ تَكُوْنُ بِهِ الْقُرُوْحُ فَیَتَدَاوٰی بِالطِّیْبِ ثُمَّ تَخْرُجُ بِهٖ قُرُوْحٌ اُخْرٰی قَبْلَ اَنْ تَبْرَءَ فَیَتَدَاوٰی اِنَّ عَلَیْهِ اَیَّ الْكَفَّارَاتِ شَاءَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے محرم کے بارے میں فرمایا: کہ اسے پھوڑے نکلے ہوئے ہوں اور وہ خوشبو ملی ہوئی دوا انہیں لگائے مگر اچھا ہونے سے پہلے ہی اور پھوڑا نکل اور دواء لگائے تو اس پر ایک کفارہ ہے (تینوں کفاروں میں سے) جو چاہے دے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کوئی آدمی میقات سے احرام باندھے بغیر آگے چلا جائے تو اس پر دم لازم آئے گا}

۶۶۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا تَرَکَ الرَّجُلُ الْوَقْتَ فَعَلَیْہِ دَمٌ اِلاَّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَیْہِ۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی نے میقات کو چھوڑ دیا (یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے چلا گیا) تو اس پر قربانی واجب ہے الا یہ کہ اس کی طرف واپس لوٹ آئے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عطاء رحمہ اللہ حالت احرام میں ٹوپی پہنتے تھے اور بکری ذبح کر دیا کرتے تھے}

۶۶۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءٍ اَنَّہٗ کَانَ یَلْبَسُ قَلَنْسُوَۃً وَھُوَ مُحْرِمٌ وَکَانَ یَقُوْلُ اِنِّیْ اَشْتَکِیْ رَأْسِیْ فَأَلْبَسُھَا وَاَذْبَحُ شَاۃً۔

حضرت امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ احرام کی حالت میں ٹوپی پہنا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا سر درد کرتا ہے جس کی وجہ سے میں اسے پہن لیتا ہوں اور ایک بکری ذبح کر دیتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عطاء رحمہ اللہ حج کے مسائل کا علم امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ سے زیادہ رکھتے تھے}

۶۶۳۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاجَعْفَرٍ یَقُوْلُ عَطَاءٌ اَعْلَمُ بِالْحَجِّ مِنِّیْ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے امام ابوجعفر (محمد بن علی باقر مدنی) رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: عطاء رحمہ اللہ مسائل حج کا علم مجھ سے زیادہ رکھتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے شخص کا حکم}

۶۶۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ قَضَیْتُ الْمَنَاسِكَ کُلَّهَا غَیْرَ الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ ثُمَّ وَاقَعْتُ اَهْلِیْ قَالَ فَاقْضِ مَا بَقِیَ عَلَیْكَ وَاَهْرِقْ دَمًا وَعَلَیْكَ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ قَالَ فَعَادَهٗ عَلَیْهِ فَقَالَ اِنِّیْ جِئْتُ مِنْ شُقَّةٍ بَعِیْدَةٍ قَالَ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ قَوْلِهٖ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بولا: میں نے تمام مناسک ادا کیے صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور پھر میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں (تو میرے لیے کیا حکم ہے؟) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرا جو حج باقی رہتا ہے وہ ادا کر اور قربانی کر اور تجھ پر آئندہ سال حج لازم ہوگا۔ اس شخص نے کہا کہ میں دور دراز کے علاقے سے بڑی مشقت کے بعد آیا ہوں تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے والا ہی جواب دیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی المدنی الصادق رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۹۵۰، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۱۶)

فائدہ:

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج کر رہے تھے اور وقوف عرفہ سے پہلے دونوں ہم صحبت ہو گئے اور مجامعت کر لی خواہ یہ مجامعت قبل میں ہو یا دبر میں تو ان دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا ان پر ایک ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور آئندہ سال حج کی قضاء لازم ہوگی، اور ان سب کے باوجود ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ لوگ دیگر حاجیوں کی طرح احرام باندھے رہیں اور افعال حج ادا کرتے رہیں، اس مسئلے کی اصل اور بنیاد وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون وارد ہے:

کہ دو میاں بیوی نے حج کا احرام باندھا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے انہوں نے جماع کر لیا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا، چنانچہ آپ نے انہیں دم دینے، افعال حج ادا کرتے رہنے

اور آئندہ سال حج کی قضاء کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۷۷۸)
اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

{عرفات میں وقوف کرنے کے بعد ہمبستری کرنے والے شخص کے بارے میں ابن عباسؓ کا موقف}

۶۶۵۔ قَالَ حدثنا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِیْ الرَّجُلِ یُجَامِعُ بَعْدَ مَا یَقِفُ بِعَرَفَاتٍ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ اِنَّ عَلَیْهِ بُدْنَةً وَیُتِمُّ مَابَقِیَ مِنْ حَجِّهٖ وَحَجُّهٗ تَامٌّ۔

امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی وقوف عرفات کے بعد بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے ہمبستری کر بیٹھے تو اس پر ایک اونٹ لازم آئے گا اور اپنے حج کے باقی ماندہ افعال پورے کرے گا اور اس کا حج تام ہے (یعنی اس کا حج ہو گیا)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۴۴)

{عرفہ میں وقوف کرنے کے بعد یا پہلے جماع کرنے والے شخص کے بارے میں امام ابراہیمؒ کا موقف}

۶۶۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ مُحْرِمٍ جَامَعَ قَبْلَ عَرَفَةَ اَوْبَعْدَهَا قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ عَلَیْهِ فِیْ الْوَجْهَیْنِ جَمِیْعًا شَاةً شَاةً وَیَقْضِیْ مَابَقِیَ مِنْ حَجِّهٖ وَعَلَیْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ۔

۶۶۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِثْلَ قَوْلِ اِبْرَاهِیْمَ سَوَاءً۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: محرم نے عرفہ میں وقوف سے پہلے یا عرفہ میں وقوف کے بعد بیت اللہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو دونوں صورتوں میں اس پر ایک ایک بکری لازم آئے گی اور اپنے حج کے باقی ماندہ افعال پورے کرے گا اور اس پر آئندہ سال حج لازم ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جسم یا سر میں کوئی تکلیف ہونے کی وجہ سے خوشبو ملی ہوئی دواء استعمال کی تو کفارہ دینا پڑے گا}

٦٦٨۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْمُحْرِمَ اِذَا اَصَابَهُ اَذًى فِيْ جَسَدِهٖ اَوْفِيْ رَاْسِهٖ فَيَتَدَاوِيْ بِدَوَاءٍ فِيْهِ طِيْبٌ كَفَّرَاَيَّ الْكَفَّارَاتِ شَاءَ اِنْ شَاءَ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَاِنْ شَاءَ اَطْعَمَ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ وَاِنْ شَاءَ ذَبَحَ شَاةً فَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: {فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ}فَهُوَ هٰذَا الصِّيَامُ {اَوْ صَدَقَةٍ} هِيَ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ، {اَوْنُسُكٍ (البقرة: ١٩٦)} فَهُوَ شَاةٌ يَذْبَحُهَا فَيَتَصَدَّقُ بِلَحْمِهَافَهِيَ هٰذَا النُّسُكُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب محرم کے جسم یا سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ ایسی دواء استعمال کرے جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو کفارات میں سے جو چاہے ایک کفارہ ادا کر دے، اگر چاہے تو تین دن کے روزے رکھے اور اگر چاہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے ہر مسکین کو نصف صاع گندم، اور اگر چاہے تو ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دے۔ اللہ رب العزت کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: {فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ} ''تو روزوں کا فدیہ دے۔'' پس وہ یہی روزے ہیں۔ {اَوْ صَدَقَةٍ} ''یا صدقے کا فدیہ دے۔'' پس وہ یہی صدقہ مراد ہے۔ {اَوْنُسُكٍ} ''یا قربانی کا فدیہ دے۔'' پس وہ بکری ہے کہ جسے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حالت احرام میں بیوی کا بوسہ لینے کا حکم}

٦٦٩۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ اَتَاهُ رَجُلٌفَقَالَ اِنِّيْ قَبَّلْتُ امْرَأَتِيْ وَاَنَامُحْرِمٌ فَخَذَفْتُ بِشَهْوَتِيْ قَالَ اِنَّكَ لَشَبِقٌ اَهْرِقْ دَمًا،وَتَمَّ حَجُّكَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور اور عرض کیا: ''میں نے حالت احرام میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور میں نے اپنی شہوت کو دبا لیا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تم کثیر الشہوت ہو، قربانی کرو اور تمہارا حج پورا ہو گیا۔''

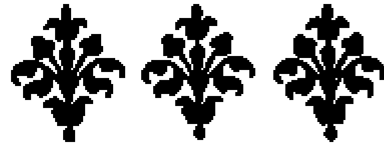
تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ عبد العزیز بن رفیع الاسدی المکی الطائی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۶ ۳۴۴۶،تاریخ الثقات للعجلی:۱۰۰۹)

فائدہ:

اگر محرم نے شہوت کے ساتھ عورت کا بوسہ لیا یا اسے چھوا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں حج اس وقت تک فاسد نہ ہوگا جب تک شرمگاہیں آپس میں مل نہ جائیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۳۴۷ باب من واقع اھلہ وھو محرم)



۲۹-بَابُ الْمُحْصَرِ

۲۹-جس حاجی کوراستے میں رکاوٹ پیش آجائے

۶۷۰-يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُحْصَرِ الَّذِيْ يُهِلُّ بِالْعُمْرَةِ اَوْ بِالْحَجِّ اَوْبِهِمَا جَمِيْعًا ثُمَّ يُصِيْبُهُ مَرَضٌ اَوْاَمْرٌ يَحْبِسُهُ مِمَّا لَا يَمْلِكُهُ عَنِ الْبَيْتِ فَلْيُقِمْ مَكَانَهُ ذٰلِكَ حَرَامًا اَوْلِيَرْجِعْ اِلٰى اَهْلِهِ اِنْ شَاءَ وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنْهُ شَيْءٌ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَدْيٍ اَوْبِثَمَنِ هَدْيٍ اِنْ كَانَ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَحْدَهُ اَوِالْعُمْرَةِ وَحْدَهَا وَاِنْ كَانَ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا بَعَثَ بِهَدْيَيْنِ اَوْ بِثَمَنِ هَدْيَيْنِ ثُمَّ وَاعَدَ اَصْحَابَهُ الْيَوْمَ الَّذِيْ يَنْحَرُ فِيْهِ الْهَدْيَ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ حَلَّ وَاِنْ كَانَ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَحْدَهُ فَعَلَيْهِ عُمْرَةٌ مَكَانَ عُمْرَتِهِ وَاِنْ كَانَ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَحْدَهُ فَعَلَيْهِ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ وَاِنْ كَانَ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا فَعَلَيْهِ عُمْرَتَانِ وَحَجَّةٌ. قَالَ حَمَّادٌ وَسَاَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَلَمْ يُخَالِفْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْحَجِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے ایسے محصر کے بارے میں فرمایا: جو صرف عمرہ یا صرف حج یا حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے اور پھر اسے مرض یا اور کوئی چیز حج بیت اللہ سے روک دے اور وہ اس کی وجہ سے (خانہ کعبہ) آنے کے قابل نہ رہے تو اسے چاہیے کہ وہ احرام کی حالت میں اس جگہ ٹھہر جائے یا اگر چاہے تو اپنے گھر واپس لوٹ جائے مگر اپنے اوپر کسی چیز کو حلال نہ کرے، اور اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو پھر ایک ہدی کا جانور یا ہدی کے جانور کے قیمت بھیج دے اور اگر حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا تو دو ہدیوں کے دو جانور یا دو جانوروں کی قیمت بھیجے اور اپنے ساتھیوں سے ایک مقررہ دن کا وعدہ کرالے جس میں وہ ہدی کا جانور ذبح کردیں اور جب وہ دن آئے تو حلال ہو جائے۔ اور اگر اس نے صرف اکیلے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر اس عمرہ کے بدلہ میں عمرہ لازم گا، اور اگر صرف اکیلے حج کا احرام باندھا تھا تو اس پر عمرہ اور حج لازم آئے گا اور اگر حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا تو اس پر دو عمرے اور ایک حج لازم آئے گا۔ امام حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے حج سے متعلق کسی مسئلہ میں بھی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۷۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنِ الرَّجُلِ یُحْصَرُ بِعُمْرَةٍ کَیْفَ یَصْنَعُ وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ اَقُوْلَ فَاِنْ اُحْصِرَ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ ثُمَّ اَسْأَلُهُ فَاِنْ اُحْصِرَ وَهُوَ قَارِنٌ قَالَ فَقَالَ فِیْ الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ اِنْ شَاءَ اَهْدٰی هَدْیًا وَاِنْ شَاءَ اَحَلَّ بِغَیْرِ هَدْیٍ قَالَ فَلَمَّا اَخْطَاَ تَرَکْتُهُ۔ قَالَ وَسَأَلْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ اِبْرَاهِیْمَ۔

امام حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آدمی کو عمرہ سے روک دیا گیا ہو تو وہ کیا کرے؟ اور میں نے ارادہ کیا کہ ان سے کہوں کہ اگر آدمی محصور ہو جائے اور اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور پھر میں ان سے پوچھوں کہ اگر محصور ہو جائے اور وہ قارن ہو۔ فرماتے ہیں کہ عطاء رحمہ اللہ نے عمرہ سے روک دیئے گئے کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو ہدی بھیج دے اور اگر چاہے تو ہدی بھیجے بغیر ہی حلال ہو جائے ، فرماتے ہیں کہ جب امام عطاء رحمہ اللہ نے غلطی کی تو میں نے انہیں چھوڑ دیا (اور اگلا سوال نہیں کیا) اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کی مثل فرمایا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حج میں شرط لگالینا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا}

۶۷۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَطَ وَمَنْ لَّمْ یَشْتَرِطْ سَوَاءٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے ، انہوں نے فرمایا: جس نے کوئی شرط لگائی اور جس نے نہیں لگائی برابر ہیں۔ (یعنی حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۸ باب متی یقطع التلبیۃ والشرط فی الحج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۲ ح ۹۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۸)

{عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گائے ذبح کی}

۱۶۳. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا ذَبَحَتْ بَقَرَةً.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے (عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے) ایک گائے ذبح کی۔

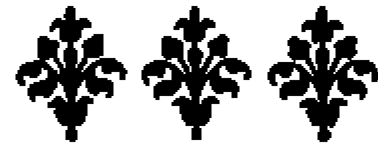
تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۳۳، صحیح البخاری: ۲۹۴، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، مسند الحمیدی: ۲۰۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۷۱۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۱۸۱، صحیح ابن حبان: ۳۸۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۷۶، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۱۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طرق اخری فانظر مسند الامام ابی حنیفة روایة الحصکفی: ۲۲۹)



۳۰-بَابُ الْهَدْيِ

۳۰-ہدی کا بیان

چونکہ کتاب الحج میں کئی مقامات پر ہدی کا تذکرہ آیا ہے، اس لیے حج، اقسام حج اور متعلقات حج کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب ہدی کی تفصیلات وتشریحات کو بیان کیا جارہا ہے۔

{ہدی کا جانور راستے میں مرنے کے قریب ہوگیا، اس کو ذبح کیا تو درندوں کے لیے چھوڑنے سے بہتر ہے کھالیں}

۶۷۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ زَوْجَهَا اَهْدَى هَدْيًا تَطَوُّعًا، فَعَطِبَ وَنَحَرَهُ وَغَمَسَ نَعْلَهُ فِي دَمِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِهَا عَلَى جَنْبِهِ ثُمَّ تَرَكَهُ وَسَأَلَتْ خَالَتُهُ عَنْ ذٰلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اَكْلُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ تَرْكِهِ لِلسِّبَاعِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی خالہ سے مروی ہے کہ ان کے شوہر نے ایک نفلی ہدی ہانکی، وہ مرنے کے قریب ہوگئی تو انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا نعل اس کے خون میں ڈبو کر اس کے پہلو میں مارا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ ان کی خالہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کو کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو درندوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۵ باب من عطب ھدیہ فی الطریق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۴۸ ح ۹۹۹

{لنگڑی اگر قربان گاہ پہنچ جائے تو کفایت کر جائے گی}

۶۷۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تُجْزِئُ عَنْكَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسَكَ يَعْنِي الْعَرْجَاءَ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب لنگڑی قربان گاہ پہنچ جائے تو تمہاری طرف سے کفایت کر جائے گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۴۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۳۴، ۸۲۶، ۱۰۲۱، ۱۳۰۹، ۱۳۱۲، سنن الدارمی: ۱۹۹۴، سنن الترمذی: ۱۵۰۳، مسند البزار: ۷۵۳، ۷۵۴، الاحادیث المختارۃ: ۴۱۲، ۴۱۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۳۳، ۶۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۱۹۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۵۳۳، ۷۵۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۱۰۶، ۱۹۱۰۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۸۹۹۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طريق اخرى عند الطحاوي واحمد بن حنبل وغيرهما)

{ہدی اونٹ یا گائے یا بکری میں سے ہو}

۶۶۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْبُدْنُ مِنَ الْبَقَرِ وَالْاِبِلِ وَالْهَدْيُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بدنہ اونٹ یا گائے میں سے ہو اور ہدی اونٹ یا گائے یا بکری میں سے ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قربانی کا جانور روانہ کیا، دوسرا خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو عائشہ ؓ نے دونوں کو نحر کیا}

۶۶۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَهْدَيْتُ بَدَنَةً فَهَلَكَتْ فَاشْتَرَيْتُ هَدْيًا اٰخَرَ مَكَانَهَا، وَوَجَدْتُ الْاُوْلٰى فَنَحَرْتُهُمَا جَمِيْعًا وَقَالَتِ الْاُوْلٰى كَانَتْ تُجْزِئُ عَنِّيْ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے ہدی کا جانور روانہ کیا، وہ راستے میں گم ہو گیا تو میں نے اس کی جگہ دوسرا جانور خریدا، پھر مجھے پہلا بھی مل گیا اور میں نے ان دونوں کو نحر کیا اور ام المؤمنین

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میری طرف سے تو پہلا بھی کفایت کر جاتا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے}

۶۷۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَحْرَمْتَ بِالْعُمْرَةِ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَاَنْتَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ اَقَمْتَ حَتّٰی تَحُجَّ فَاَنْتَ مُتَمَتِّعٌ وَعَلَیْكَ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلاَثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ وَصِیَامُ ثَلاَثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ اٰخِرُهَا یَوْمُ عَرَفَةَ وَاِنْ هُوَ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ ثُمَّ اَهَلَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِكَ لِحَجٍّ لَمْ یَكُنْ مُتَمَتِّعًا وَلَمْ یَكُنْ عَلَیْهِ هَدْیٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تو حج کے مہینوں میں (حج سے پہلے) عمرہ کا احرام باندھے اور تو اہل مکہ میں سے نہ ہو اور پھر تو وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کر لے تو متمتع (حج تمتع کرنے والا) ہے اور تجھ پر ہدی واجب ہے جو بآسانی دے سکے، پس جو کوئی ہدی نہ پائے تو وہ حج کے ایام میں تین دن کے روزے رکھے اور سات اس وقت جب حج سے فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے۔ اور اگر آدمی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا ہو اور پھر گھر واپس آ گیا پھر اسی سال اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ شخص متمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر ہدی واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹، باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۳ ح ۹۱۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔'' (کتاب الآثار: ۳۳۹)

{جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچنے پڑ جائیں}

۶۸۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُتَمَتِّعِ لاَ يَجِدُ هَدْيًا قَالَ يَسْتَقْرِضُ فَيَشْتَرِيْ هَدْيًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ بَاعَ اِزَارَاهُ فَاشْتَرٰى بِهٖ هَدْيًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حج تمتع کرنے والا ہدی کی طاقت نہ رکھتا ہو (اور ایام حج میں تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو) تو قرض لے کر ہدی کا جانور خرید لے گا اور اگر قرض نہ ملے تو اپنا ازار فروخت کرکے اس کی قیمت سے ہدی خرید لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۹۴ باب العمرۃ فی اشہر الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۵۳۷ ح ۹۷۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۹۸۹، کتاب الحج: ج۱ ص ۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

اگر حج قران کرنے والے یا تمتع کرنے والے کے پاس دم تمتع یا قران نہ ہو تو اسے دس روزے رکھنا ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم. (البقرۃ:۱۹۶)

جس کسی کے پاس ہدی کے جانور کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے، اور سات (روزے) اس وقت جب تم (گھروں کو) لوٹ جاؤ۔

تین روزے حج سے پہلے رکھے گا، ان روزوں کو بالکل اخیر میں رکھے گا اور اگر حج سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے اور قربانی کا دن آ جائے تو اب دم تمتع یا قران ہی دینا ہوگا اگرچہ اسے اپنے کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں۔

{اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے}

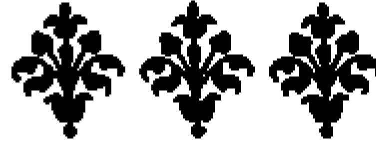
۶۸۱۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِيْ: يَصُوْمُ

لِمُتْعَتِهٖ ثُمَّ يَجِدُ هَدْيًا فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ اَوْ يَصُوْمُ فِيْ ظِهَارِهٖ اَوْ فِيْ كَفَّارَةِ يَمِيْنٍ ثُمَّ يَجِدُ مَا يُعْتِقُ فِيْ آخِرِ صَوْمِهٖ اَنَّهٗ لَا يُجْزِئُهُ الصَّوْمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو حج تمتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



٨- كِتَابُ النِّكَاح

نکاح سے متعلق احکام ومسائل

نکاح محض ایک جنسی خواہش پورا کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ تکمیل فرد کا ایک فطری شرعی اور لازمی حصہ ہے۔جس شخص میں یہ رغبت نہ ہو وہ ناقص اور عیب دار ہوتا ہے۔اور سول اللہ ﷺ بشری صفات کا کامل ترین نمونہ تھے اور اسی مفہوم میں آپ کا یہ فرمان ہے کہ:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلاۃ۔(سنن النسائی:۳۳۹۱)

''دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب ہیں،اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

قرآن حکیم کا صریح حکم ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عباد کم وامائکم۔(النور:۳۲)

''کہ اپنے بے نکاح لوگوں کے نکاح کردو اور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کے بھی۔''

فحاشی اور منکرات کا در بند کرنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہے ہی نہیں۔علاوہ ازیں افراد امت کی تعداد بڑھانے کے لیے اس کی رغبت دی گئی ہے: {وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔(النساء:۳)} ''اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں،دو دو سے،تین تین سے،اور چار چار سے۔ہاں!اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔''

نکاح انسان میں شرم وحیاء پیدا کرتا ہے اور آدمی کو بدکاری سے بچاتا ہے۔سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا:''اے نوجوانوں کی جماعت!تم میں جو استطاعت رکھے وہ شادی کرے اس لیے کہ شادی سے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں اور شرمگاہ (بدکاری سے) محفوظ ہو جاتی ہے اور جو شخص خرچ کی طاقت نہ رکھے،تو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ خواہش نفس کو ختم کردے گا۔''(صحیح مسلم:۱۴۰۰)

اسی طرح نکاح جنسی آلودگی،جنسی ہیجان اور شیطانی خیالات وافعال سے محفوظ رکھتا ہے۔نکاح باہمی محبت اور مودت

کا مؤثر ترین ذریعہ ہے، نکاح انسان کے لیے باعث راحت وسکون ہے۔

نکاح کی فضیلت ہی کی بابت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص نکاح کر لیتا ہے تو اپنا آدھا دین مکمل کر لیتا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ باقی آدھے دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔'' (المعجم الاوسط للطبرانی:۱/ ۱۶۲ وشعب الایمان ۴/ ۳۸۲، ۳۸۳)

جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ نے ازواج مطہرات سے نبی اکرم ﷺ کی خفیہ عبادت کا حال دریافت کیا، تو پوچھنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا: میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا، کسی نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہوا جنہوں نے ایسی اور ایسی باتیں کہیں جب کہ میں رات کو نوافل پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نفلی روزہ رکھتا ہوں، ترک بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں۔'' (صحیح مسلم:۱۴۰۱)

اس مختصری تمہید کے بعد اب نکاح سے متعلق احکام ومسائل پڑھیں۔

{ایسی عورت سے شادی کی جائے جو رنگت میں خواہ کالی ہو لیکن اولاد کا ذریعہ بن سکے}

۶۸۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؛ فَنَهَاهُ عَنْهَا ثُمَّ اَتَاهُ اَيْضًا فَقَالَ اَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؛ فَنَهَاهُ عَنْهَا ثُمَّ قَالَ سَوْدَاءُ وَلُوْدٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ! اَمَا عَلِمْتَ اَنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ حَتّٰى اِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطِئًا يُقَالُ لَهٗ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ لَا حَتّٰى يَدْخُلَهَا اَبَوَايَ!۔

ایک شامی صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں، نبی ﷺ نے اسے منع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ دوبارہ آیا، نبی ﷺ نے اسے پھر منع کر دیا اور فرمایا: ''میرے نزدیک ایک بانجھ عورت سے خواہ وہ خوبصورت ہی ہو، شادی کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان ایسی عورت سے شادی کرلے جو اگرچہ رنگت میں کالی ہو لیکن اولاد کا ذریعہ بن سکے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا، یہاں تک کہ تم قبل از وقت پیدا ہو کر مر جانے والے بچے کو ہکا بکا کسی کو تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے۔ اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ، جنت میں چلے جاؤ، وہ کہے گا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک میرے والدین جنت میں نہ چلے جائیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۶۳، ۱۰۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۰۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۶۸۵، فوائد تمام: ۱۴۶۳، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۳ ص ۶۱، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۴۷۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۰۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری)

فوائد ومسائل:

۱۔ اہل وعیال والی زندگی گزارنا اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ یہود ونصاری اور ہندوؤں وغیرہ کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے ہاں غیر شادی شدہ زندگی گزارنا اور بزعم خویش عبادت وریاضت میں مشغول رہنا افضل اور قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔
۲۔ نکاح کا ایک اہم روحانی فائدہ یہ بھی ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت کر کے انہیں اسلامی معاشرے کے مفید ارکان بنانا بھی ایک اہم دینی خدمت ہے۔ اور دوسروں کو اچھے کاموں کی ترغیب دلانے خود سیدھی راہ پر گامزن رہنا آسان ہوجاتا ہے۔
۳۔ مسلمانوں کے لیے اولاد کی کثرت شرعاً مطلوب ہے، لہٰذا اس کے لیے کوشش کرنا، یعنی نکاح کرنا اور ازدواجی تعلقات قائم رکھنا بھی شرعاً مستحسن ہے۔
۔ نکاح روحانی ترقی میں رکاوٹ نہیں۔
۵۔ جس عورت کے متعلق معلوم ہوجائے کہ وہ ولادت کی صلاحیت سے محروم ہے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ نکاح سے اصل مقصود اولاد کا حصول ہوتا ہے اور ہونا چاہیے، جو عورت اس وصف ہی سے محروم ہو، تو اس سے نکاح کرنے کا کیا فائدہ؟ تاہم اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بانجھ عورت سے مطلقاً ہی نکاح کرنا ممنوع ہے، بلکہ بعض دفعہ نکاح کے کچھ اور مقاصد بھی ہوتے ہیں، تو وہاں ان سے نکاح کرنا جائز ہوگا، بلکہ بعض دفعہ پسندیدہ بھی ہوسکتا ہے۔
۶۔ بیوہ عورت کے متعلق تو معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ بانجھ ہے، مگر کنواری میں حیض نہ آنا ایک امکانی سبب ہوسکتا ہے، یقینی نہیں۔

{عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ ہبہ کردیا، مرد نے قبول کرلیا تو اسے نکاح سمجھا جائے گا}

۶۸۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا وَهَبَتِ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ بِشُهُوْدٍ فَقَبِلَهَا الرَّجُلُ فَهُوَ نِكَاحٌ وَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اِلاَّ اَنْ تَرْضَى بِاَقَلِّ مِنْ ذٰلِكَ وَاِنْ لَّمْ يَقْبَلْهَا فَلاَ

شَيْئٌ وَاِنْ قَبِلَهَا وَلَمْ تَكُنْ شُهُوْدٌ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَالْعِدَّةُ عَلَيْهَا وَلَاصَدَاقَ لَهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَاِنْ كَانَ دَخَلَ بِهَا فَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الصَّدَاقُ.

۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ کسی مرد کے لیے ہبہ کرتی ہے اور مرد اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے نکاح سمجھا جائے گا اور عورت کو مہر مثل دیا جائے گا مگر یہ کہ عورت اس سے کم مہر پر رضامند ہو جائے۔ اور اگر مرد نے عورت کو قبول نہیں کیا تو کوئی ادائیگی لازم نہ ہوگا۔ اور اگر مرد نے گواہوں کی غیر موجودگی میں عورت کو قبول کیا ہو تو ان کو جدا کر دیا جائے گا اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور حق مہر نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ مرد نے اس سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کیا ہو تو عورت پر عدت لازم ہوگی اور اسے حق مہر بھی دیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آدمی کا اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ جماع کر لینا}

۶۸۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ فِيْمَنْ يُّجَامِعُ اُمَّ امْرَاَتِهِ لَا تُحَرَّمُ عَلَيْهِ امْرَاَتُهُ لَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ الْحَرَامُ الْحَلَالَ.

عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ جماع کر لیتا ہے تو اس کی بیوی اس کے لیے حرام نہیں ہوگی کیونکہ حرام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو چیز حلال میں حرام ہوگی وہ حرام میں زیادہ شدید ہوگی، امام عطاء رحمہ اللہ، امام مجاہد رحمہ اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مانند مروی ہے ان حضرات کے اقوال امام ابن ابی شیبۃ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے نقل کیے ہیں۔ (ملخصا: الجوہر النقی: ج ۷ ۱۶۹۲) نیز امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے کتاب الحجہ میں بھی اس باب سے متعلقہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن رحمہ اللہ، سعید بن مسیب رحمہ اللہ، ابو سلمہ اور خیثمہ بن عبدالرحمن وغیرہ کے آثار نقل کیے ہیں اور بعض اہل مدینہ کے مؤقف کے خلاف اپنے دلائل ذکر کیے ہیں۔

{نکاح کا خطبہ}

۶۸۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِیْ خُطْبَةِ النِّکَاحِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِیْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ {وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا}، {اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ}۔ {یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اِلٰی قَوْلِهٖ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا} ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ ذٰلِکُمْ ثُمَّ یَذْکُرُ حَاجَتَهٗ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نکاح کے خطبہ میں فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ''اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے (النساء: ۱)۔'' ''اے ایمان والو! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے، اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو (آل عمران: ۱۰۲)۔'' ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ اور اللہ تمہارے کام سنوار دے گا، اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اُس نے وہ کامیابی حاصل کرلی جو زبردست کامیابی ہے (الاحزاب: ۷۰، ۷۱)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۵۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۲۰، سنن الدارمی: ۲۲۴۸، سنن الترمذی: ۱۱۰۵، سنن النسائی: ۱۴۰۴، المنتقی لابن الجارود: ۶۷۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۷۴۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۔ امام ابوعبدالرحمن قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی مسعودی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری و سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۴۷۹۹، تاریخ الثقات للعجلی:۱۳۶۷)

۲۔ امام عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۳۸۷۷، تاریخ الثقات للعجلی:۹۶۳)

واضح رہے کہ یہ حدیث موقوفا و مرفوعا دونوں طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

{مباشرت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ دخول صرف اگلے مقام میں کیا جائے}

۶۸۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ ابْنِ خُثَيْمِ الْمَكِّيِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ. حَفْصَة بِنْت عَبْدِالرَّحْمٰنِ: اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْهَا فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِي يَأْتِيْنِيْ مُجْنِبَةً وَمُسْتَقْبِلَةً فَكَرِهْتُهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَا بَأْسَ اِذَا كَانَ فِيْ صِمَامٍ وَّاحِدٍ.

حفصہ سے مروی ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا شوہر میرے پاس پہلو کی طرف سے اور سامنے کی طرف سے آتا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے، یہ بات نبی ﷺ تک بھی پہنچ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ ایک ہی سوراخ میں ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۴ باب العزل وما نہی عنہ من اتیان النساء، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۶ ح ۱۱۸۹، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۷۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۶۹۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۰۰، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۷۸۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر)

۱۔ امام ابوعثمان عبداللہ بن عثمان بن خثیم القاری المکی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۳۴۱۷، تاریخ الثقات للعجلی:۸۵۱)

۲۔ امام یوسف بن ماہک بن بہزاد الفارسی المکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۷۱۵۰، الکاشف:۶۴۴۵)

۳۔ ثقہ وصدوق محقق حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نہیں ہیں بلکہ

حفصہ بنت عبدالرحمن (بن ابی بکر الصدیق) ہیں جو کہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔
اور حفصہ بنت عبدالرحمن نے یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔
(ملاحظہ ہو: مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۶۹۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۰۰)

فائدہ:

مباشرت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا جائز ہے، خواہ عورت چت لیٹی ہوئی ہو یا پیٹ کے بل یا کروٹ پر، تاہم یہ ضروری ہے کہ دخول صرف عورت کی قبل (اگلی شرمگاہ) میں ہی کیا جائے۔

{عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے}

۶۸۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حُمَيْدِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِتْيَانُ النِّسَاءِ فِيْ مَحَاشِهِنَّ حَرَامٌ.

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۸۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۰۰ ح ۱۳۱۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۲،

تحقیق:

حسن ہے۔(للحديث شواهد واخرج الحديث طلحة وابن خسرو من طريق محمد عنه عن حميد بن قيس الاعرج عن رجل يقال له عباد بن عبد الحميد عن ابي ذر ،الحديث)
امام ابوصفوان حمید بن قیس الاعرج المکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۵۳۵، تاریخ الثقات: ۳۴۲)

{عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے}

۶۸۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِيْفَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ تَمَّامٍ عَنْ اَبِي الْقَعْقَاعِ الْجَرْمِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِتْيَانُ النِّسَاءِ فِيْ مَحَاشِهِنَّ حَرَامٌ.

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۸۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۹۹ ح ۱۲۱۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۸۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۱۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۲۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔

۱۔ امام ابو قدامہ منہال بن خلیفہ العجلی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے مختلف فیہ راوی ہیں۔ (ملخصا: تہذیب الکمال: ۶۲۰۹) مگر ان کی اسماعیل بن ابراہیم نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

(ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۹۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۱۲۹)

۲۔ امام ابو عبداللہ سلمہ بن تمام الشقری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۴۴۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۵۸۵)

۳۔ امام ابو القعقاع الجرمی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات من لم یقع فی الکتب الستۃ: ۱/۵۸۳، تعجیل المنفعۃ: ۱۳۷۷، الثقات لابن حبان: ۸۸۵۸)

{عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے}

۶۸۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَجَدْنَا كِتَابًا بِخَطِّ اَبِيْ اَعْرِفُهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِتْيَانُ النِّسَاءِ فِيْ مَحَاشِهِنَّ حَرَامٌ۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۸۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۹۹ ح ۱۲۱۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۸۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۱۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوعبدالرحمن قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی مسعودی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری وسنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۷۹۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۶۷)

۲۔ امام عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۸۷۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۹۶۳)

{اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور ملوانے والی وغیرہما پر لعنت کی ہے}

۶۱۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوْتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوْتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوْتَشِرَةَ وَالْوَاصِمَةَ وَالْمُوْتَصِمَةَ وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهٗ وَشَاهِدَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَالْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گدوانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کروانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد ومسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب وزینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یہ جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشہ اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی

کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرنا ہے۔جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور مٹتا نہیں۔عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔

۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے،لہٰذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے،خواہ یہ سود بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔

۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام،معصیت اور گناہ ہے۔حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گذارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام،معصیت اور گناہ ہے۔

{غلام کے لیے کسی کو اپنی لونڈی بنانا جائز نہیں}

۶۹۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لاَ يَتَسَرَّى الْعَبْدُ اَلاَ تَرَى اِلَى قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى {الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلاَّ عَلَى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اِلَى آخِرِ الاٰيَةِ} فَالْعَبْدُ لاَ يَمْلِكُ شَيْئًا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام لونڈی نہیں رکھ سکتا،کیا تم اللہ کے اس ارشاد میں نظر نہیں ڈالتے: ''اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں،سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آ چکی ہوں،کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں (المؤمنون:۶)۔''لہٰذا غلام کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۵ باب ما یحل للعبد من التزویج،جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۴ ح ۱۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۲۹۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۵)

{آزاد مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے}

۲۹۲۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْحُرِّ یَتَزَوَّجُ اَرْبَعَ مَمْلُوْکَاتٍ اِنْ شَاءَ وَثَلَاثًا وَثِنْتَیْنِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد مرد چار (۴)، تین (۳) اور دو (۲) باندی سے شادی کر سکتا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۳ باب ما یحل للرجل الحر من التزویج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۲ ح ۱۱۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ یہ اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، آزاد مرد کو یہ حق ہے کہ وہ جتنی آزاد عورتوں سے شادی کر سکتا ہے اتنی ہی تعداد میں باندیوں سے بھی نکاح کر سکتا ہے، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۳)

{غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے شادی کی تو طلاق غلام کے ہاتھوں میں ہوگی}

۲۹۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَیْرِ اِذْنِ

مَوْلَاهُ فَلِلْمَوْلٰی اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَهُمَا وَیَاْخُذَ مِنَ الْمَرْاَةِ مَا اَخَذَتْ مِنَ الْعَبْدِ وَاِنْ تَزَوَّجَ بِاِذْنِ مَوْلَاهُ فَالطَّلَاقُ بِیَدِ الْعَبْدِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے تو آقا کو حق حاصل ہے کہ ان دونوں کو جدا کر دے اور عورت سے وہ لے لے جو عورت نے (اس کے) غلام سے لیا ہے اور اگر غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے شادی کی ہے تو پھر (اس عورت کی) طلاق غلام کے ہاتھوں میں ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۹ باب ما یحل للرجل الحر من التزویج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۲ ح ۱۱۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۹)

{غلام صرف دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے}

۶۱۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا یَتَزَوَّجُ الْعَبْدُ اِلَّا اثْنَتَیْنِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام صرف دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: باب ما یحل للعبد من التزویج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۴ ح ۱۱۸۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
''کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔'' (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۳۴۹)
نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ، امام عطاء رحمہ اللہ، امام شعبی رحمہ اللہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔
(ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبۃ:۵ ۱۶۰۳ تا ۱۶۰۴۰ باب فی المملوک کم یتزوج من النساء؟)

{آدمی کا کسی عورت کے ساتھ زنا کر لینے کے بعد اس کے ساتھ شادی کرنا}

۶۹۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ سَأَلَ عَلْقَمَةَ عَنْ رَّجُلٍ فَجَرَ بِاِمْرَأَةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَقَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: {وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ}

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو عورت کے ساتھ زنا کر لیتا ہے اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے (تو کیا یہ شادی درست ہوگی؟) تو انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی: {وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ} ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف کرتا ہے (الشوریٰ:۲۵)۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹۹ باب الرجل یزنی بامراۃ ثم یتزوجھا، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۷۸۵ باب فی الرجل یفجر بالمراۃ ثم یتزوجھا ومن رخص فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۹۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِيْ ذٰلِكَ اَوَّلُهُ سِفَاحٌ وَاٰخِرُهُ نِكَاحٌ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مسئلے کے بارے میں فرمایا: ان کا پہلا

عمل زنا ہے اور دوسرا عمل نکاح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۸۷، سنن سعید بن منصور: ۸۸۹، مسند ابن الجعد: ۳۶۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۷۷۹، ۱۶۷۹۶، سنن الدارقطنی: ۳۸۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۸۷۸، ۱۳۸۷۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۳۷۷۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

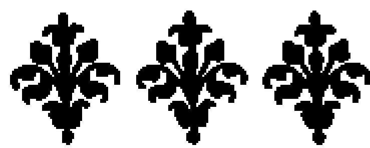
{اگر عورت اپنی عدت میں شادی کرلے اور پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے تو وہ کس عدت کو پہلے گزارے گی؟}

۶۹۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْاَةُ فِیْ عِدَّتِهَا فَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا فُرِّقَ بَیْنَهُمَا وَتَمَّتْ عِدَّةَ الْاُوْلٰی وَاعْتَدَّتْ مِنَ الْاٰخَرِ عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی عورت نے اپنی عدت میں شادی کرلی اور اس کے شوہر نے دخول بھی کرلیا اور پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے تو عورت پہلی عدت کو پورا کرے گی اور پھر دوسرے کی عدت نئے سرے سے شمار کرے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۱-بَابُ الْمَهْرِ

حق مہر کا بیان

{عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ ہبہ کر دیا، مرد نے قبول کر لیا تو عورت کو مہر مثل دیا جائے گا}

۶۹۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا وَهَبَتِ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ بِشُهُوْدٍ فَقَبِلَهَا الرَّجُلُ فَهُوَ نِکَاحٌ وَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اِلَّا اَنْ تَرْضٰی بِاَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَاِنْ لَّمْ یَقْبَلْهَا فَلَا شَیْءَ وَاِنْ قَبِلَهَا وَلَمْ تَکُنْ شُهُوْدٌ فُرِّقَ بَیْنَهُمَا وَالْعِدَّةُ عَلَیْهَا وَلَا صَدَاقَ لَهَا اِنْ لَّمْ یَکُنْ دَخَلَ بِهَا فَاِنْ کَانَ دَخَلَ بِهَا فَعَلَیْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الصَّدَاقُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ کسی مرد کے لیے ہبہ کرتی ہے اور مرد اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے نکاح سمجھا جائے گا اور عورت کو مہر مثل دیا جائے گا مگر یہ کہ عورت اس سے کم مہر پر رضامند ہو جائے۔ اور اگر مرد نے عورت کو قبول نہیں کیا تو کوئی دائیگی لازم نہ ہوگا۔ اور اگر مرد نے گواہوں کی غیر موجودگی میں عورت کو قبول کیا ہو تو ان کو جدا کر دیا جائے گا اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور حق مہر نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ مرد نے اس سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کیا ہو تو عورت پر عدت لازم ہوگی اور اسے حق مہر بھی دیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ہر وہ جماع جس میں حد نہ ہو اس میں مہر ہے}

۶۹۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ کُلُّ جِمَاعٍ یُدْرَاُ فِیْهِ الْحَدُّ فَفِیْهِ الصَّدَاقُ فَقَالَ هٰذِهِ امْرَاَةٌ حَبَسَ اللّٰهُ عَلَیْكَ مِیْرَاثَهَا فَکُلْهُ۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہر وہ جماع جس میں حد نہ ہو اس میں مہر ہے۔" اور فرمایا: "اس عورت کے ذریعے اس کا ترکہ اللہ نے تیرے واسطے روک رکھا ہے تو تُو اسے کھا۔"

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۲۱ باب من غصب امراۃ نفسہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۸ ح ۱۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مہر طے نہیں کیا، قبل از دخول انتقال ہو گیا تو پورا مہر ملے گا}

۶۰۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الرَّجُلِ يَمُوْتُ وَلَهُ امْرَأَةٌ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا قَالَ مَا سَمِعْتُ فِيْهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا قَالَ فَقِيْلَ لَهُ قُلْ فِيْهَا بِرَأْيِكَ قَالَ أَرَى لَهَا صَدَاقَ نِسَائِهَا كَامِلاً وَالْمِيْرَاثَ كَامِلاً وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْجَعَ قَضَيْتَ فِيْهَا وَالَّذِيْ يُحْلَفُ بِهِ بِقَضَاءِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ بَرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ الْأَشْجَعِيَّةِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے عورت سے شادی کی لیکن عورت کے لیے مہر مقرر نہ کیا اور ابھی دخول بھی نہ ہوا تھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی نہیں سنا، آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس کے بارے میں آپ اپنی رائے ظاہر کر دیجئے، انہوں نے فرمایا: ''میرے خیال میں اسے اس جیسی خواتین کے مہر جتنا پورا حق مہر ملے گا، پوری میراث ملے گی اور عدت بھی آئے گی۔'' (یہ سن کر) اشجعی قبیلے کے ایک شخص (سیدنا معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ) نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے آپ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں کیا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۴۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۰۹ باب من تزوج ولم یفرض صداقا حتی مات، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۱۲ ح ۱۲۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۹۹، ۱۱۷۴۳، ۱۱۷۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۱۱۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۱، سنن ابی داود: ۲۱۱۴، سنن الترمذی: ۱۱۴۵، سنن النسائی: ۳۳۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی:

۵۴۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۴۱۱، ۱۴۴۱۲، ۱۴۴۱۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۹۹، ۱۱۷۴۳، ۱۱۷۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۱۱۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۶۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(رواہ ابو نعیم بسندہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ.....الخ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں میراث اور عدت اس وقت تک لازم نہیں ہوتے جب تک حق مہر لازم نہ ہو۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۴۰۹)

{عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کرلے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند پر لازم ہوگا}

۶۰۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ وَاحِدَةً یَمْلِكُ الرَّجْعَةَ ثُمَّ اَشْهَدَ عَلٰی رَجْعَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِیَ الْعِدَّةُ وَهِیَ لَا تَعْلَمُ حَتّٰی تَزَوَّجَتْ وَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا اَنَّهُ یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا وَبَیْنَ زَوْجِهَا الْاٰخَرِ وَتُرَدُّ عَلٰی زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَیَكُوْنُ لَهَا الْمَهْرُ عَلَی الْاٰخَرِ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی رجوع کرکے اس پر گواہ بنالیے جبکہ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ شادی کرلے اور اس کے خاوند نے دخول بھی کرلیا تو عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گا اور عورت کو اس کے پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور عورت کا حق مہر دوسرے خاوند پر ہوگا اس سبب سے جو اس نے عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔(ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبۃ: ۱۸۹۰۵)

{لونڈی کو آزاد کردیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کرلیا تو اسے مہر نہیں ملے گا}

۶۰۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ تُعْتَقُ امْرَاَتُهُ وَهِیَ اَمَةٌ وَلَمْ یَدْخُلْ بِهَا فَتَخْتَارُ نَفْسَهَا اَنَّهُ قَالَ لَا مَهْرَ لَهَا لِاَنَّ الْفُرْقَةَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِهَا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے "ایسے شخص کے بارے میں جس کی بیوی کو آزاد کر دیا گیا جبکہ وہ باندی ہو اور ابھی اس نے دخول بھی نہ کیا اور باندی اپنے آپ کو اختیار کر لے۔" تو فرمایا: اس باندی کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ فرقت باندی کی طرف سے پیش آئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یزوج الأمة ثم یشتریها او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں کی شادی ایک ہزار دینار کے عوض کرتے}

۷۰۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُزَوِّجُ بَنَاتَهُ عَلَى اَلْفِ دِيْنَارٍ يُحَلِّيْهِنَّ مِنْ ذٰلِكَ بِاَرْبَعِمِائَةِ دِيْنَارٍ وَكَانَ يُحَلِّيْ بَنَاتَهُ الذَّهَبَ.

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کی شادی ایک ہزار دینار کے عوض کرتے اور چار سو درہم کا زیور بنا کر دیتے اور اپنے بیٹیوں کو سونے کے زیورات بنا کر دیتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: باب اللباس من الحریر والشہرة والخز، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۸۳ ح ۱۷۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۳۴۲ باب لاوقت فی الصداق کثر او قل، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۳۲، مؤطا مالک: ۱۱، مؤطا محمد: ۳۳۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۷۸۱، سنن الدارقطنی: ۱۹۶۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۸۲۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عمرو بن دینار المکی الاثرم الجمحی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۳۶۰، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۲۵۷)

۳۲-بَابُ الْمُتْعَةِ

نکاح متعہ کا بیان

{متعہ کی اجازت صرف تین دن کے لیے دی گئی تھی پھر اسے آیت نکاح نے منسوخ کردیا}

۶۰۴۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ شَکَوْنَا الْعُزُوْبَةَ فَاُحِلَّتْ لَنَا الْمُتْعَةُ ثَلَاثًا قَطُّ ثُمَّ نَسَخَتْهَا اٰیَةُ النِّکَاحِ وَالْعِدَّةِ وَالْمِیْرَاثِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم نے (ایک غزوہ میں) مجرد رہنے اور غلبہ شہوت کی شکایت کی تھی جس کی وجہ سے ہمارے لیے تین دن متعہ حلال قرار دے دیا گیا اور پھر اس متعہ کو آیت نکاح، عدت اور میراث نے منسوخ کردیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۵ باب من تزوج للمتعۃ، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/ ۲۴، السنن الکبری للبیہقی: ۷/ ۷۹، صحیح ابن حبان: ۴۱۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{نبی ﷺ نے عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا تھا}

۶۰۵۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ اَوِالْاِنْسِیَّةِ وَعَنِ الْمُتْعَةِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَمَا کُنَّا مُسَافِحِیْنَ۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت

اور عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا تھا اور ہم حد سے بڑھنے والے نہیں ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۷۳، سنن سعید بن منصور: ۸۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۶۹۴، ۵۸۰۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۷۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۴۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۰۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَبِیْعٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ۔

ربیع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمادیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۷۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۶، سنن ابی داود: ۲۰۷۲، صحیح ابن حبان: ۴۱۴۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۴۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۱۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وهذا الحديث عند الكلاعي عن يونس عن ربيع بن سبرة عن ابيه، فعلم ان في السند واسطة ابيه وحديث سبرة في مسلم وغيره من كتب الصحاح.)

۱۔ امام یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔(الثقات لابن حبان: ۱۱۸۸۸) امام نسائی رحمۃ اللہ نے تمییز میں کہا ہے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔(بحوالہ تعلیق کتاب الآثار: ج ۲ ص ۵۳۸)

۲۔ امام ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۸۶۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۲۱)

۶۰۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ نَهٰی النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الْمُتْعَةِ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ۔

زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمادیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۷۴، صحیح ابن حبان: ۶: ۱۴۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷: ۱۵۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴: ۳۱۴ باب نکاح المتعۃ۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وقال الطحاوی حدثنا ابن ابی داود قال ثنا مسدد قال ثنا حماد بن زید عن ایوب عن الزھری ان رسول اللہ ﷺ نھی عن متعۃ النساء یوم الفتح فقلت ممن سمعتہ؛فقال حدثنی رجل عن ابیہ عن عمر بن عبدالعزیز وزعم معمر انہ الربیع بن سبرۃ۔وللحدیث طرق اخری عند احمد بن حنبل وغیرہ)

فائدہ:

متعۃ النساء کا مفہوم یہ تھا کہ قلیل مدت کے لیے ایک عورت سے عقد کرلیا جاتا جس کو نکاح موقت یعنی وقتی نکاح کہا جاتا اور اس میں حق مہر اور گواہوں کی شہادت ہوتی تھی لیکن عقد میں دوام نہیں ہوتا تھا۔

اسلام میں بعض اوقات اس نوع کے نکاح کی اجازت تھی لیکن بعد میں کتاب وسنت کے مطابق عہد نبوی میں ہی یہ فعل ممنوع ہوگیا اور حرام قرار دیا گیا، جس طرح کہ بعض دیگر اشیاء بھی پہلے مباح تھیں لیکن انہیں بعد میں ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا مثلاً۔۔۔۔

۱۔ شرب خمر (شراب پینا)۔

۲۔ مسلم وکافر کا باہمی نکاح کرنا،

۳۔ نماز ادا کرنے کی حالت میں کلام کرنا۔

۴۔ ربا یعنی سود کا لین دین۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

یہ چیزیں پہلے مباح اور جائز تھیں لیکن بعد میں اپنے اپنے مواقع میں انہیں ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔ بالکل اسی طرح متعۃ النساء بھی پہلے مباح تھا لیکن بعد میں اس کے عدم جواز کا حکم صادر فرمایا گیا۔

اب اسلام میں صرف نکاح دائمی ہے۔ وقتی نکاح یا (جسے متعہ کہا جاتا ہے) وہ ختم ہوگیا۔

اہل اسلام کے تمام طبقات حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہل ظواہر متعہ (وقتی نکاح) کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور دوامی عقد نکاح کے قائل ہیں۔ تفصیل کے لیے فوائد نافعہ (ج ۱ ص ۲۸۱ تا ۲۷۷) کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳-بَابٌ فِي الْعَزْلِ
عزل کا بیان

عزل کا مفہوم:

عزل کے لغوی معنی ہیں: الگ کرنا، علیحدہ کرنا۔ اور اصطلاح میں عزل یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے جب انزال کے قریب ہو جائے یا ہونے لگے تو عضو مخصوص کو عورت کی شرمگاہ سے نکال کر باہر انزال کرے تاکہ عورت کے رحم میں منی نہ پہنچے اور استقرار حمل نہ ہو سکے۔

عزل کا حکم:

عزل کا حکم یہ ہے کہ بیشتر صحابہؓ، اکثر فقہاء اور عام علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اسے ناپسندیدہ خیال کرتی ہے۔ ناپسندیدہ قرار دینے والوں کی دلیل جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق دریافت کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: (ذلك وأد الخفي) ''یہ خفیہ طور پر درگور کرنا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۴۲) یعنی عزل حقیقتاً زندہ درگور کرنا نہیں لیکن اس کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں بھی حمل کو روکنے اور ضائع کرنے کی کوشش ہوتی ہے اور اس نطفے کو تلف کرنے کی سعی ہوتی ہے جس کے جاندار نفس بننے کا امکان موجود ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ عزل میں حقیقی زندگی کو ختم کرنا نہیں، اس لیے یہ حقیقی درگور کرنا نہیں ہے ہے، مختصر یہ کہ جدامہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث عزل کی تحریم پر اگرچہ دلالت نہیں کرتی مگر اس میں کراہت وناپسندیدگی کا اظہار ہے۔

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے جبکہ قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔ اگر کوئی چیز قابل ممانعت ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے لازماً منع کر دیتا۔ (اور مسلم کی روایت میں ہے) یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۰۷، صحیح مسلم: ۱۴۴۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزل جائز اور مباح ہے۔ صاحب فتح القدیر نے بھی لکھا ہے کہ صحیح قول جواز عزل کا ہے اور محققین وبیشتر اہل علم کی رائے یہی ہے۔ (فتح القدیر: ج ۳ ص ۴۰۷ بحوالہ احسن الہدایہ: ج ۴ ص ۲۲۲)

{اللہ جس جان کو پیدا کرنا چاہیں وہ پیدا ہو کر ہی رہتی ہے}

۶۰۸۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ

قَالَ: لَوْ اَنَّ اللّٰهَ اَخَذَ مِيْثَاقَ نَسَمَةٍ فِيْ صُلْبِ رَجُلٍ ثُمَّ صَبَّهُ عَلٰى صَفَاةٍ، لَاَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا تِلْكَ النَّسَمَةَ الَّتِيْ اَخَذَ مِنْهَا مِيْثَاقَهَا.

(امام) ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "اگر اللہ رب العزت کسی جان کا کسی شخص کی پشت میں عہد لے لیں، پھر وہ اسے (مادیہ منویہ کو) کسی چٹان پر بھی ٹپکا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے بھی اس جان کو پیدا کر دیں گے، (اس وجہ سے کہ) جو اللہ نے اس سے عہد لے رکھا ہے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ١٢٥٦٨، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی: ج ٣ ص ٦٠٤، جزء عوالی الامام ابی حنیفۃ للحافظ شمس الدین یوسف بن خلیل الدمشقی ثم الحلبی الحنبلی: ١٨، الاربعون من حدیث ابی حنیفۃ لابن ابن المبرد الحنبلی: ٢٩۔

تحقیق:

یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

{ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ کی آیت (٢٢٣) کے بارے میں کہا کہ اگر چاہو تو عزل کر سکتے ہو}

٦٠٠۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ كَثِيْرِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ ذِرَاعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى {فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ} اِنْ شِئْتَ فَاعْزِلْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا عَزْلَ.

ابو ذراع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ کے اس ارشاد: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم جہاں سے چاہو ان کے پاس جاؤ (البقرۃ: ٢٢٣)۔" کے بارے میں کہا: "اگر تم چاہو تو عزل کرو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٥٥٤ باب العزل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ٢ ص ١٣٧ ح ١٢٩٤، مصنف ابن ابی شیبۃ: ١٦٦٧٦۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام کثیر بن عبداللہ بن اسلم الکوفی الاصم الرماح رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔
(تعجیل المنفعۃ: ۹۰۵، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۹۱۲۲، الثقات لابن حبان: ۱۰۴۰۵)
۲۔ امام ابوزراع سہیل بن زراع رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (الثقات: ۸۳۷۲)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۵۵)

{آزاد عورت سے اس کی اجازت سے اور لونڈی سے بلا اجازت عزل کر سکتے ہیں}

۱۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْعَزْلِ عَنِ الْاَمَةِ فَأَمَّا الْحُرَّةُ فَاِنْ اَذِنَتْ لَكَ فَاعْزِلْ وَاِنْ لَمْ تَأْذَنْ لَكَ فَلَا تَعْزِلْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: لونڈی کے ساتھ (بلا اجازت) عزل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر آزاد عورت اگر تمہیں اجازت دے تو اس کے ساتھ عزل کرلو اور اگر اجازت نہ دے تو نہ کرو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۲۴ باب العزل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۱۸ ح ۱۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۶۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۵۶۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ اور سیدنا زیدؓ عزل کیا کرتے تھے}

۱۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الْعَطُوْفِ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا كَانَا یَحْتَجِمَانِ وَهُمَا صَائِمَانِ وَیَعْزِلَانِ.

سیدنا سعد بن (ابی وقاص) مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں روزے کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے اور عزل کیا کرتے تھے۔

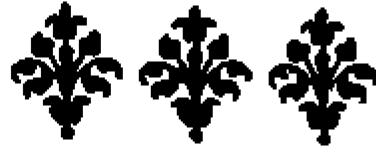
تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۸۱۴ح۸۶۱،مؤطا مالک: ۱۰۴۸:۸باب الحجامۃ للصائم،مؤطا مالک روایۃ ابی مصعب الزہری: ۸۳۰،مؤطا محمد: ۳۵۶باب الحجامۃ للصائم،مصنف عبدالرزاق: ۷۵۴۰باب الحجامۃ للصائم،الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی: ج۲ص۱۹۵ کتاب الصوم۔

تحقیق:

حسن ہے۔(ولہ طرق اخری)



۹۔ کِتَابُ الرَّضَاعِ

رضاعت سے متعلق احکام ومسائل

رضاعت کالغوی واصطلاحی معنی:

رضاع (راء کے فتحہ کے ساتھ) کے لغوی معنی ہیں پستان یعنی چھاتی سے دودھ چوسنا۔ رضاع کے اصطلاحی معنی ہیں شخص مخصوص کا مخصوص مدت یعنی مدت رضاعت میں کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پینا۔ چونکہ نکاح کا مقصد توالد وتناسل ہے اور دودھ اور افزائش غذا کے بغیر یہ چیزیں مستحکم نہیں ہوسکتیں، اس لیے کتاب النکاح سے فراغت کے بعد کتاب الرضاع کو بیان کیا جارہا ہے۔

{دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے، جب دودھ دودھ پینے کی عمر میں پیا جائے}

۶۱۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا وَلَدَتِ امْرَأَتُهُ فَمَاتَ وَلَدُهَا فَكَثُرَ اللَّبَنُ فِیْ ثَدْیِهَا فَقَالَتْ لَهُ امْصُصْهُ ثُمَّ امْجُجْهُ فَفَعَلَ ذٰلِكَ فَدَخَلَ بَعْضُهُ فِیْ حَلْقِهٖ فَأَتٰی اَبَامُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ حَرُمَتْ عَلَیْكَ امْرَأَتُكَ ثُمَّ اَتَی ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ اِنَّمَا كُنْتَ مُدَاوِیًا وَاٰتِهٖ لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَاِنَّمَا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا اَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالْعَظْمَ فَأَمْسِكْ عَلَیْكَ امْرَأَتَكَ فَأَتٰی اَبَا مُوْسٰی فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِیْ مَادَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِیْكُمْ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی کی بیوی نے بچہ پیدا کیا، وہ بچہ فوت ہوگیا، عورت کے پستانوں میں بہت دودھ اتر آیا، اس نے اپنے شوہر سے کہا: اس کو چوس کر کلی کردے۔ اس نے اسی طرح کیا، اس طرح کرنے میں تھوڑا سا دودھ اس کے حلق میں اتر گیا۔ وہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی ہے۔ پھر وہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا اور انہیں سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی بتلایا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک علاج کررہا تھا، دودھ پینے سے حرمت تب ثابت ہوتی ہے جب وہ دودھ گوشت اور ہڈیاں پیدا کرے (اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب دو سالوں کے اندر اندر دودھ پیا جائے) دودھ چھڑانے

کے بعد جب بچہ کھانا کھانے لگ جائے اس زمانے میں دودھ پینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ وہ شخص دوبارہ لوٹ کر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف ان کو بتایا (سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور) فرمایا: جب تک یہ تبحر عالم تمہارے اندر موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۰۳ ح ۱۲۲۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۸۹۵، ۱۳۸۹۶، مؤطا مالک: ۱۴ باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبیر، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۶۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{دودھ اترنے کا سبب بننا مرد کو رضاعی باپ نہیں بناتا}

۱۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَابَأْسَ بِلَبَنِ الْفَحْلِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لبن فحل میں کوئی مضائقہ نہیں (یعنی دودھ اترنے کا سبب بننا مرد کو رضاعی باپ نہیں بناتا)۔''

تحقیق:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۴۴، سنن سعید بن منصور: ۹۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۹۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مِنْ قِبَلِ الْفَحْلِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مرد کی طرف سے آنے والی رضاعت کسی چیز کو حرام نہیں کرتی۔''

تحقیق:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

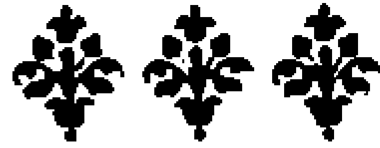
مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۴۴، سنن سعید بن منصور: ۹۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۹۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّضَاعِ وَلٰكِنْ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم رضاعت سے متعلق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول اختیار نہیں کرتے لیکن رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جو نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔



۱۰۔ کِتَابُ الطَّلَاقِ
طلاق سے متعلق احکام ومسائل

☆طلاق کی لغوی تعریف:

طلاق (طَلَّقَ يُطَلِّقُ) سے اسم مصدر ہی جس کے لغوی معنی (حَلُّ الْعَقْدِ) ''گرہ کھولنا'' ہیں۔ طلاق کے لغوی معنوں میں سے ایک معنی ''چھوڑ دینا اور فارغ کر دینا'' بھی ہیں۔

عرب جب اونٹنی کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دیتے ہیں تو کہتے ہیں: (نَاقَةٌ طَالِقٌ)

☆طلاق کی اصطلاحی تعریف:

طلاق کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

(هُوَ حَلُّ عَقْدِ النِّكَاحِ بِلَفْظِ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ)

''نکاح کی گرہ کو لفظ ''طلاق'' وغیرہ کہہ کر کھول دینا طلاق ہے۔''

☆مشروعیت طلاق کی حکمت:

اسلام ایک معتدل اور متوازن مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو مضبوط، قابل عمل اور منضبط نظام حیات عطا کرتا ہے۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بدنظمی، انتشار، تفریق اور ترک تعلق کو قابل مذمت جبکہ اتفاق واتحاد، محبت ومودت اور نظم وضبط کو انتہائی مستحسن گردانتا ہے۔ نکاح ایک عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے دو افراد اور ان کے خاندانوں میں باہمی الفت، قربت اور اتفاق واتحاد جیسے خوبصورت جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ صالح اولاد کا حصول اور نسل انسانی کی بقا کے ساتھ ساتھ ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

اس رشتے کو مضبوط بنانے، قائم رکھنے اور اس میں محبت ومودت کو رواج دینے کے لیے اسلام نے میاں بیوی کے حقوق کی تعیین فرمائی ہے اور دونوں پر پابندی عائد کی ہے کہ وہ نہ تو اپنے حقوق سے تجاوز کریں، نہ دوسرے کے حقوق سلب کریں۔ میاں بیوی کے حقوق کو واضح کرتے ہوئے شوہر کو فوقیت دی کیونکہ اس رشتے میں اس کا کردار زیادہ مضبوط اور جاندار ہے۔ بیوی بچوں کی کفالت اور ان کے معاشی ومعاشرتی مسائل کا حل اسی کے ذمے ہے۔ ان ذمہ داریوں کے باعث

پیغمبر اسلام ﷺ نے عورتوں کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''شوہر بیوی کے لیے جنت یہ جہنم کی حیثیت رکھتا ہے۔'' (مسند احمد ۴/۳۴۱)

جبکہ خاوند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جب خود کھاؤ تو اس (بیوی) کو بھی کھلاؤ اور جب خود کپڑے پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ چہرے پر نہ مارو اور نہ گالی دو۔ اور (اگر کبھی الگ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو) گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرو۔''

(سنن ابی داود: ۲۱۴۲)

نیز فرمایا:

''بیوی سے نفرت نہ کرو۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہے تو بعض دوسری پسندیدہ بھی ہوں گی۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۶۷)

یہ اور ایسی ہی بہت سی مبارک تعلیمات اس مقدس رشتے کو مستحکم بنانے، مضبوط کرنے اور قائم ودائم رکھنے کے لیے دی گئی ہیں، تاہم انسانی مزاج، طبیعت کا اختلاف، عادات واطوار کا فرق اور بعض اوقات غلط انتخاب از دواجی زندگی کی رواں دواں گاڑی کو جاری رکھنے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر ابلیس اور اس کا لشکر ہر منکوحہ رشتے کو توڑنے پر کمربستہ رہتا ہے جیسے کہ رسول مقبول ﷺ نے خبر دی ہے کہ شیطان کے چیلے اپنی رپوٹ پیش کرتے ہیں تو شیطان اس شاگرد کو گلے لگاتا ہے جو میاں بیوی کی لڑائی کروا کے طلاق دلوا کر آتا ہے۔ شیطان اسے خوب شاباش دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳)

ایسے حالات میں جب انسانی عقل مسائل کو سلجھانے سے عاجز آ جائے، اعتماد بداعتمادی میں، خلوص بے وفائی میں اور محبت ومودت نفرت میں بدل جائے تو بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو صبر برداشت اور بہتر رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا}

(النساء ۴:۱۹)

''تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت زیادہ بھلائی ڈال دے۔''

لیکن اگر معاملہ اس سے زیادہ بگڑ جائے تو پھر دوسرا حل بتایا:

{والتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا} (النساء ۴:۳۴)

''اور جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دی

،پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔''
کسی بھی نیک فطرت خاتون کے لیے مندرجہ بالا علاج انتہائی کارگر ہے جو اس کی وقت سرکشی کے لیے کافی ہے لیکن اگر معاملہ اس پر بھی نہ سدھرے تو رب العالمین نے ایک اور حل بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما}

''اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی اَن بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ دونوں (میاں بیوی) میں الفت پیدا کر دے گا۔'' (النساء ۴:۳۵)

یہ ہے اسلام کے بابرکت ازدواجی نظام حیات کا پہلو۔ اسلام اس رشتے کو تاحیات نبھانے اور اسے مضبوطی سے قائم رکھنے کی تعلیمات دیتا ہے لیکن اگر تمام طریق علاج ناکافی ہو جائیں اور مرض حد سے بڑھ جائے تو پھر دونوں خاندانوں پر یہ رحمت الٰہی ہے کہ وہ انہیں اچھے طریقے سے جدا جدا ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان} (البقرة:۲۲۹:۲)

''طلاق (زیادہ سے زیادہ) دو بار ہونی چاہئے۔ اس کے بعد (شوہر کے لئے دو ہی راستے ہیں) یا تو قاعدے کے مطابق (بیوی کو) روک رکھے (یعنی طلاق سے رجوع کرلے) یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے (یعنی رجوع کے بغیر عدت گذر جانے دے)۔''

نیز فرمایا:

{وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم} (البقرة۲۲۷:۲)

''اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو (بھی) اللہ سننے جاننے والا ہے۔''

☆ شرعی حکم کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

میاں بیوی کے حالات کے اعتبار سے طلاق کے پانچ مراتب اور درجات ہیں:

ا۔ حرام:

جب غیر شرعی طریقہ سے طلاق دی جائے تو وہ طلاق حرام ہے اگرچہ طلاق دینے کی شرعی وجہ موجود ہو۔

۲۔ مکروہ:

طلاق شرعی طریقے کے مطابق دی جائے لیکن طلاق دینے کی ضرورت اور طلاق کا داعیہ موجود نہ ہو تو ایسی طلاق مکروہ ہے۔

۳۔واجب:

جب میاں بیوی کے درمیان بہت زیادہ نفرت پیدا ہو جائے اور اتفاق اور حقوق کی ادائیگی ممکن نہ ہو اور میاں بیوی طلاق پر متفق ہو جائیں تو ایسی صورت میں طلاق دینا مستحب ہے۔

۴۔مستحب:

جب عورت پاکدامن نہ ہو تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے۔

۵۔جائز:

جب طلاق شرعی طریقہ کے مطابق دی جائے اور طلاق کا داعیہ اور ضرورت پائی جائے تو طلاق دینا جائز ہے۔

(القول الجامع فی الطلاق البدعی والمتتابع: ص ۱۴۵)

☆حق رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

حق رجوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔طلاق رجعی:

جس کے بعد عدت کے اندر قولاً رجوع کرنا (مثلاً یہ کہے میں نے طلاق سے رجوع کیا) یا فعلاً (مثلاً بیوی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا یا بیوی کا بوسہ لینا) کافی ہے اور عدت کے بعد رجوع بصورت نکاح ہوگا یعنی بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور یہ رجوع قولی یا رجوع فعلی یا رجوع بالنکاح فقط دو طلاقوں تک ہوسکتا ہے تیسری طلاق کے بعد نہیں ہوسکتا۔

۲۔طلاق بائنہ:

جس کے بعد عدت کے اندر اور عدت کے بعد شوہر بیوی بغیر حلالہ کے رجوع بالنکاح (یعنی دوبارہ نکاح) کرسکتے ہیں لیکن اس میں قولاً یا فعلاً رجوع کرنا کافی نہیں ہوتا اور رجوع بالنکاح بغیر حلالہ کے دو طلاقوں تک ہوسکتا ہے تین طلاقوں کے بعد نہیں ہوسکتا اس لئے طلاق بائنہ بھی دو ہیں۔

۳۔طلاق مغلظہ:

تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ کہا جاتا ہے طلاق مغلظہ یعنی تین طلاقوں کے بعد شوہر بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح کے لیے قرآن کریم میں ایک شرط مذکور ہے کہ پہلے اس عورت کا بعد از عدت کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح ہو، وہ صحبت کرے پھر وہ طلاق دے اور عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اس کے بعد پہلے شوہر بیوی کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ آیت ۲۳۰۔

فائدہ:

واضح رہے کہ مدخولہ بیوی (جس عورت کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو) کیلئے تینوں قسم کی طلاق ثابت ہوسکتی ہے لیکن غیر مدخولہ بیوی (جس کے ساتھ صحبت نہ ہوئی ہو) کیلئے فقط دو قسم کی طلاق ہے طلاق بائنہ اور طلاق مغلظہ اس کیلئے طلاق رجعی نہیں ہے۔
پھر اس غیر مدخولہ بیوی کے لیے طلاق بائنہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف ایک طلاق دی جائے دوسری یہ کہ اس کو یوں کہا جائے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔
چونکہ پہلے لفظ کے ساتھ طلاق بائنہ کے ساتھ نکاح ختم ہوگیا تو وہ محل طلاق نہ رہی اس لیے دوسری اور تیسری طلاق لغو ہے البتہ اگر اس نے ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا تجھے تین طلاقیں ہیں تو اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔

☆طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں شرعی اور غیر شرعی۔

☆شرعی طلاق:

وہ ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دی جائے۔

☆غیر شرعی طلاق:

وہ ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ دی جائے اس کو طلاق بدعی بھی کہا جاتا ہے۔

{اللہ کو حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض و ناپسند نہیں ہے}

۶۱۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ شَيْئٌ مِمَّا اَحَلَّ اللّٰهُ أَبْغَضُ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الطَّلَاقِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان میں اللہ رب العزت کو طلاق سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض و ناپسند نہیں ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق ہے۔'' (سنن ابی داود: ۲۱۷۸) اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں باوجود

حلال ہونے کے بھی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ انہی میں سے ایک طلاق ہے۔ طلاق حلال ہے مگر اس لیے کہ بسا اوقات انسان مجبور ہوتا ہے اور مصلحت اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ طلاق واقع ہو جائے۔

۲۔ بری اور ناپسندیدہ اسی وجہ سے ہے کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات دیرینہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کی خوشی اور مسرت کا باعث ہوتی ہے۔ چونکہ عموماً اس سے نہ ثواب ملتا ہے اور نہ قرب الٰہی ہی حاصل ہوتا ہے، اس لیے حتی الوسع اس سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

{ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ناپاکی کی حالت میں طلاق دی تو انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا گیا}

۷۱۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي حَيْضِهَا فَعِيبَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَرَاجَعَهَا وَطَلَّقَهَا فِي طُهْرِهَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو ناپاکی کی حالت میں طلاق دی تو اس پر عیب زنی ہوئی، اس پر انہوں نے رجوع کرلیا اور اسے اس کے طہر میں طلاق دی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۹۰، صحیح البخاری: ۴۹۰۸، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۳، سنن ابی داود: ۲۱۷۹، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، موطا مالک: ۲۱۳۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۵۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۷۳۲، مسند احمد: ۴۵۰۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۲۲۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۰۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۴۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۲۹۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۶۴۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (وله طرق كثيرة)

فائدہ:

صحیح بخاری (۵۲۵۱) اور مؤطا مالک (۲۱۳۹) وغیرہ کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے: ''کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے حکم دو کہ وہ اپنی طلاق سے رجوع کرے، پھر اس کے پاک ہونے تک اسے روک رکھے پھر اسے حیض آئے اور وہ پاک ہو تو اگر چاہے تو اس کے بعد اسے روک رکھے اور چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طلاق خلاف سنت تھی مگر واقع ہو گئی تھی ورنہ اسے رجوع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ کیونکہ اگر طلاق سرے سے نہ ہوتی تو رجوع خارج از بحث تھی، حضور ﷺ کا یہ رجوع کے لیے حکم استحبابی تھا نہ کہ وجوبی۔

{طلاق صرف اسی فرقت کو ہی سمجھا جائے گا جو مرد کی طرف سے ہو}

۷۱۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ كُلُّ فُرْقَةٍ كَانَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ فَلَیْسَ بِطَلَاقٍ وَكُلُّ فُرْقَةٍ كَانَتْ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ فَهُوَ طَلَاقٌ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر وہ فرقت جو عورت کی جانب سے ہو اسے طلاق نہیں سمجھا جائے گا اور ہر وہ فرقت جو شوہر کی جانب سے ہو اسے طلاق سمجھا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{فرقت مرد کی طرف سے پیش آنے کی صورت میں عورت کو نصف مہر ملے گا}

۷۱۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ كُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ فَهُوَ طَلَاقٌ وَلَهَا نِصْفُ الصَّدَاقِ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ دَخَلَ بِهَا، وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ النِّسَاءِ فَلَیْسَ لَهَا شَیْءٌ اِذَا لَمْ یَدْخُلْ بِهَا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہر وہ فرقت جو مرد کی طرف سے پیش آئے اسے طلاق سمجھا جائے گا اور عورت کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ مرد نے دخول نہ کیا ہو۔ اور ہر وہ فرقت جو عورتوں کی طرف سے پیش آئے اس میں عورت کو کچھ بھی نہیں ملے گا بشرطیکہ مرد نے دخول نہ کیا ہو۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{طلاق مسنون کا بیان}

۷۱۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ یُّطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ وَاحِدَةً حِیْنَ تَطْهُرُ مِنْ حَیْضَتِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّجَامِعَهَا وَهُوَ یَمْلِكُ الرَّجْعَةَ حَتّٰی تَنْقَضِیَ الْعِدَّةُ فَاِذَا انْقَضَتْ فَهُوَ خَاطِبٌ مِنَ الْخُطَّابِ فَاِنْ اَرَادَ اَنْ یُّطَلِّقَهَا

ثَلَاثًا طَلَّقَهَا حِيْنَ تَطْهُرُ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّانِيَةِ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا حِيْنَ تَطْهُرُ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلاق سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی اُس وقت دے جب وہ حیض سے پاک ہو جائے اور اس طہر کے دوران اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور پھر عورت کو ایسے ہی رہنے دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور جب عدت گزر جائے تو وہ بمنزلہ پیغام بھیجنے والے کے ہوگا۔ اور اگر مرد یہ ارادہ کرے کہ عورت کو تین طلاقیں دے گا تو پھر اسے (دوسری) طلاق اس وقت دے جب وہ اپنے دوسرے حیض سے پاک ہو جائے اور پھر (تیسری) طلاق اس وقت دے جب وہ تیسرے حیض سے پاک ہو جائے۔ (یعنی اگر تین طلاقیں دینا چاہے تو پھر اُسے ہر حیض کے ختم ہونے پر جب وہ حیض سے پاک ہوتی ہے تو صحبت کیے بغیر ایک طلاق دے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۶ باب الطلاق والعدۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۳۰۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۷۳۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة)

فائدہ:

عنوان سے متعلقہ تمام احادیث و آثار سامنے رکھنے سے طلاق شرعی کیلئے تین شرطیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ طہر (عورت کے ایام پاکیزگی) میں طلاق دی جائے اور بہتر یہ ہے کہ طہر کے اخیر میں طلاق دی جائے۔

۲۔ اس طہر میں صحبت نہ کی جائے۔

۳۔ طلاق ایک دے۔

شرعی طلاق میں طہر اور اس میں صحبت نہ کرنے کی شرط لگانے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس حالت میں میاں بیوی کی ایک دوسرے کی طرف کشش اور رغبت کامل ہوتی ہے ممکن ہے یہ کمال رغبت طلاق جیسے مبغوض ترین فعل میں مانع بن جائے اور طلاق کی نوبت ہی نہ آئے جبکہ تین حیض چھوڑے رکھنے کی صورت میں رغبت اور بھی بڑھ جاتی ہے تو ممکن ہے خاوند رجوع کر لے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق مبغوض ترین فعل ہے اس لیے شریعت نے طلاق کی اجازت اس صورت میں دی ہے جب خاوند قلبی طور پر طلاق کی شدید ضرورت محسوس کرے اور قلبی طور پر سخت مجبور ہو جائے اس ضرورت

شدیدہ کی قلبی کیفیت کو معلوم کرنے کے لیے یہ شرط رکھی گئی ہے۔

کیونکہ جب کمال رغبت کی اس حالت میں بھی طلاق کی نوبت آ جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند بیوی کے درمیان الفت و محبت کی بجائے نفرت و عداوت انتہاء تک پہنچ چکی ہے اور خاوند قلبی طور پر طلاق کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے پس ایسی بدتر اور ابتر صورت میں طلاق یا خلع کے ذریعے جدا ہو جانا ہی بہتر ہے۔

کیونکہ میاں بیوی کے درمیان نفرت و عداوت کے مستحکم ہو جانے کے بعد قلب ونظر، دین و ایمان، عفت و پاکدامنی کی حفاظت، صالح اولاد اور ان کی صحیح تربیت نیز ذہنی سکون اور ظاہری و باطنی پاکیزگی جیسے مقاصد نکاح کا حصول تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو طہر میں طلاق دے گا تو طلاق والے طہر کے بعد تین حیض مدت ہوگی جس کی ترتیب یوں بنتی ہے: طہر، حیض۔ طہر، حیض۔

اور اگر حیض میں طلاق دے گا تو طلاق والے حیض اور اس کے بعد متصل والے طہر کے بعد تین حیض عدت شمار ہوگی۔ پس اس میں عدت کی مدت زیادہ بن جاتی ہے کیونکہ شروع والے حیض کے دنوں کا اضافہ ہو جاتا ہے جس کی ترتیب یوں ہوگی: حیض۔ طہر، حیض۔ طہر، حیض، طہر، حیض۔

پس حیض میں طلاق دینے کی صورت میں عدت لمبی ہو جاتی ہے اور محبت نہ کرنے کی شرط بھی اس لیے ہے کہ اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دے تو ہو سکتا ہے کہ حمل ہو جائے اور عورت کی عدت (یعنی وضع حمل) لمبی ہو جائے گی پس عورت کو لمبی عدت سے بچانے کیلئے شریعت نے ان دو شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

اور ایک طہر میں ایک طلاق کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ بعض مرتبہ طلاق دینے کے بعد میاں بیوی دوبارہ ازدواجی زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں پس اگر ایک طلاق ہوگی تو عدت کے اندر فقط رجوع کر کے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتے ہیں لیکن ازالہ دو طلاق تک ہو سکتا ہے تین طلاق کے بعد قرآن نے حلالہ کی شرط رکھی ہے۔

{جس عورت کے حیض نہ آتا ہو اسے طلاق دینے کا طریقہ}

٦٢٠۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُرِيْدُ اَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ لِلْعِدَّةِ وَهِيَ لَا تَحِيْضُ وَقَدْ يَئِسَتْ قَالَ يُطَلِّقُهَا عِنْدَ رَأْسِ كُلِّ هِلَالٍ اَوْ مَتَى مَابَدَالَهُ وَاِنْ كَانَتْ تَحِيْضُ تَرَكَهَا حَتّٰى اِذَا حَاضَتْ ثُمَّ طَهُرَتْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ اِنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَلَاثًا وَاِنْ كَانَتْ لَا تَحِيْضُ فَعِنْدَ كُلِّ هِلَالٍ وَعِدَّتُهَا مِنَ التَّطْلِيْقَةِ الْاُوْلٰى۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ''ایسے شخص کے بارے میں جو یہ ارادہ کرے کہ اپنی بیوی کو عدت کے موقع پر طلاق دے گا جبکہ اس کی بیوی کو حیض نہ آتا ہو، وہ حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔'' فرمایا کہ یہ شخص اسے ہر چاند کے شروع میں طلاق دے یا جب اس کا جی چاہے۔ اور اگر عورت کو حیض آتا ہے تو پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اسے حیض آئے اور پھر پاک ہوئے تو جماع کیے بغیر ایک طلاق دے اور اگر تین طلاقیں دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر ہر طہر کے موقع پر ایسا ہی ایسا ہی کرے، اور اگر عورت کو حیض نہیں آتا تو ہر (نئے) چاند کے موقع پر دے اور عورت کی عدت پہلی طلاق سے ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کر لے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند پر لازم ہوگا}

۵۷۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ وَاحِدَةً يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ ثُمَّ اَشْهَدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ وَهِيَ لَا تَعْلَمُ حَتّٰى تَزَوَّجَتْ وَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا اَنَّهُ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ وَتُرَدُّ عَلٰى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَيَكُوْنُ لَهَا الْمَهْرُ عَلَى الْآخِرِ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی رجوع کر کے اس پر گواہ بنا لیے جبکہ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ شادی کر لے اور اس کے خاوند نے دخول بھی کر لیا تو عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گا اور عورت کو اس کے پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور عورت کا حق مہر دوسرے خاوند پر ہوگا اس سبب سے جو اس نے عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة: ١٨٩٠٥)

{غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دیں تو وہ مغلظہ ہوگئی، الگ الگ الفاظ سے دی تو ایک بائنہ ہوگی}

۵۷۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَاَتِهِ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ بَانَتْ بِالْاُوْلٰى وَكَانَتِ الثِّنْتَانِ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَاِذَا

طَلَّقَهَا ثَلاَثًا جَمَاعَةً فَهِيَ عَلَيْهِ حَرَامٌ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ.

حماد سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔" جبکہ ابھی اس سے دخول بھی نہ کیا ہو تو عورت پہلی طلاق کے ذریعہ بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو طلاقوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور جب آدمی تین طلاقیں دے دے (یعنی یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں) تو عورت اس پر حرام ہے جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۷۵ باب من طلق ثلاثا قبل ان یدخل بھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۱۳۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۰۶۸، سنن سعید بن منصور: ۱۰۷۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تیسرے حیض کا خون بند ہوگیا، ابھی غسل نہیں کیا، شوہر نے رجوع کرلیا تو رجوع ہوگیا}

۷۲۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَاحِدَةً فَحَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ حَتّٰى اِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ وَانْقَطَعَ الدَّمُ وَدَخَلَتْ فِيْ مُغْتَسَلِهَا وَاَدْنَتْ مَاءَ هَا وَوَضَعَتْ ثَوْبَهَا اَتَاهَا فَرَاجَعَهَا قَبْلَ اَنْ تُفِيْضَ عَلَيْهَا الْمَاءَ فَأَتَتْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهٗ وَعِنْدَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ قُلْ فِيْهَا قَالَ أَرَاهَا امْرَأَتَهٗ لِاَنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لَهَا الصَّلاَةُ وَهِيَ حَائِضٌ حَتّٰى تَحِلَّ لَهَا الصَّلاَةُ قَالَ وَاَنَا اَرٰى ذَالِكَ فَرَدَّهَا عَلٰى زَوْجِهَا وَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ كُنَيْفٌ مَمْلُوْءٌ عِلْمًا.

۷۲۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِيْ سَأَلَتْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الَّتِيْ رَاجَعَهَا زَوْجُهَا قَبْلَ اَنْ تَغْتَسِلَ كَانَ دَسَّهَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ لِعُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِيَنْظُرَ مَا يَقُوْلاَنِ فِيْهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کی بیوی کو دو حیض آئے یہاں تک کہ جب وہ تیسرے حیض میں داخل ہوئی اور حیض کا خون آنا رک گیا تو وہ غسل خانے میں گئی، پانی کے

قریب ہوئی اور اپنے کپڑے ہٹانا ہی چاہتی تھی کہ اس آدمی نے اس کے پاس آ کر رجوع کر لیا ابھی اس نے پانی اپنے اوپر ڈالا نہیں تھا۔ یہ عورت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے واقعہ ذکر کیا جبکہ ان کے پاس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کے بارے میں بتلایئے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی شمار ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی حائضہ ہے ابھی اس کے لیے نماز حلال نہیں ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کو واپس لوٹا دیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ایک جھونپڑی ہو جو علم سے معمور ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۸ باب من طلق ثم راجع فی العدۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۵۰۰، مؤطا محمد: ۶۰۷، سنن سعید بن منصور: ۱۲۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۸۸، ۱۰۹۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۳۹۴، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۷۷۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۸۹۷، ۱۸۸۹۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه سعید بن منصور وابن ابی شیبة والطحاوی والطبرانی والبیهقی من طریق منصور عن ابراهیم عن علقمة عن عمر وعبدالله به۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ عورت جب تک تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے مرد اس سے رجوع کرنے کا حقدار رہتا ہے لیکن اگر عورت نے اتنی دیر غسل مؤخر کیا کہ ایک نماز کا اتنا وقت نکل جائے جس میں وقت نکلنے سے پہلے وہ غسل کر سکتی ہو تو اس سے رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکے گی اور اس پر نماز لازم ہو جائے گی۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۸)

{مرض الموت میں تین طلاقیں دیں تو عورت اس وقت تک وارث بنے گا جب تک عدت میں ہو}

۴۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا فِیْ

مَرَضِهِ اَنَّهَا تَرِثُهُ مَا كَانَتْ فِيْ عِدَّتِهَا فَاِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ لَمْ تَرِثْ وَاِنْ طَلَّقَهَا فِيْ مَرَضِهِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَلَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ وَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا وَلَا مِيْرَاثَ لَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی مرض الموت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو عورت مرد کی اس وقت تک وارث بنے گی جب تک عدت میں ہو، پس جب عدت گزر جائے تو وارث نہیں بنے گی۔ اور اگر آدمی نے مرض الموت میں عورت سے دخول کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی ہو تو پھر عورت کو نصف مہر ملے گا، نہ عدت گزارے گی اور نہ ہی اسے میراث ملے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۷۶ باب من طلق فی مرضہ قبل ان یدخل بھا او بعد ما دخل بھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۱۳۴۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۲۰۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{"تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے" کہنے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی}

۴۲۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ غَالِبِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

غالب بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: "کہ تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے۔" تو اس سے کچھ نہیں ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طرق اخرى عند عبدالرزاق (۱۱۳۴۲) وابن ابي شيبة (۱۸۰۲۲) وغيرهما)

۴۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ فِي الْعِتَاقِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

ایک دوسری سند سے عتاق میں بھی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عبد الملک بن ابی سلیمان میسرہ العزرمی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۵۳۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۳۲)

۴۲۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاِمْرَأَتِهِ اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَیْسَ بِشَیْئٍ وَلَا یَقَعُ الطَّلَاقُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: ''کہ تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے۔'' تو اس سے کچھ نہیں ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۹ باب الاستثناء فی الطلاق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۰ ح ۱۳۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۲۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۹)

{لفظ ''ان شاء اللہ'' کے ساتھ طلاق دینے کے بارے میں امام حسنؒ اور امام ابن سیرینؒ کا موقف}

۴۲۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّهُمَا قَالَا یَقَعُ الطَّلَاقُ وَاسْتِثْنَاؤُهُ بَاطِلٌ۔

ابو بکر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کا استثناء باطل ہے (یعنی اس کا ان شاء اللہ کہنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۲۹ باب طلاق ان شاء اللہ تعالی، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۰۲۶ باب ما قالوا فی الاستثناء فی الطلاق۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر عند عبد الرزاق وابن ابي شيبة وغيرهما)

{اگر میں نے فلانی عورت سے شادی کی تو اسے طلاق کہنے والے کا بیان}

۷۳۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَعَامِرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهُ ذَكَرَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فَقَالَ اِنْ تَزَوَّجْتُهَا فَهِيَ طَالِقٌ فَسَأَلَ اَهْلَ الْحِجَازِ وَالنَّاسَ فَقَالُوْا لَيْسَ بِشَيْءٍ فَلَقِيَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْبِرْهَا اَنَّهَا اَمْلَكُ بِنَفْسِهَا.

امام اسود رحمہ اللہ نے ایک عورت کے بارے میں جس کا ان سے تذکرہ کیا گیا تھا یہ کہہ دیا کہ: ''اگر میں نے اس سے شادی کی تو اسے طلاق ہے۔'' پس انہوں نے اہل حجاز وغیرہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر ان کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ: ''اس عورت کو بتلا دیں کہ وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۳ باب من قال ان تزوجت فلانۃ فھی طالق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۱۳۲۲، سنن سعید بن منصور: ۱۰۴۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۴۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۴۷۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۸۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام محمد بن قیس الہمدانی ثم المرہبی الکوفی رحمہ اللہ'' ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۵۵۶۵، الثقات لابن حبان: ۵۲۶۱)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو مہر ملے گا آدھا تو اس کا جس پر اس سے شادی کی تھی اور اس جیسی عورتوں والا مہر جو اسے دخول کے عوض ملے گا۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۳)

{اس شخص کا بیان جس نے بیوی کو طلاق دی اس نے کسی اور سے شادی کر لی پھر اس کے پاس لوٹ آئی}

۴۳۱. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ وَاحِدَةً اَوِ اثْنَتَیْنِ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَجُلٌ اٰخَرُ وَدَخَلَ بِهَا وَفَارَقَهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا الْاَوَّلُ فَهِیَ عِنْدَهٗ عَلٰی طَلَاقٍ مُسْتَقْبَلٍ ثَلَاثٍ وَیَهْدِمُ الزَّوْجُ الْوَاحِدَةَ وَالثِّنْتَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ دَخَلَ بِهَا الزَّوْجُ الْاٰخَرُ فَهِیَ عِنْدَ الزَّوْجِ الْاَوَّلِ عَلٰی مَا بَقِیَ مِنَ الطَّلَاقِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دے اور پھر (عدت گزرنے جانے کے بعد) اس عورت سے کوئی دوسرا آدمی شادی کر کے اس سے دخول بھی کر لے اور دوسرا آدمی اس سے علیحدگی اختیار کر لے اور پھر پہلا آدمی اس سے شادی کر لے تو وہ اس کے پاس (نئے نکاح کی وجہ سے) تین جدید طلاقوں کے ہمراہ رہے گی اور شوہر کا ہمبستری کرنا ایک اور دو طلاقوں کو ختم کر دے گا۔ اور اگر دوسرے شوہر نے اس سے دخول نہ کیا تو وہ عورت اس آدمی کے ساتھ اتنی طلاقوں کے ہمراہ رہے گی جتنی باقی رہ گئی تھیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عورتوں کو ایلاء، ظہار اور طلاق کا اختیار نہیں ہوتا}

۴۳۲. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَیْسَ اِلَی النِّسَاءِ مِنَ الْاِیْلَاءِ وَلَا الظِّهَارِ وَلَا الطَّلَاقِ شَیْءٌ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورتوں کو ایلاء، ظہار اور طلاق کا اختیار نہیں ہوتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عیسائی یا یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور پھر اسلام قبول کر لے؟}

۴۳۳. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی النَّصْرَانِیِّ وَالْیَهُوْدِیِّ وَالْمَجُوْسِیِّ یُظَاهِرُ مِنِ امْرَأَتِهٖ اَوْ یُطَلِّقُ ثُمَّ یُسْلِمُ اِنَّ الْاِسْلَامَ لَا یَزِیْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے عیسائی، یہودی اور مجوسی کے بارے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لیں یا اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور پھر اسلام قبول کر لیں تو (یہ اپنے ظہار اور طلاق پر برقرار رہیں گے) اسلام اس کی سختی کو اور بڑھا دے گا۔

تحقیق:

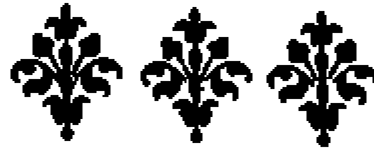
اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۴ باب الیھود والنصاری والمجوس یطلقون نسائھم)



۳۴۔ بَابٌ فِي الْخِيَارِ

۳۴۔ اختیار دینے کا بیان

{اختیار دینے کے بارے میں سیدنا علیؓ کا موقف}

۴۲۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِيْ اخْتَارِيْ اِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ {اختاری} (یعنی اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو اختیار کر لے) کے بارے میں فرمایا: کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق ہوگی جس میں مرد کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اور اگر وہ اپنی ذات کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند عبدالرزاق:۱۱۹۷۷)

{اختیار دینے کے بارے میں سیدنا عمرؓ، سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا زیدؓ کا موقف}

۴۲۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمَا قَالَا فِي اخْتَارِيْ اِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَهِيَ امْرَاَتُهُ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ وَهُوَ اَمْلَكُ بِهَا وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْهَا اِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَهِيَ امْرَاَتُهُ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ ثَلَاثٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلمہ {اخْتَارِيْ} (یعنی اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو اختیار کر لے) کے بارے میں فرمایا: کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر وہ اپنی ذات کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق شمار ہوگی البتہ اس کا شوہر اس کا زیادہ مالک ہوگا (یعنی طلاق رجعی شمار ہوگی)۔ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ تین طلاقیں شمار

ہوں گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۹باب الخیار وامرك بیدك، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۷۳باب الخیار، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۰۹۳باب ماقالوا فی الرجل یخیر امراتہ فتختار او تختار نفسھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق وغیرھما)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے (جس کا مضمون یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو پسند کرلیا، آپ ﷺ نے اسے ہم پر طلاق شمار نہ کی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہ ہوگا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اس صورت میں اختیار کرتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو پسند کرلے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ عورت خود اپنی زیادہ حقدار ہوگی، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۹ باب الخیار)

{کلمہ اختاری اور امرك بیدك برابر ہیں}

۴۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ اخْتَارِیْ وَاَمْرُكِ بِیَدِكِ سَوَاءٌ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کلمہ {اختاری} (تو اختیار کرلے) اور کلمہ {وامرك بیدك} (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں برابر ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۶ باب الخیار، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۱۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ دونوں برابر ہیں اور یہ اختیار اسے اس وقت تک رہے گا جب تک مجلس میں رہے گی اور کسی دوسرے اور کام میں مشغول نہ ہو لیکن اگر کسی اور کام میں لگ گئی یا مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو دونوں جملوں میں فرق ہو جائے گا اس کا اختاری (تو اختیار کر لے) کہنا اگر اس سے طلاق مراد لی ہو تو اس سے ہر صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی چاہے تین مراد ہوں یا اس کے علاوہ اور کوئی، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۶)

{اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے کہ تم عدت گذار لو}

۳۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ اعْتَدِّيْ قَالَ وَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آدمی کے اپنی بیوی کو یہ کہنے کہ: ''تم اپنی عدت گذار لو'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے طلاق رجعی شمار ہوگی۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جبکہ آدمی کی طلاق کی نیت ہو تو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: باب الرجل یقول لامراتہ اعتدی)

{اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا}

۳۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا خُيِّرَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا قَبْلَ اَنْ تَخْتَارَ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن زید نے فرمایا: جب عورت اپنے آپ کو اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو مگر وہ اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی (یعنی اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۸ باب الخیار، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۳۱، سنن سعید بن منصور: ۱۶۲۴، مصنف ابن

ابی شیبۃ: ۴/ ۴۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۸)

{اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے تم عدت گذار لو}

۴۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لِسَوْدَةَ ابْنَةِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اعْتَدِّيْ فَقَعَدَتْ لَهُ فِي الطَّرِيْقِ فَسَأَلَتْهُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اَنْ يُرَاجِعَهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَابِيْ حِرْصٌ عَلَى الرِّجَالِ وَلٰكِنِّيْ أُحِبُّ اَنْ اُحْشَرَ مَعَ اَزْوَاجِكَ وَاَجْعَلُ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذٰلِكَ.

حضرت ہیثم رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم عدت گذار لو۔ پس وہ آپ ﷺ کی گذرگاہ میں آ بیٹھیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں بوجہ اللہ عرض کیا کہ رجوع کر لیجئے بخدا مجھے مردوں کی حرص نہیں ہے بلکہ میں یہ پسند کرتی ہوں کہ (قیامت کے روز) آپ کی بیویوں کے ساتھ اٹھائی جاؤں، آپ میری باری کا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے طے کر دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۲۱، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۳۰۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۶۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۵۶، ۱۰۶۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۴۳۳، ۱۳۴۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۷، الطبقات لابن سعد ۸/ ۵۳، سنن ابی داود: ۲۱۳۵۔

تحقیق:

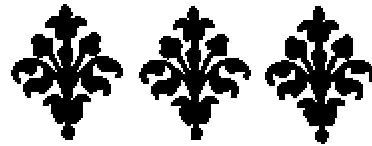
حسن ہے۔ (ورواه سالم بن سالم وعصمة بن ورقاء عنه عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن

عائشة ان رسول اللهﷺ ....فذكره.واخرجه موصولا ابوداودوالبيهقي من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة. ....فذكره.واخرجه ابن سعد كمافي فتح الباري(۹/۳۱۳)بسند رجاله ثقات من رواية القاسم بن ابي بزة مرسلا ان النبيﷺ طلقها فقعدت له على طريقه...فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت خوشی سے یہ پسند کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بغیر باری حاصل کئے رہے تو ایسا جائز ہے البتہ اگر وہ اس بات سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرسکتی ہے۔یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۵۲۱)



۳۵۔بَابُ الْإِیْلَاءِ

۳۵۔ایلاء کا بیان

ایلاء کا لغوی معنیٰ:

ایلاء، أَلِیَّة سے مشتق ہے۔أَلِیَّة میں ''یا'' پر تشدید ہے اور یہ فَعِیْلَة کے وزن پر ہے۔اس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔

ایلاء کا شرعی معنیٰ:

ایلاء کے شرعی معنی ہیں: منع النفس عن قربان المنكوحة اربعة اشهر فصاعدا منعا مؤكدا باليمين

یعنی چار ماہ یا اس سے زیادہ دونوں تک بیوی کے پاس نہ جانے کی تاکیدی قسم کھانے کا نام اطلاح شریعت میں ''ایلاء'' ہے۔

صاحب بنایہ نے لکھا ہے کہ ایلاء کے لیے چار چیزیں ہونی چاہئیں۔

۱۔ قسم اور یمین کا انعقاد اپنی منکوحہ پر ہو۔

۲۔ شوہر طلاق دینے کا اہل ہو۔

۳۔ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ حانث ہونے کی صورت میں شوہر پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

۴۔ اس کی ایک مدت متعین ہے یعنی چار ماہ یا اس سے زائد چنانچہ اگر شوہر نے اپنی قسم پوری کر دی اور اس مدت میں وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہو جائے گی۔

{چار ماہ گذر جائیں تو بیوی ایلاء کی وجہ سے مطلقہ بائنہ ہو جائے گی}

۴۰۰۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ شُرَیْحٍ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ بَانَتْ بِالْاِیْلَاءِ۔

امام ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: جب چار ماہ گذر جائیں تو بیوی ایلاء کی وجہ سے (مطلقہ) بائنہ ہوگئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید السبیعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۲۷۴)

{حضرت عبداللہ بن انس کے اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کا واقعہ}

۵۷۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُنَيْسٍ آلٰى مِنَ امْرَأَتِهٖ فَغَابَ ثُمَّ قَدِمَ بَعْدَ خَمْسَةِ اَشْهُرٍ فَوَقَعَ عَلَيْهَا ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ فَقَالُوْا اَصَبْتَ مِنْ فُلَانَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَلَمْ تَكُنْ آلَيْتَ مِنْهَا، قَالَ بَلٰى قَالُوْا نَرَاهَا قَدْ بَانَتْ مِنْكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى عَلْقَمَةَ فَلَمْ يَجِدُوْا عِنْدَهٗ فِيْهَا شَيْئًا وَانْطَلَقَ بِهِمْ عَلْقَمَةُ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَمْرَهٗ وَاَمْرَهَا فَقَالَ اَخْبِرْهَا اَنَّهَا قَدْ بَانَتْ مِنْكَ وَاخْطُبْهَا فَفَعَلَ وَاَصْدَقَهَا مَثَاقِيْلَ فِضَّةٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن انس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر پانچ ماہ تک اس سے غائب رہے پھر آئے اور اس سے صحبت کر لی۔ (صبح) جب اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو (غسل جنابت کی وجہ سے) ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ آپ نے فلانی سے صحبت کی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو اس سے ایلاء نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں وہ آپ سے جدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ انہیں حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے پاس لے گئے ان کے پاس اس مسئلہ کے بارے کچھ نہیں ملا، چنانچہ علقمہ رحمہ اللہ انہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور انہیں عبداللہ بن انس اور ان کی بیوی کا معاملہ بتلایا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن انس سے فرمایا: ''کہ اپنی بیوی کو اطلاع دے دو کہ وہ آپ سے جدا ہو گئی ہے اور آپ اسے نکاح کا پیغام دے دیں۔'' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسے چاندی کے چند مثقال مہر دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۳ باب الایلاء، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۵۵۷، سنن سعید بن منصور: ۱۹۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۴۰، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۷۸۳۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابي شيبة من طريق منصور عن ابراهيم عن علقمة قال آلى ابن انس من امرأته...فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ شوہر نکاح ثانی سے قبل اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہے اس لئے اس پر مہر لازم ہوگا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام حماد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۳)

{چار ماہ گذرنے پر طلاق بائنہ ہوگئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دے سکتا ہے}

۶۴۲. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الإِيلاَءِ إِذَا مَضَتِ الأَرْبَعَةُ الأَشْهُرِ بَانَتْ بِتَطْلِيقَةٍ وَيَخْطُبُهَا زَوْجُهَا فِي عِدَّتِهَا وَلاَ يَخْطُبُهَا غَيْرُهُ.

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام مسروق رحمہ اللہ نے ایلاء کے بارے میں فرمایا کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو عورت کو ایک طلاق بائنہ ہوجائے گی اور اس کا شوہر اس کی عدت میں اسے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شيبة (۱۸۶۳۵)من طريق شعبة عن مغيرة انه سمع الشعبی يحدث انه سمع مسروقا...فذكره)

۱۔ امام ابوعبداللہ علی بن بذیمہ الجزری الحرانی السوائی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۰۲۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۷۷)

۲۔ امام ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن مسعود الہذلی الکوفی رحمہ اللہ (کتب صحاح ستہ کے) ثقہ (تابعی) راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۹۹۳)

{رجوع جماع ہے اور طلاق کی عزیمت چار مہینوں کا گذر جانا ہے}

۶۴۳. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ الْفَيْءُ الْجِمَاعُ وَعَزِيمَةُ الطَّلاَقِ انْقِضَاءُ الأَرْبَعَةِ.

مقسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”رجوع مباشرت کرنا ہے اور طلاق کی عزیمت چار مہینوں کا گذر جانا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۸۰، سنن سعید بن منصور: ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۵۴۷، ۱۸۶۰۳، ۱۸۶۰۲، ۱۸،
جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۳۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۲۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۴۰، ۱۱۶۷۴،
مسند ابن الجعد: ۱۵۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۲۳۰، ۱۵۲۳۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخری)

۱۔ امام ابو محمد حکم بن عتیبہ الکندی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۴۳۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۳۱۵)

۲۔ امام ابوالقاسم مقسم بن بجرہ رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(ملخصاً: تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۲۷، تہذیب الکمال: ۶۱۶۶)

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ جو شخص ایلاء کرے، وہ یا تو چار مہینے کے اندر اندر اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے اور اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق بحال کرلے، ورنہ چار مہینے تک اگر اس نے قسم نہ توڑی تو بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی یعنی اگر چار مہینے قسم توڑے بغیر گزار دے تو نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا۔

{کوئی عذر ہو تو ایلاء سے رجوع زبان سے بھی ہوجائے گا}

۴۴۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُوْلِيْ مِن امْرَأَتِهِ فَيْئُهُ الرِّضَا اِذَا كَانَ لَهُ عُذْرٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام علقمہ رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کرلیا ہو کہ اس کا رجوع خوش ہونا ہے جب کوئی عذر ہو تو (یعنی اگر کوئی عذر ہو تو اس کا رجوع زبان سے بھی ہوجائے گا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۷۶، سنن سعید بن منصور: ۱۱۹۰۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۵۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایلاء کرنے والے کو چار ماہ بعد قاضی کے سامنے کھڑا کیا جائے یا تو رجوع کر لے یا طلاق دے دے}

۶۱۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ قَالَ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ قِيْلَ لَهُ أَتَفِيْئُ اَوْ تَعْزِمُ الطَّلَاقَ؟

ابن زبیر نے فرمایا کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو اس سے کہا جائے کہ جائے گا کہ تم رجوع کرنا چاہتے ہو یا تم نے طلاق ہی کی ٹھان رکھی ہے؟ (یعنی یا تو اپنی بیوی سے رجوع کر و یا طلاق دو)۔

۶۱۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ هِنْدٍ اَنَّ اَبَالزُّبَيْرِ آلٰى مِن امْرَأَتِهِ فَوَقَفَ بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَقِيْلَ لَهُ أَتَفِيْئُ اَوْ تَعْزِمُ الطَّلَاقَ قَالَ أَفِيْئُ.

حضرت ابو ہند رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو زبیر رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا، چار ماہ بعد کھڑے ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ تم رجوع کرنا چاہتے ہو یا تم نے طلاق ہی کی ٹھان رکھی ہے؟ (یعنی یا تو رجوع کر و یا طلاق دو) انہوں نے کہا کہ میں رجوع کرتا ہوں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{باندی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے}

۶۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِيْلَاءُ الْاَمَةِ شَهْرَانِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: باندی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایلاء کیا، پھر چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو کفارہ آئے گا}

۶۱۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ رَجُلٍ آلٰى مِن امْرَأَتِهِ ثُمَّ وَاقَعَهَا فِيْ

اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ قَالَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں "جو اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور پھر چار ماہ کے اندر اس سے صحبت کر بیٹھے۔" فرمایا: اس پر کفارہ آئے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۲ باب الایلاء، سنن سعید بن منصور: ۱۹۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۰۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور ایلاء باطل ہو گیا یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۲)

{مرد ایلاء کرے پھر طلاق دے یا طلاق دے پھر ایلاء کرے تو دونوں واقع ہو جاتے ہیں}

۵۴۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اٰلَى الرَّجُلُ مِن امْرَأَتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا اَوْ طَلَّقَهَا ثُمَّ اٰلَى مِنْهَا، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ وَقَعَ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے پھر اسے طلاق دے دے یا طلاق دے پھر ایلاء کرے تو دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے دونوں صورتوں میں دونوں واقع ہو جاتے ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۹ باب من آلی ثم طلق، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۹۳، سنن سعید بن منصور: ۱۹۲۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵/ ۱۴۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{چار ماہ گذرنے پر طلاق بائنہ ہوگئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دے سکتا ہے}

٥٠٧- يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رَجُلٍ آلَىٰ مِن امْرَأَتِهِ فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتِ الْأَرْبَعَةُ قَالَ بَانَتْ مِنْهُ بِتَطْلِيقَةٍ وَاسْتَأْنَفَتِ الْعِدَّةَ بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ وَيَخْطُبُهَا فِي الْعِدَّةِ وَلَا يَخْطُبُهَا غَيْرُهُ.

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمی کے بارے میں "جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کر کے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے" فرمایا: اس کی بیوی کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور وہ چار ماہ بعد عدت کا استیناف کرے گی اور اس کا شوہر اس کی عدت میں اسے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٥٣٩، السنن الکبری للبیہقی: ج ٧ ص ٣٧٩، مصنف عبدالرزاق: ١١٦٤١، ١١٦٤٥، مصنف ابن ابی شیبۃ: ١٨٥٣٧، سنن سعید بن منصور: ١٨٨٩، مؤطا محمد: ٥٧٩، جامع المسانید: ج ٢ ص ١٥٠۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه سعيد بن منصور والبيهقي من طريق على بن بذيمة عن ابي عبيدة عن مسروق عن عبدالله موصولا.)

تخریج:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں چار مہینے پورے ہونے پر طلاق واقع ہو جائے گی اور لوٹنا (رجوع کرنا) یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اندر جماع کرلے اس کے بعد توقف نہیں کیا جائے گا یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٥٣٩)

{امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے}

٥٠٨- يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ يَهْدِمُ الطَّلَاقُ الْإِيلَاءَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ قَوْلُ عَامِرٍ أَحَبُّ إِلَيَّ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) کا قول میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۸ باب من آلی ثم طلق، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۵ ص ۱۴۰، سنن سعید بن منصور: ۱۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{چار مہینوں سے کم کا ایلاء (شرعی) ایلاء نہیں ہے}

۵۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُرُوْبَةَ عَنْ عَامِرِ الْاَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ مَنْ آلٰى مِنِ امْرَأَتِهِ شَهْرًا اَوْشَهْرَيْنِ اَوْثَلَاثًا مَادُوْنَ الْاَرْبَعَةِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ اِيْلَاءٌ ذَكَرَ اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْهُ نَحْوَهٰذَا۔

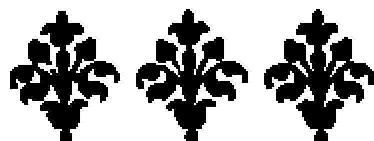
امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس آدمی نے اپنی بیوی سے چار مہینوں سے کم ایک مہینے، دو مہینے یا تین مہینے کا ایلاء کیا تو یہ (شرعی) ایلاء نہیں ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله شواهد)

فائدہ:

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ اور دیگر محدثین وفقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر خاوند نے قسم کھائی کہ وہ اپنی اہلیہ سے چار ماہ سے کم مدت تک تعلق زن وشو قائم نہیں کرے گا تو اسے شرعی ایلاء کرنے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔



٣٦۔ بَابُ الظِّهَارِ

٣٦۔ ظہار کا بیان

ظہار کے لغوی و شرعی معنی:

ظہار "ظا" کے نیچے کسرہ ہے۔ ظہار کا لغوی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: (أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي) "تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو۔" اس میں پیٹھ کا بطور خاص ذکر ہے کیونکہ عموماً پیٹھ ہی پر سواری کی جاتی ہے۔ اور بیوی کو اس سے تشبیہ اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ مرد کی سواری ہوتی ہے۔

ظہار کے شرعی معنی ہیں: تشبيه المحللة بالمحرمة على التأبيد یعنی منکوحہ عورت کو محرمہ ابدیہ عورت کے مشابہ قرار دینا۔

{ظہار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک بیوی کو کسی محرم کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے}

٥٥٣۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاقَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ امْرَأَةٍ مُحَرَّمٍ فَهُوَظِهَارٌ وَاِنْ قَالَ اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِامْرَأَةٍ وَلَيْسَتْ بِذَاتِ مُحَرَّمٍ فَلَيْسَ بِظِهَارٍ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: "تم مجھ پر محرم عورت کی پیٹھ کی مانند ہو۔" تو یہ ظہار ہے۔ اور اگر کہے کہ: "تم مجھ پر (فلانی) عورت کی پیٹھ کی مانند ہو۔" اور وہ عورت محرم نہ ہو تو یہ ظہار نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۳۸۱ ح ۵۵۵ کتاب الطلاق باب الظہار، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۲۱ ح ۱۸۵۸

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو ظہار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اسے کسی محرم کے ساتھ تشبیہ نہ دے۔(ملخصا: کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۵۵۵)

{ظہار کیا پھر طلاق دے دی پھر نکاح کرلیا تو بھی ظہار اپنی جگہ برقرار رہے گا}

۵۵۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِيْ رَجُلٍ ظَاهَرَ مِن امْرَأَتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَمَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ قَالَ الظِّهَارُ كَمَا هُوَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں ''جس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر اسے طلاق دے دی پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کرلیا'' فرمایا کہ ظہار اپنی جگہ برقرار رہے گا (اور یہ شخص کفارہ سے قبل اس سے جماع نہیں کرے گا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۴۸۰ ح ۵۵۲ کتاب الطلاق باب الظھار، مصنف عبدالرزاق: ج ۶ ص ۴۳۳ ح ۱۱۵۴۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۵۵۲)

{تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم}

۵۵. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِن امْرَأَتِهِ ثُمَّ يُظَاهِرُ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ اِنْ اَرَادَ التَّغْلِيظَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظِهَارٍ كَفَّارَةٌ وَاِنْ كَانَ اَرَادَ ظِهَارَهُ الْاَوَّلَ فَعَلَيْهِ وَاحِدَةٌ وَكَذٰلِكَ الْيَمِيْنُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر اسی طرح دومرتبہ ظہار کرے تو اگر اس سے اس کا مقصد ظہار کو مغلظ اور مزید سخت کرنا ہوتو اس پر ہر ظہار کے بدلے کفارہ آئے گا اور اگر پہلی ہی کی تاکید مقصود ہوتو پھر اس پر ایک ہی کفارہ آئے گا، یہی حکم قسم کا بھی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

{اگر میں تمہارے قریب آیا تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو کہہ دینے سے ظہار واقع ہوگا یا ایلاء؟}

۷۵۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ الرَّجُلِ یَقُوْلُ لِامْرَأَتِهِ اِنْ قَرِبْتُكِ فَأَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ؛ قَالَ اِنْ قَرِبَهَا وَقَعَ الظِّهَارُ وَاِنْ تَرَكَهَا وَقَعَ الْاِیْلَاءُ

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں ''جو اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر میں تمہارے قریب آیا تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو'' فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی بیوی کے قریب آیا تو ظہار واقع ہو جائے گا اور اگر اس نے اپنی بیوی کو چھوڑے رکھا تو ایلاء واقع ہو جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۵۷۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۳۳۳، سنن سعید بن منصور: ۱۸۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس صورت میں ظہار اور ایلاء دونوں ہو سکتے ہیں اگر چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو کفارہ ظہار.

لازم آئے گا اور اگر چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہ گیا تو ایلاء ہو جائے گا اور چار ماہ گزرنے پر اسے ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: ۵۵۷)

{ظہار کے کفارے سے قبل ہم بستری کر لی تو کیا کرے؟}

۵۵۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنِ امْرَأَتِهِ ثُمَّ يَطَأُهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ اَنَّهُ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلاَ يَعُوْدُ حَتّٰى يُكَفِّرَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں ''اپنی بیوی سے ظہار کرے اور پھر کفارے سے قبل اس سے ہم بستری کر لے'' فرمایا کہ یہ آدمی اللہ سے مغفرت طلب کرے اور کفارہ سے پہلے دوبارہ ہم بستری نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۴۸۱ ح ۵۵۴ کتاب الطلاق باب الظہار، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۱۶، ۱۹ ح ۱۸۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اسے اس وقت تک دوبارہ ہم بستری نہیں کرنی چاہیے جب تک کفارہ نہ دے دے اور اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۴)

{چار بیویوں سے ظہار کرنے پر چار کفارے لازم آئیں گے}

۵۵۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ رَجُلٍ لَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ قَالَ اَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ قَالَ فَعَلَيْهِ اَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں ''جس کی چار بیویاں ہوں

اور وہ ان سے کہہ کہ کہ تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو۔" فرمایا: کہ اس شخص پر چار کفارے آئیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۴۷۹ ح ۵۴۵، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۴۰ ح ۱۸۳۳، مصنف عبدالرزاق: ح ۱۱۵۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۵)

۵۹۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُظَاهِرُ مَعَ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ قَالَ عَلَیْهِ اَرْبَعُ کَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں "جو چار بیویوں سے ظہار کرے۔" فرمایا کہ اس شخص پر چار کفارے لازم آئیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۴۷۹ ح ۵۴۵، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۴۰ ح ۱۸۳۳، مصنف عبدالرزاق: ح ۱۱۵۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۵)

{تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم}

٦٦٠۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا ظَاهَرَ الرَّجُلُ مِن امْرَأَتِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنْ عَنَى الظِّهَارَ وَحْدَهُ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ وَاِنْ عَنَى بِكُلِّ قَوْلٍ ظِهَارًا فَعَلَيْهِ ثَلَاثُ كَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے تین مرتبہ ظہار کرے تو پس اگر ان سے پہلے ہی کی تاکید مقصود تھی تو ایک کفارہ لازم آئے گا اور اگر ہر ایک قول سے اس کا مقصد ظہار (کو مزید سخت کرنا) تھا تو پھر تین کفارے لازم آئیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

{غلام ظہار کرے تو اس پر دو ماہ کے روزے لازم آئیں گے}

٦٦١۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يُظَاهِرُ امْرَأَتَهُ فَعَلَيْهِ صَوْمُ شَهْرَيْنِ لَا يُجْزِئُهُ تَحْرِيْرٌ وَلَا طَعَامٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر دو ماہ کے روزے لازم آئیں گے اس کے لئے غلام آزاد کرنا اور کھانا کھلانا کفایت نہیں کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اپنی لونڈی سے ظہار کرنے والے پر کفارہ نہیں ہے}

٦٦٢۔ يُوسُفُ قَالَ ثنا اَبُوْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْ جُزْءٍ نَصْرِ بْنِ طَرِيْفٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ اَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ عَلَى الَّذِيْ يُظَاهِرُ مِنْ اَمَتِهٖ وَذَكَرَ

اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْهُ نَحْوَذٰلِكَ.

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو چاہے میں اس کے ساتھ اس بات پر مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں کہ جس نے اپنی لونڈی سے ظہار کیا اس پر کفارہ نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۱۳۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۷ ص ۳۸۳ ح ۱۵۲۵۰، سنن الدارقطنی: ج ۳ ص ۱۹۱ ح ۳۸۶۱۔

{عیسائی، یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی سے ظہار کرے اور پھر اسلام قبول کرلے؟}

۶۶۳۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُوْدِيِّ وَالْمَجُوْسِيِّ يُظَاهِرُ مِنِ امْرَأَتِهِ اَوْيُطَلِّقُ ثُمَّ يُسْلِمُ اِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُهُ اِلاَّ شِدَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے عیسائی، یہودی اور مجوسی کے بارے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی سے ظہار کرلیں یا اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور پھر اسلام قبول کرلیں تو (یہ اپنے ظہا اور طلاق پر برقرار رہیں گے) اسلام اس کی سختی کو اور بڑھا دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۴ باب الیھود والنصاری والمجوس یطلقون نساءھم)

{کفارہ ظہار میں ام ولد کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا}

۶۶۴۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تُجْزِءُ اُمُّ الْوَلَدِ فِيْ الظِّهَارِ وَالَّذِيْ يُظَاهِرُ مِنْ اَمَتِهِ لَا يُجْزِءُ عَنْهَا اِلاَّ التَّحْرِيْرُ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کفارہ ظہار میں ام ولد کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا اور جو شخص اپنی لونڈی سے ظہار کرتا ہے اس کی طرف سے کافی نہیں ہوگا مگر غلام آزاد کرنا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

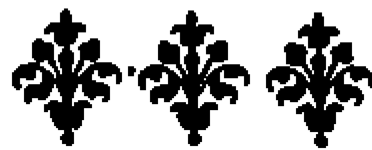
{ظہار کے روزے رکھ رہا ہو اور آخری روزے کو آزاد کرنے کیلئے غلام پالے تو روزے کافی نہیں ہونگے}

۷۶۵۔ یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الَّذِیْ: یَصُوْمُ لِمُتْعَتِهِ ثُمَّ یَجِدُ هَدْیًا فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ اَوْ یَصُوْمُ فِیْ ظِهَارِهِ اَوْ فِیْ کَفَّارَةِ یَمِیْنٍ ثُمَّ یَجِدُ مَا یُعْتِقُ فِیْ آخِرِ صَوْمِهِ اَنَّهُ لَا یُجْزِئُهُ الصَّوْمُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو حج تمتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۷۔ بَابُ اللِّعَانِ

۳۷۔ لعان کا بیان

لعان کے لغوی معنی:

لعان: باب مفاعلت کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں: الطرد الابعاد یعنی بھگانا اور رحمت سے دور کرنا۔

لعان کے شرعی معنی:

لعان کے شرعی معنی ہیں: شهادات تجری بین الزوجین مقرونة باللعن والغضب یعنی لعن اور غضب سے ملی ہوئی ان چار شہادتوں کا نام لعان ہے جو میاں بیوی میں جاری ہوتی ہیں۔

لعان کی صورت اس طرح ہوتی: ہے کہ شوہر بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور بیوی اس سے انکار کرتی ہے۔ شوہر کے پاس نہ تو گواہ ہوتے ہیں اور نہ کوئی اور ثبوت، چنانچہ اس صورت حال میں شوہر چار مرتبہ اپنی بیوی کے خلاف اللہ کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہے کہ اس نے بیوی کے زنا کے بارے میں جو بات کی ہے اس میں وہ بالکل سچا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہتا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

ورعورت مرد کی شہادتوں کی تردید کرتے ہوئے چار مرتبہ اللہ کے نام کی قسم کھا کر اپنے بارے میں شہادت دیتی ہے کہ وہ یقیناً جھوٹا آدمی ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہتی ہے کہ اگر وہ مجھ پر الزام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ ملاحظہ ہو (النور ۲۴: ۹،۶)۔

لعان کو ظہار کے بعد بیان کرنے کی وجہ:

لعان کو ظہار کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لعان کی بہ نسبت ظہار اباحت کے زیادہ قریب ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر غیر منکوحہ عورت کی طرف لعان کی نسبت کی جائے گی تو حد قذف واجب ہوگی اور حد کا واجب ہونا خالص معصیت ہے جس میں اباحت کا کوئی شائبہ نہیں رہتا جبکہ ظہار میں اباحت کا شائبہ رہتا ہے، اسی لیے لعان کو ظہار سے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ (عنایہ و بنایہ)

{تہمت لگائی پھر تین طلاقیں دیدیں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ مرد پر حد قذف آئے گی}

۶۶۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ رَجُلٍ قَذَفَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا

قَالَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا لِعَانٌ وَلاَ حَدَّ عَلَيْهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی پھر اسے تین طلاقیں دیدیں فرمایا: کہ اب ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ ہی مرد پر حد قذف آئے گی۔ (کیونکہ اس نے اس پر تہمت اس وقت لگائی تھی جب وہ اس کے نکاح میں تھی لہٰذا لعان ہوگیا لیکن اس نے اس سے لعان کرنے سے پہلے اسے طلاقیں دے دیں لہٰذا لعان باطل ہوگیا اور مرد پر حد قذف نہیں آئے گی)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۲ باب اللعان، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۷، سنن سعید بن منصور: ۱۵۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۲)

{لعان ایک طلاق بائنہ ہے}

۶۷۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَهُمَا عَلَىٰ نِكَاحِهِمَا مَالَمْ يَتَرَافَعَا فَاِذَا تَرَافَعَا لاَعَنَهَا وَاُلْزِقَ الْوَلَدُ بِاُمِّهِ وَاللِّعَانُ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ وَلَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ مَادَامَتْ فِيْ عِدَّتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت لگادے تو یہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے جب تک دونوں اپنا مقدمہ پیش نہ کردیں اور جب دونوں اپنا مقدمہ پیش کردیں، مرد اس سے لعان کرلے تو بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کردیا جائے گا، لعان ایک طلاق بائن ہے اور عورت جب تک عدت میں ہے اسے مکان ونفقہ ملے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۳۱ باب اللعان، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۴۲۴، سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۸۴۵۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جس کا عصبہ نہیں اس کی عصبہ ماں ہے}

۶۶۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ بَعْدَ تَطْلِیْقَةٍ یَمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَاِنَّهٗ یُلَاعِنُ وَیُلْزِمُ الْوَلَدَ اُمَّهٗ وَالْاُمُّ عَصَبَةُ مَنْ لَا عَصَبَةَ لَهٗ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی طلاق رجعی کے بعد اپنی بیوی پر تہمت لگا دے تو وہ اس سے لعان کرے اور بچے کو اس کی ماں کے سپرد کر دے اور جس کا عصبہ نہیں اس کی عصبہ ماں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{لعان صرف دو آزاد مسلمان میاں بیوی کے درمیان ہوگا}

۶۶۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا لِعَانَ اِلَّا بَیْنَ الْحُرَّیْنِ الْمُسْلِمَیْنِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے لعان مگر دو آزاد مسلمان (میاں بیوی) کے درمیان۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر مرد اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد لگے گی اور نکاح کا پیغام دے سکے گا}

۶۷۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الَّذِیْ یُلَاعِنُ امْرَأَتَهٗ اِنْ اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ الْحَدَّ وَكَانَ خَاطِبًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنی بیوی سے لعان کرنے والا اگر اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد لگے گی اور نکاح کا پیغام دے سکے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۱ باب اللعان، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۲۴، سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۸۴۵۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۱)

{بچے سے انکار کرنے کا بیان}

۷۷۱۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِي يُوسُفَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُقِرُّ بِابْنِهِ وَاُمُّهُ حُرَّةٌ ثُمَّ يَنْفِيهِ قَالَ يُلَاعِنُهَا وَيَنْفِيهِ وَاِنْ كَانَ قَدْ طَلَّقَهَا يُضْرَبُ الْحَدَّ وَكَانَ ابْنَهُ وَاِنْ كَانَتْ اُمُّهُ قَدْ مَاتَتْ كَانَ ابْنَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو اپنے بیٹے کا اقرار کرے پھر انکار کردے فرمایا: اس سے لعان کرے گا اور اپنے بیٹے کا انکار کرے گا (اور بچہ ماں کے ساتھ ملحق ہوگا) اور اگر اسے طلاق دے دی ہو تو اسے حد لگے گی اور بیٹا اسی کا شمار ہوگا اگرچہ اس کی ماں کا انتقال ہوگیا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۱۲ باب اللعان والانتفاء من الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۷۲، ۱۲۳۷۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے سوائے ایک صورت کے کہ اگر وہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے پھر اس کی نفی کردے اور وہ عورت اسی کے ساتھ ہو تو اس سے لعان کرے گا اور بچہ اس کا شمار ہوگا اگر ایک مرتبہ بھی اقرار کرے تو پھر اس کا انکار نہیں کرسکتا جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۱۲)

{شادی کی دخول نہیں کیا اور تہمت لگادی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس پر حد ولعان نہیں}

۶۶۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ یَقْذِفُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ یَدْخُلْ بِهَا فَنَظَرَ فَاِذَا هِیَ اُخْتُهُ فَلاَ حَدَّ عَلَیْهِ وَلاَ لِعَانَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو اپنی بیوی پر تہمت لگاتا ہے اور ابھی اس نے اس سے دخول نہیں کیا تو بعد میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اُس کی (رضاعی) بہن ہے فرمایا: اس شخص پر نہ تو حد ہے اور نہ ہی لعان ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عورت پر تہمت لگائی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے اس کی عدت میں شادی کی تھی تو لعان باطل ہوجائے}

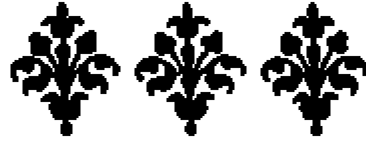
۶۶۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فِیْ عِدَّتِهَا وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ قَذَفَهَا فَلاَعَنَهَا ثُمَّ عَلِمَ بِذٰلِكَ فَاللِّعَانُ بَاطِلٌ وَلاَ حَدَّ عَلَیْهِ وَیَخْطُبُهَا اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا مِنَ الْاَوَّلِ وَاِنْ عَلِمَ قَبْلَ اللِّعَانِ اَنَّهَا فِیْ عِدَّةٍ فَلاَ حَدَّ عَلَیْهِ وَلاَ لِعَانَ وَیُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا وَهُوَ خَاطِبٌ اِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ مِنَ الْاَوَّلِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی کسی عورت سے اس کی عدت میں

شادی کر کے اس سے دخول کر لے اور پھر اس پر تہمت لگا کر اس سے لعان کر لے اور پھر اسے معلوم ہو کہ وہ عدت میں تھیں تو لعان باطل ہے اور اس آدمی کو حد نہیں لگے گی اور اگر لعان کرنے سے پہلے ہی اسے معلوم ہو جائے کہ وہ عدت میں تھیں تو بھی اس پر حد اور لعان نہیں ہے اور ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی اور جب پہلی عدت گزر جائے تو وہ بمنزلہ پیغام بھیجنے والے کے ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۸۔بَابُ الْعِنِّیْنِ

نامرد کا بیان

۶۰۴۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْعِنِّيْنِ يُؤَجَّلُ سَنَةً فَاِنْ خَلَصَ اِلَيْهَا وَاِلاَّ خُيِّرَتِ امْرَأَتُهُ فَاِنْ شَاءَ تْ اَقَامَتْ مَعَ زَوْجِهَا وَاِنْ شَاءَ تِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے نامرد کے بارے میں فرمایا: کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر وہ اس دوران صحبت کر لے (تو بہت اچھا) وگرنہ اس کی بیوی کو اختیار دے دیا جائے گہ وہ چاہے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور اگر چاہے تو اپنے آپ کو اختیار کر لے اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۰۵۔قال يُوْسُفُ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الْعِنِّيْنِ يُؤَجَّلُ سَنَةً فَاِنْ وَصَلَ اِلَيْهَا وَاِلاَّ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا الْمَهْرُ كَامِلاً وَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ وَذَكَرَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ نَحْوًا مِّنْهُ عَنْهُ۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نامرد کے بارے میں فرمایا: کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی اس دوران اگر وہ صحبت کر لے (تو بہت اچھا) وگرنہ دونوں کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی اور عورت کو کامل مہر ملے گا اور یہ ایک طلاق بائنہ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۸ باب العنین، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۴ ح ۱۳۱۴، مصنف ابن ابی شیبۃ:

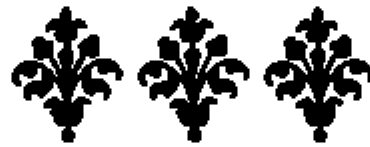
مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۴۹۲، ۱۶۵۰۲، ۱۶۵۰۳، ۱۶۵۰۷، سنن سعید بن منصور: ۲۰۰۹، ۲۰۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۷۲۰، سنن الدارقطنی: ج ۳ ص ۳۰۵، السنن الکبری للبیہقی: ج ۷ ص ۲۲۶۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (رواہ عبداللہ بن الزبیر والحسن بن زیاد کما فی جامع المسانید عن ابی حنیفۃ عن اسماعیل عن الحسن عن عمران عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔واخرجہ ابن ابی شیبۃ من طریق اشعث وقتادۃ عن الحسن عن عمر۔ ...فذکرہ۔واخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ والدارقطنی والبیہقی من طریق سعید بن المسیب عن عمر....فذکرہ۔واخرجہ سعید بن منصور وابن ابی شیبۃ من طریق الشعبی عن عمر۔ ....فذکرہ۔واخرجہ ابن ابی شیبۃ من طریق شریح قال کتب الی عمر ان اجلہ سنۃ فان استطاعھا والا خیرھا فان شاءت اقامت وان شاءت فارقتہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۸)



۳۹۔ بَابُ الْعِدَّةِ

عدت کا بیان

{عورت کا اپنی عدت کے دوران اپنے گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے}

۶۷۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی:{لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ}قَالَ خُرُوْجُهَا مِنْ بَیْتِهَا فِیْ عِدَّتِهَا هِیَ الْفَاحِشَةُ الْمُبَیِّنَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اللہ رب العزت کے ارشاد "اُن عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں۔ مگر یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (الطلاق:۱)۔" کے بارے میں کہا کہ اُس کا اپنی عدت میں اپنے گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائدومسائل:

۱۔ جب میاں بیوی میں طلاق کے ذریعے علیحدگی ہوجائے تو عورت کو دُوسرا نکاح کرنے کے لئے کچھ مدت انتظار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مدت کو "عدت" کہا جاتا ہے۔

۲۔ عدت کے دوران شوہر کے ذمے واجب ہے کہ جس بیوی کو طلاق دی ہے، اُس کو اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے، اور عورت کے ذمے بھی یہ واجب ہے کہ وہ شوہر ہی کے گھر میں عدت گذارے، اور کہیں نہ جائے۔ البتہ اللہ رب العزت نے وہ صورت اس سے مستثنیٰ فرمادی ہے جب عورت کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے، اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے میں بدزبانی کرنے لگے، اس صورت میں بھی اُس کا شوہر کے گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

{عدت کے دوران حج کے لیے نکلنے والی بیوہ عورتوں کو سیدنا ابن مسعودؓ نے واپس کر دیا تھا}

۷۷۷۔ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَدَّ الْمُتَوَفّٰی عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ مِنْ ظَهْرِ النَّجَفِ كُنَّ خَرَجْنَ حُجَّاجًا فِیْ عِدَّتِهِنَّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیوہ عورتوں کو نجف سے واپس کر دیا تھا وہ عدت کے دوران حج کے لیے نکلی تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۷ باب عدۃ المطلقۃ والمتوفی عنھا زوجھا، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۰۷۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۵ ص ۱۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۷)

{عدت کے دوران مطلقہ اور بیوہ کے اپنے گھر سے نکلنے کا مسئلہ}

۷۷۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَیْتِهَا فِیْ حَقٍّ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا وَالْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَخْرُجُ اِلَّا فِیْ حَقٍّ لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا تَبِیْتُ عَنْ بَیْتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مطلقہ اپنے گھر سے نہ ضرورت سے نکلے گی اور نہ بلا ضرورت جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو وہ لازمی اور ضروری حاجات کے لیے نکلے گی لیکن رات اپنے گھر ہی میں گذارے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ مطلقہ کا نان نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، لہٰذا اسے گھر سے نکلنے کی ضرورت ہی نہیں لیکن جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اس کو نان نفقہ نہیں ملتا اس لیے اسے نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ روزی کمائے لیکن وہ رات اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور نہیں نہیں گذارے گی یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۸)

{بیوہ شوہر کے انتقال والے دن سے اور مطلقہ طلاق والے دن سے عدت گذارے گی}

۷۹. حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ الْمُطَلَّقَةِ وَالْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ مِنْ یَوْمِ مَاتَ وَمِنْ یَوْمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو وہ شوہر کے انتقال کے دن سے عدت گذارے گی اور مطلقہ اُس دن سے جس دن اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۶)

{طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر طلاق دے دی تو اس کی عدت از سرِ نو شروع ہو گی}

۸۰. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ الرَّجُلِ یُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ ثُمَّ یُرَاجِعُهَا ثُمَّ یُطَلِّقُهَا فِیْ الْعِدَّةِ اَنَّ عَلَیْهَا الْعِدَّةَ مُسْتَقْبِلَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے پھر اس سے رجوع کر لے پھر اسے عدت میں طلاق دے دے تو اس عورت پر از سرِ نو عدت ہو گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۷۴ باب من طلق ثم راجع من این تعتد؟، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۱۳۴۰

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۷۴)

{سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علیؓ نے ام کلثوم کو ان کے گھر سے منتقل کر دیا تھا}

۶۸۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا نَقَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ حِيْنَ قُتِلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَنَّهَا كَانَتْ مَعَ عُمَرَ فِيْ دَارِ الْاِمَارَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیٹی) ام کلثوم کو منتقل کر دیا کیونکہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دار الامارت میں تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۰۵۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۸۷۴، ۱۸۸۷۸، سنن سعید بن منصور: ۱۳۵۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۵۰۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۵۳۱۶۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔(اخرجه ابن ابی شیبة والبیهقی من طریق الشعبی عن علی رضی الله عنه بنحوه. واخرجه عبدالرزاق عن معمر عن ایوب او غیره ان علیا انتقل ابنته ام کلثوم فی عدتها وقتل عنها عمر. واخرجه سعید بن منصور من طریق الحسن عن علی رضی الله عنه انه انتقل ام کلثوم ابنته حیث اصیب عمر فانتقلها فی عدتها. واخرجه ابن ابی شیبة من طریق الحکم قال نقل علی ام کلثوم حیث قتل عمر ونقلت عائشة اختها حین قتل طلحة.)

{طلاق دی، پھر رجوع کیا پھر طلاق دے دی تو عورت از سر نو عدت لازم ہوگی}

۶۸۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ

تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً ثُمَّ يُرَاجِعُهَا فِي الْعِدَّةِ ثُمَّ يُطَلِّقُ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا اِنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ مُسْتَقْبَلَةً وَلَهَا الْمَهْرُ كَامِلاً.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دے دے پھر اس سے عدت کے دوران رجوع کر لے پھر اس سے دخول کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دے تو اس پر از سر نو عدت ہوگی اور اسے کامل مہر ملے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آزاد مطلقہ اور کنیز مطلقہ کی عدت کی میعاد}

۶۸۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ عِدَّةِ الْحُرَّةِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثُ حِيَضٍ فَاِنْ كَانَتْ لَا تَحِيْضُ فَثَلَاثُ اَشْهُرٍ، وَاِنْ كَانَتْ اَمَةً مُطَلَّقَةً فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ وَاِنْ كَانَتْ لَا تَحِيْضُ فَشَهْرٌ وَنِصْفٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آزاد مطلقہ عورت کی عدت کی میعاد تین حیض ہے اور اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت کی میعاد تین مہینے ہے۔ اور اگر کنیز مطلقہ ہو تو اس کی عدت کی میعاد دو حیض ہے اور اگر کنیز کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سورہ طلاق کی آیت نمبر ۴ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے}

۶۸۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ نَزَلَتْ: {وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۴)} بَعْدَ {اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرۃ: ۲۳۴)}

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ (سورہ طلاق کی آیت) {وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ} ''اور جو عورتیں حاملہ ہوں، اُن کی عدت کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔'' (سورہ بقرہ کی آیت) {اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا} ''(بیوہ عورتیں اپنے آپ کو) چار مہینے

اور دس دن (انتظار میں رکھیں گی)۔'' کے بعد نازل ہوئی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۸۴باب عدۃ المطلقۃ الحامل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۳۷ ح ۱۲۹۵، صحیح البخاری: ۴۹۱۰، سنن ابی داود: ۲۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۰، سنن النسائی: ۳۵۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۶، سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۴۱، مسند البزار: ۱۵۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۴۷۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۲ کتاب الطلاق۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابو محمد البخاری کما فی جامع المسانید (۲/۱۱۶، ۱۱۷)من طریق اسماعیل بن عیاش وعبیدالله بن موسی عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله بن مسعود به. واخرجه البزار والنسائی والبیهقی من طریق ابن شبرمة عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعود به. واخرجه عبدالرزاق وابوداود والنسائی وابن ماجة والبیهقی من طرق عن ابن مسعود به۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت کو طلاق دی گئی یا اس کے شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے بعد ایک دن یا اس سے کم یا زیادہ مین اس کا بچہ پیدا ہوگیا تو اس کی عدت پوری ہوگئی اور وہ اسی وقت مردوں کے لئے حلال ہوگئی چاہے نفاس میں کیوں نہ ہو یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۸۴)

{سورہ طلاق نے عدت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا ہے}

۸۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ نَسَخَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی كُلَّ عِدَّةٍ(وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.)

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھوٹی سورہ نساء (سورہ طلاق) نے عدت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا ہے اب (حکم یہ ہے کہ) جو عورتیں حاملہ ہوں، اُن کی عدت کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۴ ،باب عدۃ المطلقۃ الحامل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۲۹۵، صحیح البخاری: ۴۹۱۰، سنن ابی داود: ۲۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۰، سنن النسائی: ۳۵۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۶، سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۴۱، مسند البزار: ۱۵۳۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۴۷۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۲ کتاب الطلاق۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابو محمد البخاری کما فی جامع المسانید (۲/۱۱۶.۱۱۷)من طریق اسماعیل بن عیاش وعبیداللہ بن موسی عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ بن مسعود به. واخرجه البزار والنسائی والبیهقی من طریق ابن شبرمة عن ابراھیم عن علقمة عن ابن مسعود به. واخرجه عبدالرزاق وابوداود والنسائی وابن ماجة والبیهقی من طرق عن ابن مسعود به.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت کو طلاق دی گئی یا اس کے شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے بعد ایک دن یا اس سے کم یا زیادہ میں اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ اسی وقت مردوں کے لئے حلال ہو گئی چاہے نفاس میں کیوں نہ ہو یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۴)

۶۸۶. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اٰخِرُ الْاٰیَتَیْنِ نُزُوْلًا الَّتِیْ فِیْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دونوں آیتوں میں نزول کے اعتبار سے آخری وہ ہے جو چھوٹی سورہ نساء (یعنی سورہ طلاق) میں ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔(وللحدیث شواھد عند عبدالرزاق (۱۱۷۱۷) والبیهقی (۱۵۴۷۶) وسعید بن منصور (۱۵۱۶) وابن ابی شیبة (۱۷۰۹۸)وغیرھم)

۶۸۷. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا وَضَعَتْ ذَا بَطْنِهَا فَقَدْ حَلَّتْ لِلرِّجَالِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاملہ مطلقہ جب بچہ جنے تو (اسی وقت) مردوں کے لیے حلال ہو گئی۔

تحقیق:

صحیح ،مرسل ہے-(واخرجه ابن ابی شیبة (۱۷۰۹۸)من طریق محمد بن اسحاق عن الزهری عن سعید بن المسیب عن عمر......فذکرہ. وللحدیث شواهد عند عبدالرزاق(۱۱۷۱۷) والبیهقی (۱۵۳۷۶) وسعید بن منصور(۱۵۱۶) وابن ابی شیبة (۱۷۰۹۸)وغیرهم)

۶۸۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِیَ حَامِلٌ فَعِدَّتُهَا اَنْ تَضَعَ مَافِیْ بَطْنِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دے جبکہ وہ (یعنی اس کی بیوی) حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۸۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ سُبَیْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فِیْ حَبَلٍ فَمَكَثَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ لَیْلَةً اَوْنَحْوَهَا ثُمَّ وَضَعَتْ فَمَرَّبِهَا اَبُو السَّنَابِلِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ تَشَوَّفَتْ لِلْاَزْوَاجِ فَقَالَ كَلاَّ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنَّهُ لَاَ بْعَدُ الْاَجَلَیْنِ فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَتْهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ كَذَبَ اَبُوالسَّنَابِلِ اِذَا حَضَرَ ذٰلِكَ فَآذِنِیْنِیْ یَقُوْلُ اِذَا خُطِبَتِ.

حضرت امام اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ وہ حاملہ تھیں، ابھی پچیس دن ہی گزر پائے تھے کہ ان کے یہاں بچہ پیدا ہو گیا، اتفاقاً وہاں سے ابو سنابل کا گزر ہوا تو وہ کہنے لگے تم زیب وزینت اختیار کر کے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہو؟ رب کعبہ کی قسم! ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کیونکہ تمہاری عدت "ابعد الاجلین" ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ عرض کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو سنابل سے غلطی ہوئی، جب وہ آئیں تو مجھے بتانا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، صحیح مسلم: ۱۴۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸، سنن ابی داود: ۲۳۰۶، سنن النسائی: ۳۵۱۶، ۳۵۱۸، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۹۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۲۳، ۱۱۷۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۰۹۴،

۱۷۰۷، ۱۷۰۸، سنن سعید بن منصور: ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۲۷۳، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۴۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه سعید بن منصور من طریق منصور عن ابراهیم عن الاسود عن ابی السنابل بن بعكك.....فذكره.)

{حاملہ کو طلاق ہوئی جیسے ہی اس کا بچہ پیدا ہوا، اس کی عدت مکمل ہوگئی}

۷۹۰۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ السَّقْطِ اِذَاسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهٖ عُتِقَتِ الْاَمَةُ وَانْقَضَتْ بِهِ الْعِدَّةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سقط (نامکمل پیدا ہونے والے بچے) کے بارے میں فرمایا کہ جب اس میں کچھ خلقت شکل وصورت کے نشانات ظاہر ہو چکے ہوں تو باندی آزاد ہو جائے گی اور اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۵ باب عدۃ المطلقۃ الحامل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۳۸ ح ۱۲۹۶۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۳۷۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور نامکمل بچہ اس وقت تک سقط نہیں کہلائے گا جب تک اس میں کچھ شکل وصورت وغیرہ نہ بنے بال ناخن وغیرہ ہلیس اگر اس نے ایسا نامکمل بچہ جنا جس میں خلقت شکل وصورت کے نشانات ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اس کی وجہ سے عدت نہیں گزارے گی یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۵)

{عدت کے دوران شادی کی جدائی کرادی جائے اور عورت پہلی عدت مکمل کر کے دوسری ازسرنو شمار کرے}

۶۹۱. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْاَةُ فِيْ عِدَّتِهَا فَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَتَمَّتْ عِدَّةَ الْاَوَّلِ وَاعْتَدَّتْ مِنَ الْآخِرِ عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت اپنی عدت کے دوران شادی کرے اور اس کا خاوند اس سے دخول بھی کر لے تو ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور وہ پہلے شوہر کی عدت مکمل کر کے دوسرے کی ازسرنو شمار کرے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بیوہ باندی کی عدت کی میعاد دو ماہ پانچ دن ہے}

۶۹۲. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاَمَةِ يَمُوْتُ عَنْهَا زَوْجُهَا عَبْدًا اَوْ حُرًّا عِدَّتُهَا شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ اَيَّامٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے باندی کے بارے میں فرمایا کہ اس کا شوہر غلامی یا آزادی کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کی عدت کی میعاد دو ماہ پانچ دن ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مستحاضہ کی عدت کا بیان}

۶۹۳. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ تَعْتَدُّ الْمُسْتَحَاضَةُ بِاَيَّامِ حَيْضِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے ایام حیض کے ذریعہ عدت گزارے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۶ باب عدۃ المستحاضۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۴۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۷۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حنِیفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الْمُسْتَحَاضَةِ یُطَلِّقُ الْمَرْأَةَ وَهِیَ مُسْتَحَاضَةٌ قَالَ تَعْتَدُ بِقُرْءٍ وَالْحَیْضِ قَبْلَ ذٰلِكَ وَ کَذٰلِكَ اِنِ اسْتُحِیْضَتْ بَعْدَمَا یُطَلِّقُهَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں مروی ہے جو عورت کو استحاضہ کی حالت میں طلاق دے دے، فرمایا: وہ اپنے ایام حیض کے ذریعہ عدت گزارے گی اور یہی حکم اس وقت ہے جب طلاق کے بعد اسے استحاضہ شروع ہو جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۶ باب عدۃ المستحاضۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۴۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۷۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۶)

{باندی کو طلاق رجعی ہوئی پھر آزاد کر دی گئی تو عدت آزاد والی ہوگی، ورنہ باندیوں والی}

۹۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الْاَمَةِ اِذَا تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاعْتَدَّتْ ثُمَّ اُعْتِقَتْ فِیْ عِدَّتِهَا اعْتَدَّتْ عِدَّةَ الْاَمَةِ کَمَا هِیَ فَاِذَا طُلِّقَتْ تَطْلِیْقَتَیْنِ ثُمَّ اُعْتِقَتِ اعْتَدَّتْ عِدَّةَ الْاَمَةِ وَاِنْ طُلِّقَتْ وَاحِدَةً ثُمَّ اُعْتِقَتْ فِیْ حَیْضِهَا اعْتَدَّتْ عِدَّةَ الْحُرَّةِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے باندی کے بارے میں فرمایا کہ جب اس کا شوہر فوت

ہو جائے اور اس باندی کو عدت کے دوران آزاد کر دیا جائے تو وہ باندیوں والی عدت گزارے گی۔ اور اگر اسے دو طلاقیں دے دی گئی ہوں پھر ازاد کر دیا جائے تو بھی باندیوں والی عدت گزارے گی اور اگر ایک طلاق دی گئی ہو پھر ازاد کر دیا جائے تو پھر آزاد عورت والی عدت گزارے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۳۲ باب الزوج یتزوج الامۃ ثم یشتریھا او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۳۵ ح ۱۲۸۷، سنن سعید بن منصور: ۱۲۶۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایک دو حیض گزار کر حیض آنا بند ہو جائے تو مہینوں کے مطابق عدت گزارے}

۶۹۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ فَتَعْتَدُّ بِشَهْرٍ أَوْ شَهْرَيْنِ ثُمَّ تَحِيضُ قَالَ يَهْدِمُ الْحَيْضُ الشَّهْرَ وَتَسْتَقْبِلُ عِدَّةَ الْحَيْضِ فَإِنْ حَاضَتْ وَاحِدَةً ثُمَّ يَئِسَتْ اسْتَقْبَلَتِ الشُّهُورَ فَإِنْ حَاضَتْ بَعْدُ اعْتَدَّتْ بِمَا مَضَى مِنَ الْحَيْضِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دے اور وہ ایک مہینہ یا دو مہینہ عدت کے گزارے پھر اسے حیض آ جائے فرمایا: اور پھر سے حیض کی عدت شروع کرے گی، اور اگر ایک حیض آ جائے پھر مایوس ہو جائے تو پھر سے مہینوں والی عدت شروع کرے اور اگر اس کے بعد پھر حیض آ جائے تو گزرے ہوئے حیض کو بھی عدت میں شمار کرے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۱، ۴۸۲ باب عدۃ المطلقۃ التی قد یئست من الحیض، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۶ ح ۱۳۴۸

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

{ام ولد کی عدت کی میعاد تین حیض ہیں}

۶۹۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ اُمِّ الْوَلَدِ یَعْتِقُهَا مَوْلَاهَا اَوْ یَمُوْتُ عَنْهَا. عِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِیَضٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ام ولد کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مولی اسے آزاد کردے یا اس کا مولی وفات پا جائے (اور اسے حیض آتا ہو) تو اس کی عدت کی میعاد تین حیض ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۲۲ باب عدۃ ام الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۹۳۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۷۴۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۲۲)

{باندی نے شوہر کو اختیار کیا پھر اس کا شوہر فوت ہو گیا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی}

۶۹۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْحُرِّ اِذَا کَانَتْ تَحْتَهٗ اَمَةٌ وَیُطَلِّقُهَا تَطْلِیْقَةً بَائِنَةً فَخُیِّرَتْ فَاخْتَارَتْ زَوْجَهَا ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا قَالَ عِدَّتُهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ وَلَهَا الْمِیْرَاثُ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَعِدَّتُهَا عِدَّةُ الْحُرَّةِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثُ حِیَضٍ وَلَا مِیْرَاثَ لَهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آزاد مرد کے بارے میں جبکہ اس کی بیوی باندی ہو اور وہ اسے طلاق بائنہ دے دے پھر اسے اختیار دیا جائے اور وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے اور پھر اس کا خاوند فوت ہو جائے ۔ فرمایا: اس کی عدت کی میعاد چار ماہ دس دن ہے اور اسے میراث بھی ملے گی اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو پھر

اس کی آزاد مطلقہ والی عدت تین حیض ہوگی اور اسے میراث نہیں ملے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۸ باب الزوج یتزوج الامۃ ثم یشتریھا او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷، ج ۲ ۲۱ ۱۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۷۸۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۸)

{بیوی کو اعلانیہ طلاق دے پھر رجوع کرے لیکن عورت کو رجوع کا علم نہ اور وہ شادی کرلے تو کیا حکم ہے؟}

۶۹۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ فَيُعْلِمُهَا وَيُرَاجِعُهَا فَيُشْهِدُ وَلَا يُعْلِمُهَا أَنَّهَا امْرَأَتُهُ:: أَنَّهَا امْرَأَتُهُ أَعْلَمَهَا أَوْلَمْ يُعْلِمْهَا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ يَعْنِيْ فِيْ امْرَأَةِ أَبِيْ كَنَفٍ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسے آدمی کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اعلانیہ طلاق دے دے اور پھر اسے اطلاع دیئے بغیر رجوع کرلے اور رجوع پر کسی کو گواہ بنالے فرمایا: وہ اس کی بیوی ہے (یعنی وہ اس کا زیادہ حقدار ہے) اسے اطلاع دے یا نہ دے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میرے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابو کنف کے بیوی کے بارے میں منقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبة (۱۸۹۰۵) من طریق وکیع عن شعبة عن الحکم قال قال

على اذا طلقها ثم اشهد على رجعته فهي امرأته اعلمها او لم يعلمها)

۸۰۰۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَا كَنَفٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَأَعْلَمَهَا وَرَاجَعَهَا قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَلَمْ يُعْلِمْهَا فَجَاءَ وَقَدْ تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ فَأَتَيْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ عُمَرُ اِنْ وَّجَدْتَهُ لَمْ يُدْخِلْ بِهَا فَأَنْتَ اَحَقُّ بِهَا وَاِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَلَيْسَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيْلٌ فَقَدِمَ وَقَدْ وَضَعَتِ الْقُصَّةَ عَلَىٰ رَأْسِهَا فَقَالَ اِنَّ لِيْ حَاجَةً فَأَخْلُوْنِيْ فَفَعَلُوْا فَوَقَعَ عَلَيْهَا وَبَاتَ عِنْدَهَا ثُمَّ غَدَا اِلَى الْاَمِيْرِ بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَفُوْا اَنَّهُ قَدْ جَاءَ بِأَمْرٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابوکنف رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی اور اسے اس کی اطلاع بھی دے دی پھر اس کی عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیا لیکن اس کی بیوی کو رجوع کرنیکی اطلاع نہیں ملی اور اس نے دوسری شادی کرلی (اسی دوران وہ آ گئے ان کی بیوی شوہر کے پاس جانے ورخصتی کی تیاری میں تھیں)، وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں سارا واقعہ بتلایا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہ دوسرے شوہر کے دخول سے پہلے مل جائے تو تم اس کے زیادہ حقدار ہو اور اگر دوسرے شوہر نے اس سے دخول کرلیا ہو تو پھر اس پر تیرا بس نہیں چلے گا (یعنی پھر وہ دوسرے خاوند کی بیوی ہے) پس ابوکنف رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اسے رخصتی کی رات پالیا اور انہوں نے (اس کے پاس موجود لوگوں سے) کہا کہ تم لوگ اس کے پاس سے اٹھ جاؤ کیونکہ مجھے اس سے اپنی: حاجت پوری کرنی ہے چنانچہ لوگ وہاں سے اٹھ گئے اور انہوں نے اُس جگہ پر اس کے ساتھ رات گزاری اور اس سے صحبت کی اور پھر صبح (یعنی اگلے دن) (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے) گورنر کو جا کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط دیا اس سے لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ وہ مضبوط دلیل لایا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۸۹ باب من طلق وراجع ولم تعلم حتی تزوجت، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۸، ح ۱۳۵۲ مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۷۷، ۱۰۹۸۰، ۱۰۹۷۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۹۰۴، ۱۸۹۰۹، سنن سعید بن منصور: ۱۳۱۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ ؛ اخرجه عبدالرزاق من طريق الحكم ان ابا كنف طلق. فذكره. واخرجه عبدالرزاق

من طریق حسن بن مسلم ان رجلا طلق امرأته وھو غائب ثم راجعھا....فذکرہ.واخرجه ابن ابی شیبة من طریق وکیع عن اسماعیل بن ابی خالد عن الحکم ان ابا کنف.....فذکرہ.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں وہ ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۴۹۰)

{جب آدمی ام ولد کو آزاد کردے تو پھر اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی نہیں کرسکتا}

۸۰۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَعْتَقَ الرَّجُلُ اُمَّ وَلَدِهٖ فَلاَ يَتَزَوَّجُ اُخْتَهَا يَعْنِيْ فِيْ عِدَّتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی ام ولد کو ازاد کردے تو پھر اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی نہیں کرسکتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(واخرجه ابن ابی شیبة (۱۶۷۵۷)من طریق مغیرة عن ابراھیم قال لا یتزوج المرأة فی عدة اختھامنه.واخرجه ابن ابی شیبة (۱۶۷۳۱)وغیرہ من طریق مغیرة عن حماد عن ابراھیم قال اذا نکح الرجل المرأة ثم طلقھاثم تزوج اختھافی عدتھاقال نکاحھماحرام ویفرق بینھماولا صداق لھا ولا عدة علیھا)

{چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے دی تو اس کی عدت مکمل ہونے تک شادی نہیں کرسکتا}

۸۰۲۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ تَكُوْنُ لَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ اِحْدَاهُنَّ لَا يَتَزَوَّجُ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا.

قَالَ اَبُوْيُوْسُفَ فِيْ عِدَّةِ اُمِّ الْوَلَدِ لَهُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ اُخْتَهَا فِيْ عِدَّتِهَا لِاَنَّ عِدَّتَهَا لَيْسَتْ بِعِدَّةِ نِكَاحٍ وَّلَا يَطَاُهَا مَا دَامَتْ اُخْتُهَا فِيْ عِدَّةٍ مِّنْهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جس کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے دے فرمایا: اس (یعنی طلاق یافتہ) کی عدت مکمل ہونے تک وہ (پانچویں سے) شادی نہیں کرسکتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ام ولد کی عدت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آدمی اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے کیونکہ اس کی عدت عدتِ نکاح نہیں ہے البتہ جب تک اس کی بہن عدت میں ہے اس وقت تک اس (یعنی اس کی بہن) سے صحبت نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن سعید بن منصور: ۱۷۴۲ باب الرجل لہ اربع نسوۃ فیطلق احداھن، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۷۵۲ باب فی الرجل یکون تحتہ اربع نسوۃ فیطلق احداھن من کرہ ان یتزوج خامسۃ حتی تنقضی عدۃ التی طلق-

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جسے طلاق رجعی دی گئی ہو وہ اپنے شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کر سکتی ہے}

۸۰۲۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمُطَلَّقَةِ وَاحِدَةً تُشَوَّفُ لِزَوْجِهَا وَتُزَیَّنُ لَهٗ لَعَلَّهٗ اَنْ یُّرَاجِعَهَا وَلَا یَدْخُلُ عَلَیْهَا اِلَّا بِاِذْنٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے ایسی عورت کے بارے میں جسے ایک طلاق رجعی دی گئی ہو فرمایا: کہ وہ اپنے شوہر کے لیے آراستہ ہوگی اور زیب وزینت اختیار کرے گی تاکہ شوہر اس سے رجوع کرلے البتہ اس کا خاوند اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۳ باب الرجعۃ فی الطلاق، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۹۴۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۳)

{عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں ہو تو وہ زیب وزینب اختیار نہیں کر سکتی نہ ہی سرمہ لگا سکتی ہے}

۸۰۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَالْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَكْتَحِلُ اِلَّا لِوَجَعٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے ایسی عورت کے بارے میں جسے تین طلاقیں دی جا چکی ہوں یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو فرمایا: کہ وہ سرمہ نہیں لگا سکتی الا یہ کہ بیماری کی وجہ سے ضرورت پڑ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۳ باب الرجعۃ فی الطلاق، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۹۶۴، سنن سعید بن منصور: ۲۱۳۹ باب ما تجتنب المتوفی عنها زوجها فی عدتها.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹۳)

{گم شدہ آدمی واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۸۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِی الْمَرْاَةِ یُنْعٰی اِلَیْهَا زَوْجُهَا فَتَتَزَوَّجُ ثُمَّ یَقْدَمُ اَنَّهَا تُرَدُّ اِلٰی زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَلَا یَقْرَبُهَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا مِنَ الْاٰخِرِ وَیُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا وَبَیْنَ الْاٰخِرِ وَلَهَا الْمَهْرُ مِنْهُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَلَا یَقْرَبُهَا الْاَوَّلُ حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا مِنَ الْاٰخِرِ. وَاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِیْهَا زَوْجُهَا الْاَوَّلُ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ مَهْرَهَا وَتَرَكَهَا عِنْدَ هٰذَا وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ امْرَاَتَهُ. وَقَالَ حَمَّادٌ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ قَوْلُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جسے اس کے خاوند کے انتقال کر جانے کی خبر ملے اور وہ شادی کر لے بعد میں اس کا پہلا خاوند آ جائے تو فرمایا کہ اسے اس کے پہلے

خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور پہلا خاونداس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند کی عدت مکمل کرلے اوراس کے اوراس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اوراسے دوسرے خاوند سے مہر ملے گا اس سبب سے جو اُس نے اِس کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے اور جب تک دوسرے خاوند کی عدت مکمل نہ کرلے پہلا خاونداس کے قریب نہیں جاسکتا۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا: کہ اس کے پہلے خاوند کو اختیار دیا جائے گا اگر وہ چاہے تو مہر لے لے اوراسے دوسرے خاوند کے پاس ہی رہنے دے اور اگر چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کرلے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔(واخرجه ابن ابی شیبة (۱۶۷۲)من طریق خالد عن ابی نضرة عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال شهدت عمر رضی الله عنه. ...فذكره.واخرجه ابن ابی شیبة(۱۶۷۲۳)من طریق معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب ان عمر وعثمان قالا....فذكره.واخرجه ابن ابی شیبة(۱۶۷۲۴)وغیره من طریق الشیبانی عن الشعبی عن عمر وعلی رضی الله عنهما...فذكره.)

{عدت کے دوران شادی کی اور شوہر نے دخول بھی کرلیا ہو تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی}

۸۰۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمَرْاَةِ تُزَوَّجُ فِیْ عِدَّتِهَا فَیَدْخُلُ بِهَا زَوْجُهَا اَنَّهٗ یُفَرَّقُ بَیْنَهَا وَبَیْنَ زَوْجِهَا الْاٰخِرِ وَتَعْتَدُّ بَقِیَّةَ عِدَّتِهَا مِنَ الْاَوَّلِ وَعِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً مِنَ الْاٰخِرِ وَیَتَزَوَّجُهَا الْاٰخِرُ بَعْدَ مَا تَنْقَضِیْ عِدَّتُهَا مِنَ الْاَوَّلِ اِنْ شَاءَ وَشَاءَتْ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جو عدت کے دوران شادی کرلے اوراس کا شوہر اس سے دخول بھی کرلے فرمایا: اس کے اوراس کے دوسرے شوہر کے درمیان جدائی اور تفریق کردی جائے گی اور یہ پہلے شوہر کی باقی ماندہ عدت مکمل کرے گی اور پھر دوسرے شوہر کی عدت ازسرنو گزارے گی اور پھر اگر دوسرا شوہر چاہے تو اس کی رضامندی سے اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

۸۰۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَ قَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کُلِّهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ لَا یَتَزَوَّجُهَا الْاٰخِرُ اَبَدًا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کی مثل مروی ہے البتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ دوسرا خاوند اس سے کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

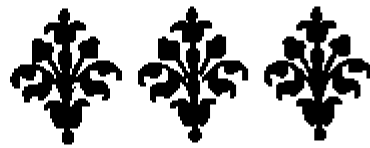
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲۴باب من تزوج امراۃ فی عدتھا ثم طلقھا، کتاب الحجۃ: ج ۳ ص ۱۸۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۰۵ اح ۷ ۱۲۲، سنن سعید بن منصور: ۶۹۹، السنن الکبری للبیہقی: ج ۷ ص ۴۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۴ ص ۱۲۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة والبیهقی من طرق عن علی به۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مکمل حدیث پر عمل کرتے ہیں البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ پہلے والے کی عدت پوری کرے گی اور جو دن اس سے باقی بچیں گے وہ دوسرے کی عدت میں بھی شمار ہوں گے یہاں تک کہ پہلے کی عدت پوری کرے اور جو دن دوسرے والے کی پہلے کی عدت میں بھی گزرے ہیں وہ بھی شمار کرے گی یعنی دوسرے اور پہلے کی عدت کے کچھ دن مشترک دونوں کے شمار ہوں گے اور شروع کے صرف پہلے والے کے اور اخیر کے صرف دوسرے والے کے شمار ہوں گے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۱۲)



۴۰۔ بَابُ الْحِضَانَةِ

اولاد کی پرورش کا بیان

۸۰۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ مَا كَانَ اِلَيْهَا مُحْتَاجًا فَاِذَا تَزَوَّجَتْ فَجَدَّتُهُ أَوْ خَالَتُهُ أَحَقُّ بِهٖ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ماں بچہ کی زیادہ حق دار ہے جب تک بچہ (کھانے پینے اور پہننے وغیرہ میں) اس کا محتاج ہے اور جب وہ (دوسری) شادی کرلے تو پھر نانی یا خالہ بچہ کی زیادہ حقدار ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۰۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الصَّبِيِّ اِذَا اسْتَغْنَى عَنْ أُمِّهٖ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَاللُّبْسِ فَالْأَبُ أَحَقُّ بِهٖ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بچہ کھانے پینے اور پہننے میں جب اپنی ماں سے مستغنی ہوجائے تو باپ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

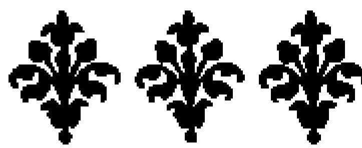
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۱۶باب من احق بالولد، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۰۱ ح ۱۲۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۱۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، لڑکے کی ماں اس وقت تک اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک وہ اپنے طور پر اکیلے کھانے پینے اور پہننے نہ لگے، پھر اس کا باپ اس کا زیادہ حق دار بن جائے گا، لیکن لڑکی کو جب تک حیض نہ آئے اس وقت تک اس کی ماں اس کی زیادہ حقدار ہے پھر اس کا باپ زیادہ حقدار ہو جائے گا اس میں ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا، اگر ماں شادی کرلے تو لڑکے پر اس کا حق ختم ہو جائے گا اور ان دونوں کے قائمقام نانی بن جائے گی اگر نانی کا شوہر موجود ہو اور وہ اس بچے کا نانا ہو تو نانی شوہر کی وجہ سے بچے کی حضانت کے حق سے محروم نہ ہوگی لیکن اگر نانی کا شوہر اس لڑکے کا نانا نہ ہو تو نانی کو بچے کی حضانت کا حق حاصل نہیں ہوگا اور دادی اس نانی سے زیادہ حقدار بن جائے گی اگر اس کا شوہر موجود نہ ہو، اگر اس کا شوہر موجود ہو جو اس بچے کا دادا ہو تو دادی بھی اپنے شوہر کی وجہ سے بچے کی حضانت کے حق سے محروم نہ ہوگی لیکن اگر اس کا شوہر اس بچے کا حقیقی دادا نہ ہو تو دادی کو بچے کی حضانت کا حق نہیں رہے گا، یہ سب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (كتاب الآثار رواية الامام محمد: ۷۱٦)



۴۱۔بَابُ النَّفقَةِ

خرچ کا بیان

{جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اسے رہائش اور خرچہ ملے گا}

۸۱۰۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَجْعَلُ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا السُّکْنٰی وَالنَّفَقَةَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ قَیْسٍ طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثًا فَلَمْ یَجْعَلْ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُکْنٰی وَلَا نَفَقَةً فَقَالَ عُمَرُ لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِ امْرَاَةٍ لَا نَدْرِیْ صَدَقَتْ اَمْ کَذَبَتْ وَنَدَعُ کِتَابَ اللّٰهِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسی عورت کے لیے جسے تین طلاقیں ہوئی ہوں ،رہائش اور خرچہ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہ تو رہائش دلوائی اور نہ ہی خرچہ دلوایا۔(یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم صرف ایک عورت کی بات کو نہیں لیتے ، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے بات کو یاد بھی رکھا یا بھول گئی، ہم رب کی کتاب (اور اپنے نبی ﷺ کی سنت) کو صرف ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی :۲۹۶،صحیح مسلم :۱۴۸۰،سنن ابی داود:۲۲۹۱،سنن ابی داود :سنن الترمذی:۱۱۸۰، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:۱۵۵۳۸،سنن سعید بن منصور:۱۳۶۱،مصنف ابن ابی شیبۃ :۱۸۶۵۳،سنن الدارمی:۲۳۲۰، ۲۳۲۲، ۲۳۲۴،سنن الدارقطنی:۳۹۵۵،السنن الکبری للبیہقی:۱۵۷۳۲،شرح معانی الآثار للطحاوی:۴۵۲۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه الحصكفي من طريق ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه....فذكره.واخرجه ابن ابي شيبة وغيره من طرق عن عمر به)

فوائد ومسائل:

۱۔ شرح معانی الآثار للطحاوی (۴۵۲۴) کی روایت میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور خرچہ بھی۔''

۲۔ مطلقہ بائنہ حاملہ اور مطلقہ رجعیہ کے لیے بالاتفاق خرچہ ورہائش واجب ہے البتہ مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر جمہور اہل علم اس کے لیے بھی رہائش اور خرچہ دونوں کو واجب قرار دیتے ہیں مذکورہ بالا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے ساتھ ساتھ درج ذیل دلائل سے بھی جمہور کا مؤقف ثابت ہوتا ہے۔

وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین. (البقرۃ: ۲۴۱)

''اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے۔''

لا تخرجوھن من بیوتھن. (الطلاق: ۱)

''ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔''

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم. (الطلاق: ۶)

''ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔''

یہ تینوں آیات تمام قسم کی مطلقات کو شامل ہیں خواہ وہ مطلقہ رجعیہ ہو یا غیر رجعیہ، بائنہ حاملہ ہو یا بائنہ غیر حاملہ۔

نیز حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور خرچہ بھی۔'' (سنن الدارقطنی: ۳۹۴۹)

الغرض ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر خاوند کے لیے ضروری ہے کہ مطلقہ بائنہ کو رہائش بھی دے اور نان ونفقہ بھی۔

۳۔ باقی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کے کتب میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں مثلاً۔۔۔

☆۱ امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فاطمہ طائل اللسان تھیں۔ (سنن ابی داود: ۲۲۹۶) اور طویل لسان ایک قسم کا نشوز ہے اور ناشزہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔

☆۱ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کہ فاطمہ بنت قیس ایک خالی مکان میں رہائش پذیر تھیں اور اس طرف سے کوئی خطرہ سا بھی تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (خاوند والے گھر سے منتقل ہونے کی) رخصت عنایت فرمائی تھی۔'' (سنن ابی داود: ۲۲۹۲)

☆ بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا لیکن فاطمہ نے قلت کی وجہ سے نفقہ رد کر دیا اور زائد کا

مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے زائد کی نفی کی (نہ کہ اصل نفقہ کی)۔ (العرف الشذی: ج۱ ص۲۲۱)

{جس حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر اس کے حصے سے خرچہ کیا جائے}

۸۱۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ الْحَامِلُ الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا یُنْفَقُ عَلَیْهَا مِنْ نَصِیْبِهَا۔

حبیب بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حاملہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر اس کے حصے میں سے خرچ کیا جائے گا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرج عبد الرزاق (۱۲۰۸۴،۱۲۰۸۳،۱۲۰۸۲) وسعید بن منصور (۱۳۲۶) وابن حزم (۱۰/۲۸۹) عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما قال لا نفقة للمتوفی عنها زوجها الحامل وجبت المواریث)

امام ابو یحییٰ حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار الاسدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۰۷۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۴۴)

{ہر ذی رحم محرم کو نفقہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے}

۸۱۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ (اُجْبِرَ) عَلَی النَّفَقَةِ کُلُّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ۔

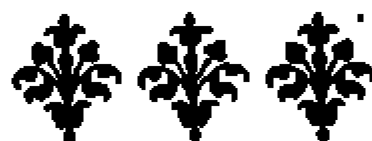
امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کو نفقہ پر مجبور کیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۱۷ باب من احق بالولد ومن یجبر علی النفقۃ)



۱۱۔ كِتَابُ الْعِتْقِ
غلام آزاد کرنے سے متعلق احکام ومسائل

☆لغوی معنی:

(العِتْق) سے مراد(زوال الملك وبيوت الحرية)''ملکیت کا خاتمہ اورازادی کا حاصل ہونا ہے۔'' عِتْق ،عَتَقَ الْفَرَسُ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑا سبقت لے جائے۔ یا(عتق الفرخ اذا طار) جب چوزہ اڑ جائے تو اسے (عتق) سے تعبیر کرتے ہیں۔ آزادی کو بھی (عتق) اسی لیے کہتے ہیں کہ غلام آزادی حاصل کرنے کے بعد جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

☆اصطلاحی تعریف:

مملوک غلام کو آزاد کرنا، کرانا اور اسے غلامی کی ذلت سے نکالنا(عتق) ''آزادی'' کہلاتا ہے۔

☆آزاد کرنے کی مشروعیت:

اللہ رب العزت نے غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے مختلف کفارات میں ان کی قید لگائی ہے، علاوہ ازیں غلاموں کو آزاد کرانے کی فضیلت بیان کر کے ان کی آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے، لہٰذا فرمایا: {فك رقبة} (البلد ۹۰: ۱۳)''گردن آزاد کرنا ہے۔'' جبکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

من اعتق رقبة مؤمنة اعتق الله بكل ارب منها اربا منه من النار حتى انه ليعتق باليد اليد وبالرجل الرجل وبالفرج الفرج. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۴۴۱)

''جو شخص کسی مومن غلام کو آزاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے عوض آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں اور شرم گاہ کے بدلے میں شرم گاہ آزاد کر دیتا ہے۔''

☆آزاد کرنے کی حکمت:

انسان کو غلامی کی ذلت ورسوائی سے نجات دلانا تاکہ وہ اپنی جان اور منافع کا مالک بن جائے، نیز اپنے ارادے کے

ساتھ اپنی جان اور منافع کا فیصلہ کر سکے۔

☆آزادی کی اقسام:

غلام کی آزادی تین طرح سے ہو سکتی ہے:

ا۔تدبیر:

مالک کا غلام کو یہ کہنا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے۔ یہ تدبیر کہلاتا ہے۔

۲۔مکاتبت:

اگر مالک غلام کو آزاد کرنے کے لیے کچھ مال لینا طے کرلے اور غلام کما کر وہ مال قسطوں میں ادا کردے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس عمل کو مکاتبت کہتے ہیں۔

۳۔ام ولد:

وہ لونڈی جس کا مالک اس سے ہم بستری کرے اور اس سے اولاد ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتی ہے جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد آزاد ہو گئی تھیں۔

{اپنے غلام کا آدھا حصہ یا مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کردینے کا بیان}

۸۱۴۔قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا أَعْتَقَ الرَّجُلُ نِصْفَ عَبْدِهٖ اسْتَسْعَاهُ فِیْمَا لَمْ یُعْتِقْ وَاِذَا کَانَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَأَعْتَقَ اَحَدُهُمَا وَهُوَ مُعْسِرٌ سَعَی الْعَبْدُ لِلْاٰخَرِ وَاِنْ کَانَ مُوْسِرًا فَالْاٰخَرُ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ ضَمِنَ وَاِنْ شَاءَ اسْتَسْعٰی.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنا آدھا غلام آزاد کردے تو (اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا ہے) جو آزاد نہیں کیا اس کے سلسلہ میں غلام سے کام لے گا۔ اور جب غلام دو آدمیوں کی ملکیت میں ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کردے تو اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو غلام خود دوسرے آدمی کے لیے کوشش کرے گا اور اگر آزاد کرنے والا آدمی مالدار ہو تو دوسرے کو اختیار ہے چاہے تو ضمان لے لے یا پھر کام لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۳، ۶۸۴ باب من اعتق نصف عبدہ وباب العبد یکون بین اثنین

فیعتق احدھما نصیبہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۱۳۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۲۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

ک (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۳، ۶۸۴)

{آزاد کئے گئے مشترکہ غلام میں نابالغوں کا حصہ تھا، ان کی بلوغت تک آزادی ملتوی ہوگی}

۸۱۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ زِیَادٍ اَوْیَزِیْدَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهُ اَعْتَقَ عَبْدًا وَلِاِخْوَةٍ لَّهُ صِغَارٍ فِیْهِ نَصِیْبٌ فَذَكَرَ ذَالِكَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَمَرَهُ اَنْ یُّقَوِّمَهُ ثُمَّ یَسْتَاْنِیَ بِهِمْ اَنْ یُّدْرِكُوْا فَاِنْ شَاؤُوْا اَعْتَقُوْا وَاِنْ شَاؤُوْا اَخَذُوْا الْقِیْمَةَ.

امام اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا جو ان کے اور ان کے چھوٹے بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو تو انہوں نے انہیں حکم دیا کہ غلام کی قیمت کا تخمینہ لگوائیں اور اسے اس وقت تک چھوڑے رہیں جب تک بچے بالغ نہ ہو جائیں پھر اگر وہ چاہیں تو آزاد کر دیں اور اگر چاہیں تو قیمت لے لیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۲ باب العبد یکون بین الرجلین فیعتق احدھما نصیبہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۱۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۷۲۹، ۲۱۷۳۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۳۵۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۶۹۴، شرح مشکل الاثار للطحاوی: ۵۳۸۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام زیاد بن ابی زیاد میسرہ مخزومی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ عابد راوی ہیں۔ (تقریب: ۲۰۷۶)

۲۔ امام ابوداود یزید بن عبدالرحمن بن اسوداودی زعافری کوفی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۷۰۲۰،تاریخ الثقات للعجلی:۱۸۶۲،الثقات لابن حبان:۶۱۴۰)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام:۶۸۲)

{آزاد کیے گئے مشترک غلام میں ولاء کسے ملے گا؟}

۸۱۶.يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يَكُوْنُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا: قَالَ يُقَالُ لِلآخَرِ أَتعْتِقُ أَوْ تَضْمَنَ فَاِنْ أَعْتَقَ فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا .وَاِنْ ضَمِنَ فَالْوَلَاءُ لِلَّذِيْ اَعْتَقَ وَاِنِ اسْتَسْعَى الْعَبْدُ فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے غلام کے بارے میں جو دو آدمیوں میں مشترک ہو،ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کردے فرمایا: دوسرے آدمی سے کہا جائے گا کہ تو آزاد کردے یا ضمان لے لے؟اگر وہ آزاد کردے تو ولاء دونوں کو ملے گا اور اگر ضمان لے لے تو ولاء اس کو ملے گا جس نے آزاد کیا اور اگر غلام خود باقی ماندہ قیمت کے لیے کوشش کرے تو ولاء دونوں کے لیے ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کردینے کا بیان}

۸۱۷.يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ مِنْ غُلَامِهِ شَيْئًا عَتَقَ مَا أَعْتَقَ وَسَعَى فِيْمَا بَقِيَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کردے تو اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا ہے اور جو آزاد نہیں کیا اس کے سلسلہ میں غلام خود کوشش کرے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۳ باب من اعتق نصف عبدہ ،جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۱۳۸۲،مصنف عبدالرزاق:۱۶۷۲۰،مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۳)

{ولاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے}

۸۱۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا اشْتَرِي بَرِيرَةَ فَأَعْتِقِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ فَاشْتَرَتْهَا فَأَعْتَقَتْهَا فَخُيِّرَتْ وَكَانَ زَوْجُهَا مَوْلًى لِآلِ أَبِي أَحْمَدَ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کردیں کیونکہ ولاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے (یعنی نسبت ولاء اسی سے متعلق ہوگی جو آزاد کرے)۔'' چنانچہ انہوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کردیا اور پھر انہیں اختیار دے دیا گیا اور ان کے شوہر آلِ ابواحمد کے (آزاد کردہ) غلام تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۴۹۳، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۱، سنن ابی داود: ۲۹۱۵، سنن النسائی: ۲۶۱۴، موطا الامام محمد: ۷۹۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۷۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۲۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۶۱، مسند الحمیدی: ۲۴۳، سنن سعید بن منصور: ۱۲۶۰، ۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۶۰۹، ۳۶۲۸۷، سنن الدارمی: ۲۳۳۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۵۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجہ البخاری (۱۴۹۳) من طریق الحکم عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ رضی اللہ عنہا .....فذکرہ.)

فوائدومسائل:

۱۔ آقا اور اس کی زیر ملکیت غلام کے مابین تعلق ''ولاء'' کہلاتا ہے۔غلام کو آزاد کردینے کے بعد بھی یہ تعلق قائم رہتا ہے۔آزاد کرنے والے کو مولیٰ (معتِق) (یعنی آزاد کرنے والا) اور آزاد شدہ کو مولیٰ (معتَق) (یعنی آزاد کیا ہوا) کہتے ہیں اور ان کے مابین نسبت وقرابت کو ولاء کہتے ہیں۔اور اس تعلق کو کسی طور تبدیل یا ہبہ نہیں کیا جاسکتا چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ولاء اسی کا حق ہے جو آزاد کرے یہ حق کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ نسب کی طرح ہے،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے دیگر فقہاء کا بھی یہی موقف ہے۔(مؤطا محمد: ۷۹۸)

۲۔ جولونڈی کسی کے نکاح میں ہوتو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے، چاہے تو اس سے جدائی کرلے اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند مغیث غلام تھا، جب بریرہ رضی اللہ عنہا نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کرلی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا پریشان ہوا، یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق وفراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا رہا،مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔

{محرم رشتہ رکھنے والا غلام ملکیت میں آتے ہی آزاد ہوجاتا ہے}

۸۱۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مِنْ نَسَبٍ فَهُوَ حُرٌّ.

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:''جو کسی محرم رشتے دار کا مالک بن گیا تو (اس کا) وہ (رشتے دار) آزاد ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۰۷۴،مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۵۶، ۱۶۸۵۷،مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۷۹،سنن ابی داود: ۳۹۵۰،السنن الکبری للنسائی: ۴۸۸۳،السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۴۱۷، ۲۱۴۲۲،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الطحاوی (۴۰۷۴) من طریق الحکم عن ابراهیم عن الاسود عن عمر رضی الله

عنہ...فذکرہ.)

فوائدومسائل:

۱۔ محرم رشتے دار کا مالک بننے کی مثال یہ ہے کہ دو بھائی غلام تھے، ان میں سے ایک آزاد ہو گیا۔ اس نے دوسرے کو خرید لیا تو دوسرا بھائی محض اس کے خریدنے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا کیونکہ بھائی بھائی محرم رشتے دار ہیں۔ ماں بیٹے، باپ بیٹی، بہن بھائی، ماموں بھانجا، پھوپھی بھتیجا، اور چچا بھتیجی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۔ مالک اور مملوک خواہ دونوں مرد ہوں (جیسے باپ بیٹا) یا دونوں عورتیں (مثلاً: ماں بیٹی) یا ایک مرد اور ایک عورت ہو (جیسے خالہ بھانجا، ماموں بھانجی) تمام صورتوں میں مسئلہ یہی ہے۔

۳۔ ملکیت خواہ خریدنے کی وجہ سے حاصل ہو یا ہبہ کے ذریعے سے یا وراثت کے ذریعے سے ہر حال میں اس غلام یا لونڈی کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔

۴۔ شریعت اسلامی میں غلاموں کو آزاد کرنے کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور متعدد ایسے قوانین بنائے گئے ہیں جن سے غلامی ختم کرنے میں مدد ملے، مثلاً:

☆ کسی آزاد کو اغواء کر کے غلام بنا لینا حرام اور بہت بڑا جرم قرار دیا گیا۔ (دیکھیے: سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۲)

☆ غلام آزاد کرنا بہت بڑی نیکی اور بڑے اجر وثواب کا باعث قرار دیا گیا۔ (دیکھیے: سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۲)

☆ غلاموں کو آزاد کرنے کی متعدد صورتیں مشروع کی گئیں، مثلاً مدبر، ام ولد اور مکاتب وغیرہ۔

☆ محرم کی ملکیت کو آزادی کا باعث قرار دیا گیا۔

☆ آزاد مرد کی وہ اولاد جو لونڈی سے پیدا ہو، اسے پیدائشی آزاد قرار دیا گیا۔

☆ بعض گناہوں کا کفارہ غلام یا لونڈی کی آزادی کو قرار دیا گیا۔

۸۲۰. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو کسی محرم رشتے دار کو خرید لے تو (اس کا) وہ (رشتے دار) آزاد ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا}

۸۲۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْاَمَةِ اِذَا اُعْتِقَتْ خُیِّرَتْ فَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ یَکُنْ زَوْجُهَا دَخَلَ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا وَاِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا وَقَدْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لِسَیِّدِهَا۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب لونڈی کو آزاد کر دیا جائے تو اسے اختیار دیا جائے گا، اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے اور اس کے شوہر نے ابھی اس سے دخول بھی نہیں کیا تو اسے مہر نہیں ملے گا اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے اور اس کا شوہر اس سے دخول بھی کر چکا ہو تو مہر اس کے آقا کو ملے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یزوج الأمة ثم یشتریها او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۳۲۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یزوج الأمة ثم یشتریها او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۳۲۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یزوج الأمة ثم یشتریها او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا}

۸۲۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا خَیَّرَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا قَبْلَ اَنْ تَخْتَارَ فَلَیْسَ بِشَیْءٍ۔

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن زید نے فرمایا: جب عورت اپنے آپ کو اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو مگر وہ اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی (یعنی اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۸ باب الخیار، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۳۱، سنن سعید بن منصور: ۱۶۲۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴/۴۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۸)

{لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا}

۸۲۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ تُعْتَقُ امْرَأَتُهُ وَهِیَ أَمَةٌ وَلَمْ یَدْخُلْ بِهَا فَتَخْتَارُ نَفْسَهَا اَنَّهُ قَالَ لَا مَهْرَ لَهَا لِاَنَّ الْفُرْقَةَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِهَا۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ''ایسے شخص کے بارے میں جس کی بیوی کو آزاد کر دیا گیا جبکہ وہ باندی ہو اور ابھی اس نے دخول بھی نہ کیا اور باندی اپنے آپ کو اختیار کر لے۔'' تو فرمایا: اس باندی کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ فرقت باندی کی طرف سے پیش آئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یزوج الأمۃ ثم یشتریھا او یعتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴۷ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ماں اور بچے کو الگ الگ نہ بیچیں}

۸۲۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَدِمَ بِرَقِیْقٍ مِنَ الْیَمَنِ فَاحْتَاجَ اِلٰی نَفَقَةٍ فَبَاعَ وَصِیْفًا مِنْهُمْ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ نَظَرَ اِلٰی اُمِّ الْوَصِیْفِ والِهًا فَقَالَ مَالِیْ اَرَاهَا والِهًا، قَالَ کُنَّا احْتَجْنَا اِلٰی نَفَقَةٍ فَبِعْنَا ابْنَهَا قَالَ

فَارْجِعْ فَرُدَّهُ فَرَجَعَ فَرَدَّهُ قَالَ فَنَحْنُ وَآلُ عَبَّاسٍ نَخْتَصِمُ فِيْ وَلَائِهِ يَقُوْلُوْنَ أَعْتَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَلَاؤُهُ لَنَا وَنَقُوْلُ نَحْنُ وَهَبَهُ لِعَلِيٍّ فَأَعْتَقَهُ فَوَلَاؤُهُ لَنَا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یمن سے غلام لے کر آئے ان پر اخراجات کے لیے پیسوں کی ضرورت پڑی تو انہوں نے غلاموں میں سے ایک ایک ایسے غلام کو بیچ دیا جس کی ماں اس کے ساتھ تھی، جب نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اس کی ماں کو دیکھ کر فرمایا کیا بات ہے اسے پریشان دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا ہمیں خرچہ کی ضرورت پڑی تھی ہم نے اس کے بیٹے کو بیچ دیا، آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ واپس جا کر اسے لے آئیں، چنانچہ وہ واپس جا کر اسے لے آئے۔ (راوی حدیث نے) کہا کہ ہم اور آل عباس اس کے ولاء کے سلسلے میں جھگڑتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے آزاد کیا تھا لہٰذا اس کا ولاء ہمارے لیے ہے اور ہم کہتے تھے کہ آپ نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا لہٰذا اس کا ولاء ہمارے لیے ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۴۷ باب الفرقۃ بین الامۃ وزوجہا وولدھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۳۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۱۶۹، المصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۸۰۶، معجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۸۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳۱۶، سنن سعید بن منصور: ۲۶۶۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق عن الثوری عن عبدالله بن حسن عن امه فاطمة بن حسين ان النبی ﷺ بعث زيد بن حارثة. ....فذكره.واخرجه سعيد بن منصور من طريق محمد بن اسحاق عن عبدالله بن الحسن عن امه فاطمة بنت حسين قالت. ...فذكره.واخرجه الترمذی(۱۲۸۴)عن علی قال وهب لی رسول الله ﷺ غلامين اخوين فبعت احدهما فقال لی رسول الله ﷺ يا علی ما فعل غلامك فاخبرته فقال ردهرده.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ والدہ یا ولدہ اور اس کے بیٹے میں تفریق کی جائے اگر وہ لڑکا چھوٹا ہو، اسی طرح اس طرح دو بھائیوں اور ہر ذی رحم محرم میں اگر وہ دونوں چھوٹے ہوں یا ان میں سے ایک چھوٹا ہو، بیچنے میں بھی انہیں الگ الگ نہیں بیچنا چاہیے ہاں اگر وہ سب بڑے ہوں تو ان کو جدا کرنے میں کوئی

حرج نہیں ہے، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۴۷)

{چچا نے اپنی لونڈی سے بھتیجے کا نکاح کر دیا، اولاد ہو گئی تو اب چچا اس اولاد کو بیچنے کا حق نہیں رکھتا}

۸۲۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَمِّيْ زَوَّجَنِيْ اَمَتَهُ فَوَلَدَتْ مِنِّيْ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبِيْعَ وَلَدَهَا قَالَ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ.

مستورد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے چچا نے اپنی لونڈی سے میرا نکاح کر دیا اب اس سے میرا بیٹا ہے اور میرا چچا اس بیٹے کو بیچنا چاہتا ہے تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو بیچنے حق حاصل نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۸۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۰۵، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۴۲۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۴۹۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۸۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۰۵، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۴۲۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۴۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو یحییٰ سلمہ بن کہیل بن حصین حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۴۶۷، تاریخ الثقات: ۵۹۱)

۲۔ امام مستورد بن احنف کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۸۹۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۵۹)

{بھگوڑے غلام کو پکڑنے والے کی اجرت کا بیان}

۸۲۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَسْتَحِبُّ لِلَّذِيْ يَرُدُّ الْاٰبِقَ اَنْ يُّرْضَخَ لَهُ كَيْ يَرُدَّ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثًا غَيْرَ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاٰبِقِ يُصَابُ خَارِجًا مِّنَ الْمِصْرِ جُعْلُهُ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ بھگوڑے غلام کو پکڑ کر واپس لانے والے کو کچھ دے جائے تا کہ ایک دوسرے کے غلام پکڑ کر واپس لوٹانے میں لوگوں کی ہمت افزائی ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سعید کے طریق کے علاوہ ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث پہنچی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کو پکڑنے والے کی اجرت اگر وہ شہر سے باہر ملا ہے چالیس درہم مقرر کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمَرْزَبَانِ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍوالشَّيْبَانِيْ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ قَدِمَ بِأَبِقٍ مِّنَ الْبَحْرِيْنِ فَقَالَ الْقَوْمُ لَقَدْ اَصَابَ اَجْرًا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجُعْلاً اِنْ اَحَبَّ مِنْ كُلِّ رَأْسٍ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا.

امام ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ وہ بحرین سے چند بھگوڑے غلام پکڑ کر لایا ہے (یہ سن کر) لوگ کہنے لگے کہ اس نے نیکی کو پالیا اس پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ اور اگر پسند کرے تو ہر ایک کی طرف سے چالیس درہم اجرت بھی ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے، بعض لوگوں کا ابوسعد سعید بن مرزبان العبسی البقال کی وجہ سے اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر چہ بعض حضرات نے (کسی قوی دلیل کے بغیر ہی) امام ابوسعد سعید بن مرزبان العبسی البقال کی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ جمہور ائمہ رجال کے ہاں ثقہ ہیں۔ چنانچہ

(۱) امام ابوہشام رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: و کان ثقة.

(۲) امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق کان لا یکذب.

(۳) ابواسامہ فرماتے ہیں: حدثنا ابو سعد و کان ثقة کہ ابوسعد نے ہم سے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے۔

(۴) امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق.

(۵) امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث سے لکھی جاسکتی ہے۔

(٦) امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اقرء الناس کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ہیں۔

(٧) امام عقیلی رحمہ اللہ اور امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وثقہ وکیع امام وکیع نے ابوسعد کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(٨) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شریک نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ ابوسعد البقال کو پہچانتے ہیں؟ توانہوں نے جواب میں فرمایا:

اعرفه عالی الاسناد میں ابوسعد کو پہچانتا ہوں۔ وہ اونچی سند والے ہیں۔

(٩) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: ھو ثقة مدلس

(دیکھئے: تہذیب الکمال: ٧/٢٩٠، تہذیب التہذیب: ٤/٧١، مجمع الزوائد: ٢/١٠٨، ١/٣٣٨)

(١٠) علامہ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابو سعد قد وثق یعنی ابوسعد کی توثیق کی گئی ہے۔ (الترغیب والترھیب: ٤/٨٠)

(١١) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ابوسعد البقال کی مختلف روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مثلاً تاریخ طبری ١/١١، ٢٥، ٢٨، ٢٩)

(١٢) امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی جامع میں مختلف مقامات پر ان کی احادیث کو حسن کہا ہے۔

(مثلاً دیکھئے جامع الترمذی: ٢/١٧٥)

(١٣) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں ابوسعد کی ایک حدیث کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباری: ٦/١٨٦)

(١٤) ابوسعد البقال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں بھی ثقہ ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلل الکبیر میں اپنے استاذ امام بخاری سے ابوسعد کے بارے میں مقارب الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔ (نصب الرایۃ: ٤/٣٦٦)

ابوسعد کو ضعیف کہنے والوں کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ:

لفظ مقارب الحدیث ہر حال میں الفاظ تعدیل اور توثیق میں سے ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ١٩٥)

خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ادب المفرد میں ان سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ ابوسعد البقال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: روی لہ البخاری فی الادب والترمذی وابن ماجۃ۔ (تہذیب الکمال: ٧/٢٩١) معلوم ہوا کہ ابوسعد بقال امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور ان سے ابوسعد کے بارے میں جو منکر الحدیث ہونا نقل کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ جس راوی کو امام بخاری مقارب الحدیث کہہ کر اس کی توثیق کر رہے ہیں اور ان سے روایت بھی بیان کرتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہہ دیں۔ حالانکہ ابوسعد کو ضعیف کہنے والوں کے محقق عبداللہ روپڑی صاحب کے بقول امام بخاری کہتے ہیں کہ جس کے حق میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ٣٢)

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس جرح کی نسبت غلط ہے اور اگر اس جرح کی نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہو تو مخالفین

کے محقق ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہوتو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام ۱/ ۵۳۴) لہٰذا اثری صاحب کے اصول کی روشنی میں بھی ابوسعد بقال کے بارہ میں امام بخاری کی توثیق ہی راجح ہے۔

(۱۵) ابوسعد کو ضعیف کہنے والوں کے ضابطہ کی روشنی میں تو ابوسعد بقال امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے روایت لی ہے (تہذیب الکمال: ۷/ ۲۸۹) اور مخالفین کے نزدیک امام شعبہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے ہیں۔

(۱۶) امام حاکم رحمہ اللہ نے ابوسعد بقال کو کوفہ کے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے جن کی احادیث مشرق سے لیکر مغرب تک بطور تبرک جمع کی جاتی ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۲۴۷)

ان ٹھوس حوالہ جات سے ثابت ہوگیا کہ ابوسعد البقال جمہور کے ہاں ثقہ اور صدوق ہیں۔ نیز ان کی امام عبداللہ بن ابی رباح رحمہ اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے۔ (دیکھیے: کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۳ باب جعل ال آبق)

مزید برآں ابوعمرو شیبانی سے امام ابوعمرو سعد بن ایاس شیبانی کوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۲۰۵، تاریخ الثقات: ۵۱۸)

۸۲۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَعِيْلٍ بِنَحْوٍ مِّنْ هٰذَا.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

{ولاء نسبی رشتہ داری کی ہے اسے نہ تو بیچا سکتا ہے، نہ وراث بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے}

۸۲۹. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يُبَاعُ الْوَلَاءُ وَلَا يُوْرَثُ هُوَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ولاء بمنزلہ نسب کے ہے نہ تو اسے بیچا سکتا ہے اور نہ وارث بنایا جاسکتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آدھا غلام آزاد کردینے کا بیان}

۸۳۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ نِصْفَ عَبْدِهِ يَسْعَى فِي النِّصْفِ الْبَاقِي وَإِنْ قَتَلَ قَتِيلاً خَطأً عَقَلَتِ الْعَاقِلَةُ عَنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ وَيَسْعَى الْعَبْدُ فِي نِصْفِ الْقِيمَةِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے ایسے آدمی کے بارے میں جو اپنا آدھا غلام آزاد کر دیتا ہے فرمایا کہ باقی نصف کی قیمت کے لیے غلام از خود کوشش کرے گا اور اگر خطأً قتل کر بیٹھے تو اس کی طرف سے نصف دیت خاندان والے ادا کریں گے اور نصف قیمت کے سلسلہ میں غلام کوشش کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۴۲۔ بَابُ الْمُكَاتَبِ وَالْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ

باب: مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان

۱۔ مکاتب:

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا و مالک سے ایک طے شدہ رقم پر معاہدہ کر لے کہ جب وہ اسے ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ اس عقد کو مکاتبت کہتے ہیں۔

۲۔ مدبر:

مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس کا مالک یوں کہہ دے کہ میری وفات کے بعد تو آزاد ہے۔

۳۔ ام ولد:

ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کی اس کے مالک سے اولاد پیدا ہوئی ہو۔

{مکاتب نے جتنا بدل کتابت ادا کر دیا، اتنا آزاد ہو گیا، باقی غلام ہے}

۸۲۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُكَاتَبِ يُعْتَقُ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا اَدّٰى وَيُرَقُّ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا لَمْ يُؤَدِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: جتنا بدل کتابت وہ ادا کر دے گا اتنا آزاد ہو جائے گا اور جتنا ادا نہ کر سکے گا اس کی بمقدار غلام رہے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۷ باب مکاتبۃ المکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۳۱، ۱۵۷۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۵۸۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۹۱، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۶۵۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه ابو نعيم الاصبهاني في مسند ابي حنيفة من طريق الحسن بن زياد عن ابي حنيفة عن حماد عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما عن على رضى الله عنه۔ ۔۔فذكره۔واخرجه عبدالرزاق وابن ابي شيبة والبيهقي من طريق الشعبي عن على رضى الله عنه۔ ۔۔۔فذكره۔واخرجه عبدالرزاق عن معمر عن ايوب عن عكرمة ان عليا قال۔۔۔۔فذكره۔)

{مکاتب جب کچھ بدل کتابت ادا کردے تو وہ باقی کے بارے میں مقروض شمار ہوتا ہے}

۸۳۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا اَدّٰی قِیْمَةَ رَقَبَتِهٖ فَهُوَ غَرِیْمٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: ''کہ جب وہ اپنی رقبہ (گردن) کی قیمت (یعنی کچھ بدل کتابت) ادا کردے تو وہ (باقی کے بارے میں) مقروض شمار ہوتا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۸ باب مکاتبۃ المکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۵۷۵، ۲۰۵۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴/۱۱۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۶۵۹، ۲۱۶۶۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق وابن ابي شيبة مر طريق الشعبي عن عبدالله قال اذا ادى المكاتب من رقبته فلا رد عليه في الرق۔واخرجه عبدالرزاق من طريق الشعبي قال قال عبدالله بن مسعود رضى الله عنه اذا ادى الثلث فهو غريم)

{جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی رہے وہ غلام ہی ہے}

۸۳۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِیَ عَلَیْهِ دِرْهَمٌ وَقَالَ زَیْدٌ اِنْ مَاتَ اَخَذَ مَوْلَاهُ مَالَهٗ کُلَّهٗ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی رہے وہ غلام ہی ہے۔'' اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر وہ مر جائے تو اس کا مولی اس کا تمام مال لے لے گا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۹ باب مکاتبۃ المکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۱۳۸۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۱۷، ۱۵۷۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۵۶۶، شرح السنۃ للبغوی: ۲۴۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۲۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۶۴۱، ۲۱۶۴۳، ۲۱۶۵۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۶۹۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة والطحاوی والبیهقی من طریق مجاهد عن زید بن ثابت قال المکاتب عبد ما بقی علیه درهم۔ واخرجه عبدالرزاق من طریق قتادة عن زید به۔ واخرجه البیهقی من طریق اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی عن زید بن ثابت۔ ...فذکرہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکاتب کے بارے میں ہمیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی ہمیں اسی طرح پہنچا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۹)

{مکاتب پورا بدل ادا کئے بغیر مر گیا، بقیہ بدل اس کے مال سے ادا کریں جو بچے وارثوں کو دیں}

۸۴۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیٍّ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَشُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِی الْمُکَاتَبِ یَمُوْتُ وَیَتْرُكُ وَفَاءً وَ یُؤَدِّیْ بَقِیَّةَ مُکَاتَبَتِهٖ وَمَابَقِیَ فَهُوَ مِیْرَاثٌ لِوَرَثَتِهٖ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شریح رحمہ اللہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: وہ مر جائے اور اتنا مال چھوڑے جس سے بدل کتابت کو ادا کیا جا سکے تو اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اتنا لے لیا جائے گا جو بدل کتابت اس کے ذمے باقی ہے (اور وہ اس کے مولی کو

دے دیا جائے گا) اور جو مال اس سے زائد بچے گا وہ مکاتب کے وارثوں کو دیا جائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۰ باب مکاتبۃ الکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۵۵، ۱۵۶۵۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵/۱۷۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰/۳۳۱، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۰ باب مکاتبۃ الکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۵۵، ۱۵۶۵۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵/۱۷۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰/۳۳۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة من طریق الشعبی عن عبدالله وشریح به. واخرجه عبدالرزاق والبیهقی من طریق عطاء عن علی به.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۰)

۸۳۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ قَوْلُ عَلِیٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَشُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِی الْمُکَاتَبِ اِذَامَاتَ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَوْلِ زَیْدٍ وَقَوْلُ زَیْدٍ فِی الْحَیَاةِ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَوْلِهِمْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب کے بارے میں جب وہ مر جائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شریح رحمہ اللہ کا قول مجھے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے مگر حیات میں ان حضرات کے قول سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا قول مجھے زیادہ پسند ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مکاتب کے ذمے کچھ بدلِ کتابت باقی ہو تو اس سے پردہ نہیں ہے}

۸۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ کَانَ

لَهَا مُكَاتَبٌ عَلَيْهِ شَيْئٌ مِّنْ مُكَاتَبَتِهِ يَدْخُلُ عَلَيْهَا،فَبَلَغَهُ قَوْلُ زَيْدٍ فَقَالَ يُرِيْدُ اَنْ يَسْتَرِقَّنِيْ فَأَدَّىٰ اِلَيْهَا فَاحْتَجَبَتْ مِنْهُ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مکاتب تھا جو ان کے پاس آ جایا کرتا تھا (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں) اسے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو قول پہنچا تو کہنے لگا کہ وہ مجھے غلام بنانا چاہتے ہیں پس اس نے باقی بدل کتابت بھی ادا کر دیا اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے پردہ کرنی لگیں۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (اخرج ابن ابی شیبة(٢٠٥٦٩) من طریق وکیع عن جعفر بن برقان عن میمون ان عائشة قالت لمکاتب لها یکنی ابا مریم ادخل وان لم یبق علیك الا اربعة دراهم. واخرج (٢٠٥٦٨) من طریق حفص بن غیاث عن عمرو بن میمون عن سلیمان بن یسار قال استأذنت علی عائشة رضی الله عنها فقالت سلیمان؟ فقلت سلیمان فقال أدیت ما بقی علیك من كتابتك التی قاطعت أهلك علیها قلت نعم الا شیئا یسیرا قالت ادخل انك عبد مابقی علیك شیء.)

{مکاتب اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ بدل کتابت بھی ہو اور قرض بھی}

٨٣٧۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَشُرَيْحٍ اَنَّهُمَا قَالَا يَضْرِبُ مَوْلَى الْمُكَاتَبِ مَعَ الْغُرَمَاءِ بِمَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب کے آقا کو قرض خواہوں کے ساتھ ملائیں گے بسبب اس بدل کتابت کے جو مکاتب کے ذمے باقی تھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ١٥٧٤٨، ١٥٧٤٩، ١٥٧٥٠ باب افلاس المکاتب، مصنف ابن ابی شیبۃ: ٢١٤٣٠، ٢١٤٣١ باب فی المکاتب یموت ویترك دینا وبقیة من مکاتبته.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرج عبدالرزاق وغیرہ من طریق منصور عن ابراهیم فی المکاتب اذا مات وعلیه دین قال یضرب مولاه بما حل من نجومه مع الغرماء. واخرج من طریق الشعبی عن شریح مثله.)

{مشترک غلام کو ایک مالک مکاتب بنانا چاہے تو اپنے شریک سے اجازت لے}

۸۳۸۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ عَبْدٍ بَیْنَ رَجُلَیْنِ كَاتَبَ اَحَدُهُمَا نَصِیْبَهُ اَنَّ ذٰلِكَ لَا یَجُوْزُ اِلَّا بِاِذْنِ شَرِیْكِهٖ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے غلام کے بارے میں جو دو آدمیوں میں مشترک ہو یہ فرمایا: ''کہ ان میں سے کسی ایک کا دوسرے ساتھی کے اجازت کے بغیر اس کو مکاتب بنانا جائز نہیں۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۵ باب مملوکین بین رجلین کاتب احدھما نصیبہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۵)

{غلاموں کو ایک ہزار درہم پر مکاتب بنایا، ایک فوت ہو گیا، اس میں تفصیل ہے}

۸۳۹۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا كَاتَبَ الرَّجُلُ عُبَیْدَهٗ مُكَاتَبَةً وَاحِدَةً فَجَعَلَ نُجُوْمَهُمْ وَاحِدَةً وَقَالَ اِنْ اَدَّیْتُمْ فَاَنْتُمْ اَحْرَارٌ وَاِنْ عَجَزْتُمْ فَاَنْتُمْ رَقِیْقٌ فَمَاتَ وَاحِدٌ لَمْ یَرْفَعْ عَنْهُمْ بِهٖ شَیْئًا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے غلاموں کو ایک ساتھ مکاتب بنائے اور ان کی قسطیں ایک مقرر کر دے (مثلاً ایک ہزار درہم پر سب کو مکاتب بنا لے) اور کہہ دے (یعنی یہ شرط لگا دے) کہ اگر تم بدل کتابت ادا کر دو تو تم آزاد ہو ورنہ تم غلام ہی رہو گے پھر ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو وہ بدل کتابت میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا (یعنی آقا زندوں سے پورا پورا بدل کتابت لے لے گا)۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۳ باب مکاتبۃ الکاتب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۴۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تمام حدیث میں اس کو لیتے ہیں اگر کوئی شرط نہ لگائی اور ایک کا انتقال ہو گیا تو بدل کتابت سب کی قیمت پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اس میں سے میت کی قیمت کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور زندوں کو اپنی قیمت دینا ہو گی یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (ملخصاً: کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۳)

{مکاتبت میں ضمانت غیر معتبر ہے}

۸۴۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً تَكَفَّلَ لِرَجُلٍ بِمَالٍ عَنْ مُكَاتَبِهٖ اِنَّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ وَ كَيْفَ يَجُوْزُ وَاِنَّمَا كُفِلَ بِمَالِهٖ عَنْ عَبْدِهٖ۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی شخص کسی شخص کے مکاتب پر مال (بدل کتابت) کا ذمہ دار بن جائے تو یہ کفالت (ضمانت) باطل ہے اور یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ وہ اسی کے مال کا اس کے غلام کی طرف سے ضامن بنا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۴ باب المکاتب یؤخذ منہ الکفیل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۴۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ الْكَفَالَةُ عَنِ الْمُكَاتَبِ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ لِاَنَّهٗ كُفِلَ لَهٗ بِمَالِهٖ۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتبت میں کفالت (ضمانت) کچھ بھی نہیں ہے (یعنی غیر معتبر ہے) کیونکہ اسی کے مال کے لیے اس کی کفالت کی گئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۴ باب المکاتب فی خذ منہ الکفیل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کوئی شخص کسی شخص کے لیے اس کے مکاتب کی طرف سے بدل کتابت کا ذمادار بن جائے تو یہ کفالت باطل ہے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔'' (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۴)

{کیا مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے؟}

۸۴۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ اَنَّ عَبْدًا کَانَ لِاِبْرَاهِیْمَ الْقِبْطِیِّ فَدَبَّرَهٗ ثُمَّ احْتَاجَ فَبَاعَهُ النَّبِیُّ ﷺ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ.

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (بن نعیم النحام العدوی) رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، انہوں نے اسے مدبر بنا دیا، بعد میں انہیں اس کی قیمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ اسے (یعنی اس کی خدمت کو) آٹھ سو درہم میں بیچ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۰۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱۳۷۳، صحیح البخاری: ۲۵۳۴، صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن ابی داود: ۳۹۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۷۲، سنن الدارمی: ۲۶۱۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۵۷۹۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۹۲۵، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۵۳۳، ۷۷۵۵، شعب الایمان للبیہقی: ۳۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الحصكفي والخوارزمي من طريق ابي حنيفة عن عطاء بن ابي رباح عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه ان عبدا كان لابراهيم بن نعيم النحام فدبره ثم احتاج الى ثمنه فباعه النبي ﷺ بثمان مائة درهم.)

فائدہ:

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مدبر کو نہ بیچا جائے اور نہ کسی کو ہبہ کیا جائے، وہ ایک تہائی مال میں سے آزاد ہوتا ہے۔'' (سنن الدارقطنی: ۴۲۶۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر کو بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں۔ باقی مذکورہ بالا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیع سے بیع خدمت مراد ہے بیع رقبہ مراد نہیں، چنانچہ ابو جعفر بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدبر کی خدمت کو بیچا تھا۔ (سنن الدارقطنی: ۴۲۵۹) نیز سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بوقت ضرورت مدبر کی خدمت کو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (سنن الدارقطنی: ۴۲۶۱)

{مدبرہ باندی کی اولاد اور ام ولد باندی کی اولاد حکم بھی ان کی ماں والا ہے}

۸۴۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ وَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ وَوَلَدُ اُمِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَتِهَا. وَقَالَ اَبُوْيُوسُفَ حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ لاَيُبَاعُ وَ لاَيُوْهَبُ وَاِنْ كَاتَبَ جَارِيَةً فَوَطِئَهَا مَوْلاَهَا فَوَلَدُهَا بِمَنْزِلَتِهَا يُعْتَقُ مِنَ الثُّلُثِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مدبرہ باندی کی اولاد اور ام ولد باندی کی اولاد کا حکم بھی ان کی ماں والا ہے۔''

حضرت امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر کنیز کو مکاتبہ بنایا اور اس کے آقا نے اس سے صحبت کر لی تو اس کی اولاد کا حکم بھی ان کی ماں والا ہے ایک تہائی مال میں سے آزاد ہو جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۷۶، ۶۷۸ باب عتق المدبر وام الولد، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۶۱۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱۳۵۷، ۱۳۷۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۶۱۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۶۷۶،۶۷۸)

{ام ولد کو بیچنا حرام ہے،وہ بچہ پیدا کرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے}

۸۴۴۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يُنَادِيْ عَلَىٰ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ بَيْعَ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ حَرَامٌ اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ لِسَيِّدِهَا فَلَيْسَ عَلَيْهَا رِقٌّ بَعْدَهٗ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے منبر پر یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ بچوں کی ماؤں کو بیچنا حرام ہے،جب باندی سے آقا کا بچہ ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتی ہے اب اس کے بعد وہ باندی نہیں بنے گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۶۷۹باب عتق المدبر وام الولد،جامع المسانید للخوارزمی:ج۲ص۱۶۲ح۱۳۷۶، موطا محمد:۷۹۸،مصنف عبدالرزاق:۱۳۲۲۵،۱۳۲۲۹،۱۳۲۲۴،مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۱۵۹۰،سنن الدارقطنی:۴۲۴۸،السنن الکبری للبیہقی:۲۱۷۹۵،۲۱۷۶۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه الامام محمد فى الموطا عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال قال عمر بن الخطاب رضى الله عنه ايما وليدة ولدت من سيدها فانه لا يبيعها ولا يهبها ولا يورثها وهو يستمتع منها فاذا مات فهى حرة.واخرجه عبدالرزاق والدارقطنى والبيهقى من طريق نافع عن ابن عمر قال قضى عمر فى امهات الاولاد ان لا يبعن ولا يوهبن ولا يورثن يستمتع بها صاحبها ما كان حيا فاذا مات

عتقت.واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة والبیهقی من طریق عبیدة السلمانی قال استشارنی عمر فی امهات الاولاد فرأیت انا وهو اذا ولدت اعتقتفقضی به عمر حیاته وعثمان من بعده.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں البتہ یہ کہ وہ آقا کے لیے دل لگی کا سامان ہے اس سے اپنی زندگی میں وطی کرسکتا ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۶۷۹)

{ام ولد زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کسی صورت میں بھی نہ بیچا جائے}

۸۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا زَنَتْ اُمُّ الْوَلَدِ فَلاَ تُبَاعُ عَلَیٰ حَالٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب ام ولد زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کسی صورت میں بھی نہ بیچا جائے گا۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۰ باب عتق المدبر وام الولد، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۷ ح ۱۳۸۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۶۰۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۰)

{آدمی کے لیے صرف اسی باندی کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے جسے اپنی مرضی سے بیچ سکے}

۸۲۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ (عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ) عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اُمَیَّةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ لاَ یُوْطَأُ فَرْجٌ شَیْءٍ مِّنَ الْمَمْلُوْکَاتِ اِلاَّ فَرْجٌ اِنْ بَاعَهُ جَازَ وَاِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ جَازَ وَاِنْ اَعْتَقَهَا جَازَ وَاِنْ وَّهَبَهَا جَازَ۔

سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی کے لیے باندیوں میں سے کسی باندی کے ساتھ بھی صحبت کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس باندی کے جسے اپنی مرضی سے بیچ سکے اور اپنی مرضی سے صدقہ کر سکے، اگر چاہے تو اسے ہبہ کر سکے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۲۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۸۴۷، ۱۳۴۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۸۳۱، ۱۳۸۵۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة من طرق عن ابن عمر رضی الله عنهمابه.)

{سیدنا ابن عمرؓ نے اپنی دو کنیزوں کو مدبر بنایا تھا}

۸۴۷۔حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَتْ لَهُ جَارِيَتَانِ فَأَعْتَقَهُمَا عَنْ دُبُرٍ فَكَانَ يَطَأُهُمَا۔

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو کنیزیں تھیں، وہ دونوں سے صحبت کیا کرتے تھے، ان دونوں کے بارے میں فرمادیا کہ میری وفات کے بعد آزاد ہیں۔

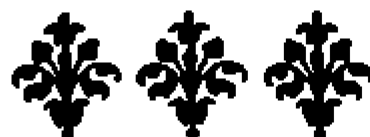
تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۴ ح ۱۳۶۹، مؤطا مالک: ۳۰۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۹۷، ۱۶۶۹۸، التلخیص الحبیر: ۳/ ۵۱۵، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۵۸۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۶۳۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الامام مالك فی الموطا عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهمادبر جاريتين فكان يطؤهما وهما مدبران)



۱۲۔ کِتَابُ الْأَیْمَانِ
قسموں سے متعلق احکام و مسائل

{قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے ورنہ تین دن روزے رکھے}

۸۲۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ کَفَّارَةِ الْیَمِیْنِ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاکِیْنَ اَوِالْکِسْوَةُ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ ثَوْبٌ ثَوْبٌ اَوِالطَّعَامُ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْ دَقِیْقٍ اَوْصَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ یُغَدِّیْهِمْ وَیُعَشِّیْهِمْ اَوْتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ وَهُوَ فِیْهِ بِالْخِیَارِ لِاَنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ أَوْ أَوْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، ہر مسکین کو آدھا صاع گندم یا آٹا یا ایک صاع کھجور دے یا انہیں صبح وشام کا کھانا کھلا دے۔ یا ان کو کپڑا پہنانا اور وہ ایک ایک لباس ہوگا۔ یا غلام آزاد کرنا ہے جو یہ نہ پائے وہ تین دن کے مسلسل روزے رکھے۔ اسے اختیار حاصل ہے (ان میں جو چاہے ادا کر دے) کیونکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یا یہ دے یا یہ دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۲۰ باب الأیمان والکفارات فیہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۳ ح ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۰۹۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۱۹۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ قسم کے الفاظ کہنے کا حکم}

۸۲۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُظَاهِرُ مِنِ امْرَأَتِهٖ

ثُمَّ يُظَاهِرُ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ اِنْ اَرَادَ التَّغْلِيْظَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظِهَارٍ كَفَّارَةٌ وَاِنْ كَانَ اَرَادَ ظِهَارَهُ الْاَوَّلَ فَعَلَيْهِ وَاحِدَةٌ وَ كَذٰلِكَ الْيَمِيْنُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر اسی طرح دو مرتبہ ظہار کرے تو اگر اس سے اس کا مقصد ظہار کو مغلظ اور مزید سخت کرنا ہو تو اس پر ہر ظہار کے بدے کفارہ آئے گا اور اگر پہلی ہی کی تاکید مقصود ہو تو پھر اس پر ایک ہی کفارہ آئے گا، یہی حکم قسم کا بھی ہے۔

تحقیق:

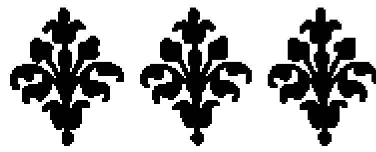
اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

تنبیہ:

یہاں سے آگے قلمی نسخہ سے ورق گرا ہوا ہے جس کے ساتھ کتاب الایمان کی اکثر احادیث بھی ساقط ہو گئی ہیں لہٰذا کتاب الایمان کی باقی احادیث کے لیے کتاب الآثار بروایت امام محمد، جامع المسانید للخوارزمی اور مسند ابی حنیفۃ بروایت حصکفی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔



١٣۔ كِتَابُ الْحُدُوْدِ
شرعی سزاؤں سے متعلق احکام ومسائل

شرعی سزاؤں کی اہمیت:

اللہ رب العزت نے باقی جاندار چیزوں کی طرح انسان کو بھی قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ عطاء فرمائی ہے، قوت شہوانیہ سے انسان سے اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان خواہشات کو پورا کرنے میں بعض اوقات دوسرے انسانوں کے حقوق کو پامال کر دیتا ہے مثلاً مالی خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کا مال غصب کرتا ہے، چوری ڈاکے، رشوت جیسے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔

اسی طرح جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے زنا وغیرہ ناجائز طریق کار اپناتا ہے اور قوت غضبیہ کے ذریعے کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کرتا ہے۔ اس لیے ہر مذہب میں قانون تعزیرات بنائے جاتے ہیں کیونکہ حسن اخلاق ہر جگہ کام نہیں آتا، مقولہ مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نکوئی باہداں کردن چنانست — کہ بدکردن بجائے نیک مرداں
بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہی ہے — جیسے نیکوں کے ساتھ برائی کرنا

تو شریعت محمدیہ میں بھی حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ زواجر کا بھی ایک مفصل باب ہے جس سے مقصود معاشرے کی طہارت ہے گناہ روحانی گندگی ہے جس طرح راستوں پر ظاہری گندگی پھیلانے والا سزا کے قابل ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے معاشرہ میں تعفن پھیلے گا اسی طرح روحانی گندگی کو معاشرے میں پھیلانے والا بدرجہ اولیٰ سزا کا مستحق ہے۔

کیونکہ اصل انسان روح ہی کا نام ہے، جسم دوسرے درجہ کا جزء ہے تو روحانی منافع اور مضرات بھی جسمانی منافع اور مضرات کی نسبت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے یا یوں سمجھیں کہ گناہ روحانی بیماریاں ہیں جس طرح جسمانی بیماری کے لیے بسا اوقات آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے اور آپریشن مریض پر ظلم نہیں بلکہ شفقت ہے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی آپریشن کرنے والے کے ہم شکر گزار ہوتے ہیں۔

تو یہ حدود وتعزیرات کا نظام بھی روحانی آپریشن ہے یا یوں سمجھیں کہ ہر بادشاہ اپنی فرماں بردار رعایا پر احسان اور نافرمان کو سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین اگر اپنے نافرمانوں کو سزا دیں تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ صرف احکم الحاکمین ہی نہیں

بلکہ ایسے محسن ہیں کہ ہمیں عدم سے وجود کی طرف لائے اور کان ناک آنکھ زبان وغیرہ ہزاروں ایسی نعمتیں عطاء فرمائیں کہ انسان ان کا شکر نہیں ادا کر سکتا تو ایسے محسن کی احسان فراموشی ایک گھناؤنا جرم ہے۔

البتہ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ ہر فن کے اصول اس فن کے ماہرین سے لیے جاتے ہیں نہ غیر ماہر سے۔ گٹروں اور نالیوں کی صفائی کے اصول دھوبیوں سے پوچھنا اگر بیوقوفی ہے تو روحانی گندگی اور روحانی تعفن کو ختم کرنے کے اصول غیر روحانی لوگوں سے پوچھنا بھی بڑی نادانی کی بات ہے بلکہ اس فن کو تباہ و برباد کرنے کی سازش ہے۔

اسی طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کو چھوڑ کر جولاہوں یا کمہاروں سے مشورہ لینا فن طب اور ڈاکٹری کی تباہی ہے تو روحانی آپریشن کے مشورے غیر شرعی لوگوں سے لینا شریعت کی تباہی و بربادی ہے۔ لہٰذا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ شرعی حدود میں اہل شرع پر اعتماد کیا جائے کیونکہ اہل شرع کے بیان کردہ اصول ان کے اپنے نہیں بلکہ خداوند عالم کے وضع کردہ ہیں۔

اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرنا ایسا ہے جیسے موچی کا بنایا ہوا جوتا تنگ ہو تو بجائے جوتے کو کھلا کرنے کے پاؤں کو تراش کر جوتے کے برابر کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا درزی کی ٹوپی سر پر فٹ نہ آتی ہو تو سر کو تراش کر ٹوپی کے برابر کریں تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فعل درست نہیں۔

خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں کانٹ چھانٹ کی بجائے انسان کی بنائی ہوئی چیز جوتے یا ٹوپی کی اصلاح ہونی چاہیے اسی طرح خدا تعالیٰ کے وضع کردہ حدود اگر انسانی خواہش کے کہیں خلاف ہوں تو انسان کو اپنی خواہش کی اصلاح کر کے خدائی قانون کے موافق بنانا چاہیے نہ کہ خدائی قانون کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے اسی سے برکات کا نزول ہوگا جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کو قائم کرنا اللہ رب العزت کی زمین میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔'' (مشکوۃ مع المرقاۃ: ج ۷ ص ۱۵۲)

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس قوم میں زنا عام ہو اس پر قحط سالی آتی ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح مع المرقاۃ: ج ۷ ص ۱۵۲)

نیز یہ حدود جس طرح انسان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اسی طرح انسان اور دوسرے جانوروں میں امتیاز کرنے والی عقل کی حفاظت کا ذریعہ شراب پی کر انسان کی عقل مغلوب ہوتی ہے اس کو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن میں امتیاز نہیں رہتا، نشہ کی حالت میں کسی کا جانی مالی نقصان کرتا ہے، شریعت نے اس کی سزا مقرر کر کے ان تمام چیزوں کی حفاظت کی، انسان اور حیوان میں فرق باقی رکھا۔

زنا کی صورت میں انسان کا نسب مشتبہ ہوتا ہے اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت فرمائی، کسی پاکدامن پر تہمت لگانے

سے اس کی عزت پامال ہوتی ہے اللہ رب العزت نے حد قذف سے انسان کی حوصلہ افزائی فرمائی، حد سرقہ سے انسان کے مال کی حفاظت کی اور اس حفاظت کا پورا پورا حق ادا کر دیا، اگر زمانہ ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھا جائے تو اسلام کی ان حدود کے روشن اثرات نظر آئیں گے کہ خلافت راشدہ میں پورا پورا مہینہ عدالت میں کسی جرم کا مقدمہ درج نہیں ہوتا آج بھی جن خطوں میں کچھ اسلامی حدود ہیں ان میں امن دوسرے ملکوں سے کہیں بہتر ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے قریبی ملک افغانستان میں چند سال حدود کے نفاذ سے جو امن ہوا ساری دنیا اس سے واقف ہے کوئی بڑے سے بڑا دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے رعایا کو امن نہیں دیا بہر حال یہ حدود شرعیہ اللہ رب العزت کی عظیم رحمت ہیں، ان کو وحشی سزائیں کہنے والے خود وحشی ہیں اور انسان کی عزت آبرو جان مال اور عقل جیسی نعمت کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائیں اور ہامرے ملک بلکہ تمام ممالک کو حدود شرعیہ کی بہار اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

حد و تعزیر میں فرق:

واضح رہے کہ شرعی سزا کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔حد (۲)۔تعزیر

۱۔حد:

شرعاً اس سزا کو کہا ہے کہ جو دلیل قطعی سے مقرر ہے اس میں کمی وبیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہوتا، اور مجرم شخص پر اس کو جاری کرنے کے لیے عدالتی ثبوت بھی قطعی ضروری ہے، اگر اس کے عدالتی ثبوت میں ذرا سا بھی شبہ پیدا ہوجائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ساقط ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ادرء وا الحدود بالشبهات." حدود کی کو شبہات کی وجہ سے ساقط کر دو۔ (مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۱۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام يخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة. (سنن الترمذي: ۱۴۲۴)

تم جس قدر طاقت رکھتے ہو مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، پس اگر اس شخص کے لیے کوئی بچنے کی صورت پیدا ہوجائے تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے تو یہ بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ عقوبت میں غلطی کرے۔

۲۔تعزیر:

سزا کی دوسری قسم تعزیر ہے جو اس گناہ پر لگائی جاتی ہے جس میں شرعی حد ثابت نہ ہو یا ثابت تو ہو لیکن شبہ کی وجہ سے

ساقط ہوجائے چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے: "کل معصیة لا حد فیها التعزیر" (درمختار: ج ۳ ص ۱۹۹) ہر وہ گناہ جس میں حد نہ ہو اس میں تعزیر ہے۔ اور تعزیر حاکم کی صوابدید پر ہوتی ہے، درمختار (ج ۳ ص ۱۹۶) میں ہے: "ویکون التعزیر بالقتل" اور تعزیر میں قتل کرنا بھی جائز ہے۔

حد اور تعزیر کے درمیان چند اور فرق ملاحظہ فرمائیں:

حد	تعزیر
۱۔ حد میں سزا کی نوعیت اور مقدار مقرر ہے۔	۱۔ تعزیر میں سزا کی نوعیت اور مقدار مقرر نہیں بلکہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے۔
۲۔ جرم کے ثبوت میں ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔	۲۔ تعزیر شبہ جرم کی بناء پر بھی جاری ہو سکتی ہے۔
۳۔ حد بچوں پر جائز نہیں۔	۳۔ تعزیر بچوں پر بھی جائز ہے۔
۴۔ حد فقط حاکم یا حاکم کا نائب جاری کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں۔	۴۔ تعزیر، شوہر، سردار اور برائی دیکھنے والے لوگ بھی جاری کر سکتے ہیں۔
۵۔ مجرم اقرار جرم کے بعد رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔	۵۔ تعزیر مجرم کے رجوع کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔
۶۔ حد پرانی ہو جائے تو ساقط ہو جاتی ہے۔	۶۔ تعزیر پرانی ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی۔
۷۔ حد میں کوڑے درمیانہ درجے کے لگائے جاتے ہیں۔	۷۔ تعزیر میں کوڑے زور زور سے لگائے جاتے ہیں۔
۸۔ حد میں کوڑے متفرق جگہ پر مارے جاتے ہیں۔	۸۔ تعزیر میں ایک جگہ پر کوڑے مارنا جائز ہے۔
۹۔ حد میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہے عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔	۹۔ تعزیر میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔
۱۰۔ ہر حد میں گواہوں کی مطلوبہ تعداد کا پورا ہونا شرط ہے۔	۱۰۔ تعزیر ایک معتبر آدمی کی خبر پر بلکہ قاضی اپنے ذاتی علم کی بناء پر جاری کر سکتا ہے۔
۱۱۔ حد میں صرف وہی سزا جاری ہوگی جو شرعی طور پر مقرر ہے	۱۱۔ تعزیر میں تین کوڑوں سے قتل تک دائرہ وسیع ہے۔
۱۲۔ حد صرف پانچ گناہوں پر ہے زنا، شراب خوری، تہمت زنا، چوری، ڈکیتی پھر جو ان کی شرعی تعریفات ہیں ان کے اعتبار سے حدود کا دائرہ اور بھی محدود ہو جاتی ہے۔	۱۲۔ تعزیر ہر گناہ میں جاری ہو سکتی ہے حتی کہ ان گناہوں میں بھی جن میں حد مقرر ہے، یعنی حد والی مقرر سزا اتنی ہی رہے لیکن اس کے ساتھ مزید کوئی اور سزا بھی شامل کر دی جائے جیسے حد زنا میں سو کوڑے لگا کر قید کرنا۔

۱۳۔ حد میں تداخل ہوتا ہے مثلاً دس چوریوں میں ایک ہاتھ کٹے گا۔ ۱۳۔ تعزیر جب حق العبد ہو تو تداخل نہیں ہوتا مثلاً دس آدمیوں کو گالی دی تو ہر ایک کی وجہ سے جدا تعزیر لاگو ہوگی۔

۱۴۔ حد بغیر معصیت کے جاری نہیں ہوسکتی۔ ۱۴۔ تعزیر بغیر معصیت کے بھی جاری ہوسکتی ہے مثلاً متہم شخص پر تعزیر لگانا یا ترک ادب پر تعزیر لگانا۔

۱۵۔ بعض افراد پر حد جاری نہیں ہوسکتی، مثلاً آقا پر غلام کی وجہ سے یا باپ پر اولاد کی وجہ سے حد جاری نہیں ہوتی۔ ۱۵۔ تعزیر سب پر جاری ہوسکتی ہے مثلاً باپ نے اپنے بیٹے کو گالی دی تو قاضی باپ پر تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ملخصاً: درمختار مع رد المختار: ج ۳ ص ۱۹۴ تا ۲۰۵)

الغرض جب حد اور تعزیر کے درمیان اتنا فرق ہے تو حد کی نفی سے تعزیر کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے اگر کوئی ''لَا حَدَّ عَلَيْهِ'' کا معنی کرے کہ اس پر کوئی سزا نہیں تو وہ جاہل یا خائن ہے حد کی نفی کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس گناہ کے بارے میں شریعت نے کوئی سزا مقرر نہیں کی لیکن اس پر تعذیر لاگو ہوسکتی ہے۔

کسی جرم پر حد جاری کرنے کے بجائے تعزیر لگائی جائے تو اس سے جرم کے جواز کا تصور تو دور کی بات ہے اس جرم کے بارے میں تسامح وچشم پوشی اور تساہل ونرم روی کا گمان بھی غلط ہے، کیونکہ حدود میں تفتیش اور ثبوت جرم کا معیار ہے اور اجرائے حدود کی جو شرائط ہیں ان کے اعتبار سے مجرم کے اسی (۸۰) فیصد بچنے کا امکان ہوتا ہے، جب کہ تعزیر کا دائرہ اتنا وسیع ہے اور اس میں اتنی توسع ہے کہ تعزیری ضوابط کے مطابق اسی (۸۰) فی فیصد اس مجرم کے سزا پانے کا امکان ہوتا ہے۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے حد وتعزیر کے درمیان فرق پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں، مثلاً تین آدمی مرد وعورت کو زنا کاری کی حالت میں دیکھتے ہیں لیکن چوتھے گواہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر حد زنا جاری نہیں ہوسکتی، بلکہ اگر وہ تین گواہ زنا پر گواہی دیں گے تو ان گواہوں پر حد قذف (تہمت) جاری ہوگی، اور اگر چار آدمیوں نے دیکھا تو وہ بھی تب گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ ان کو اس حالت میں دیکھیں '' كالميل في المكحلة'' (یعنی سرچو سرمہ دانی میں) ورنہ ممکن ہے وہ مرد اس عورت پر ویسے ہی لیٹا ہوا ہو، اس شبہ کی بناء پر حد ساقط ہوجائے گی۔

جب کہ تعزیر ایک عادل کی گواہی پر قاضی اپنے ذاتی علم کی بناء پر بھی لگا سکتا ہے، مثلاً ایک عادل آدمی قاضی کو خبر دیتا ہے کہ میں نے فلاں مرد وزن کو قابل اعتراض حالت میں دیکھا ہے (زنا کا لفظ استعمال نہ کرے) تو قاضی اس خبر کی بنیاد پر تعزیر جاری کرسکتا ہے۔

{سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا حد کو واجب کردیتا ہے}

۸۵۲۔ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

يَهْدِمُ الطَّلاَقَ وَيُوجِبُ الصَّدَاقَ وَالْعِدَّةَ وَيُوجِبُ الْحَدَّ وَلاَ يُوجِبُ صَاعاً مِنْ مَّاءٍ.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب (سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا) مہر کو واجب کرتا ہے، طلاق کو ختم کر دیتا ہے، عدت کو واجب کرتا ہے، حد کو واجب کرتا ہے تو ایک صاع پانی (یعنی غسل جنابت) کو کیوں نہ واجب کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ ص۸۳ رقم الحدیث: ۷۴، جامع المسانید للخوازمی: ج۱ ص۲۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبدالبر: ج۱ ص۲۷۳، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ج۲۳ ص۱۱۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ ص۸۳ رقم الحدیث: ۷۴، جامع المسانید للخوازمی: ج۱ ص۲۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبدالبر: ج۱ ص۲۷۳، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ج۲۳ ص۱۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوعبداللہ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی: ۴۵۵۳)

۲۔ امام ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

{جو آدمی باندی سے شادی کرے پھر بدکاری کرے تو اس پر کیا سزا جاری ہوگی؟}

۸۵۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا كَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ اَمَةٌ فَأُعْتِقَتْ ثُمَّ فَجَرَ قَبْلَ اَنْ يُجَامِعَهَا بَعْدَ الْعِتْقِ فَاِنَّمَا عَلَيْهِ الْحَدُّ وَاِنْ كَانَ جَامَعَهَا بَعْدَ الْعِتْقِ ثُمَّ فَجَرَ فَاِنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ تَحْتَهُ الْحُرَّةُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی آزاد شخص کے ماتحت باندی ہو اور اسے آزاد کر دیا گیا ہو اور پھر آزادی کے بعد اس باندی سے صحبت کرنے سے پہلے یہ شخص بدکاری کا ارتکاب کر لے تو اس پر حد جاری ہوگی اور اگر آزادی کے بعد اس باندی سے صحبت کی اور پھر بدکاری کا ارتکاب کر لے تو اس شخص کو سنگسار کیا جائے گا۔ غلام کے ماتحت آزاد عورت ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱۰ص۱۵رقم الحدیث: ۲۸۶۴۹،۲۸۶۴۲باب فی الرجل یتزوج الامۃ ثم یفجرماعلیہ؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا ماعز بن مالکؓ کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا}

۸۵۴۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ اَتَاهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ اِنَّ الاٰخَرَ قَدْ زَنٰی فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ فَرَدَّهُ ثُمَّ اَتَاهُ الرَّابِعَةَ فَسَأَلَ عَنْهُ قَوْمَهُ هَلْ تُنْكِرُوْنَ مِنْ عَقْلِهِ شَیْئًا؟قَالُوْالاَ قَالَ فَأَمَرَبِهِ فَرُجِمَ فَأُتِیَ بِهِ أَرْضًا قَلِیْلَةَ الْحِجَارَةِ فَلَمَّا أَبْطَأَ عَلَیْهِ الْمَوْتُ انْطَلَقَ یَسْعَی اِلَیٰ اَرْضٍ كَثِیْرَةِ الْحِجَارَةِ وَتَبِعَهُ النَّاسُ حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَلَمَّا اُخْبِرَ النَّبِیُّ ﷺ بِذٰلِكَ قَالَ فَهَلاَّ خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهُ قَالَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَلَكَ مَاعِزٌ وَأَهْلَكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّا لَنَرْجُوْاَنْ یَّكُوْنَ تَوْبَتَهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِئَامُ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ فَطَمِعَ قَوْمُهُ فِیْ جَسَدِهِ۔ فَكَلَّمُوْاالنَّبِیَّ ﷺ فِیْهِ فَقَالَ افْعَلُوْابِهِ كَمَا تَفْعَلُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْكَفَنِ وَالصَّلاَةِ عَلَیْهِ۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بھلائی سے پیچھے رہ جانے والے سے بدکاری کا گناہ سرزد ہوا ہے (اس لیے اس پر حد جاری کر دیجئے، نبی مکرم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا، وہ دوسری مرتبہ آئے اور آ کر پھر اسی عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ تیسری مرتبہ پھر آئے اور اسی طرح عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ چوتھی مرتبہ آئے تو نبی مکرم ﷺ نے ان کی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم اس کی عقل میں کچھ کمی محسوس کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ کے حکم دینے پر انہیں کم پتھروں والی جگہ پر لے جا کر پتھروں کے ساتھ رجم کر دیا گیا۔ رجم کرنے کے دوران جب ان کی روح نکلنے میں تاخیر ہونے لگی تو وہ ایسی جگہ بھاگ گئے جہاں پتھر بہت زیادہ تھے اور وہاں جا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے آ کر انہیں اتنے پتھر

مارے کہ وہ شہید ہو گئے، نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑ دیا؟ اس پر مدینہ کے بعض لوگوں کہنے لگے کہ ماعز نے اپنے آپ کو خود ہلاک کر لیا اور بعض کہنے لگے کہ ہمیں امید ہے یہ اس کی توبہ ہی ہوگی۔ جب نبی ﷺ تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔ پس (نبی مکرم ﷺ کے اس فرمان کی اطلاع جب ان کی قوم کو پہنچی تو) ان کی قوم نے ان کے لاش مبارک کے بارے میں بہت طمع کیا اور اس سلسلے میں انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے بات چیت کی (کہ ہم ان کی لاش کا کیا کریں؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہو یعنی انہیں کفن بھی دو اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۱۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۱۴۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۱۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۱۴۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابی داود: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبری للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷، سنن ابی داود: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبری للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ کنوارے مرد و عورت کے لیے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے اور شادی شدہ کے لیے رجم (یعنی سنگسار کرنا)۔

۲۔ ابتداء اسلام میں جبکہ ان سزاؤں کا نفاذ شروع ہوا تو معاشرے سے ان گناہوں کی گندگی خود بخود دور ہونے لگی حتی کہ شہادتوں اور گواہیوں کے ذریعے اس قسم کے الزامات کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا، اور خود اپنے اقرار و اعتراف کے ذریعے بھی جن لوگوں نے اپنی طرف اس گناہ کی نسبت کی، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے، ان ہی میں سے ایک واقعہ سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، لیکن جوں جوں عہد نبوت سے بعد ہوتا ہو گیا اور ان سزاؤں کا نفاذ پس پشت ڈالا جاتا رہا توں توں معاشرے میں بے راہ روی کے واقعات روز افزوں ہونے لگے۔

۳۔ ان سزاؤں میں بھی اس قدر ہمدردی کا پہلو برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری کی جارہی ہو اور وہ پتھروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر وہاں سے بھاگ جائے تو شریعت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ اس کا پیچھا چھوڑ دیا جائے، ہمدردی کے اس نوع کے بہت سے پہلو اور بھی گنوائے جاسکتے ہیں جن سے دوسرے آئین اور قانون کی کتابیں خالی ہیں۔

۴۔ ثبوت زنا کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اقرار جرم کی صورت میں ایک مرتبہ کا اقرار ایک گواہ کے مترادف قرار دے کر اس سے چار مرتبہ اعتراف کروایا جائے گا، اگر وہ چاروں مرتبہ اعتراف کرلے تو اس پر سزا جاری کردی جائے گی بصورت دیگر اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ ''ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کردی جائے تو ان کی طرف سے قبول کرلی جائے۔'' اس ارشاد کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کی سعادت اور اس کی توبہ کی فضیلت کو ظاہر فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جو اس مغفرت اور رحمت کو لازم کرتی ہے جس کا دامن مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ فگن ہوسکتا ہے۔

۶۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو پتھروں سے رجم کر کے مار دیا گیا ہو اس شخص کو کفن بھی دیا جائے گا، نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گا اور دفن بھی کیا جائے گا۔

{مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا}

۸۵۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَضٰى فِيْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ ذُبْيَانَ قَتَلَ رَجُلاً مِّنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَنْ يُّدْفَعَ اِلٰى وَلِيِّهٖ قَالَ فَقِيْلَ لَهُ اقْتُلْ حُنَيْنًا قَالَ حَتّٰى يَجِيْئَ الْغَضَبُ ثُمَّ قَتَلَهُ فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ حِيْنَ بَلَغَهُ اَنَّهُ مِنْ فُرْسَانِ النَّاسِ فَأَحَبَّ اَنْ يَّفْدِيَهُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنی ذبیان کے ایک (مسلمان) آدمی کے بارے میں جس نے مقام حیرہ کے ایک عیسائی باشندے کو قتل کردیا تھا یہ فیصلہ دیا کہ اس قاتل کو مقتول کے وارث کے سپرد کردیا جائے (وہ چاہے تو چاہے تو اسے قصاص میں قتل کردے اور چاہے تو معاف کردے، چنانچہ وہ قاتل مقتول کے بھائی حنین کے حوالے کردیا جائے گیا) اور حنین سے کہا گیا کہ اس کو قتل کردو، راوی کہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو غصہ آ گیا تو اس نے قتل کردیا۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ قاتل (مسلمانوں کے) شہسواروں میں سے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنے گورنر کی طرف خط لکھا اور یہ پسند کیا کہ اس کی دیت ادا کردی جائے (مگر آپ رضی اللہ عنہ کا خط ان کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کو قتل کردیا گیا تھا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۸ باب دیۃ المعاھد، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۱۴۱۰، کتاب الحجۃ: ۴/۳۵۵۔۳۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۴۶۷، ۲۷۴۶۶، ۲۷۴۶۳، ۲۷۴۷۰، ۲۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبة مختصرا عن وکیع عن ابی الاشهب عن ابی نضرة حدثنا ان عمر.... فذکرہ۔ واخرجه ابن ابی شیبة والطحاوی من طریق عبد الملك بن میسرة عن النزال بن سبرة قال قتل رجل من فرسان اهل الکوفة عبادیاً من اهل الحیرة فکتب عمر ان اقیدوا... فذکرہ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر مسلمان شخص کسی ذمی کو عمداً مار دے تو اسے (قصاص میں) اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۸)

{عورت پر زنا کے گواہوں کا بیان جن میں ایک شوہر بھی ہو}

۸۵۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا شَهِدَتِ الشُّهُوْدُ عَلَی امْرَأَةٍ بِالزِّنَا اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا رُجِمَتْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت پر زنا کے گواہ گواہی دے دیں جن میں ایک گواہ اس کا شوہر بھی ہو تو عورت کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اگر اس کے شوہر نے اس

سے صحبت کر لی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور اگر اس نے دخول نہ کیا ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۲۲)

{قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس آدمی کی گواہی قبول کر لی جس کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا تھا}

۸۵۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَیْحٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ بَنِیْ اَسَدٍ قُطِعَ فِیْ سَرِقَةٍ ثُمَّ تَابَ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهُ ثُمَّ شَهِدَ عِنْدَ شُرَیْحٍ بِشَهَادَةٍ فَقَالَ أَتُجِیْزُ شَهَادَتِیْ، قَالَ نَعَمْ وَأَرَاكَ لِذٰلِكَ أَهْلاً۔

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ امام شریح رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا بنو اسد کے ایک شخص نے جس کا چوری کرنے کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر اُس نے بہت اچھی توبہ کر لی تھی (کسی معاملے میں) شریح رحمہ اللہ کے پاس گواہی دینی چاہی تو اُس نے شریح رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ میری گواہی قبول کریں گے؟ شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں! میں آپ کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۳ باب شھادۃ الحدود، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۷۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۸۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہر وہ شخص جسے چوری یا زنا وغیرہ کی حد لگی ہو وہ اگر توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی سوائے اس کے جسے حد قذف (تہمت) لگی ہو اس لئے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں {ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا. (النور: ۴)} ''اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔''

{نبیذ سے نشہ ختم کر دیا جائے تو پینا جائز ہے}

۸۵۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَ رَجُلاً سَكْرَانَ فَأَرَادَ اَنْ یَّجْعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا فَأَبٰی اِلاَّ ذِهَابَ عَقْلٍ فَقَالَ احْبِسُوْهُ فَاِذَا صَحَا فَاضْرِبُوْهُ

ثُمَّ أَخَذَ فَضْلَ إِدَاوَتِهِ فَذَاقَهُ فَقَالَ أَوْهِ هَذَا عَمِلَ بِالرِّجَالِ الْعَمَلَ فَكَسَرَهُ فَشَرِبَ وَسَقَى أَصْحَابَهُ وَقَالَ هَكَذَا اصْنَعُوا بِشَرَابِكُمْ إِذَا غَلَبَكُمْ شَيْطَانُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس حال میں پکڑا کہ وہ نشہ میں تھا، عمر رضی اللہ عنہ اس کیلئے بچنے کی کوئی صورت نکالنے چاہتے تھے لیکن جب یہ نہ ہوسکا اور وہ نشہ میں مست ہی رہا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو قید کرو جب ہوش میں آجائے تو اس کو کوڑے مارنا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے برتن میں میں موجود باقی ماندہ مشروب کو لے کر اسے چکھا (وہ نشہ آور نبیذ تھی)، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر پانی بہا کر اس کے نشہ کے اثر کو توڑ دیا پھر خود پی اور اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلائی اور پھر فرمایا جب اس کا شیطان تم پر غالب آئے تو اپنے مشروب کے ساتھ اسی طرح کرو (یعنی پانی سے اس کے نشے کے اثر کو توڑ دیا کرو)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۶۰۷ ح ۸۴۵ باب النبیذ الشدید، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۲ ح ۱۴۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۰۱۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۱۷۰۱۵) عن ابن جریج قال اخبرنی اسماعیل ان رجلا عب فی شراب نبیذ لعمر بن الخطاب رضی الله عنه بطریق المدینة فسکر فترکه عمر حتی أفاق فحده ثم لأوجعه عمر بالماء فشرب منه قال ونبذ نافع بن عبدالحارث لعمر بن الخطاب رضی الله عنه فی المزاد وهو عامل مكة فاستأخر عمر حتی عدا الشراب طوره ثم عدا فدعابه عمر فوجده شديدا فصنعه فی الجفان فأوجعه بالماء ثم شرب وسقی الناس. واخرجه عبدالرزاق (۱۷۰۱۶) عن ابن جریج قال سمعت عبدالله بن ابی ملیکة يحدث قال حدثنی وهب بن الاسود قال أخذنا زبيبا من زبيب المطاهر فأكثرنا منه فی اداوانا وأقللنا الماء فلم يلق عمر حتی عدا طوره فلما لقوا عمر قال هل من شراب؟ قال قلنا نعم يا امیر المؤمنین فأخبروه هذه القصة وان قد عدا طوره قال أرونيه فذاقه فوجده سديدا فكسره بالماء ثم شرب.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۵)

{سیدنا علیؓ کو سیدنا ابوبکرؓ وسیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

۸۵۹. يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ رَجُلاً أَتَىٰ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَارَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِّنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لاَ قَالَ فَهَلْ رَأَيْتَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لاَ قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِيْ أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِيْ أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ لَاَوْجَعْتُكَ عُقُوْبَةً.

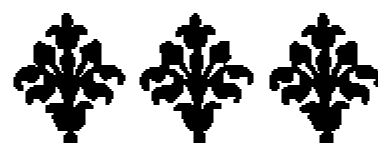
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: ''میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اور اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔''

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: '' لا اجد احدا فضلني على ابي بكر وعمر الا جلدته حد المفتري'' میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر کوڑے ماروں گا۔ (الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد للبیہقی: ص ۳۵۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی: ج ۳ ص ۹۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس کثرت سے کیا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وهذا متواتر عن علي رضي الله عنه'' کہ تفضیل شیخین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۳ ص ۱۱۵) نیز سیدنا علی رضی اللہ نے فرمایا: ''اس امت میں اس کے نبی ﷺ کے بعد افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر میں ہوں۔'' (تاریخ دمشق: ج ۵۹ ص ۱۰۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۹۲)



۱۴۔ كِتَابُ السِّيَرِ
سیر سے متعلق احکام ومسائل

{تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے مانگیں گے وہ عطا کرے گا}

۸۶۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ ابْنِ عَائِذٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: اَلْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفْدُاللّٰهِ دَعَاهُمْ فَاَجَابُوْهُ،وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مَاسَاَلُوْا۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور اللہ رب العزت کے راستے میں جنگ کرنے والا یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ انہیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جو وہ اِس سے مانگیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان: ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۹۶۴، معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۰ باب القران وفضل الاحرام، معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان۔ ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ماجة وغيره موصولا من طريق عطاء بن السائب عن مجاهد عن ابن عمر عن النبی ﷺ ......فذكره.)

امام ایوب بن عائذ بن مدلج الطائی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۰)

فائدہ:

یہ تین سفر بہت افضل ہیں کیونکہ ان افراد نے اللہ کی حکم کی تعمیل میں سفر کی مشقت برداشت کی ہے، اپنا ذاتی مقصد پیش نظر نہیں، اس لیے اللہ بھی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

{جہاد پر روانہ ہونے والے مجاہدین کے لیے نبی ﷺ کی خصوصی ہدایات}

۸۶۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا بَعَثَ جَیْشًا اَوْسَرِیَّةً یُوْصِیْ صَاحِبَهُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ فِیْ خَاصَّةِ نَفْسِهٖ وَاَوْصَاهُ بِمَنْ مَّعَهٗ خَیْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَبِسْمِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ وَلَاتَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَاتَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَلَاتُمَثِّلُوْا۔ اَوَاِذَا لَقِیْتُمْ عَدُوَّکُمْ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُوْهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَاقْبَلُوْا مِنْهُمْ وَکُفُّوْا عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُوْهُمْ اِلَی التَّحَوُّلِ مِنْهَا اِلٰی دَارِ الْمُهَاجِرِیْنَ فَاِنْ اَبَوْا فَاَخْبِرُوْهُمْ اَنَّهُمْ کَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِیْنَ یَجْرِیْ عَلَیْهِمْ حُکْمُ اللّٰهِ الَّذِیْ یَجْرِیْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَیْسَ لَهُمْ مِنَ الْفَیْءِ وَالْغَنِیْمَةِ نَصِیْبٌ وَاِنْ اَبَوْا فَادْعُوْهُمْ اِلٰی اِعْطَاءِ الْجِزْیَةِ فَاِنْ قَبِلُوْا ذٰلِكَ فَاقْبَلُوْا مِنْهُمْ وَکُفُّوْا عَنْهُمْ وَاِنْ لَّمْ یَقْبَلُوْا ذٰلِكَ فَقَاتِلُوْهُمْ وَاِذَا حَصَرْتُمْ اَهْلَ حِصْنٍ فَلَاتُعْطُوْهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَلٰکِنْ اَعْطُوْهُمْ ذِمَمَکُمْ وَذِمَمَ اٰبَائِکُمْ فَاِنَّکُمْ اِنْ تَخْفِرُوْا ذِمَمَکُمْ اَهْوَنُ وَاِنْ اَرَادُوْکُمْ عَلٰی اَنْ یَّنْزِلُوْا عَلٰی حُکْمِ اللّٰهِ فَلَا تَفْعَلُوْا وَلٰکِنِ اَنْزِلُوْهُمْ عَلٰی حُکْمِکُمْ ثُمَّ احْکُمُوْا فِیْهِمْ مَابَدَالَکُمْ۔

حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی لشکر یا سریہ کو روانہ فرماتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر اس کی اپنی ذات کے متعلق تقویٰ کی وصیت فرماتے اور اس کی معیت میں جو مسلمان ہوتے، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جنگ کرو، جو آدمی اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ ہو جائے تو پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم بھی ان سے قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان کو دعوت دو کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اگر وہ اپنا شہر چھوڑنے سے انکار کر دیں انہیں بتلا دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں مال غنیمت اور مال فئے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے

گا، اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند ہو جائیں تو ان کا جزیہ قبول کرو اور جنگ نہ کرو، اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو پھر ان سے لڑو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو (قلعے والے تم سے اللہ کا ذمہ دینے کا مطالبہ کریں) تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری نہ دینا البتہ اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کی ذمہ داری دے دینا، کیونکہ تم اپنی ذمہ داری کو توڑ دو، یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ تم اللہ کی ذمہ داری کو توڑو۔ اور اگر قلعہ والے تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دو تو تم ایسا نہ کرنا (کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ٹھیک معلوم کر سکو گے کہ نہیں) البتہ تم ان کو اپنے فیصلہ کی بنیاد پر ہتھیار ڈالنے کو کہو اور اس کے بعد ان کے بارے میں جو فیصلہ چاہو کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۹ باب الجهاد فی سبیل اللہ وان یدعوا من لم تبلغه الدعوة، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۱۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۱ ح ۱۶۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۳۰۵۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۴۹۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۳۰، مسند البزار: ۴۳۵۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲)

۲۔ امام سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۴۹۵)

۳۔ سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

۸۶۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۹ باب الجهاد فی سبیل اللہ وان یدعوا من لم تبلغه الدعوة، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی:

۳۱۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۱ ح ۱۶۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۳۰۵۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۴۹۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۳۰، مسند البزار: ۴۳۵۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۶۳۔قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَوْحِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ هَيْصَمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمُقَرَّنِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَابَعَثَ اَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ اَوْ سَرِيَّةٍ اَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّةِ نَفْسِهٖ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَبِسْمِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا. وَاِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ اَوْ ثَلَاثِ خِلَالٍ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ قَبِلُوْا فَكُفُّوْا عَنْهُمْ وَاقْبَلْ مِنْهُمْ ادْعُهُمْ اِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ. وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوْا لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَاَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ. وَاِنْ دَخَلُوْا فِي الْاِسْلَامِ وَاخْتَارُوْا دَارَهُمْ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ مَا يَجْرِيْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَهُمْ وَاِنْ اَبَوْا فَادْعُهُمْ اِلٰى اِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ فَاِنْ قَبِلُوْا فَكُفَّ عَنْهُمْ وَاقْبَلْ مِنْهُمْ ذٰلِكَ، وَاِنْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْا اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَّهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَّهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَخْفِرَ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ. وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْا اَنْ يَّنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تَجْعَلْ لَّهُمْ حُكْمَ اللّٰهِ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَّهُمْ حُكْمَكَ وَحُكْمَ اَصْحَابِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ هَلْ تُصِيْبُ فِيْهِمْ حُكْمَ اللّٰهِ اَمْ لَا؛ قَالَ مُقَاتِلٌ فَنَظَرْتُ فِيْمَا فُتِحَ مِنْ اَرْضِ خَرَاسَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ اَجِدْ فِيْ شَيْءٍ مِنْهَا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ اِلَّا ذِمَّةَ الْاِمَامِ وَاَصْحَابِهٖ مِمَّنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت سیدنا نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ جب کسی لشکر یا سریہ پر کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر اس کی اپنی ذات کے متعلق تقویٰ کی وصیت فرماتے اور اس کی معیت میں جو

مسلمان ہوتے، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جنگ کرو، جو آدمی اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ ہو جائے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دینا، پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم بھی ان سے قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان کو دعوت دو کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اور ان کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس طرح کرلیں تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اگر وہ اسلام میں تو داخل ہو جائیں مگر اپنے گھروں کو اختیار کرلیں (یعنی ہجرت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں) تو انہیں بتلا دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں جہاد کے بغیر مال غنیمت اور مال فیئ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند ہو جائیں تو ان کا جزیہ قبول کرو اور جنگ نہ کرو، اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے لڑو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعے والے تم سے اللہ کا ذمہ دینے کا مطالبہ کریں تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری نہ دینا البتہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری دے دینا، کیونکہ تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری کو توڑ دو، یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو توڑو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دو تو تم ایسا نہ کرنا البتہ تم ان کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے فیصلہ کی بنیاد پر ہتھیار ڈالنے کو کہو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک معلوم کرسکو گے کہ نہیں؟ (راوی حدیث) مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں سرزمین خراسان سے ہونے والی فتوحات کو دیکھا تو مجھے ان میں بھی کوئی ایسی فتح نہیں ملی جس میں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری دی گئی ہو البتہ امام اور اس کی معیت میں جو مسلمان ہوتے ان کی ذمہ داری دی گئی ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

۱۔ ابو بشر روح بن مسافر بصری رحمہ اللہ روایت حدیث میں متکلم فیہ راوی ہیں (دیکھئے: لسان المیزان (۱۸۸۵) وغیرہ) مگر ان کی امام یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۱۷۳۱)

۲۔ امام ابو بسطام مقاتل بن حیان نبطی بلخی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۶۰)

۳۔ امام مسلم بن ہیصم عبدی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۷ ۵۹۴، الثقات: ۵۳۹۴)

۴۔ سیدنا نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ (تقریب: ۷۱۶۲)

فوائد و مسائل:

۱۔ اس حدیث میں اس ضابطے کا اظہار کیا گیا ہے جو اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے سلسلے میں شریعت نے نافذ کیا ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ جب دشمنانِ اسلام سامنے آئیں تو سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے یہ مطالبہ کرو کہ جزیہ ادا کر کے اسلامی مملکت کے وفادار شہری بن جاؤ۔ اور اگر اس پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ ان کے خلاف جہاد کرو۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے جو یہ حکم فرمایا کہ اگر وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں تو ان کو ہجرت کرنے کی دعوت دو، تو بعض حضرات کے نزدیک اس حکم کی بنیاد یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنا اسلام کا ایک رکن تھا۔

۳۔ ''جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں۔۔۔۔۔الخ'' یعنی مدینہ کے مہاجرین کو جو ثواب وفضیلت اور مال فئے کا جو استحقاق حاصل ہے یہی سب کچھ انہیں بھی حاصل ہوگا اور جو شرعی ذمہ داریاں مہاجرین مدینہ پر عائد ہوتی ہیں وہ ان پر بھی عائد ہوں گی۔

۴۔ دیہاتی مسلمانوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جو دارالاسلام کے دیہات و جنگلات میں رہتے ہوں نہ کہ دارالکفر میں بسنے والے دیہاتی مسلمان۔

۴۔ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے دیئے ہوئے عہد امان کو توڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عہد امان دو گے اور وہ (کفار) اس عہد امان کو کسی وقت توڑ دیں، بایں طور پر کہ وہ ان شرائط کو پورا کرنے سے انکار کردیں جن کی بنیاد ان کو وہ عہد امان ملا ہے تو اس صورت میں تمہارے لئے ان کے تئیں کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہوجائے گا، تا آنکہ تمہیں وحی اور باررسانت کے ذریعے ان کے حق میں کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت دی جائے جو اس وقت ممکن نہیں ہوگا، کیونکہ تم وحی نازل ہونے کی جگہ یعنی دربار رسالت سے دُور ہو گے۔

اس کے برخلاف اگر تم ان کو اپنی اور اپنے رفقاء جہاد کی طرف سے عہد امان دو گے اور وہ شرائط و معاہدے کی خلاف ورزی کر کے اس عہد امان کو توڑ دیں گے تو اس صورت میں تمہارے لئے ان کے تئیں فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ تم ان کا پھر محاصرہ کر کے چاہے تو ان کو قتل کر دو گے، چاہے جزیہ کا مطالبہ کر دو گے، چاہے ان کو قیدی بنالو گے اور یا ان کے علاوہ ان کے خلاف از روئے مصلحت جو بھی اقدام کرنا چاہو گے اس میں تمہیں مکمل اختیار حاصل ہوگا۔

{غنیمت سے خمس سے اضافی مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے}

٨٦٤۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ کَانَ یُحِبُّ لِلْاِمَامِ اَنْ یُّنَفِّلَ لِیُغْرِیَ النَّاسَ وَاَمَّا النَّفَلُ وَالْقَوْمُ فِی الْقِتَالِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حصہ سے زائد مال دینے کو مستحب سمجھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو دشمنوں کے خلاف ابھارا جا سکے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۲باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۹۵ ح ۱۶۵۷ الباب السابع والثلاثون فی السیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار: ۸۷۲)

{کھیتی کرنے کے قابل زمینوں، انگور اور کھجور کے باغات پر کتنا مالیہ عائد کیا جائے؟}

٨٦٥۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَیْدِاللّٰهِ الثَّقَفِیِّ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ فَرَضَ عَلٰی کُلِّ أَرْضٍ تَصْلُحُ لِلزَّرْعِ دِرْهَمًا وَقَفِیْزًا عَلَی الْجَرِیْبِ وَعَلَی الْکَرْمِ عَشْرَةُ دَرَاهِمَ وَعَلَی الرُّطَبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَأَهْدَرَ النَّخْلَ۔

٨٦٦۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ نَحْوًا مِّنْ ذٰلِكَ وَلَمْ یَذْکُرِ الْاَقْفِزَةَ لِاَنَّهَا لَا تَصْلُحُ لِلزَّرْعِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھیتی کرنے کے قابل ہر زمین پر فی جریب ایک درہم اور قفیز (غلہ)، انگور کے باغات پر فی جریب دس درہم، اور کھجور کے باغات پر پانچ درہم کے حساب سے مالیہ (جزیہ) عائد کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابی یوسف: ۸۶، الاموال لابن زنجویہ: ۲۶۴، الاموال للقاسم بن سلام: ۱۷۵، تاریخ بغداد: ج ۱ ص ۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابو یوسف فی کتاب الخراج من طرق عن عمر به.)

{کافروں نے مسلمان کا سامان چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو مالک زیادہ حق رکھتا ہے}

۸۶۷۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا أَحْرَزَ الْعَدُوُّ الْعَبْدَ الْمَتَاعَ لِرَجُلٍ فَأَصَابَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَاِنْ اَصَابَهُ مَوْلَاهُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ أَخَذَهُ بِغَيْرِ شَيْئٍ وَاِنْ وَّجَدَهُ بَعْدَ الْقِسْمَةِ أَخَذَهُ بِالْقِيْمَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب دشمن (کفار) کسی (مسلمان) آدمی کا غلام اور سامان چھین لیں پھر مسلمان اسے ان سے دوبارہ حاصل کر لیں اور اس کا آقا اسے مسلمانوں میں تقسیم ہونے سے پہلے پالے تو وہ اسے کچھ ادا کئے بغیر لے لے گا اور اگر تقسیم کے بعد پائے تو قیمت ادا کر کے لے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۴ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱۶۶۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۳۶۴، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۴)

۸٦۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

(ایک دوسرے طریق سے بھی) امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۴ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱٦٦۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۳٦۳، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔ (قلت لعل الحدیث الاول من غیر طریقه فذکر الامام فیه یکون من بعض النساخ و کذلك اسقاط شیخ ابی یوسف والا فلا وجه للتحویل ،والله اعلم۔)

{کافروں نے مسلمان کا غلام چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو مالک زیادہ حق رکھتا ہے}

۸٦۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْعَبْدِ یُحْرِزُهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ وَّجَدَهُ صَاحِبُهُ قَبْلَ اَنْ یُّقْسَمَ فَهُوَلَهُ یَأْخُذُهُ وَاِنْ وَّجَدَهُ قَدِ اقْتُسِمَ اَخَذَهُ بِالثَّمَنِ وَ کَذٰلِكَ الْمَتَاعُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اسے دشمن چھین لیں پھر اس کے بعد مسلمان اس پر غالب ہو جائیں اور اس کا مالک اسے مسلمانوں میں تقسیم ہونے سے پہلے پالے تو وہ اسی کا ہے وہ اسے لے لے گا اور اگر تقسیم کے بعد پائے تو قیمت ادا کر کے لے گا یہی حکم سامان کا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۴ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱٦٦۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۳٦۳، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

{والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے}

۸۷۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ اَتَیْتُكَ لِاُجَاهِدَ مَعَكَ وَتَرَكْتُ وَالِدَیَّ یَبْكِیَانِ قَالَ انْطَلِقْ فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَیْتَهُمَا۔

محمد بن سوقہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے حاضر ہوا ہوں میں نے اپنے والدین کو روتا چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا کر انہیں اسی طرح ہنساؤ (خوش کرو) جس طرح انہیں رلایا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸۴ باب صلۃ الرحم و برالوالدین، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۱۶۵۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔(اخرجه الخوارزمی من طریق ابی حنیفة عن محمد بن شوكة عن ابی قیس البجلی مولی جریر بن عبدالله البجلی ان رجلا۔ ...فذكره.وفی الباب عن عبدالله بن عمرو عند احمد (۶۴۹۰) والبخاری (۳۰۰۴) ومسلم (۲۵۴۹).)

فوائد و مسائل:

۱۔ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہیں جانا چاہیے الا یہ کہ مسلمان اس کے لئے مضطر ہوں تو اگر ایسے شدید اضطراری حالات ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸۴)

۲۔ والدین کو پریشان اور غمگین کرنے سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ والدین کو پریشان کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

{سفر میں قصر کا بیان}

۸۷۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰی بِمِنًی اَرْبَعًا فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ تَهَیَّاَ لِلصَّلَاةِ مَعَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ اَتُصَلِّیْ مَعَهٗ وَقَدِ اسْتَرْجَعْتَ؟ قَالَ الْخِلَافُ شَرٌّ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے میدان میں چار رکعات پڑھائیں، پس

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا پھر (اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ اس سے پہلے تو آپ نے اس پر {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ اختلاف کرنا برا کام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، مسن ابی داود الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۳۴۷، ۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبری للبیہقی: ۵۴۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجہ ابوداود(۱۹۶۰)موصولا من طریق الاعمش عن ابراهیم عن عبدالرحمن بن یزید قال صلی عثمان. ...فذکرہ.)

سنن ابی داود وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

عن الاعمش عن ابراهیم عن عبدالرحمن بن یزید قال صلی عثمان. ...الخ۔(سنن ابی داود: ۱۹۶۰)

فائدہ:

سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھنی جائیں گی۔ باقی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کے بارے میں مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنالے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

سفر میں قصر نماز کے متعلق چند احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۳)

☆☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر کی نماز دو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں ، پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۸۵، بخاری: ۳۹۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۵، صحیح البخاری: ۳۹۳۵، سنن ابی داود: ۱۱۹۸، سنن النسائی: ۴۵۳، ۴۵۵، مؤطا مالک: ۴۸۶، مؤطا امام محمد: ۱۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۱۶۶، مسند اسحاق بن راھویہ: ۵۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۶۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۶۳۸، مسند السراج: ۱۳۸۰۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالك عن صالح بن كیسان عن عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ﷺ......الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں تو نماز کی دو دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں لیکن بعد میں ظہر، عصر و عشاء کی چار چار رکعت فرض قرار دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا چار رکعت مشروع ہونے کے بعد رخصت نہیں ہے بلکہ اصل میں مشروع ہی دو رکعتیں ہیں اس لئے قصر عزیمت یعنی لازم ہے نہ کہ رخصت۔ اس سے اہلسنت والجماعت احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی حالتِ سفر میں جب کہ اس پر قصر لازم ہو، پوری چار رکعت پڑھے گا اور پہلے قعدہ میں بیٹھے گا تو وہ بُرا کرے گا اور اس کی زائد دو رکعت نفل ہو جائیں گی، اور اگر کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے گا کہ پہلے قعدہ میں نہ بیٹھے گا کہ حکماً وہی قعدہ اخیرہ ہے تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّكُمْ ﷺ فِی الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَّفِی السَّفَرِ رَكْعَتَیْنِ وَفِی الْخَوْفِ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۸۱۳)

☆☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نماز فرض کی ہے۔ حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔ اسے مسلم (۶۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸، سنن ابی داود: ۱۲۴۷، سنن النسائی: ۴۵۶، سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۷۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۳۴۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۳۰۴، مسند السراج: ۱۳۸۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۵۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيىٰ بن يحيىٰ وسعيد بن منصور وابو الربيع وقتيبة بن سعيد قال يحيىٰ اخبرنا وقال الآخرون حدثنا ابو عوانة عن بكير بن الاخنس عن مجاهد عن ابن عباس......الخ.

(صحيح مسلم : ٦٨٧)

فوائد ومسائل:

(۱)۔ یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲)۔ "اور خوف میں ایک رکعت" اس کا مطلب یہ ہے کہ دوگانہ یا حکمی امام کے ساتھ پڑھنے کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک رکعت تو امام کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک رکعت تنہا پڑھی جائے جیسا کی خوف کی حالت میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، اور شہر میں مطلقاً خوف کی حالت میں چار رکعتیں اور تین رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور بقیہ تنہا پڑھی جائیں۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَكْعَتَانِ وَالْأَضْحٰى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٨١٥)

☆☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "سفر کی نماز دو رکعت ہے، جمعے کی نماز دو رکعت ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ مکمل ہیں، قصر نہیں۔" اسے ابن ماجہ (۱۰۶۴) نسائی (۱۴۲۰) اور ابن حبان (ج ۱ ص ۱۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۴، سنن النسائی: ۱۴۲۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۸۵۱، ۸۱۵۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۷، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۲۹، مسند البزار: ۳۳۱، السنن الکبری للنسائی: ۱۷۴۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۱۔

اور اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير قال حدثنا محمد بن بشر قال انبأنا يزيد بن ابی الجعد عن زبيد عن عبد الرحمن بن ابي ليلىٰ عن كعب بن عجرة عن عمر......الخ. (سنن ابن ماجه: ١٠٦٤)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ یزید بن ابی الجعد کی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸) نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۰۶۴، سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۱۷۵، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۷)

فائدہ:

یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ مُخْتَصَرًا. (آثار السنن: ۸۱۶)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان کو قبض کر لیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔" اسے مسلم (۶۸۹) نے روایت کیا اور بخاری (ج ۱ ص ۲۴۷) نے بھی مختصراً۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۹، سنن ابی داود: ۱۲۲۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۷۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۵۰۷، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۲ ص ۳۰۶، الجمع بین الصحیحین: ۱۲۹۹، جامع الاصول: ۴۰۴۷، خلاصۃ الاحکام للنووی: ۲۶۰۲، نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ: ج ۲ ص ۱۹۲

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبداللہ بن مسلمۃ بن قعنب حدثنا عیسی بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن ابیہ قال صحبت ابن عمر .... الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۹)

فوائدومسائل:

(۱)۔سفر میں چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھنا ''قصر'' اور پوری چار رکعت پڑھنا ''اتمام'' کہلاتا ہے۔

(۲)۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اسفار میں ہمیشہ ظہر، عصر اور عشاء کی دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں لہٰذا قصر واجب اور اتمام جائز نہیں ہے اگر اتمام جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ کبھی تو ایک دفعہ بیان جواز کیلئے ایسا کرتے۔

(۳)۔بعض لوگوں نے قرآن کریم کی آیت {فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ۔ ...۔الآیۃ۔النساء: ۱۰۱} سے استدلال کرتے ہوئے قصر کو رخصت اور اتمام کو افضل قرار دیا ہے مگر یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نفی جناح کی تعبیر بسا اوقات واجب پر بھی صادق آتی ہے۔جیسے {ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔البقرۃ: ۱۵۸} میں نفی جناح کی تعبیر لازم پر صادق آئی ہے کیونکہ صفا، مروہ کا طواف بالاتفاق لازم ہے بعض کے ہاں فرض اور بعض کے ہاں واجب ہے۔مزید برآں {فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا} میں اکثر محققین کے نزدیک ایک خاص قسم کے قصر کا ذکر مقصود ہے جسے ''صلاۃ الخوف'' کہتے ہیں لہٰذا اس خاص قسم کے قصر کو عام سفروں کے قصر پر چسپاں کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔(آثار السنن: ۸۱۷)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں، جب یہ بات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی گئی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا اور فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں، میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں اور میں نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں، پس کاش! میرا حصہ بھی چار میں سے دو مقبول رکعتیں ہوتا۔'' اسے شیخین (بخاری: ۱۰۸۴، مسلم: ۶۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۴۷، ۲۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۴۳۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا عبد الواحد بن زیاد عن الاعمش قال حدثنا ابراهیم قال سمعت عبد الرحمن بن یزید یقول......الخ۔(صحیح البخاری: ۱۰۸۴)

فائدہ:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں ماقبل میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کے مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنالے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے،آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں،لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

وَعَنْ اَبِیْ لَیْلَی الْکِنْدِیِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ثَلَاثَۃِ عَشَرَ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ غَزَاۃٍ وَّکَانَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسَنُّھُمْ حَضَرَتِ الصَّلَاۃُ فَاُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَقَالُوْا تَقَدَّمْ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَتَقَدَّمُ اَنْتُمُ الْعَرَبُ وَمِنْکُمُ النَّبِیُّ ﷺ فَلْیَتَقَدَّمْ بَعْضُکُمْ فَتَقَدَّمَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلَاۃَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَا لَنَا وَلِلْمُرَبَّعَۃِ اِنَّمَا یَکْفِیْنَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَۃِ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔(آثار السنن: ۸۱۸)

☆☆ابولیلیٰ کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوہ کیلئے نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان میں سے عمر رسیدہ تھے۔نماز کا وقت آیا تو اقامت کہی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے ابوعبداللہ! آگے بڑھیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آگے بڑھنے والا نہیں ہوں تم اہل عرب ہو اور تم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔تم میں سے کوئی آگے بڑھے پس ایک صاحب آگے بڑھے تو انہوں نے چار رکعات نماز پڑھادی۔جب وہ نماز پڑھا چکے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ہمیں چار رکعات سے کیا،ہمیں تو چار کا آدھا یعنی دو رکعتیں ہی کافی ہیں۔''اسے طحاوی (۲۴۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرج قال ثنا یوسف بن عدی رضی الله عنه قال ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن ابی لیلی الکندی.....الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۲۰)

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمِنًى ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسُنَّةُ صَاحِبَيْهِ وَلٰكِنَّهُ حَدَثَ الْعَامَ مِنَ النَّاسِ فَخِفْتُ اَنْ يَّسْتَنُّوْا۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ تَعْلِيْقًا وَّحَسَّنَ اِسْنَادَهٗ۔

(آثار السنن: ۸۱۹)

☆☆ حمید رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! سنت تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی سنت ہے لیکن اس سال نئے لوگ زیادہ ہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں۔ (لہٰذا میں نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کرکے اتمام کو مناسب سمجھا) اسے بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار (۶۰۹۷) میں تعلیقاً روایت کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

یہ اثر شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انبأ احمد بن عبید الصفار ثنا موسی بن اسحاق القاضی ثنا یعقوب بن حمید بن کاسب ثنا سلیمان بن سالم مولی عبدالرحمن بن حمید عن عبدالرحمن بن حمید عن ابیہ عن عثمان بن عفان......الخ۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۵۴۳۸)

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اِنَّمَا صَلّٰى عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى اَرْبَعًا لِاَنَّ الْاَعْرَابَ كَانُوْا اَكْثَرَ فِيْ ذَالِكَ الْعَامِ فَاَحَبَّ اَنْ يُّخْبِرَهُمْ اَنَّ الصَّلَاةَ اَرْبَعٌ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ۔

(آثار السنن: ۸۲۰)

زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات صرف اس لئے پڑھائی تھیں کہ اس سال دیہاتی لوگ زیادہ تھے تو انہوں نے چاہا کہ انہیں بتادیں کہ نماز چار رکعات ہے۔ اسے طحاوی (۲۴۸۰) اور ابوداود (۱۹۶۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابو عمر عن حماد بن سلمۃ قال انا ایوب عن الزهری......الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۴۸۰)

{ مجاہد اور اس کے گھوڑے کے حصے کا بیان }

۸۶۲. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ زَکَرِیَّا بْنِ الْحَارِث عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ اَبِیْ حُمَیْصَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ بَعَثَهٗ عَلٰی بَعْضِ الشَّامِ عَلٰی حِمْصَ اَوْ غَیْرِهَا فَقَسَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَیْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ فَرَضِیَ بِهٖ.

منذر بن ابی حمیصہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے کسی علاقے کی طرف بھیجا (وہاں سے انہیں مال غنیمت ملا تو) انہوں نے شہسوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا، یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اسے پسند کیا۔

فائدہ:

امام قاضی: ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں کہ:

اذا اصیبت من العدو و کیف یقسم ذلك.فان الله تبارك وتعالیٰ قد انزل بیان ذلك فی کتابه فقال فیما انزل علی رسوله ﷺ :"واعلموا انما غنمتم من شیء فأن لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم بالله وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان والله علی کل شیء قدیر"(الانفال:۴۱)فهذا. والله اعلم. فیما یصیب المسلمون من عساکر اهل الشرك ،وما اجلبوا به من المتاع والسلاح والکراع "الخیل والسلاح"فان فی ذلك الخمس لمن سمی الله عزوجل فی کتابه العزیز ،واربعة اخماسه بین الجند الذین اصابوا ذلك:من اهل الدیوان وغیرهم. یضرب للفارس منهم ثلاثة اسهم:سهمان لفرسه ،وسهم له،وللراجل سهم علی ما جاء فی الاحادیث والآثار ،ولا یفضل الخیل بعضها علی بعض لقوله تعالیٰ فی کتابه: "والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة" (النحل:۸)ولقوله تعالیٰ: "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوالله وعدو کم" (الانفال:۶۰)العرب تقول هذه الخیل،وفعلت الخیل ،لا یعنون بذالك الفرس دون البردون ولعامة البراذین اقوی من کثیر من الخیل واوفق للفرسان. ولم یخص منها شیء دون شیء ،ولا یفضل الفرس القوی علی الفرس الضعیف ولا یفضل الرجل الشجاع التام السلاح علی الرجل الجبان الذی لا سلاح معه الا سیفه.قال ابو یوسف: حدثنا الحسن بن علی بن عمارة عن الحکم بن عتیبة (رحمه الله) عن مقسم عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله

ﷺ قسم غنائم بدر :للفارس سهمان وللراجل سهم .قال: وحدثنا قيس بن الربيع عن محمد بن علي عن اسحاق بن عبدالله عن ابي حازم قال:حدثنا ابو ذر الغفاري رضي الله تعالىٰ عنه قال شهدت انا واخي مع رسول الله ﷺ حنيناً ومعنا فرسان لنا.فضرب لنا رسول الله ﷺ ستة اسهم اربعة لفرسينا وسهمين لنا فبعنا الستة الاسهم بحنين ببكرين.قال ابو يوسفً:وكان الفقيه المقدم ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ يقول:للرجل سهم ،وللفرس سهم.وقال:لا افضل بهيمة على رجل مسلم. ويحتج: بما حدثنا عن زكريا بن الحارث عن المنذر بن ابي خميصة الهمداني ان عاملا لعمر بن الخطاب رضي الله عنه قسم في بعض الشام للفارس سهم وللرجل سهم.فرفع ذلك الى عمر رضي الله عنه فسلمه واجازه. فكان ابو حنيفة يأخذ بهذا الحديث ويجعل للفرس سهما وللرجل سهما.وما جاء من الاحاديث والآثار ان للفرس سهمين وللرجل سهما اكثر من ذالك واوثق،والعامة عليه ليس هذا على وجه التفضيل ما كان ينبغي ان يكون للفرس سهم وللرجل سهم.لانه قد سوى بهيمة برجل مسلم .انما هذا على ان يكون عدة الرجل اكثر من عدة الآخر ،وليرغب الناس في ارتباط الخيل في سبيل الله .الا ترى ان سهم الفرس انما يرد على صاحب الفرس فلا يكون للفرس دونه.والمتطوع وصاحب الديوان في القسمة سواء.فخذ يا امير المؤمنين بأي القولين رايت ،واعمل بما ترى انه افضل والخير لمسلمين فان ذلك موسع عليك ان شاء الله تعالىٰ،ولست ارى ان تقسم للرجل اكثر من فرسي.قال: حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن الحسن في الرجل يكون في الغزو ومعه الافراس. قال لايقسم له من الغنيمة لا كثر من فرسين.قال:وحدثنا محمد بن اسحاق عن يزيد بن جابر عن مكحول قال:"لايقسم لا كثر من فرسين."(كتاب الخراج:٥١-٥٦)

جب دشمن سے مال غنیمت حاصل ہو تو کس طرح تقسیم کیا جائے ،اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کا بیان اپنی کتاب میں نازل فرما دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ (اپنے) رسول ﷺ کو مطلع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرو،اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور ان کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے) اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی، جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں۔اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الانفال:۴۱)

یہ حکم''اللہ بہتر جانتا ہے''ان اموال کے بارے میں ہے جو مسلمان مشرکین کی فوجوں سے حاصل کریں، جو ساز وسامان، اسلحے اور مویشی جانور مسلمان لے کر آئیں، اس میں پانچواں حصہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے نام اللہ رب العزت نے اپنی

کتاب عزیز میں بتلائے ہیں، اور اس کے باقی چار حصے (۵ / ۴) اس فوج کے درمیان تقسیم ہونگے جنہوں نے یہ مال پایا ہے، ان میں ان فوجیوں کے علاوہ جن کے نام باقاعدہ فوجیوں کے رجسٹر میں درج ہوں وہ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے (کسی نہ کسی درجہ میں) جنگ میں حصہ لیا ہو۔

ان لوگوں میں سے ہر گھڑسوار کو تین حصے دیے جائیں گے، دو حصے اس کے گھوڑے کیلئے اور ایک حصہ خود سوار کیلئے، اور پیادہ کو ایک حصہ جیسا کہ احادیث وآثار میں آیا ہے، ایک گھوڑے کو دوسرے گھوڑے پر ترجیح نہیں دی جائے گی، اللہ رب العزت کے اپنی کتاب میں اس فرمان کی وجہ سے کہ:

''اور گھوڑے، خچر اور گدھے اسی نے پیدا کئے ہیں تا کہ تم ان پر سواری کرو، اور وہ زینت کا سامان بنیں۔''

(النحل:۸)

اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

''اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کرسکو۔'' (الانفال:۶۰)

اور اہل عرب کا محاورہ ہے ''هذا الخيل'' اور ''فعلت الخيل'' اس سے وہ ٹٹوؤں کو مستثنیٰ کر کے صرف گھوڑے ہی مراد نہیں لیتے (بلکہ خیل میں ٹٹو بھی شامل ہوتے ہیں) عام ٹٹو تو بہت سے گھوڑوں سے بھی زیادہ قوی اور سواروں کے لئے زیادہ سازگار ہوتے ہیں، ان میں سے کسی کو کسی کے مقابل میں کوئی خصوصیت نہیں دی گئی ہے، نہ تو قوی گھوڑے کو کمزور گھوڑے پر ترجیح دی جائے گی اور نہ ہی تمام اسلحہ سے لیس بہادر شخص کو اس بزدل شخص پر ترجیح دی جائے گی جس کے پاس تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

''کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مال غنیمت کی تقسیم اس طرح فرمائی، گھڑسوار کو دو حصے اور اور پیادہ کو ایک حصہ۔''

(سیدنا) ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ:

''میں نے اور میرے بھائی نے (غزوہ) حنین میں شرکت کی، ہمارے ساتھ ہمارے دو گھوڑے بھی تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھ حصے دیے، چار ہمارے گھوڑوں کے لئے اور دو ہمارے لئے، ہم نے حنین میں ان چھ حصوں کو دو نو جوان اونٹوں کے بدلے فروخت کر دیا۔''

فقیہ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''آدمی کے لئے ایک حصہ اور گھوڑے کیلئے ایک حصہ ہے، اور کہتے تھے کہ میں ایک جانور کو ایک مسلمان آدمی پر فضیلت نہیں دیتا، اور وہ اپنی دلیل اس حدیث کو بناتے تھے:

(جو) منذر بن ابوخمیصہ ہمدانی سے مروی ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقہ میں سوار کو ایک حصہ اور پیادہ کو ایک حصہ دیا، یہ بات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے جائز قرار دیا۔''

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اسی حدیث کی بنیاد پر گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور آدمی کے لئے ایک حصہ قرار دیتے تھے ، لیکن جن احادیث و آثار میں گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ آیا ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور اس سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اور اسی مسلک کو عام طور پر اختیار کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ جانور کو آدمی پر فضیلت دی جائے، اگر فضیلت کا لحاظ ہوتا تو یہ بھی نامناسب ہوتا کہ گھوڑے کیلئے بھی ایک حصہ ہو اور آدمی کیلئے بھی ایک، کیونکہ یہ صورت بھی ایک جانور اور ایک مسلمان آدمی کو برابر درجہ دیتی ہے۔

دراصل اس مسلک کی بناء اس بات پر ہے کہ ایک آدمی کے پاس جنگی سامان دوسرے (پیدل) آدمی سے زیادہ ہوتا ہے ، (اور تقسیم میں اس فرق کا) مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے راستے کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی طرف رغبت ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ گھوڑے کا حصہ بھی اس کے مالک ہی کو ملتا ہے نہ کہ گھوڑے کو۔

تقسیم غنائم میں رضا کارانہ طور پر شریک ہونیوالے اور رجسٹر میں درج فوجی دونوں برابر ہیں، امیر المؤمنین آپ ان دونوں آراء میں سے جس رائے کو مناسب سمجھیں اختیار فرمائیں، جو پالیسی آپ کو مسلمانوں کے لیے بہتر اور مفید نظر آئے اسے اختیار کیجیے، کہ اس میں آپ کے لئے کافی گنجائش ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور میری رائے میں کسی آدمی کو دو سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں دیا جانا چاہیے۔

یحییٰ بن سعید نے حسن سے اس شخص کے بارے میں جو جنگ میں کئی گھوڑے لے کر شریک ہوا ہو روایت کیا ہے کہ، حسن (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ''اس شخص کو مال غنیمت میں سے دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں دیا جائے گا۔''

مکحول نے کہا ہے کہ: ''تقسیم میں دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔''

{سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے}

۸۶۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ لَا نَرِثُهُمْ وَلَا یَرِثُوْنَا.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے ہم نہ ان کے وارث بنیں گے نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۶ باب من مات ولم کترک وارثا مسلما، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۴۳ ح ۱۷۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۹۸۵۶، ۹۸۶۴، سنن الدارمی: ۳۰۳۳، ۳۰۳۵، ۳۰۳۹، ۳۰۴۳، سنن سعید بن منصور: ۱۴۴، ۱۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه الثوری فی الفرائض ص۲۲رقم(۷)ومن طریقه الدارمی عن حماد عن ابراهیم ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال اهل الشرك لا نرثهم ولا یرثونا۔واخرجه سعید بن منصور من طریق مغیرة عن ابراهیم قال قال عمر بن الخطاب لا نرث اهل الملل ولا یرثونا۔واخرجه ابن ابی شیبة والدارمی من طریق عامر الشعبی عن عمر قال لا یتوارث اهل ملتین۔ لفظ الدارمی۔ واخرجه سعید بن منصور والدارمی من طریق عامر ایضاان المغیرة بنت الحارث توفیت بالیمن وهی یهودیة فرکب الاشعث بن قیس وکانت عمته الی عمر فی میراثهافقال عمر لیس ذلك لك یرثها اقرب الناس منهامن اهل دینهالا یتوارث ملتان.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے وہ اس پر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے چاہے ان کے مذہب جدا کیوں نہ ہوں، عیسائی یہودی کا وارث بنے گا یہودی مجوسی کا وارث بنے گا مگر مسلمان ان کا وارث نہیں بنے گا نہ وہ مسلمانوں کے وارث بنیں گے، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۶)

{اہل کے علاقے میں ہتھیار، گھوڑے اور سامان جنگ نہیں بیچنا چاہیے، دیگر سامان بیچ سکتے ہیں}

۸۶۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ كَانَ یَكْرَهُ اَنْ یَّحْمِلَ اِلٰی اَهْلِ الْحَرْبِ السِّلَاحَ وَالْكُرَاعَ وَلَا یَرٰی بِمَاسِوٰی ذٰلِكَ بَأْسًا مِّنَ التِّجَارَةِ وَاَنْ لَّا یُحْمَلَ اِلَیْهِمْ شَیْءٌ اَحَبُّ اِلَیَّ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اہل حرب کے پاس ہتھیار، گھوڑے اور سامان جنگ لے جانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور ان کے علاوہ دیگر سامان تجارت لے جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ مگر میرے (ابو یوسف رحمہ اللہ) کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ ان کی طرف کسی بھی قسم کا سامان تجارت لے کر نہ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٦١٧ باب حمل التجارۃ الی ارض الحرب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ٢ ص ١٦ ح ١٠٥٦، مصنف ابن ابی شیبۃ: ٣٣٣٦٩ باب ما یکرہ ان تحمل الی العدو فیتقوی بہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

دارالحرب سامان تجارت لے جاسکتے ہیں لیکن ایسی چیزیں نہیں لے جانا چاہیے جن سے دشمن فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکے مثلاً آلات جنگ، اسلحہ گولہ بارود وغیرہ۔

{پانی کے لیے جنگ کے حق کا بیان}

٨٧٥۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ اَنَّ قَوْمًا مَرُّوْا بِمَاءٍ فَسَأَلُوْا اَهْلَهَا اَیْنَ الْبِئْرُ؛ فَأَبَوْا اَنْ یَّدُلُّوْهُمْ وَأَبَوْا اَنْ یُّعْطُوْهُمُ الدَّلْوَ فَقَالُوْا وَیْحَکُمْ اِنَّ اَعْنَاقَنَا وَاَعْنَاقَ رِکَابِنَا قَدْ کَادَتْ تُقْطَعُ عَطَشًا فَأَبَوْا اَنْ یُّعْطُوْهُمْ اَوْیَدُلُّوْهُمْ فَذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلاَّ وَضَعْتُمْ فِیْهِمُ السِّلاَحَ۔

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مسافروں کی ایک جماعت ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پانی تھا، انہوں نے اس کے مالکوں سے درخواست کی کہ ان کو کنوئیں کا راستہ بتادیں مگر انہوں نے کنوئیں کا راستہ بتانے اور ڈول دینے سے انکار کردیا، ان مسافروں نے ان سے کہا کہ تمہارا بھلا ہو! ہماری اور ہمارے جانوروں کی گردنیں پیاس کے مارے ٹوٹی جارہی ہیں (مہربانی کر کے تم ہمیں کنوئیں تک پہنچاؤ اور ہمیں ایک ڈول دے دو جس سے ہم پانی نکال سکیں) لیکن ان لوگوں نے کنوئیں کا راستہ بتانے اور ڈول دینے سے انکار کردیا، مسافروں نے واپس آ کر اس واقعہ کا ذکر (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ہتھیار لے کر ان لوگوں پر حملہ کیوں نہ کردیا؟''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابی یوسف: ٢١٩، کتاب الخراج لیحیی بن آدم: ٣٥٥، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج ٦ ص ١٨٩۔

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولو ان صاحب النهر اولعين او البئر او القناة منع ابن السبيل من السرب منها او ان يسقى دابته او بعيرة او شاته حتى يخاف على نفسه فان اصحابنا كانوا يرون على الماء اذا خاف الرجل على نفسه بالسلاح اذا كان فى الماء فضل عمن هو معه ولا يرون ذلك فى الطعام .ويرون فيه الأخذ الغضب من غير قتال. .فاما الماء خاصة فانهم كانوا يرون فيه اذا خيف على النفس قتال المانع منه وهو فى الاوعية عند الاضطرار اذا كان فيه فضل عمن هو فى يده. ويحتجون فى ذلك بحديث عمر. فى القوم السفر الذين وردوا ماء فسألوا اهله ان يدلوهم على البئر فلم يدلوهم عليها .فقالوا: ان اعناقنا واعناق مطايانا قد كادت تنقطع من العطش فدلونا على البئر واعطونا دلوا نستقى به.فلم يفعلوا فذكروا ذلك لعمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه. فقال: هلا وضعتم فيهم السلاح. (كتاب الخراج: ص ۱۰۰)

نہر، چشمہ، کنوئیں یا نالی کا مالک اگر مسافر کو خود پانی پینے یا اپنے اونٹ، بکری یا سواری کے جانور کو پانی پلانے سے روکے اور مسافر کو اپنی جان جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ جب آدمی کو اپنی جان چلے جانے کا اندیشہ ہو تو وہ پانی حاصل کرنے کیلئے ہتھیار لے کر جنگ کر سکتا ہے بشرطیکہ پانی خود مالک کی ضرورت سے زیادہ ہو۔

کھانے کے بارے میں ان کی یہ رائے نہیں، اس کے سلسلہ میں وہ صرف اس حد تک جائز سمجھتے ہیں کہ اسے قتال کے بغیر چھین لیا جائے یا غصب کر لیا جائے۔

قتال کی اجازت ان حضرات نے مخصوص طور پر اس صورت میں دی ہے جب کہ پانی برتنوں میز پر رکھا ہوا ہو اور اس کا مالک اسے دینے سے انکار کر دے، اگر چہ وہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ پانی کی ضرورت شدید ہو اور اس کے بغیر جان چلی جانے کا اندیشہ ہو۔

اس سلسلہ میں یہ حضرات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی ایک حدیث سے احتجاج کرتے ہیں (جو یہ ہے): مسافروں کی ایک جماعت ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پانی تھا، انہوں نے اس کے مالکوں سے درخواست کی کہ ان کو کنوئیں کا راستہ بتا دیں، ان مسافروں نے ان سے کہا کہ ہماری اور ہمارے جانوروں کی گردنیں پیاس کے مارے ٹوٹی جا رہی ہیں، مہربانی کر کے تم ہمیں کنوئیں تک پہنچاؤ اور ہمیں ایک ڈول دے دو جس سے ہم پانی نکال سکیں، لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا، مسافروں نے واپس آ کر اس واقعہ کا ذکر (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ہتھیار لے کر ان لوگوں پر حملہ کیوں نہ کر دیا؟''

۸۷۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ ۔

۸۷۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهٖ.

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے انہوں نے امام ہیثم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔☆

یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

☆ہیثم کے بعد قلمی نسخہ سے ورقہ گرا ہوا ہے مگر یہ حدیث مسند ابی حنیفہ (بروایت حارثی) وغیرہ میں "ابو حنیفۃ عن الهیثم عن الشعبی عن جابر بن عبد الله" کی سند سے بایں الفاظ مروی ہے کہ "بنی سلمہ کے ایک آدمی نے ایک خرگوش شکار کیا مگر اسے ذبح کرنے کے لیے اس کے پاس چھری موجود نہیں تھی تو اس نے تیز دھار پتھر سے اس کو ذبح کر لیا، پھر رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو حضور ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔" اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا علیؓ کو سیدنا ابوبکرؓ وسیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

۸۷۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ رَجُلاً اَتٰى عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَارَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَاقَالَ فَهَلْ رَأَيْتَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ لَا قَالَ لَوْأَخْبَرْتَنِيْ أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِيْ أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ لَاَوْجَعْتُكَ عُقُوْبَةً.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اور اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔"

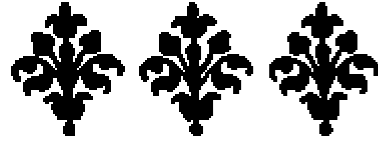
تحقیق:

صحیح، مرسل متعضد ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری"

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر کوڑے ماروں گا۔ (الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد للبیہقی: ص ۳۵۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی: ج ۳ ص ۹۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس کثرت سے کیا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وهذا متواتر عن علی رضی الله عنه" کہ تفضیل شیخین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۳ ص ۱۱۵) نیز سیدنا علی رضی اللہ نے فرمایا: "اس امت میں اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر میں ہوں۔" (تاریخ دمشق: ج ۵۹ ص ۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۹۲)



۱۵۔ کِتَابُ اللُّقَطَةِ

گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام ومسائل

۸۶۹۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِی اللُّقَطَةِ عَرِّفْهَا حَوْلاً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلاَّ فَتَصَدَّقْ بِهَا وَاِنْ شِئْتَ اَمْسَكْتَ فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمِنَكَ وَاِنْ شَاءَ اخْتَارَ الْاَجْرَ۔

عاصم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گری پڑی گم شدہ ملنے والی چیز کے بارے میں فرمایا کہ تو ایک سال تک اس کی تشہیر کر پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو فبہا ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو خود اپنے پاس روک لے، البتہ اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو ضامن بنائے، چاہے تو اجر کو اختیار کر لے (اور اسے چھوڑ دے کچھ نہ لے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۳ باب من اصاب لقطۃ یعرفھا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۶۷ ح ۱۱۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۲۸، ۱۸۶۲۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۶۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۲۰۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

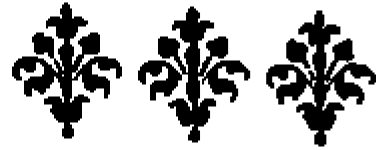
۱۔ امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید السبیعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۲۷۲)

۲۔ امام عاصم بن ضمرہ السلولی الکوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۰۱۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۷۳۹)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۳)اور مؤطا میں حدیث نمبر آٹھ سو پچاس (۸۵۰) کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص گری ہوئی چیز پالے جس کی قیمت دس درہم یا اس سے زیادہ ہو تو اس کی ایک سال تک مشتہر کرے،اگر اس کا مالک مل جائے تو خیر ورنہ اسے خیرات کردے اور اگر وہ خود حاجت مند ہے تو اسے کھائے پھر اگر اس کا مالک آ جائے اسے اختیار ہوگا چاہے وہ اس کی قیمت لے یا ویسی ہی چیز لے اور اگر اس کی قیمت دس درہم سے کم ہو تو جتنے دن تک مناسب سمجھے مشتہر کرے۔پھر اس کے ساتھ وہی کرے جو پہلے کے ساتھ کیا ہے (یعنی صدقہ کرے یا اسے مصرف میں لائے)اور جب اس کا مالک آ جائے تو اس کے ادا کرنے میں بھی اول ہی کی طرح حکم ہے۔(مؤطا محمد: ۸۵۰)



١٦۔ کِتَابُ الْبُیُوْعِ
خرید وفروخت سے متعلق مسائل

{خرید وفروخت میں چار چیزوں سے منع کیا گیا ہے}

٨٨٠۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ یَحْیٰی عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عَنْ عَتَّابِ بْنِ اَسِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَهٗ اَمِیْرًا عَلٰی مَکَّةَ وَقَالَ اِنِّیْ اَبْعَثُكَ اِلٰی اَهْلِ اللّٰهِ فَانْهَهُمْ عَنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ عَنْ رِبْحِ مَالَمْ یَضْمَنْ وَبَیْعِ مَالَمْ یُقْبَضْ وَعَنْ شَرْطَیْنِ فِیْ بَیْعٍ وَّسَلَفٍ.

سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ پر امیر بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ میں آپ کو اہل اللہ (یعنی اہل مکہ) کی طرف بھیج رہا ہوں تم جا کر انہیں چار باتوں سے روک دو۔ ☆اس چیز کے نفع اٹھانے سے جو انسان کے ضمان میں نہ آئے۔ ☆اس چیز کے بیچنے سے جو قبضہ میں نہ ہو۔ ☆بیع میں دو شرطیں لگانے سے، اور بیع میں قرض سے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٧٤٠ باب التجارۃ والشرط فی البیع، جامع المسانید للخوارزمی: ج ٢ ص ٧ ح ١٠٣٣، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ٢٦٦، مسند ربیع بن حبیب: ٨٩٤، سنن ابن ماجہ: ٢١٨٩۔

تحقیق:

حسن ہے۔(واخرجه طلحة بن محمد كما في جامع المسانيد من طريق ابي حنيفة عن يحيى بن عبدالله بن موهب التيمي الكوفي عن عامر الشعبي عن عتاب. واخرجه الربيع بن حبيب في مسنده عن يحيى بن عامر عن عتاب بن اسيد به. واخرجه ابن ماجة من طريق ليث عن عطاء عن عتاب بن اسيد قال لما بعثه رسول الله ﷺ الى مكة نهاه عن شف مالم يضمن. ويشهد له ما اخرجه احمد (٦٦٢٨) و (٦٦٧١) و (٦٩١٨) من حديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده مرفوعاً.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس تمام حدیث پر عمل کرتے ہیں یہ جو فرمایا کہ بیع اور قرض سے منع فرمایا تو اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے میں تمہارے ہاتھ اپنا غلام اتنے اتنے میں بیچتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے اتنے اتنے روپے قرض دو، یا یہ کہے کہ تم مجھے قرض دو اس شرط پر کہ میں تمہارے ہاتھ اس چیز کو بیچوں گا، یہ درست نہیں۔

یہ جو منع فرمایا بیع میں دو شرطیں لگانے سے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز اس وقت ہزار درہم میں بیچے اور مہینے کے بعد دو ہزار درہم میں اس پر عقد بیع ہو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو چیز ضمان میں نہ ہو تو اس کے نفع سے منع کیا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور قبضہ کرنے سے قبل اسے نفع کے ساتھ بیچ دے، اس کے لئے ایسا کرنا درست نہیں، اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی ایسی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے بیچے جو اس نے کسی سے خریدی ہو، یہ سب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے سوائے اس مسئلہ کے مکانات وزمین وغیرہ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں اسے خریدنے والا قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتا ہے کیونکہ یہ چیز یں اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل نہیں ہوتیں، امام محمد رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں دوسری چیزوں کی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۴۰)

{کھجور کا بارآور درخت یا مال والا غلام بیچ دیا جائے تو درخت کا پھل اور غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا}

۸۸۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلاً مُؤَبَّرًا اَوْعَبْدًا فَثَمَرُ النَّخْلِ وَمَالُ الْعَبْدِ لِلْبَائِعِ اِلاَّ اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے بارآور کھجور کا درخت بیچا یا ایسا غلام بیچا جس کے پاس مال ہو تو اس درخت کا پھل اور غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کرلے (کہ میں درخت پھل سمیت یا غلام مال سمیت خرید رہا ہوں)۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۴۳، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ۱۳۔ ۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۷۶۹، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۵۲۰، ۲۲۳۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۱۴، سنن ابی داود: ۳۴۳۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۱۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وللحدیث شواهد)

فوائد ومسائل:

۱۔ درختوں کا پھل اس وقت بننا شروع ہوتا ہے جب پھول کے نر حصے کا زردانہ مادہ حصے کی ڈنڈی کے سرے تک پہنچ جائے۔عام درختوں میں ایک ہی پھول میں نر اور مادہ حصے ہوتے ہیں،اس طرح مادہ پھول آسانی سے بارآور ہوجاتا ہے جو بعد میں پھل بن جاتا ہے۔بعض پودوں میں نر پھول الگ ہوتے ہیں اور مادہ پھول الگ۔ان میں حشرات اور ہوا کے ذریعے سے نر پھول کا زردانہ مادہ پھول تک پہنچ جاتا ہے اور پھل بننا شروع ہوجاتا ہے۔

کھجور کے درخت میں نر پھول ایک درخت پر لگتے ہیں اور مادہ پھول دوسرے درخت پر۔ان میں اگر ہوا اور حشرات کے ذریعے سے بارآوری پر اعتماد کیا جائے تو پھل بہت کم لگتا ہے اس لیے نر درخت کے پھول لے کر مادہ درخت پر چڑھ کر اس کے پھولوں پر چھڑکے جاتے ہیں۔اس طرح پھل زیادہ لگتا ہے۔عربی میں اسے تأبیر کہتے ہیں۔

۲۔ تأبیر ایک مشقت طلب کام ہے اور اس پر پیداوار کی مقدار کا انحصار ہے،اس لیے اگر تأبیر کے بعد درخت بیچا جائے تو بیچنے والے کی محنت ضائع جاتی ہے،چنانچہ سودا کرتے وقت یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ صرف درخت بیچا جارہا ہے یا اس کا پھل بھی۔اگر یہ وضاحت نہ کی گئی ہو تو صرف درخت فروخت ہوگا،اس کا پھل بدستور بیچنے والے کی ملکیت رہے گا،البتہ آئندہ سالوں میں جب خریدار تأبیر کرے گا تو پھل کا مستحق بھی وہی ہوگا۔

{بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہوجائے تو کیا حکم ہے؟}

۸۸۲۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ بَاعَ مِنَ الْاَشْعَثِ رَقِيْقًا مِّنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ فَقَالَ الْاَشْعَثُ اَخَذْتُهُمْ بِعَشَرَةِ آلَافٍ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا.فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اجْعَلْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ رَجُلاً فَقَالَ الْاَشْعَثُ اَنْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ لَاَقْضِيَنَّ فِيْهَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا اخْتَلَفَا الْمُتَبَايِعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ اَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث کو کچھ سرکاری غلام فروخت کیے(تو دونوں کا قیمت میں اختلاف ہوگیا)وہ کہنے لگے کہ یہ میں نے دس ہزار کے بدلے میں خریدا ہے،سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے آپ کو بیس ہزار میں فروخت کیا ہے،اور فرمایا کہ میرے اور اپنے درمیان جسے چاہو ثالث بنالو۔اشعث کہنے لگے کہ آپ ہی میرے اور اپنے درمیان ثالث ہیں اس پر سیدنا ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب (قیمت کی مقدار میں) بیچنے والے اور خرید نے والے کا اختلاف ہو جائے (اور دونوں کے پاس کوئی گواہ بھی نہ ہو) تو بیچنے والے کا قول تسلیم کیا جائے گا (اور بیع قائم رہے گی) یا دونوں بیع کو فسخ کر دیں گے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱۸۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۴۷، سنن الدارمی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۶۔ مسند البزار: ۱۹۹۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۸۴، سنن الدارقطنی: ۲۸۶۰، ۲۸۶۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۸۱۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱۸۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۴۷، سنن الدارمی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۶۔ مسند البزار: ۱۹۹۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۸۴، سنن الدارقطنی: ۲۸۶۰، ۲۸۶۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۸۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ ادھار خرید و فروخت جائز ہے۔ اس قسم کا اختلاف اسی وقت ہوتا ہے جب چیز وصول کر لی گئی ہو اور قیمت ادا نہ کی گئی ہو۔

۲۔ اس قسم کی غلط فہمی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قرض یا ادھار کا معاملہ زبانی طے کیا گیا ہو اور اسے لکھا نہ گیا ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر تحریر لکھ لی جائے۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں حدیث کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جب حدیث سامنے آ جاتی تو فریقین اسے تسلیم کر کے جھگڑا ختم کر دیتے تھے۔ مسلمان کا عمل اسی طرح ہونا چاہیے۔

۴۔ اختلاف کی صورت میں اگر گواہی موجود ہو تو گواہی پر فیصلہ کرنا چاہیے۔

۵۔ اگر گواہ موجود نہ ہو اور خریدی ہوئی چیز کو واپس کرنا ممکن ہو تو بیچنے والے کے دعوی کو تسلیم کر لیا جائے یا سودا ختم کر کے چیز واپس کر دی جائے۔

۶۔ اختلاف کی صورت میں باہمی احترام کو قائم رکھنا ضروری ہے، گالی گلوچ اور الزام تراشی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

{ادھار سامان فروخت کیا، پھر اسے خریدنا چاہے تو اس سے کم قیمت پر نہیں خرید سکتا}

۸۸۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی السِّلْعَةِ یَبِیْعُهَا الرَّجُلُ

بِنَسِيئَةٍ لاَ يَشْتَرِيَنَّهَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ الْمَبِيْعُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سامان کے بارے میں فرمایا کہ اسے کوئی آدمی ادھار افروخت کردے تو پھر اسے اُس سے کم قیمت پر بالکل نہ خریدے یہاں تک کہ مبیع متغیر ہو جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{خلاف شرع خرید و فروخت سے جہاد کا ثواب بھی رائیگاں جانے کا خدشہ ہے}

۸۸۴. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ امْرَأَةِ اَبِي السَّفَرِ اَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اِنَّ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ بَاعَنِيْ جَارِيَةً بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ نَسِيْئَةً وَاشْتَرَاهَا مِنِّيْ بِسِتِّمِائَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَبْلِغِيْ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهُ اِنْ لَّمْ يَتُبْ!.

امام ابوسفر رحمہ اللہ کی بیوی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لونڈی آٹھ سو درہم میں ادھار بیچی، پھر وہی لونڈی انہوں نے مجھ سے چھ سو درہم میں خریدی۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کہ انہیں یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ رب العزت ان کے جہاد کو رائیگاں کردیں گے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۹ ح ۱۰۳۶، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۲ ص ۴۸۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۱۲، ۱۴۸۱۳، سنن الدارقطنی: ۳۰۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۷۹۹، ۱۰۸۰۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۴۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۳۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۲۰۶۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر عند البيهقي)

{چاندی کا برتن درہموں کے بدلے بیچنا ہو تو زیادہ وزن لینا سود ہے}

۸۸۵. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ سَرِيْعٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ إِنِّي اشْتَرَيْتُ بِغَايَةِ الْعَشَرَةِ بِسَبْعَةٍ وَنِصْفٍ وَبِسَبْعَةٍ فَقَالَ أَبِي عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِإِنَاءٍ قَدْ أُحْكِمَتْ صَنَاعَتُهُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَبِيْعَهُ لَهُ فَأُعْطِيْتُ بِهِ وَزْنَهُ وَزِيَادَةً فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ عُمَرُ لَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَإِنَّ الْفَضْلَ رِبًا.

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ☆☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک (خسروانی) برتن لایا گیا جو نہایت عمدگی سے بڑا مضبوط بنایا گیا تھا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے بیچ دوں، پس میں نے جا کر ان سے عرض کیا کہ مجھے اس کے وزن سے زیادہ پیسے بھی مل رہے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں مگر برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۸ باب شراء الذھب والفضۃ تکون فی السیر والجوھر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۶ ح ۱۰۸۹، المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۸ ص ۴۹۶، اعلاء السنن: ۴۷۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ولید بن سریع الکوفی مولی آل عمرو بن حریث المخزومی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۷۰۵، الثقات لابن حبان: ۵۸۷۸، الکاشف: ۶۰۶۵)

{سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے برابر برابر بیچو، زیادتی سود ہے}

۸۸۶. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفَضْلُ رِبًا، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفَضْلُ رِبًا، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفَضْلُ رِبًا. قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ ذَكَرْنَا بَيْعَ الْهَرَوِيِّ عِنْدَ عَطَاءٍ فَلَمْ يَعِبْهُ.

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے ہے وزن میں برابر برابر ہاتھ در ہاتھ اور زیادتی سود ہے، چاندی چاندی کے بدلے ہے وزن میں برابر برابر ہاتھ در ہاتھ اور

زیادتی سود ہے۔ گندم گندم کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے، جو جو کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔ اور نمک نمک کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے امام عطاء رحمہ اللہ کے پاس بلی کی بیع کا ذکر کیا تو انہوں نے اس پر کوئی عیب نہیں لگایا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۰ باب شراء الدرھم الثقال بالخفاف والربا، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۳۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۳ ح ۱۰۸۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۹۶، صحیح البخاری: ۲۱۷۷، ۲۱۷۷، ۲۱۷۷، صحیح مسلم: ۱۵۸۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه البخاری ومسلم من طریق مالك عن نافع عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان رسول اللهﷺ قال لا تبیعوالذھب بالذھب الا مثلا بمثل ولا تشفوابعضھاعلی بعض ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوابعضھا علی بعض ولا تبیعوا منھا غائبابناجز۔ واخرجه البخاری ومسلم من طریق سالم عن عبدالله بن عمر رضی الله عنھماان اباسعید الخدری حدثھا مثل ذلك حدیثاعن رسول اللهﷺ فلقیه عبدالله بن عمر رضی الله عنھمافقال یااباسعید ما ھذا الذی تحدث عن رسول اللهﷺ؛ فقال ابو سعید فی الصرف سمعت رسول اللهﷺ یقول الذھب بالذھب مثلا بمثل والورق بالورق مثلا بمثل.)

فوائدومسائل:

۱۔ اس حدیث میں ربا کے مفہوم کو وسعت دے کر خرید و فروخت اور لین دین کے بعض معاملات کو ربا اور سود قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر ان کا باہمی تبادلہ یا ان کی باہمی خرید و فروخت کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ لین دین برابر سرابر بھی ہو اور دست بدست بھی ہو۔

۲۔ برابر سرابر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا گیہوں بطور تبادلہ بیع دے تو اس سے اتنا ہی گیہوں لے جتنا خود دے۔

۳۔ دست بدست کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں دونوں فریق اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیں، یہ نہ ہونا چاہیے کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا یہ وعدہ کرے کہ میں بعد میں

دے دوں گا، اگر اس حکم کے برخلاف ہوگا کہ یالین دین برابر سرابر نہ ہو یا دست بدست نہ ہو تو اس صورت میں وہ معاملہ ربا یعنی سود کے حکم میں داخل ہو جائے گا۔

۴۔ اس حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض مثال کے طور پر ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اپنے اجتہاد سے کچھ اور چیزوں مثلاً لوہے، چونے اور دیگر اجناس کو بھی ان چیزوں پر قیاس کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک ضابطہ بنانے کے لیے ہر ایک مجتہد نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں میں ربا (یعنی سود) کی علت الگ الگ متعین کی ہے۔

۵۔ اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں اصولی طور پر سود کی علت قدر مع الجنس ہے اس اعتبار سے سونے اور چاندی میں سود کی علت چونکہ وزن ہے اس لیے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں سود کا حکم جاری ہوگا جو موزون (یعنی وزن کے ذریعے لی دی جانے والی) ہو جیسے لوہا، تانبا وغیرہ۔

اور باقی چیزوں میں سود کی علت چونکہ کیل ہے اس لئے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں سود کا حکم جاری ہوگا جو کیل (یعنی پیمانے کے ذریعے لی جانے والی) ہو جیسے چونا وغیرہ۔ اور شریعت نے جس چیز کے کیل یا موزون ہونے کا حکم صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں تبدیلی روا نہیں ہے مثلاً سونے اور چاندی کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ دونوں موزون کے حکم میں ہیں۔

اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو، اسی طرح گیہوں، جَو، کھجور اور نمک کو شریعت نے اس چیزوں میں شمار کیا ہے جو کیل یعنی پیمانے کے ذریعے لی دی جاتی ہیں، اس لئے یہ چیزیں کیل کے حکم میں ہیں، اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو ،لہٰذا سونے یا چاندی کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں وزن اور کیل ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے لیا دیا جائے تو وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہے، وزن میں کمی بیشی قطعاً جائز نہیں ہوگی۔

اسی طرح باقی چیزوں کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں کیل کا اعتبار ہوگا، کیونکہ اگرچہ عام رواج کے مطابق ان چیزوں کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہو، لیکن شرعی طور پر یہ چیزیں کیل ہی کے حکم میں ہوں گی، اس لئے اگر کوئی شخص کسی کو ایک من گیہوں کے بدلے میں ایک ہی من گیہوں دے تو یہ لین دین جائز نہ ہوگا تاوقتیکہ دونوں طرف کے گیہوں پیمانے کے اعتبار سے برابر سرابر نہ ہوں۔

(لیکن یہ بات بھی صاف ہے کہ فقہاء میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً ہر چیز کے کیل یا موزون ہونے میں عام رواج کا اعتبار ہے اور اہلسنت والجماعت احناف کے ہاں اسی پر عمل ہے) جَو کھجور اور نمک کا بھی یہی حکم ہے۔

ہاں جس چیز کا موزون یا کیل ہونا شریعت نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے، اس کے بارے میں عام رواج ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر وہ چیز عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہوگی تو وہ شرعی طور پر بھی موزون ہی کے حکم میں ہوگی کہ اس کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہوگا، اس لئے لوہا اور تانبا چونکہ عام رواج کے مطابق وزن کے

ذریعے لیا دیا جاتا ہے، اس لئے ان کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہے اگر وزن میں کمی بیشی ہوگی تو یہ ربا یعنی سود کے حکم میں داخل ہوگا۔

{نرخ کی گرانی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے}

۸۸۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قِيْلَ لَهُ سَعِّرْ فَقَالَ اِنَّ الرُّخْصَ وَالْغَلَاءَ مِنَ اللّٰهِ وَاِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ اَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَا مَظْلَمَةَ لِاَحَدٍ عِنْدِيْ.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: (نرخ گراں ہو گئے ہیں لہٰذا) آپ ایک نرخ مقرر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نرخ کی گرانی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہو (جس کا وہ مجھ سے وہاں بدلہ چاہے)۔

فوائد ومسائل:

سنن ابی داود (۳۴۵۰) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند متصل مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! نرخ مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ میں دعا کروں گا (کہ اللہ تعالیٰ ارزانی فرما دے'') پھر ایک اور آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! نرخ مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ اللہ ہی گھٹاتا اور بڑھاتا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں گا کہ مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوگی (جس کا وہ مجھ سے وہاں بدلہ چاہے)۔''

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے قیمتوں کو مارکیٹ فورسز، خصوصاً رسد وطلب کے فطری توازن کے مطابق رکھنے پر زور دیا اور مہنگائی کے باوجود قیمتیں مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کا یہ فرمان کہ اللہ ہی (چیزوں کی رسد) گھٹانے بڑھانے والا ہے۔ موجودہ اکنامکس کے تصورات سے صدیوں پہلے علم کی بات ہے۔

آپ نے اس کے ذریعے سے معیشت کا ایک بنیادی اصول بیان فرمایا ہے اور منڈی کے عوامل کے آزاد رہنے کو انصاف اور عدل قرار دیا۔ قیمتوں کے تقرر سے کسی نہ کسی کا حق ضرور مارا جاتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب کا حکم دیا۔

۳۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہنگائی کا علاج یہ ہے کہ اشیاء کی رسد میں برکت میں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کا مفہوم یہی ہے کہ وہ چیزوں کی پیداوار میں برکت عطا کرے اور ضرورت پوری کرنے کا متبادل انتظام کر دے۔ حکومت کو یہی چاہیے کہ وہ مہنگائی توڑنے کے لیے رسد میں اضافے کی کوشش کرے اور متبادل طریقے تلاش کرے۔ یہ مہنگائی کا کامیاب علاج ہے، جبکہ قیمتیں مقرر کرنے کے باوجود منڈی میں ان پر عمل نہیں ہوتا اور چیزوں کی چور بازاری شروع ہو جاتی ہے جس سے لوگوں کی اذیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

{جتنا قرض دیا، اس سے زیادہ لینا سود ہے}

۸۸۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَقْرَضَ رَجُلاً دَرَاهِمَ فَأَتَاهُ بِدَرَاهِمَ اَجْوَدَ مِنْهَا فَأَعْطَاهَا اِيَّاهُ فَأَبَىٰ اَنْ يَقْبَلَهَا وَقَالَ ائْتِنَا بِمِثْلِ دَرَاهِمِنَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو چند درہم بطور قرض دیئے، ادائیگی کے وقت اس شخص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان سے عمدہ قسم کے درہم دیئے مگر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "ہمارے پاس ہمارے درہموں جیسے لایئے۔"

تحقیق:

صحیح ہے۔

{اس شرط پر دراہم قرض دینا کہ وہ اسے دوسری زمین میں واپس کرے گا}

۸۸۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ الدَّرَاهِمَ قَرْضًا عَلَىٰ اَنْ يُوَفِّيَهُ اِيَّاهَا فِىْ اَرْضٍ أُخْرَىٰ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو اس شرط پر دراہم قرض دے کہ وہ اسے دوسری زمین (مثلاً رقی) میں واپس دے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۷ باب القرض، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۷۴۔۷۵ ح ۱۱۵۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷۷)

{بھاری کھوٹے درہموں کو ہلکے (زیر استعمال کھرے) درہموں کے بدلے خریدنے کا حکم}

۸۹۰. يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ مَرْزُوْقٍ اَبِيْ بُكَيْرٍعَنْ اَبِيْ جَبَلَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَااَنَّهُ سَأَلَهُ فَقَالَ اِنَّا نَقْدَمُ الأَرْضَ وَمَعَنَاالْوَرِقُ الْخِفَافُ النَّافِقَةُ وَبِهَاالْوَرِقُ الثِّقَالُ الْكَاسِدَةُ أَفَنَشْتَرِيْ وَرِقَهُمْ بِوَرِقِنَا فَقَالَ: لَاوَلٰكِنْ بِعْ وَرِقَكَ بِالدَّنَانِيْرِوَاشْتَرِوَرِقَهُمْ بِالدَّنَانِيْرِ وَلَا تُفَارِقْهُ حَتّٰى تَقْبِضَ وَاِنْ صَعِدَ فَوْقَ بَيْتٍ فَاصْعَدْ مَعَهُ وَاِنْ وَثَبَ فَثِبْ مَعَهُ.

امام ابوجبلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم ایسے علاقے میں آتے ہیں جہاں کھوٹے بھاری درہم ہوتے ہیں اور ہمارے پاس چلنے والے ہلکے درہم ہوتے ہیں کیا ہم ان کے درہموں کو اپنے درہموں کے بدلے خرید سکتے ہیں؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اپنے درہموں کو دنانیر کے بدلے بیچ دیا کرو اور دنانیر کے بدلے ان کے درہم خریدو، اور جب تک اپنے ساتھی سے مکمل مال وصول نہ کرلو تب تک اس سے جدا نہ ہونا (حتی کہ وصولی سے پہلے) اگر وہ گھر کے اوپر چڑھے تو تم بھی اس کے ساتھ چڑھ جاؤ اگر وہ چھلانگ لگائے تو تم بھی اس کے ساتھ چھلانگ لگادو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۹ باب شراء الدراھم الثقال بالخفاف والربا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۷ ح ۱۰۹۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۱۴۵۵۱) وابن ابی شیبة (۵/۳۰۰) من طریق عمرو بن دینار قال سمعت ابن عمر یقول ان استنظرك حلب ناقة فلا تنظره. واخرجه ابن ابی شیبة (۵/۳۰۰) من طریق عبدالعزیز بن حکیم سمعت ابن عمر یقول اذا صرفت دینارا فلا تقم حتی تأخذ ثمنه.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۹)

{درہموں کی جگہ دینار یا دیناروں کی جگہ درہم وصول کیے جاسکتے ہیں؟}

۸۹۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الدَّرَاهِمِ تَكُوْنُ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ فَیَأْخُذُ بِهَا دَنَانِیْرَ اَوْ یَأْخُذُ بِذٰلِكَ یَدًا بِیَدٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے درہموں کے بارے میں جو ایک شخص کے کسی کے ذمے ہوں اور وہ درہموں کی جگہ دینار وصول کرلے یا دیناروں کی جگہ دراہم وصول کرلے یا اس کی جگہ سامان ہاتھ در ہاتھ وصول کرلے تو فرمایا: کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کردے تو حکم ہے؟}

۸۹۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ یَكُوْنُ لَهُ الدَّیْنُ عَلَى الرَّجُلِ اِلٰى اَجَلٍ فَیُعَجِّلُ لَهُ بَعْضَهَا قَبْلَ الْاَجَلِ وَیَحُطُّ عَنْهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ مَالُهُ وَتَرَكَهُ لَهُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی قرض ہو، جو متعین مدت تک ہو، اور پھر وہ جلدی ادائیگی کا مطالبہ کرے اور قرض کا کچھ حصہ معاف کردے تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ اسی کا مال ہے جس سے اس نے کچھ چھوڑ دیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۹۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ لِرَجُلٍ عَلَیَّ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ دِرْهَمٍ اِلٰى اَجَلٍ وَاَنَّهُ قَالَ عَجِّلْ لِیْ اَلْفَیْنِ وَاَحُطُّ عَنْكَ اَلْفَیْنِ قَالَ فَنَهَانِیْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَنَهَانِیْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَقَامَ ابْنُ عُمَرَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا یُرِیْدُ اَنْ اُطْعِمَهُ الرِّبَا۔

امام میسرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مجھ پر ایک آدمی کے چار ہزار درہم (قرض) ہیں، جو متعین مدت تک ہیں، اس آدمی نے کہا ہے کہ تم مجھے جلدی دو ہزار درہم ادا کردو تو میں تمہیں

باقی دو ہزار درہم معاف کردوں گا، امام میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مجھے منع کردیا، پھر میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے منع فرمادیا پھر میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھے منع فرمادیا، پھر (چوتھی) مرتبہ پوچھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہوکر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کو سود کھلاؤں؟۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وللحدیث شاهد عند مالك (۲۳۶۹) وغيره)

زیاد بن میسرہ سے امام زیاد بن ابی زیاد میسرہ مخزومی مدنی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۲۰۴۴)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جس آدمی کا قرض ایک میعاد (مدت) تک کسی کے ذمے ہو، دوسرے نے کہا کہ رقم کچھ کم کردو تو میں ادائیگی جلدی کرتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر دین کے بدلے میں کم معجل لیتا ہے۔ گویا وہ کثیر دین کے عوض میں قلیل حاضر کی بیع کرتا ہے۔

یہی موقف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔(مؤطا امام محمد: رقم الحديث۷۹۰باب الرجل يبيع المتاع او غيره ثم يقول انقدني واضع عنك)

{بیع میں شرط کرنے کا حکم}

۸۹۳۔يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اشْتَرَى مِنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ جَارِيَةً وَاشْتَرَطَتْ عَلَيْهِ إِنْ هُوَ اسْتَغْنَى عَنْهَا فَهِيَ أَحَقُّ بِالثَّمَنِ فَأَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَا يُعْجِبُنِي أَنْ تَطَأَهَا وَلِأَحَدٍ فِيهَا شَرْطٌ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّهَا۔

امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیوی) زینب ثقفیہ سے ایک باندی خریدی، زینب نے یہ شرط لگائی کہ اگر انہیں اس کی ضرورت نہ رہی تو اس کی قیمت کی وہ زیادہ حقدار ہوں گی، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا تو

انہوں نے فرمایا: مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم اس کے قریب جاؤ اور اس کی بیع کے سلسلہ میں کوئی شرط لگائی گئی ہو، چنانچہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اس باندی کو واپس کر دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵ ۴ باب ال امۃ تباع اوتوھب ولھا زوج، مؤطا محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۲، مؤطا مالک: ۲۲۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۸۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۹۱، سنن سعید بن منصور: ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۶۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۴۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۰۰، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵ ۴ باب ال امۃ تباع اوتوھب ولھا زوج، مؤطا محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۲، مؤطا مالک: ۲۲۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۸۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۹۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔(واخرجه الامام محمد فی الآثار عن ابی حنیفة عن ابی العطوف عن الزهری ان عبدالله بن مسعود. ...فذكره.واخرجه مالك فی الموطا ومن طريقه محمد فی الموطاوالبیهقی عن الزهری عن عبیدالله بن عتبة بن مسعودان عبدالله بن مسعود. ...فذكره.واخرجه عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عبیدالله ان عبدالله بن مسعوداشترى....فذكره.واخرجه الطحاوی والبیهقی من طریق محمد بن عمرو بن الحارث عن زینب امرأته عبدالله بن مسعود. ...فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اگر بیچنے والا خریدار سے یا خریدار بیچنے والے سے کوئی ایسی شرط کرلے جو بیع کے مقتضیات میں سے نہیں ہے اور اس میں بیچنے والے یا خریدار کا کوئی فائدہ مقصود ہو تو وہ بیع فاسدہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔(مؤطا محمد: ۷۹۰، کتاب الآثار: ۶۵ ۴)

{کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کردے تو حکم ہے؟}

۸۹۵۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالَ عَجِّلْ لِي وَأَضَعُ عَنْكَ فَسَأَلَ عَنْ ذَلِكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَنَهَاهُ. فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مَالُهُ

يَهَبُ لِيْ مِنْهُ فَنَهَاهُ فَأَعَادَ عَلَيْهِ فَأَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا يُرِيْدُ اَنْ اُطْعِمَهُ الرِّبَا.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہل مکہ کے ایک شخص سے اور وہ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ان پر کسی دوسرے شخص کا قرض تھا اس شخص نے کہا کہ تم مجھے جلدی ادا کر دو تو میں تمہیں قرض میں سے کچھ معاف کر دوں گا، انہوں نے اس سلسلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا، انہوں نے اپنی بات دہراتے ہوئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اسی کا مال ہے جس میں سے کچھ وہ مجھے ہبہ کرنا چاہتا ہے اس پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کو سود کھلاؤں؟۔

تحقیق:

حسن ہے۔(تقدم فی ۸۹۳ وللحدیث شاھد عند مالک (۲۴۷۹) وغیرہ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جس آدمی کا قرض ایک میعاد (مدت) تک کسی کے ذمے ہو، دوسرے نے کہا کہ رقم کچھ کم کر دو تو میں ادائیگی جلدی کرتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر دین کے بدلے میں کم معجّل لیتا ہے۔ گویا وہ کثیر دین کے عوض میں قلیل حاضر کی بیع کرتا ہے۔

یہی موقف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔(مؤطا امام محمد: رقم الحدیث ۹۶، باب الرجل یبیع المتاع او غیرہ ثم یقول انقدنی واضع عنک)

{بیع سلم کا کچھ سامان اور کچھ اصل مال لے لے تو درست ہے}

۸۹۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ بَعْضَ سَلَمِهٖ وَيَأْخُذُ بَعْضَ رَأْسِ مَالِهٖ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ ذٰلِكَ الْمَعْرُوْفُ الْحَسَنُ الْجَمِيْلُ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے شخص کے بارے میں جو کچھ بیع سلم کا سامان لے لے اور باقی کے بدلے کچھ اصل مال لے لے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ عمدہ اچھی اور بہتر بات ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ محمد: ۷۴۷باب السلم ی أخذ بعضہ وبعض راس مالہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲ ح ۱۰۷۴، کتاب الحجۃ: ج ۲ ص ۵۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۰۲، اعلاء السنن: ج ۱۴ ص ۴۲۲، السنن الکبری للبیہقی: ج ۶ ص ۲۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۹۸۸، ۱۹۹۸۹، ۱۹۹۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابي شيبة)

ابوعمر سے امام ابوعمرز ر بن عبداللہ بن زرارہ ہمدانی مرہبی کوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۱۸۱۳، الثقات لابن حبان: ۷۷۹۰)

فوائد مسائل:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار: ۷۴۷)

۲۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہے کہ قیمت ابھی لے اور مبیع کچھ دنوں بعد دے (یعنی سونا، چاندی یا مروجہ سکہ پیشگی قیمت کی صورت میں دے کر ایک معلوم و متعین مدت تک چیز لینے کا سودا طے کرنا)۔اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔قیاس بیع سلم کے جواز سے انکاری ہے کیونکہ یہ صورت بھی اس ضمن میں آجاتی ہے کہ کوئی شخص وہ چیز فروخت کرے جو اس کے پاس نہیں، مگر اسے صحیح احادیث کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ جو قیمت پیشگی ادا کی جائے وہ راس المال کہلاتی ہے۔اور اس کے عوض مقررہ مدت تک مؤخر کی گئی فروخت شدہ چیز کو مُسَلَّمٌ فِیْهِ کہتے ہیں۔

۴۔ اور پیشگی قیمت ادا کرنے والے کو رَبُّ السَّلَمِ اور فروخت کرنے والے کو مُسَلَّمٌ اِلَيْهِ کہتے ہیں۔

{حیوان میں بیع سلم درست نہیں ہے}

۸۹۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَعْطَى زَيْدَ بْنَ خُلَيْدَةَ مَالًا مُضَارَبَةً فَأَسْلَمَ اِلَى عِتْرِيْسِ بْنِ عُرْقُوْبٍ فِيْ قَلَائِصَ مَعْلُوْمَةٍ اِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ فَحَلَّتْ فَأَخَذَ مِنْهُ بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ فِيْمَا بَقِيَ فَأَتَى عَبْدَاللّٰهِ وَكَلَّمَهُ فِيْ اَنْ يُّنْظِرَهُ

فِيۡمَا بَقِيَ فَأَرۡسَلَ اِلَىٰ زَيۡدٍ فَسَأَلَهُ فِيۡمَا اَسۡلَمۡتَ قَالَ اَسۡلَمۡتُ اِلَيۡهِ فِيۡ قَلَائِص مَعۡلُوۡمَةٍ بِأَسۡنَانٍ مَعۡلُوۡمَةٍ اِلَىٰ اَجَلٍ مَعۡلُوۡمٍ فَقَالَ عَبۡدُاللّٰهِ ارۡدُدۡ مَا اَخَذۡتَ مِنۡهُ وَخُذۡ رَأۡسَ مَالِكَ وَلَا تُسۡلِمۡ شَيۡئًا مِنۡ اَمۡوَالِنَا فِي الۡحَيَوَانِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے زید بن خویلدہ کو کچھ مال مضاربت دیا، زید نے عتریس بن عرقوب کو کچھ مال اونٹوں میں بیع سلم کے لئے دے دیا، جب وقت مقررہ آ گیا تو بعض اونٹ لے لئے اور بعض باقی رہ گئے، اسی دوران عتریس تنگدست ہو گئے (اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ یہ مال سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تھا) چنانچہ وہ ان کے پاس آ سا نیطلب کرنے آئے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا اور فرمایا تم نے جو کیا ہے وہ واپس کر دو اور اپنا اصل مال لے لو اور آئندہ کسی حیوان کے بارے میں بیع سلم نہ کرنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۷ باب السلم یأخذ بعضہ وبعض رأس مالہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲ ح ۱۰۷۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۴۷، ۱۴۱۴۹، ۱۴۱۵۰، اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی: ص ۳۲، ۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۵ ص ۱۹۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲ ح ۱۰۷۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۴۷، ۱۴۱۴۹، ۱۴۱۵۰، اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی: ص ۳۲، ۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۵ ص ۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں حیوان میں بیع سلم درست نہیں ہے یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۷)

{کیلی (ماپنے) اور وزنی (تولی جانے والی) چیزوں میں بیع سلم کا بیان}

۸۹۸۔ يُوۡسُفُ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ اَبِيۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ حَمَّادٍ عَنۡ اِبۡرَاهِيۡمَ اَنَّهُ قَالَ اَسۡلِمۡ مَا يُكَالُ فِيۡمَا يُوۡزَنُ

وَأَسْلِمْ مَا يُوْزَنُ فِيمَا يُكَالُ وَلاَ تُسْلِمْ مَا يُكَالُ فِيمَا يُكَالُ وَلاَمَا يُوْزَنُ فِيمَا يُوْزَنُ وَاِذَا كَانَ نَوْعًا وَّاحِدًا اِمَّا لَا يُكَالُ وَلاَ يُوْزَنُ فَلاَ بَأْسَ بِهِ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ يَدًا بِيَدٍ وَلاَ خَيْرَ فِيهِ نَسِيئَةً.

۸۹۹. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ تَأْخُذْ الا رَأْسَ مَالِكَ أَوْمَا أَسْلَمْتَ فِيهِ بِعَيْنِهِ وَاِذَا كَانَ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانِ مِمَّا لاَ يُكَالُ وَلاَ يُوْزَنُ فَلاَ بَأْسَ بِاثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ يَدًا بِيَدٍ وَلاَ بَأْسَ بِهِ نَسِيئَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیلی کا موزون سے بیع سلم کرو اور موزون کا کیلی سے، اور بیع سلم نہیں کی جائے گی کیلی کی کیلی سے اور موزون کی موزون سے۔ اور جب اس کا تعلق ایک جنس کے ساتھ ہو جس کا کیل نہیں کیا جاتا اور وزن بھی نہیں کیا جاتا تو اس میں دو کو ایک کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو ادھار بیچنے میں خیر نہیں ہے۔ اور جب دونوں جنسیں الگ ہوں غیر مکیلی اور غیر موزون میں تو دو کو ایک کے بدلے بیچ سکتے ہیں، ہاتھ در ہاتھ اور اس کے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سب کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام: ۷۴۹ باب السلم فیما یکال و یوزن)

۹۰۰. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلاَ بَأْسَ اَنْ يُّسْلِمَ مَا يُوْزَنُ فِيمَا يُوْزَنُ وَمَا يُكَالُ فِيمَا يُكَالُ.

امام عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب دونوں جنسیں الگ ہوں تو پھر موزون کی موزون سے اور کیلی کی کیلی سے بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{کپڑوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج بشرطیکہ اس کا عرض و موٹائی معلوم ہو}

۹۰۱. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي الثِّيَابِ

اِذَا کَانَ ذٰلِکَ مَعْلُوْمًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کپڑوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ (اس کا عرض اور موٹائی) معلوم ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۸ باب السلم فی الثیاب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴ ح ۱۰۴۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۴۱۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

کپڑے کا طول وعرض، جنس اور نوع معلوم ومتعین ہوں تو اس میں بیع سلم جائز ہے اور اس طرح یہ مکیلی وموزون کے ساتھ مل جائے گا، ضرورت کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے، کپڑے سے بغیر سلا کپڑا مراد ہے سلے کپڑے جیسے ٹوپیاں، موزے وغیرہ میں بیع سلم جائز نہیں۔ اگر کوئی کپڑا وزن کر کے بیچا جاتا ہو تو وزن کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر جہالت رہے گی۔

{پیسوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں}

۹۰۲. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِی الْفُلُوْسِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''پیسوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۶ باب الکفیل والرھن فی السلم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار:۷۵۶)

{جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے بیماری اٹھالی جاتی ہے}

۹۰۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا طَلَعَ النَّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَۃُ عَنْ اَهْلِ کُلِّ بَلَدٍ۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب (ثریا) ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے بیماری اٹھالی جاتی ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۷ باب شرب الدواء والبان البقر والاکتواء، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۴۹۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۲۸۲، فوائد تمام للرازی: ۱۷۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص ۱۳۸، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۴، اخبار اصبهان: ج۱ص ۱۲۱، کشف الاستار: ۱۲۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۲۷، کتاب العظمۃ لابی الشیخ الاصبهانی: ج۴ص ۱۲۲۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{پھلوں میں بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں}

۹۰۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تُسْلِمْ فِی الثَّمَرَۃِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”پھلوں میں بیع سلم نہ کرو (یہاں تک کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۳ باب السلم فی الفاکھۃ الی العطاء وغیرہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۰۲۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ایسے پھل میں بیع سلم نہیں کر سکتے جو لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو مگر یہ کہ وہ زمانہ اس پھل کا ہو اور لوگوں کے پاس موجود ہو اور بیع سلم کی مدت اس پھل کے ختم ہونے سے قبل کی متعین کی جائے ایسا کرے گا تو جائز ہوگی ورنہ اس میں کوئی خیر نہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۳)

{کسی کے ذمے قرض ہو، وہ واپس لئے بغیر اس کو اگلے سودے کا ایڈوانس قرار دے سکتے ہیں}

۹۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ رَجُلٍ یَکُوْنُ لَہٗ عَلٰی رَجُلٍ دَیْنٌ فَیَجْعَلُہٗ فِی السَّلَمِ قَالَ لَا حَتّٰی یَقْبِضَہٗ.

حماد سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کا کسی پر قرض ہو وہ اسے سلم میں شامل کر دے فرمایا اس میں کوئی خیر نہیں ہے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۰ باب السلم فیما یکال ویوزن، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۰۲۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۱۶۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ بیع الدین بالدین ہے، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۰)

{میووں میں خیرات وغیرہ ملنے تک بیع سلم کا بیان}

۹۰۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ الرَّجُلِ يُسْلِمُ فِيْ الْفَاكِهَةِ اِلَىٰ الْقِطَاعِ فَيَأْخُذُهَا قَفِيْزًا قَفِيْزًا قَالَ لَا خَيْرَ فِيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو میووں میں خیرات وعطاء ملنے کی مدت پر بیع سلم کرے کہ اسے ایک ایک قفیز کر کے لے گا فرمایا اس میں کوئی خیر نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۲ باب السلم فی الفاکھۃ الی العطاء وغیرہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۲)

{بیع سلم مقررہ ماپ اور مقررہ وزن کے ساتھ مقررہ مدت کے لیے ہونی چاہیے}

۹۰۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ اِذَا كَانَ كَيْلاً مَّعْلُوْمًا اَوْ ذَرْعًا مَّعْلُوْمًا اِلَىٰ اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بیع سلم میں کوئی حرج نہیں جب وہ معلوم ماپ یا معلوم تول کے ساتھ معلوم مدت کے لیے ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع سلم کی جا رہی ہو، اگر وہ پیمانہ سے ماپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری

ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یہ پندرہ پیمانے۔

اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس کلو ہوگی یا پندرہ کلو، اسی طرح مسلم فیہ (بیع سلم میں خریدی جانے والی چیز) کی ادائیگی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس اثر کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

{بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں}

۹۰۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَأْسَ بِالرَّهْنِ وَالْكَفِیْلِ فِیْ السَّلَمِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵ باب الکفیل والرھن فی السلم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۱۸، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵ باب الکفیل والرھن فی السلم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۱۸، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵ باب الکفیل والرھن فی السلم، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵)

{بیع محاقلہ، ومزابنہ ممنوع ہے}

۹۰۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْوَلِيْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَقَالَ لَا تَبِيْعُوا النَّخْلَ سَنَتَيْنِ وَثَلَاثًا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''کہ نبی اکرم ﷺ نے بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ سے منع کیا ہے۔'' اور ارشاد فرمایا: ''کہ کھجور کا درخت دو سالوں یا تین سالوں کے لیے فروخت نہ کرو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۸۷ ح ۱۱۶۵، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۳۴، صحیح البخاری: ۲۳۸۱، صحیح مسلم: ۱۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۶، سنن ابی داود: ۳۴۰۴، سنن الترمذی: ۱۲۹۰، سنن النسائی: ۳۸۷۹، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۸۹۱، مسند الحمیدی: ۱۳۲۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۵۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۳۵۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۰۰، ۵۶۱۵، صحیح ابن حبان: ۴۹۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۸۶، ۸۷۳۸، ۹۰۲۲، ۹۰۵۶، سنن الدارقطنی: ۲۹۹۰، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۷ ص ۳۳۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۶۰۱، ۱۰۶۰۲، ۱۰۶۱۸، ۱۰۶۲۱، ۱۰۶۳۹، ۱۰۶۵۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۰۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۲۴۳، شرح السنۃ للبغوی: ۲۰۷۱، مرقاۃ المفاتیح: ۲۸۳۵، مشکاۃ المصابیح: ۲۸۳۵، بلوغ المرام: ۸۰۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق كثيرة)

فوائد ومسائل:

۱۔ محاقلہ کا مطلب ہے بالیوں میں کھڑی کھیتی کو اسی جنس کے غلے کے عوض فروخت کرنا، جیسے گندم کے کھیت کے بدلے میں گندم فروخت کرنا۔

۲۔ مزابنہ کا مطلب ہے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے اتارے ہوئے خشک پھل کے عوض فروخت کرنا، مثلاً: خشک کھجوروں کے بدلے درخت پر تازہ کھجوروں کی بیع، اور خشک انگور (کشمش) کے بدلے بیلوں پر لگے ہوئے انگور کی بیع۔

۳۔ ان دونوں میں وجہ تحریم یہ ہے کہ دونوں کی صحیح مقدار کا علم نہیں ہو سکتا کہ تر میوہ خشک ہو کر کتنا رہ جائے گا، زیادہ کا بھی امکان ہے اور کم کا بھی۔ دونوں صورتوں میں فریقین میں سے کسی کو نقصان ہو سکتا ہے۔ جب جنس ایک ہو تو پھر برابری ضروری ہے۔ اس صورت میں بڑھوتری اور زیادتی سود ہوگا۔ اور سود کسی بھی صورت میں حلال نہیں۔

{اللہ نے سود کھانے والے، سود دینے والے وغیرہما پر لعنت کی ہے}

۹۱۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوْتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوْتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوْتَشِرَةَ وَالْوَاصِمَةَ وَالْمُوْتَصِمَةَ وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ وَالْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گدوانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کروانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله طرق اخرى)

فوائد ومسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب وزینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یہ جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشہ اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔ عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرنا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور مٹتا نہیں۔ عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔ یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

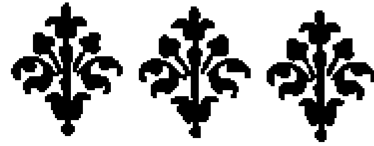
۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔

۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے، خواہ یہ سود

بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔

۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام، معصیت اور گناہ ہے۔ حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گذارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام، معصیت اور گناہ ہے۔



۱۷۔ كِتَابُ الْقَضَاءِ

فیصلہ کرنے سے متعلق احکام ومسائل

{حکومت ایک امانت ہے جس نے اس کا حق ادا نہ کیا، وہ قیامت کے روز ذلیل ورسوا ہوگا}

۹۱۱۔قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ اَبِيْ غَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ يَا اَبَاذَرٍ الْاِمْرَةُ اَمَانَةٌ وَهِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلاَّ مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! امارت وحکومت ایک امانت ہے اور قیامت کے روز یہ ذلت ورسوائی اور ندامت کا ذریعہ ہے سوائے اس کے جو اس کو اس کے حق کے ساتھ سنبھالے پھر اس سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داری آتی ہے اسے پورا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۲۵ باب الامارۃ ومن استن سنۃ حسنۃ۔۔۔، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۹۲ح ۸۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص۲۵۹، ۲۷۳، الاربعین المختارۃ من حدیث الامام ابی حنیفۃ: ۴۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۵، کتاب الاموال لابی عبید: ۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۵۱۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۷، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۲۱۲، شعب الایمان للبیہقی: ۷۰۵۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۹۷۲۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه ابو عبيد فى الاموال من طريق عبدالله بن ابى لهيعة ومسلم من طريق بكر بن عمرو المعافرى واحمد من طريق عبدالله بن لهيعة والطحاوى والبيهقى من طريق بكر بن عمرو المعافرى كلاهما عن الحارث بن يزيد الحضرمى عن ابن حجيرة عن ابى ذر به.)

ابوغسان سے امام ہیثم بن ابی ہیثم حبیب صیرفی رحمہ اللہ مراد ہیں چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحارثی اور مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم میں اس کی سند یوں ہے: عن ابی حنیفة عن الهيثم عن الحسن عن ابی ذر۔

فائدہ:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکومت وسیادت سے پرہیز کرنے کے بارے میں یہ حدیث اصل عظیم اور سب سے بڑی رہنما ہے، بطور خاص اس شخص کے لئے جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قوت نہ رکھتا ہوں۔

{رنگساز کا گھر جل گیا، اس میں رنگائی کے لیے آئے ہوئے کپڑے بھی جل گئے، تاوان نہیں ہے}

۹۱۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ شُرَيْحٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِصَبَّاغٍ فَقَالَ دَفَعْتُ ثَوْبِيْ اِلَىٰ هٰذَا فَاحْتَرَقَ بَيْتُهُ فَيَمَا يَزْعُمُ قَالَ شُرَيْحٌ كَذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اغْرَمْ لَهُ ثَوْبَهُ قَالَ كَيْفَ اَغْرَمُ لَهُ ثَوْبَهُ وَقَدِ احْتَرَقَ بَيْتِيْ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوِ احْتَرَقَ بَيْتُهُ اَكُنْتَ تَدَعُ لَهُ مِنْ اَجْرِكَ شَيْئًا؟

امام علی بن اقمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا کہ اسی دوران ایک شخص رنگساز کو لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنا کپڑا اسے (رنگنے) کے لیے دیا تھا، اس کا گھر جل گیا (اور میرہ کپڑا بھی ساتھ جل گیا)، قاضی شریح رحمہ اللہ نے رنگساز سے پوچھا کہ معاملہ اسی طرح ہے اس نے کہا جی ہاں! (یہ سننے کے بعد) قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ اسے اس کے کپڑے کا جرمانہ دو، اس نے کہا کہ میں اسے کیسے اس کے کپڑے کا جرمانہ دوں جبکہ میرا تو گھر جل چکا ہے؟ شریح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر اس کا گھر جل گیا ہوتا تو کیا تم نے اپنا معاوضہ اسے چھوڑ دینا تھا؟

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۹۵، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵۰ ح ۱۱۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۹۶۵ باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا علیؓ سنار، دھوبی اور جولائے کو ضامن قرار نہیں دیتے تھے}

۹۱۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ حَدَّثَنَا بَشِيْرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ لاَ يُضَمِّنُ الْقَصَّارَ وَلاَ الصَّوَّاغَ وَلاَ الْحَائِكَ.

حضرت امام علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ دھوبی، سنار اور جولائے کو ضمان نہیں قرار دیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۷ باب ضمان الاجیر والشریک، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵۰ ح ۱۱۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۹۴۸۔

{مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا}

۹۱۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَضٰى فِيْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ ذُبْيَانَ قَتَلَ رَجُلاً مِّنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَنْ يُّدْفَعَ اِلٰى وَلِيِّهٖ قَالَ فَقِيْلَ لَهُ اقْتُلْ حُنَيْنًا قَالَ حَتّٰى يَجِيْئَ الْغَضَبُ ثُمَّ قَتَلَهُ فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ حِيْنَ بَلَغَهُ اَنَّهُ مِنْ فُرْسَانِ النَّاسِ فَأَحَبَّ اَنْ يَّفْدِيَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنی ذبیان کے ایک (مسلمان) آدمی کے بارے میں جس نے مقام حیرہ کے ایک عیسائی باشندے کو قتل کردیا تھا یہ فیصلہ دیا کہ اس قاتل کو مقتول کے وارث کے سپرد کردیا جائے (وہ جاہے تو چاہے تو اسے قصاص میں قتل کردے اور چاہے تو معاف کردے، چنانچہ وہ قاتل مقتول کے بھائی حنین کے حوالے کردیا جائے گیا) اور حنین سے کہا گیا کہ اس کو قتل کردو، راوی کہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو غصہ آگیا تو اس نے قتل کردیا۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ قاتل (مسلمانوں کے) شہسواروں میں سے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنے گورنر کی طرف خط لکھا اور یہ پسند کیا کہ اس کی دیت ادا کردی جائے (مگر آپ رضی اللہ عنہ کا خط ان کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کو قتل کردیا گیا تھا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۸ باب دیۃ المعاھد، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۱۴۱۰، کتاب الحجۃ: ۴/۳۵۵-۳۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۴۶۷، ۲۷۴۶۶، ۲۷۴۶۳، ۲۷۴۷۰، ۲۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبة مختصرا عن وکیع عن ابی الاشهب عن ابی نضرة حدثنا ان عمر.. فذكره. واخرجه ابن ابی شیبة والطحاوی من طریق عبد الملك بن میسرة عن النزال بن سبرة قال قتل رجل من فرسان اهل الكوفة عبادیا من اهل الحیرة فكتب عمر ان اقیدوا... فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر مسلمان شخص کسی ذمی کو عمداً مار دے تو اسے (قصاص میں) اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۸)

{میت بیوی کو چھوڑے اس میں اور ورثہ میں اختلاف ہو؟}

۹۱۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلِ اِذَا مَاتَ فَمَا كَانَ مِنْ مَّتَاعِ الرِّجَالِ فَهُوَ لِلرِّجَالِ وَمَا كَانَ مِنْ مَّتَاعِ النِّسَاءِ فَهُوَ لِلْمَرْاَةِ وَمَا كَانَ مِنْ مَّتَاعِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْبَاقِیْ اِلاَّ اَنْ یُّقِیْمَ الْاٰخَرُ بَیِّنَةً وَاِذَا طَلَّقَ فَهُوَ كَذٰلِكَ غَیْرَ اَنَّ مَا كَانَ لِلنِّسَاءِ وَالرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ لِاَنَّهُ صَاحِبُ الْبَیْتِ فَلَهُ كُلُّ مَا كَانَ فِی الْبَیْتِ اِلاَّ مَا كَانَ مِنْ مَّتَاعِ النِّسَاءِ وَاِذَا اخْتَلَفَا وَلَمْ یُطَلِّقْ فَهُوَ كَذٰلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہو تو گھر میں جو مردوں کا سامان ہوگا وہ مردوں کے لئے ہوگا اور جو عورتوں کا سامان ہوگا وہ عورتوں کے لئے ہوگا۔ اور جو سامان مردوں عورتوں کا مشترک ہو وہ باقی رہنے والے کے لئے ہوگا الا یہ کہ دوسرا کسی چیز پر گواہ پیش کر دے۔ اور مرد طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے البتہ وہ سامان جو مردوں عورتوں کا مشترک ہو وہ مرد کے لئے ہوگا کیونکہ وہ گھر والا ہے جو کچھ گھر میں ہے وہ اس کا ہے سوائے اس کے جو عورتوں کا سامان ہو، اور جب دونوں کا اختلاف ہو جائے اور ابھی طلاق بھی نہ دی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بچہ کافر اور مسلمان کے درمیان مشترک ہو تو بچہ مسلمان کو ملے گا}

۹۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الرَّجُلِ وَالْمَرْأَۃِ یَکُوْنُ بَیْنَھُمَا الْوَلَدُ اَحَدُھُمَا کَافِرٌ وَالْاٰخَرُ مُسْلِمٌ اَنَّ الْوَلَدَ لِلْمُسْلِمِ مِنْھُمَا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی اور عورت کے بارے میں جن میں بچہ مشترک ہو جبکہ ان دونوں میں سے ایک کافر اور دوسرا مسلمان ہو تو فرمایا: ان دونوں میں سے بچہ مسلمان کو ملے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کفر پر اصرار کرے تو اس صورت میں امام نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ مسلمان کو ملے گا۔

{اگر عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک اسے قتل کر دیا جائے گا}

۹۲۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْمَرْأَۃِ اِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الْاِسْلَامِ یُعْرَضُ عَلَیْھَا الْاِسْلَامُ فَاِنْ اَسْلَمَتْ تُرِکَتْ وَاِنْ اَبَتْ قُتِلَتْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا اگر اسلام قبول کر لے تو چھوڑ دی جائے گی اور اگر قبول نہ کرے تو قتل کر دی جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۰۱ باب ارتداد المراۃ عن الاسلام، جامع المسانید للخوارزمی: مصنف عبدالرزاق: ۱۸۷۲۶، سنن الدارقطنی: ۱۱۶، ۱۱۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا}

۹۲۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ الْقَاتِلَ لَا یَرِثُ الْمَقْتُوْلَ مِنْ دِیَتِهٖ وَلَا مِنْ غَیْرِهَا۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قاتل (مارنے والا) مقتول کا دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۵ باب میراث القاتل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۴۰ ح ۱۷۶۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۸۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۱۴۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کیا ہو وہ دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۵)

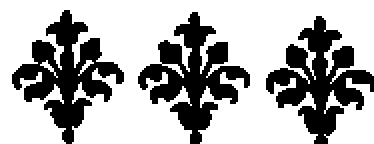
{ہر وارث کے لئے دم میں حصہ ہے}

۹۲۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لِکُلِّ وَارِثٍ فِی الدَّمِ نَصِیْبٌ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر وارث کے لیے دم میں حصہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۸۔ کِتَابُ الدَّعْوٰی
دعویٰ سے متعلق احکام ومسائل

{دومرد بچے کا دعویٰ کردیں تو بچہ کس کا ہوگا؟}

۹۲۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الرَّجُلَیْنِ یَدَّعِیَانِ الْوَلَدَ: اَنَّهُ ابْنُهُمَا یَرِثُهُمَا وَیَرِثَانِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (اگر عورت عدت کے دوران شادی کرے اور اس کے یہاں بچہ ہوجائے) دونوں مرد (یعنی پہلا اور دوسرا شوہر) بچے کا دعویٰ کردیں تو بچہ ان دونوں کا ہوگا وہ ان کا وارث بنے گا اور یہ اس بچے کے وارث بنیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۱۱باب من تزوج امراۃ فی عدتہا ثم طلقہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۲۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۴۷، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۱۱باب من تزوج امراۃ فی عدتہا ثم طلقہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۲۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۴۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اس کو اختیار نہیں کرتے ہماری رائے یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق دے دے اور عدت کے دوران دوسرا اس سے شادی کرلے اور دخول کرلے پھر اگر بچہ دوسرے کے دخول کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو وہ بچہ پہلے شوہر کا ہوگا اور اگر بچہ دو سال کے بعد ہو تو وہ دوسرے کا ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ طلاق بائن کی صورت میں بھی اس طرح

کی بات فرمایا کرتے تھے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۱۱)

{اگر فریقین میں سے ہر ایک گواہ پیش کردے تو کیا حکم ہے؟}

۹۲۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَيْهِ فِيْ نَاقَةٍ ادَّعَاهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا نَاقَتُهُ أَنْتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلَّذِيْ هِيَ فِيْ يَدَيْهِ.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو آدمی آئے، وہ ایک اونٹنی کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے اور ہر ایک اونٹنی کا دعویٰ کر رہا تھا اور ہر ایک اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیے گواہ بھی قائم کیے ہوئے تھا کہ یہ اس کے ہاں پیدا ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ اس شخص کے حق میں کردیا جس کے قبضے میں وہ تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۴۹۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۱۶۰۲، السنن الکبری للبیہقی: ج ۱۰ ص ۲۵۶ ح ۲۱۲۲۳، ۲۱۲۲۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۲۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۳۹۰، سنن الدارقطنی: ۴۴۷۷،

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۴۹۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۱۶۰۲، السنن الکبری للبیہقی: ج ۱۰ ص ۲۵۶ ح ۲۱۲۲۳، ۲۱۲۲۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۲۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۳۹۰، سنن الدارقطنی: ۴۴۷۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

اس روایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مبہم شیخ سے امام عامر شعبی رحمہ اللہ مراد ہیں، چنانچہ امام ابن مظفر، امام ابن خسرو اور امام دارقطنی رحمہم اللہ نے اس کی سند یوں نقل کی ہے: "عن ابی حنیفة عن الھیثم عن الشعبی عن جابر".

فائدہ:

گویا قبضہ کے باعث قابض ہی حقدار ٹھہرا۔

{گواہی پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے}

۹۲۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ

عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَكَانَ لاَ يَرُدُّ الْيَمِيْنَ.

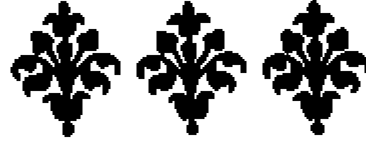
امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: گواہی پیش کرنا مدعی مدعی کا فرض ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے۔اور (امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ) قسم نہیں لوٹایا کرتے تھے۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات میں گواہ پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور اگر مدعی علیہ مدعی کے دعویٰ کو صحیح ماننے سے انکار کردے اور مدعی اس سے قسم کھانے کا مطالبہ کرے تو مدعا علیہ پر قسم کھانا لازم ہے۔



۱۹۔ کِتَابُ الشَّهَادَةِ

گواہی سے متعلق احکام ومسائل

{ان حضرات کا بیان جن کی قرابت وغیرہ کی وجہ سے گواہی قبول نہ ہوگی}

۹۲۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَیْحٍ اَنَّهٗ کَانَ لاَ یُجِیْزُ شَهَادَةَ الرَّجُلِ لِاِمْرَأَتِهٖ وَلاَ الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا وَلاَ الشَّرِیْكِ لِشَرِیْكِهٖ وَلاَ السَّیِّدِ لِعَبْدِهٖ وَلاَ رَجُلٍ لِاَبِیْهِ وَلاَ اَبٍ لِاِبْنِهٖ وَلاَ الْاَعْمٰی وَلاَ الْمَحْدُوْدِ فِیْ قَذْفٍ.

حضرت امام عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام قاضی شریح رحمہ اللہ درج ذیل حضرات کی ایک دوسرے کیلئے گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ ۱۔شوہر کی اپنی بیوی کے لئے۔ ۲۔ بیوی کی اپنے شوہر کیلئے۔ ۳۔شریک کے اپنے شریک کے لئے۔ ۴۔آقا کی اپنے غلام کے لئے۔ ۴۔ بیٹے کی اپنے باپ کے لئے۔ ۵۔باپ کی اپنے بیٹے کے لئے۔ ۶۔نابینا کی۔ ۷۔ جسے حد قذف (تہمت) لگی ہوئی ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۸ باب من لاتقبل شھادتہ للقرابۃ وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۶ ح ۱۶۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴۷۴، ۱۵۴۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۸۵۹، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۴ ص ۸۲،

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۸ باب من لاتقبل شھادتہ للقرابۃ وغیرہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۶ ح ۱۶۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴۷۴، ۱۵۴۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۸۵۹، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۴ ص ۸۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے البتہ ہم

یہ کہتے ہیں کہ شریک کی گواہی شریک کے بارے میں شرکت کے علاوہ دوسرے امور میں معتبر ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۸)

{حالت کفر میں حد قذف لگی پھر مسلمان ہو گیا تو قبول اسلام کے بعد گواہی معتبر ہے}

۹۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ فِيْ الْكَافِرِ إِذَا ضُرِبَ حَدًّا وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ أَسْلَمَ قَالَ يَهْدِمُ الاسلامُ ما كَانَ منهُ في الشِّرْكِ وَتَجُوْزُ شَهَادَتُهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے کافر کے بارے میں جسے حالت کفر میں حد (قذف) لگائی گئی ہو اور پھر وہ مسلمان ہو گیا ہو تو فرمایا: زمانہ شرک میں اس سے جو کچھ بھی ہوا اسلام اسے ختم کر دے گا اور اس کی گواہی معتبر ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۶۵۰ باب شهادة الحدود، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۵ ح ۱۶۱۹ (الباب الخامس والثلاثون فی الشهادات)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اس لئے کہ اسے حالت اسلام میں حد نہیں لگی ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۰)

{حالت اسلام میں حد قذف لگی، مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی معتبر نہیں}

۹۲۸۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ مُسْلِمٍ ضُرِبَ حَدًّا فِيْ قَذْفٍ وَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَسْلَمَ أَنَّ شَهَادَتَهُ لَا تَجُوْزُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے مسلمان کے بارے میں جسے حد قذف (تہمت) لگائی گئی ہو اور وہ اسلام سے مرتد ہو جائے اور پھر مسلمان ہو جائے فرمایا: اس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کرلے تو فسق کا نام تو جاتا رہے گا مگر اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہ ہوگی}

۹۲۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الْمَحْدُوْدِ فِيْ قَذْفٍ اِذَا تَابَ ذَهَبَ عَنْهُ اسْمُ الْفُسُوْقِ وَلاَ تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ اَبَدًا، اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ(وَلاَ تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اِلاَّ الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ۔(النور: ۵)) فَاِذَا تَابَ ذَهَبَ عَنْهُ اسْمُ الْفُسُوْقُ وَلاَ تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ اَبَدًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حد قذف (تہمت) لگے ہوئے کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ توبہ کرلے تو اس سے فسق کا نام تو جاتا رہے گا لیکن اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہ ہوگی، چنانچہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ''اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود فاسق ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں۔'' پس جب وہ توجہ کرلے تو اس سے فسق کا نام تو جاتا رہے گا مگر اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۱ باب شهادة الحدود، جامع المسانيد للخوارزمي: ج ۲ ص ۲۷۵ ح ۱۶۱۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۵۷۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۶ ص ۱۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام: ۶۵۱)

{حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کرلے تو امام شعبیؒ اس کی گواہی قبول کرتے ہیں}

۹۳۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ اُجِيْزُ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ فِيْ قَذْفٍ اِذَا تَابَ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عامر شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حد قذف (تہمت) لگا ہوا جب توبہ کر لے تو میں اس کی گواہی قبول کرتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۲ باب شھادۃ الحدود، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۵ ح ۱۶۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۵۵۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اختیار نہیں کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۲)

{مسلمانوں کے بارے میں اہل کتاب کی گواہی کا بیان}

۹۳۱. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ نَسَخَتْ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ{وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ .(الطلاق: ۲)}شَهَادَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيْ السَّفَرِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ رب العزت کے فرمان: ''اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو عدل والے ہوں۔'' نے سفر میں اہل کتاب کی گواہی کو منسوخ کر دیا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۴۹ باب شھادۃ اھل الذمۃ علی المسلمین، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۱۶۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اس

گواہی سے مراد یہ ہے کہ اگر سفر میں کسی کو موت آنے لگے اور وہاں کوئی مسلمان موجود نہ ہو اور وصیت پر گواہ بنانا ہو تو مسلمان کی وصیت پر اہل ذمہ (اہل کتاب) کی گواہی جائز ہے، اس کو منسوخ کر دیا گیا چنانچہ مسلمان کی وصیت وغیرہ امور میں صرف مسلمان کی گواہی ہی مقبول ہوگی اور کسی کی نہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۴۹)

{مکاتب غلام کی گواہی معتبر نہیں}

۹۳۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ لاَ تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْمُكَاتَبِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب غلام کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۳ باب جنایۃ المکاتب والمدبر، وام الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۵۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تحمل شہادت کوئی بچہ، غلام یا کافر تھا پھر ادائے شہادت کے وقت وہ بڑا، آزاد یا مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی معتبر ہے}

۹۳۳۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ يَكْبُرُ وَالْعَبْدِ ثُمَّ يُعْتَقُ وَالْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ يُسْلِمَانِ ثُمَّ يَشْهَدَانِ عَلَى شَهَادَةٍ أَنَّهَا تَجُوْزُ. وَقَالَ كَانَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَسْتَحْلِفُ مَعَ الْبَيِّنَةِ وَلاَ يَرُدُّ الْيَمِيْنَ وَإِنَّ حَمَّادًا كَانَ لاَ يَفْعَلُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (تحمل شہادت) کوئی بچہ تھا پھر (ادائے شہادت کے وقت) بڑا ہو گیا یا غلام تھا آزاد کر دیا گیا، یا یہودی و نصرانی تھا مسلمان ہو گئے تو پھر گواہی پر گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی۔

اور (راوی اثر نے) کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ گواہ کے ساتھ قسم نہیں لیتے تھے اور قسم کو لوٹاتے نہیں تھے اور امام حماد رحمہ اللہ ان سے کچھ بھی نہیں کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حدود میں گواہی پر گواہی معتبر نہیں}

۹۳۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةٌ عَلٰى شَهَادَةٍ فِي الْحُدُوْدِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: حدود میں گواہی پر گواہی معتبر نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{لوگ گواہی دیں کہ فلاں شخص فلاں کے مارنے سے صاحب فراش ہو کر مر گیا تو مارنے والے پر حد جاری ہو گی}

۹۳۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَضْرِبُ الرَّجُلَ فَيَمُوْتُ فَشَهِدَ الشُّهُوْدُ اَنَّهٗ ضَرَبَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَ اِذَا شَهِدُوْا اَنَّهٗ لَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ اُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے کوئی دوسرا شخص مارے اور وہ مر جائے اور لوگ گواہی دیں کہ یہ تندرست تھا فلاں نے اسے مارا فرمایا کہ جب لوگ یہ گواہی دے دیں کہ یہ صاحب فراش ہو کر مر گیا ہے تو مارنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۳ باب دیۃ الخطاء و ما تعقل العاقلۃ، مصنف عبد الرزاق: ۱۸۳۰۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۶۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۔ کِتَابُ الْمُضَارَبَۃِ
مضاربت سے متعلق احکام ومسائل

مضاربت کا لغوی معنی:

مضاربت ضرب سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی زمین میں تجارت کی خاطر سفر کرنے کے ہیں۔

مضاربت کا شرعی مفہوم:

اور شرعاً مضاربت اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جو آدمیوں کے درمیان ہو ایک کی طرف سے مال ہو اور دوسرے کی طرف سے تجارت اور محنت، نفع ان میں مشترک ہو۔

اس کا رکن ایجاب وقبول ہے، شرط یہ ہے کہ راس المال ثمن اور عین ہو دین نہ ہو اور اسے مضانب کو دے دیا جائے، نفع متعین نہ ہو یعنی یہ کہ ہزار میرے باقی تمہارے یا دو ہزار میرے باقی تمہارے بلکہ یوں ہو کہ آدھا نفع میرا آدھا تمہارا یا دو تہائی یا ایک تہائی میرا باقی تمہارا، دونوں کا حصہ متعین ہونا چاہیے۔

کاروبار کی یہ صورت جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مضاربت ہوتی تھی اور آپ نے اسے قائم رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ نیز قیاس اور حکمت بیع بھی مضاربت کے جواز کی: متقاضی ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، علاوہ ازیں روپیہ پیسہ تجارت اور کاروبار کرنے ہی سے تو بڑھتا ہے۔

مضاربت کو ضرورت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے کیونکہ بعض لوگ مال والے ہوتے ہیں کاروبار نہیں کر سکتے بعض کاروبار کر سکتے ہیں پیسہ نہیں ہوتا اس لیے اس معاملہ کی ضرورت پڑی تاکہ دونوں کا کام چلے۔

{مضاربت میں منافع کی تقسیم فیصدی طریقے سے ہوتی ہے}

۹۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمُضَارَبَةِ بِالنِّصْفِ وَالثُّلُثِ وَفَضْلِ عَشَرَةٍ لَا خَیْرَ فِیْهِ: اَرَأَیْتَ لَوْ لَمْ یَرْبَحْ اِلَّا عَشَرَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تہائی یا آدھے اور اس پر دس درہم زائد پر مضاربت پر مال دینے میں کوئی بھلائی نہیں ہے جتلاؤ اگر صرف دس درہم ہی نفع ہو (تو اسے کیا ملے گا؟)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۷ باب المضاربۃ بالثلث والمضاربۃ بمال الیتیم ومخالطتہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵۷ ح ۱۱۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام: ۷۷۷)

{سیدنا عمرؓ نے ایک یتیم کے لئے کچھ مال مضاربت کے طور پر دیا}

۹۳۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَعْطَاهُ مَالاً مُضَارَبَةً لِيَتِيْمٍ.

امام حمید بن عبید رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک یتیم کے لئے مضاربت کے طور پر مال دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (عند طلحة بن محمد من طريق ابي يوسف عن الامام ،عن عبدالله بن حميد بن عبيد الانصاری الكوفی عن ابيه عن جده ان عمر،الحديث.وكذلك عند ابن خسرو من طريق ابی عمرو بن حبيب عنه.)

۱۔ امام عبداللہ بن حمید بن عبید الانصاری الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۵۸۱۶، الثقات لابن حبان: ۸۷۹۷، تعجیل المنفعۃ: ۵۳۸)

۲۔ امام حمید بن عبید الانصاری الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۳۳۰۱، الثقات لابن حبان: ۷۳۰۸، تعجیل المنفعۃ: ۲۳۹)

۳۔ امام عبید انصاری رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۷۵۵۲، الثقات لابن حبان: ۴۲۱۸)

{ترکہ میں مضاربت، ودیعت اور قرض کا مال ہو، تفریق ممکن نہ ہو تو سب لوگ برابر کے قرض خواہ ہونگے}

۹۳۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الْمُضَارَبَةِ وَالْوَدِيْعَةِ وَالدَّيْنِ سَوَاءٌ فِيْ مَالِ الْمَيِّتِ يَتَحَاصُّوْنَ جَمِيْعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت کے مال میں مضاربت، ودیعت (امانت) اور قرض (اگر الگ الگ متعین نہ ہوں ہوتو) یہ سب حکم میں یکساں ہیں وہ سب حصے بانٹ لیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الاثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۳ باب من کان عندہ مال مضاربۃ او ودیعۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۷۴ ح ۱۱۵۱، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۱۲۸۹۴۔

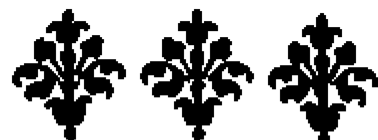
تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مال مضاربت یا امانت ہو اور وہ انتقال کر جائے اس پر قرضہ بھی ہو تو اگر امانت ومضاربت کے مال الگ الگ مشخص ومتعین نہ ہوں ہوں تو سب قرض خواہوں کے ساتھ یہ بھی اس مال میں شریک ہوں گے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الاثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۳)

ان میں سے کسی کی کوئی چیز بعینہ موجود ہو تو وہ اس کو دے دی جائے گی اگر بعینہ موجود نہ ہو تو اور قرضخواہوں کے ساتھ یہ بھی اسی مال میں حصہ دار ہوں شمار ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے ان کے مال کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔



۲۱۔ کِتَابُ الْھِبَۃِ

ہبہ سے متعلق احکام ومسائل

ہبہ کے لغوی معنی:

ہبہ کے لغوی معنی ہیں: ایصال الشیء للغیر بما ینفعه سواء کانت مالا او غیر مال. کسی کو ایسی چیز دینا جو اس کے لیے نفع بخش ہو خواہ مال ہو یا نہ ہو۔

ہبہ کے شرعی معنی:

ہبہ کے شرعی معنی ہیں: تملیك العین او المال بلا عوض. عوض اور بدلے کے بغیر کسی کو عین یا مال کا مالک بنانا۔

{کسی رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو پھر ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں}

۹۳۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاوَهَبَ الرَّجُلُ لِذِیْ رَحِمٍ هِبَةً فَلَیْسَ لَهُ اَنْ یَّرْجِعَ فِیْهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی رشتہ دار کو صلہ رحم کے لئے کوئی چیز ہبہ کر دے تو پھر ہبہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ ہبہ سے رجوع کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ جو شخص کسی رشتہ دار کو صلہ رحم کے لئے یا صدقہ کے طور کے طور پر کوئی چیز ہبہ کرے اور جسے ہبہ کیا ہے وہ قابض بھی ہو جائے تو ہبہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ ہبہ سے رجوع کرے۔

اور اگر غیر رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کرے اور وہ اس پر قابض بھی ہو جائے تو ہبہ کرنے والے کو ہبہ سے رجوع کرنے کا

حق ہے اگر اس سے اچھا بدلہ نہ ملے یا اس کے ہاتھ سے کسی دوسرے کی ملکیت میں وہ چیز چلی جائے (جس کو وہ ناپسند کرتا ہو) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔(مؤطا محمد:۸۰۵)

{قبضے پہلے صدقہ معتبر نہیں}

۹۴۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ شُرَیْحٍ أَنَّهُ كَانَ لاَ یُجِیْزُ الصَّدَقَةَ اِلاَّ صَدَقَةً مَقْبُوْضَةً.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ صدقہ صرف اسی صورت میں معتبر قرار دیتے تھے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق:۱۶۵۹۱،۱۶۵۹۵ باب لا تجوز الصدقۃ الا بالقبض، مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۰۱۲۹ باب من قال لا تجوز الصدقۃ حتی تقبض۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۹۴۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ لاَ نُجِیْزُ الصَّدَقَةَ اِلاَّ صَدَقَةً مَّقْبُوْضَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم صدقہ صرف اسی صورت میں معتبر قرار دیتے ہیں جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۴۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِی الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ لاَ تَجُوْزُ اِلاَّ مَقْبُوْضَةً مَّعْلُوْمَةً. وَقَالَ لاَ اَدْرِیْ كَانَ اِبْرَاهِیْمُ لاَ یُجِیْزُ حَتّٰی یُعَایِنَ الشُّهُوْدُ الْقَبْضَ اَمْ لاَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صدقہ اور ہبہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ صرف اسی صورت میں معتبر ہیں جب ان پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اپنی بیوی یا بچے کو کوئی چیز کی اور اعلان کر کے گواہ قائم کر لے تو جائز ہے اگر قبضہ نہ ہوا ہو}

۹۳۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهَبُ لِامْرَأَتِهِ أَوْ لِبَعْضِ وَلَدِهِ وَقَدْ أَدْرَكَ وَهُوَ فِيْ عِيَالِهِ أَنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ اِذَا كَانَ قَدْ عَلِمَ بِهِ وَاِنْ لَمْ يَقْبِضْ ذٰلِكَ الْمَوْهُوْبُ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو یا اپنے بچے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اسے علم بھی ہو جائے تو یہ جائز ہے اگرچہ جسے ہبہ کیا گیا ہے وہ اس چیز پر قابض نہ ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مؤطا میں باسند مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا تے تھے: ''اگر کوئی شخص اپنے نابالغ بچے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اس کا اعلان کرے اور گواہ قائم کر لے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ بچہ اس پر قابض نہ ہو اس کا باپ ولی ہوگا۔''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں البتہ یہ لازمی ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو عطیہ دیتے وقت مساوات کو برقرار رکھے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دے اگر کسی شخص کو کوئی عطیہ دیا ہو اور اس نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو، تو ان دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو یہ عطیہ، دینے کو یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا نیز جسے عطیہ دیا گیا ہے جب تک وہ قابض نہیں ہوگا اس کے لیے وہ جائز نہیں ہے البتہ نابالغ کے لیے اس کا والد قابض ہو سکتا ہے گویا کہ وہی قابض ہے جب کہ اس کا اعلان اور گواہ مقرر کر چکا ہو تو اس کے بیٹے کے لیے یہ عطیہ درست ہے پھر اس کے والد کو اس پر قبضہ کرنا یا واپس لینا جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۸۰۵)

{عمریٰ کا بیان}

۹۳۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ بِلَالٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فَشَتِ الْعُمْرٰى عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ احْبِسُوْا عَلَيْكُمْ

أَمْوَالَكُمْ وَلاَ تُهْلِكُوْهَا فَإِنَّ مَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا فِيْ حَيَاتِهِ فَهُوَ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ.

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں عمریٰ بہت عام ہو گیا، پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنے اموال اپنے لئے سنبھال کر رکھو انہیں برباد مت کرو کیونکہ جس کو کوئی چیز اس کی زندگی میں عمریٰ کے طور پر ملی ہو وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی ہوگی۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۱۲باب العمری، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۶۲ ح ۱۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰، سنن ابی داود: ۳۵۵۱، سنن الترمذی: ۱۳۵۰، سنن النسائی: ۳۷۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۶۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۱۲۶، مستخرج ابی عوانۃ: ۵۶۹۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۸۶۰، صحیح ابن حبان: ۵۱۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام بلال بن مرداس الفزاری المصیصی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(الثقات: ۶۸۵۹)

۲۔ امام ابونعیم وہب بن کیسان القرشی المدنی المعلم رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۷۶۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۷۸۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ عمریٰ کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ایک آدمی اپنا مکان دوسرے کو دیتا اور کہتا کہ میں نے یہ مکان عمر بھر تجھے دیا، یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے اس میں رہو۔ گویا تاحیات عطیہ کو عمریٰ کہا جاتا ہے۔

۲۔ عمریٰ لینے والا اسے اپنے قبضہ میں لے کر اس کا مکمل طور پر مالک ہوگا اور عمریٰ پہلے کی طرف واپس نہیں جائے گا۔ جب تک زندہ رہے گا اس عمریٰ پر اس کا قبضہ ہوگا اور مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی اور دینے والے کی جانب کسی بھی صورت میں واپس نہیں ہوگا۔

۹۳۵۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ أَعْرَابِيٌّ عَنِ الْعُمْرَى فَأَخْبَرَهُ أَنَّهَا مِيْرَاثٌ لِلَّذِيْ يُعْطِيْهَا وَهُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ فِيْ يَدَيْهِ.

امام حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت موجود تھا کہ اسی دوران ایک دیہاتی نے ان سے عمریٰ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اسے یہ بتلادیا کہ وہ اس کے لئے میراث ہوگا جس کے قبضے میں ہے۔

تخریج:

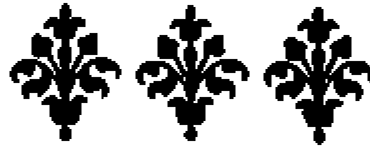
یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۱۳، باب العمری، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۶۳ ح ۱۱۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۶۲۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۹۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۹۸۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۲۳۴۸، شرح السنۃ للبغوی: ۲۱۹۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو یحییٰ حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار الاسدی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۰۷۹، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۴۴)



۲۲۔ كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ سے متعلق احکام ومسائل

شفعہ کا لغوی معنی:

(الشفعة) ''شین پر ضمہ اور ''فا'' ساکن ہے اور جس نے ''فا'' کو متحرک سمجھا ہے اس نے غلطی کی ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ الشفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملانے کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادت واضافے کے معنی میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اعانت وامداد کے معنی میں ہے۔

شفعہ کا شرعی معنی:

شرعاً شفعہ یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بنیاد پر خریدار کی ادا کردہ قیمت دے کر، کسی منفعت کو اپنی ملکیت میں لینا۔

شفعہ کی وجہ تسمیہ:

چونکہ شفع میں ملانے کے معنی پائے جاتے ہیں اور شفیع بھی مبیع کو حق شفعہ کے طور پر لے کر اسے اپنی زمین کے ساتھ ملا دیتا ہے اس لیے شفعہ کو شفعہ کہتے ہیں۔

{شفعہ دروازوں کے حوالے سے ہوگا یا حد بندی کے حساب سے ہوگا؟}

۹۳۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ شُرَيْحٍ اَنَّهُ قَالَ الشُّفْعَةُ بِالْاَبْوَابِ أَقْرَبُ الْاَبْوَابِ اِلَيْهَا أَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شفعہ دروازوں کے حوالے سے ہوتا ہے، جس کا دروازہ اس کے سب سے زیادہ قریب ہو وہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۴ باب العقار والشفعۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۰ ح ۱۱۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

تخریج:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اختیار نہیں کرتے، شفعہ کا حق ان پڑوسیوں کو ہے جو متصل ہوں۔یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۴)

{پڑوسی اپنے قرب کی بناء پر زیادہ حقدار ہے}

۹۲۷۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِیْمِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاوَمَهُ سَعْدٌ بِبَیْتٍ فَقَالَ سَعْدٌ خُذْ هٰذَاالْبَیْتَ بِأَرْبَعِمِائَةٍ أَمَااِنِّیْ قَدْ أُعْطِیْتُ بِهٖ ثَمَانِمِائَةٍ وَلٰكِنِّیْ أُعْطِیْكَهُ لِحَدِیْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهٖ.

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک گھر کا سودا کیا تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ گھر چار سو کے عوض لے لیجئے اگرچہ مجھے اس کے آٹھ سو مل رہے ہیں لیکن میں آپ کو اس حدیث کی وجہ سے دے رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پڑوسی اپنے قرب کی بناء پر زیادہ حقدار ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

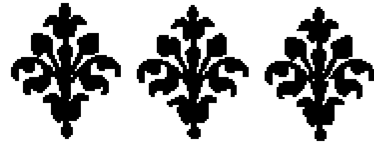
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۶،باب العقار والشفعۃ،صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۸، ۶۹۷۷،سنن ابی داود: ۳۵۱۶،سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، ۲۴۹۸،مصنف عبدالرزاق: ۱۴۳۸۱،مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۸۷۱،سنن الدارقطنی: ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق واحمد والبخاری والدارقطنی من طریق ابراهیم بن میسرة عن عمرو بن الشرید ان سعدا ساوم ابا رافع او ابو رافع ساوم سعدا فقال ابورافع لولا انی سمعت رسول الله ﷺ یقول الجار أحق بسقبه ما اعطیتك.)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، شفعہ کا حق صرف اسی ہمسایہ کو ہوتا ہے کہ جو نزدیک اور متصل ہو۔ یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ حق صرف شریک ہی کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہمسایہ کو بھی حاصل ہوتا ہے۔



٢٣۔ كِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام ومسائل

"مزارعة" زَرْعٌ سے مشتق ہے، اور باب مفاعلت کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: القاء الحب فی الارض (زمین میں دانہ ڈالنا) اور اصطلاح شرع میں پیداوار کے مخصوص حصے پر کھیتی کرنے کا نام مزارعت ہے۔

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصحابنا من اهل الحجاز واهل المدينة على كراهة ذلك وافساده .ويقولون الأرض البيضاء مخالفة للنخل والشجر ولا يرون بأسا بالمساقاة فى النخل والشجر بالثلث والربع واقل وا كثر.

ہمارے حجازی اور مدنی رفقاء (خالی زمینوں کو نصف یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے طور پر کاشتکار کو دینے) کو مکروہ اور فاسد قرار دیتے ہیں، یہ حضرات عام درختوں اور کھجور کے پیڑوں کے سلسلہ میں تہائی یا چوتھائی یا اس سے کم یا زیادہ پر مساقاۃ کا معاملہ کر لینے کو درست قرار دیتے ہیں لیکن پرتی زمینوں کی نوعیت کو باغات اور نخلستانوں سے جداگانہ قرار دیتے ہیں۔

واما اصحابنا من اهل الكوفة فاختلفوا فى ذلك .فمن اجاز المساقاة فى النخل والشجر منهم اجاز المزارعة فى الأرض البيضاء بالنصف والثلث .ومن كره المساقاة منهم فى النخل والشجر كره المزارعة فى الارض البيضاء بالنصف والثلث. والفريقان جميعا من اهل الكوفة يرونها سواء:من افسد المساقاة افسد الارض،ومن اجاز المساقاة اجاز الارض.

ہمارے کوفی رفقاء اس سلسلہ میں مختلف الرائے واقع ہوئے ہیں، ان میں سے جن حضرات نے کھجور اور عام درختوں کے ضمن میں مساقاۃ کی اجازت دی ہے وہ پرتی زمینوں میں بھی آدھی یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن حضرات نے درختوں اور کھجوروں میں مساقاۃ کے معاملہ کو ناجائز قرار دیا ہے انہوں نے آدھے یا تہائی پر مزارعت کی اجازت بھی نہیں دی ہے۔

اہل کوفہ کی یہ دونوں جماعتیں مزارعت اور مساقاۃ کو یکساں سمجھتی ہیں، جس نے مساقاۃ کو فاسد قرار دیا ہے اس نے زمین میں بھی اس طرح کے معاملہ کو فاسد قرار دیا ہے، اور جس نے اس کو جائز قرار دیا ہے اس نے مزارعت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احسن ماسمعنا فی ذلك،والله اعلم ان ذلك كله جائز مستقيم صحيح،وهو عندی بمنزلة مال المضاربة قد يدفع الرجل الى الرجل المال مضاربة بالنصف والثلث ،فيجوز هذا مجهول لايعلم مامبلغ ربحه. ليس فيه اختلاف بين العلماء فيما علمت،وكذلك الارض عندی هی بمنزلة المضاربة :الارض البيضاء منها والنخل والشجر سواء.

کہ اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سارے معاملات درست اور جائز ہیں، واللہ اعلم بالصواب، میرے نزدیک اس معاملہ کی نوعیت وہی ہے جو مضاربت کی ہے کہ اس میں ایک آدمی دوسرے کو (منافع میں) آدھے یا تہائی کی نسبت سے شریک ہونے کی شرط پر اپنا مال بطور مضاربت دیتا ہے، اور ایسا کرنا جائز ہوتا ہے اور ایں حالیکہ معاملہ مجہول ہے، معلوم نہیں نفع کس قدر ہوگا۔

جہاں تک میرا علم ہے، اس معاملہ کی نوعیت اور اس کے جواز کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، میرے نزدیک زمین کا معاملہ بھی مضاربت ہی جیسا ہے، زمین خواہ پرتی ہو یا اس میں کھجور اور دوسرے درخت بھی ہوں سب کی نوعیت یکساں ہے۔

قال: وكان ابو حنيفة رحمه الله ممن يكره ذلك كله فی الارض البيضاء ،وفی النخل والشجر بالثلث والربع واقل واكثر. وكان ابن ابی ليلی ممن لايری بذالك بأسا.

(امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو پرتی زمینوں یا باغات اور نخلستانوں میں تہائی اور چوتھائی یا کم وبیش پیداوار پر اس طرح کا معاملہ کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور ابن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

عدم جواز کے دلائل:

واحتج ابو حنيفة ومن كره ذالك بحديث ابی حصين عن ابن رافع بن خديج ،عن ابيه عن رسول الله ﷺ انه مر علی حائط فسأل :لمن هو؟فقال رافع بن خديج لی:استأجرته. فقال:لا تستأجره بشیء منه.

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور مزارعت ومساقاۃ کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات نے اپنے مؤقف پر اس حدیث سے احتجاج کیا ہے جو ابوحصین نے ابن رافع بن خدیج سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ایک بار آپ ﷺ ایک احاطہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کس کا ہے؟ رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میرا ہے میں نے اسے کرایہ پر لیا ہے، (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ لینا۔

فکان ابو حنیفة رضی اللہ تعالی عنہ ومن کرہ المساقاۃ یحتج بھذا الحدیث ویقول: ھذہ اجارۃ فاسدۃ مجھولۃ. وکانوا یحتجوا ایضا فی المزارعۃ بالثلث والربع بحدیث جابر عن رسول اللہ ﷺ انہ کرہ المزارعۃ بالثلث والربع.

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور مساقاۃ کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات اس حدیث سے احتجاج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول اور فاسد اجارہ ہے، یہ حضرات تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کے (ناجائز ہونے کے) سلسلہ میں اس حدیث سے بھی احتجاج کرتے ہیں جس میں (سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے تہائی اور چوتھائی کے عوض مزارعت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جواز کے دلائل:

واما اصحابنا من اھل الحجاز فأجازوا ذلک علی ما ذکرت لک ویحتجون فی ذلک بما عامل علیہ رسول اللہ ﷺ اھل خیبر فی التمر والزرع. ولا اعلم احدا من الفقھاء اختنف فی ذلک خلا ھؤلاء الرھط من اھل الکوفۃ الذین وصفت لک.

ہمارے رفقاء حجاز نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل سے احتجاج کرتے ہیں جو آپ نے خیبر کے کھیتوں اور کھجور کے باغات کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا، جہاں تک مجھے علم ہے فقہاء کوفہ کی مذکورہ بالا جماعت کے علاوہ دوسرے فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فکان احسن ما سمعنا فی ذلک واللہ اعلم ان ذلک جائز مستقیم ابتعنا الاحادیث التی جاءت عن رسول اللہ ﷺ فی مساقاۃ خیبر. لانھا اوثق عندنا واکثر واعم مما جاء فی خلافھا من الاحادیث.

اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طریقہ درست اور جائز ہے، واللہ اعلم۔ ہم نے ان احادیث کی پیروی کی ہے جو خیبر کی مساقاۃ کی بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں، کیونکہ جو حدیثیں ان کے خلاف جاتی ہیں ان سے یہ احادیث ہمارے نزدیک زیادہ قابل اعتماد، زیادہ عموم کی حامل، اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔

مزارعت کے نظائر:

حدثنا نافع عن عبداللہ بن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .انہ عامل اهل خیبر یشطر ما یخرج من زرع وتمر .وکان یعطی ازواجه لکل واحدة کل عام مائة وسق ثمانین تمرا وعشرین شعیرا فلما قام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قسم خیبر .وخیر ازرواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان یقطع لهن من الارض او یضمن لهن المائة وسق کل عام .فاختلفن علیه فمنهن من اختار ان یقطع لهن ومنهن من اختار الاوسق .وکانت عائشة وحفصة رضی اللہ تعالیٰ عنهما ممن اختار الاوسق.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ: "آپ ﷺ نے اہل خیبر سے وہاں پیدا ہونے والے غلہ اور کھجوروں کا آدھا خود لینے کی شرط پر معاملہ کرلیا تھا، آپ اپنی ہر بیوی کو سالانہ ایک سو وسق دیا کرتے تھے، اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو، جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ان کے حصہ کی زمین انہیں دے دی جائے یا انہیں حسب دستور سابق ایک سو وسق سالانہ ضرور ملتے رہیں، ازواج مطہرات میں سے بعض نے یہ پسند کیا کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کا حصہ زمین الگ کردیں اور بعض نے سو وسق لیتے رہنے کی صورت کو ترجیح دی، (سیدہ) عائشہ اور (سیدہ) حفصہ (رضی اللہ عنہما) نے یہی صورت پسند کی۔"

وحدثنا عمرو بن دینار قال:جلسنا الی ابی جعفر فسأله رجل من القوم عن قبالة الارض والنخل والشجر فقال :کان رسول اللہ ﷺ یقبل خیبر من اهلها بالنصف یقومون علی النخل یحفظونه ویسقونه ویلقحونه .فاذا بلغ ادنی صرامه بعث عبداللہ بن رواحة .لخرص علیهم ما فی النخل فیتولونه ویردون علی النبی ﷺ الثمن بحصة النصف من الثمرة .فأتوه فی بعض تلك الاعوام فقالوا: ان عبداللہ بن رواحة قد جاز علینا فی الخرص .فقال رسول اللہ ﷺ: نحن نأخذه بخرص عبداللہ ونرد علیکم الثمن بحصتکم من النصف. فقالوا بأیدیهم هکذا وعقد بین دور ثلاثین :هذا الحق .بهذا قامت السماوات والارض .لا بل نحن نأخذه .فتولوا النخل .وتولوا علی رسول اللہ ﷺ الثمن بحصة النصف.

عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ: ہم لوگ ابوجعفر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے زمین، کھجور کے درختوں اور دوسرے درختوں کو ٹھیکہ پر دینے کے معاملہ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ خیبر کو نصف پیداوار کے عوض اس کے باشندوں کو ٹھیکہ پر دیتے تھے، اہل خیبر نخلستانوں کی حفاظت، ان کی سینچائی اور ان

کو بارور کرنے کے سارے کام انجام دیتے تھے۔
جب کھجوریں پک کر توڑی جانے کے قابل ہو جاتی تھیں تو آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیجتے تھے جو کھجوروں کی مقدار کا تخمینہ لگاتے اہل خیبر کھجوروں کو خود لے لیتے اور نبی کریم ﷺ کو نصف پیداوار کی قیمت بھیج دیتے، ایک سال ان لوگوں نے آپ کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ (سیدنا) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے تخمینہ کرنے میں ہمارے ساتھ زیادتی سے کام لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ:

''ہم عبداللہ کے تخمینہ کو تسلیم کرتے ہوئے ساری پیداوار خود لے لیں گے اور تمہیں تمہارے نصف حصہ کی قیمت ادا کر دیں گے۔'' اہل خیبر نے اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کیا (یہ کہہ کر راوی نے خود اپنی انگلیوں سے) دو تہائی کا نشان بنا کر بتایا، انہوں نے کہا: یہ حق ہے، اسی عدل کی بدولت آسمان و زمین قائم ہیں، نہیں پیداوار آپ نہ لیں بلکہ اسے ہم خود رکھ لیں گے۔

وحدثنا الحجاج عن ابی جعفر عن النبی ﷺ انه اعطی خیبر بالنصف۔ قال: فکان ابوبکر و عمر وعثمان رضی الله تعالی عنهم یعطون ارضهم بالثلث۔

ابوجعفر نے نبی ﷺ سے روایت کی:

''آپ ﷺ نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، (ابوجعفر نے) کہا ہے کہ (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

قال: وحدثنا الاعمش عن ابراهیم بن المهاجر عن موسی بن طلحة قال: رأیت سعد ابن ابی وقاص وعبدالله بن مسعود یعطیان ارضهما بالثلث والربع۔

موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ: ''میں نے (سیدنا) سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) کو اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دیتے ہوئے دیکھا ہے۔''

وحدثنا الحجاج بن ارضاة عن ابی جعفر عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه اعطی خیبر بالنصف فکان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وابو بکر و عمر وعثمان رضی الله عنهم یعطون ارضهم بالثلث۔ قال ابو یوسف: فهذا حسن ماسمعنا فی ذالك والله اعلم وهو المأخوذ به عندنا۔

ابوجعفر نے نبی ﷺ سے روایت کی: ''آپ ﷺ نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، نیز نبی ﷺ اور (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔
(ابو یوسف نے کہا کہ) اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے اس میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔ اور ہمارے

نزدیک یہی مختار ہے۔

مزارعت کی قسمیں:

والمزارعة عندنا على وجوه:

ہمارے نزدیک مزارعت کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

منها عارية ليس فيها اجارة ،وهو الرجل يعير اخاه ارضا يزرعها ،ولا يشترط عليه اجارة فيزرعها المستعير ببذره وبقره ونفقته فالزرع له والخراج على رب الارض فان كانت من ارض العشر فالعشر على الزارع ،وبه يقول ابو حنيفة رضي الله عنه.

ایک قسم وہ ہے جس کی نوعیت عاریت کی ہے، جس میں اجارہ نہیں ہوتا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کو کوئی زمین برائے کاشت دے دے اور اس سے کرایہ کا معاملہ نہ کرے، عاریت پر لینے والا اپنے پاس سے بیج اور بیل کا انتظام کر کے اپنے خرچہ پر اسے زیر کاشت لاتا ہے۔

پیداوار اس کی ہوگی اور زمین کا خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر یہ زمین عشری ہے تو عشر کاشت کرنے والے کے ذمہ ہوگا، یہی رائے (حضرت امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی ہے۔

دوسری قسم:

ووجه آخر: تكون الارض للرجل فيدعوا الرجل الى ان يزرعها جميعا والنفقة والبذر عليهما نصفان، فهذا مثل الاول الزرع بينهما والعشر في الزرع ان كانت ارض عشر ،وان كانت ارض خراج فالخراج على رب الارض.

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ایک آدمی کی ہو اور وہ کسی دوسرے آدمی کو دعوت دے کہ وہ اس پوری زمین کی کاشت عمل میں لائے، البتہ بیج اور دوسرے تمام اخراجات دونوں برابر برابر برداشت کریں، یہ صورت بھی پہلی والے صورت کی طرح ہے، پیداوار دونوں کی مشترکہ ملکیت ہوگی، زمین اگر عشری ہے تو عشر پیداوار میں سے نکالا جائے گا اور اگر خراجی ہے تو خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا۔

تیسری قسم:

ووجه آخر: اجارة ارض بيضاء بدراهم مسماة سنة او سنتين ،فهذا جائز والخراج على رب الارض في قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ،وان كانت ارض عشر فالعشر على رب الارض

.و كذلك قال ابو يوسف في الاجارة الخراج واما العشر فعلى صاحب الطعام.

ایک اور صورت خالی زمین کو سال دو سال کی متعین مدت کیلئے کسی متعین رقم پر کرائے پر دینے کی ہے، یہ صورت بھی جائز ہے، (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق خراج صاحب زمین کے ذمہ ہوگا، اور اگر زمین عشری ہے تو عشر بھی صاحب زمین کے ذمہ ہوگا، کرایہ پر دی جانی والی زمینوں کے بارے میں مصنف نے بھی یہی کہا ہے، البتہ عشر بہر حال اس فرد کے ذمہ ہوگا جو پیداوار کا مالک ہو۔

چوتھی قسم:

ووجه آخر: المزارعة بالثلث والربع فقال ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه في هذا: انه فاسد وعلى المستأجر اجر مثلها والخراج على رب الارض والعشر على رب الارض. قلت: المزارعة جائزة على شروطها والخراج على رب الارض والعشر عليهما جميعا في الزرع فهذا الوجه الرابع.

اور ایک اور صورت تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کرنے کی ہے، اس کے بارے میں (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ معاملہ فاسد ہے، جس نے اس شطر پر زمین لی ہوا سے اس قسم کی زمینوں کے کرایہ کے برابر کرایا ادا کرنا ہوگا اور خراج یا عشر (دونوں میں سے جو بھی واجب ہو اس کی) ادائیگی مالک زمین کے سر ہوگی۔

جبکہ میں کہتا ہوں کہ مزارعت کا معاملہ اپنی مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا، زمین پر خراج لاگو ہو تو وہ مالک زمین کے ذمہ ہوگا اور عشر واجب ہو تو وہ دونوں کے ذمہ، کھیت کی پیداوار میں لاگو ہوگا۔

پانچویں قسم:

ووجه آخر: ان يكون للرجل ارض وبقر وبذر فيدعوا اكارا فيدخله فيها ميعمل ذلك ويكون له السدس او السبع فهذا فاسد في قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ومن واقعة والزرع في قولهم لرب الارض وللاكار اجر مثله والخراج على رب الارض والعشر في الطعام. وقال ابو يوسف: وهو عندي جائز على ما اشترطا عليه على ما جاءت به الآثار.

ایک اور صورت یہ ہے کہ زمین، بیل اور بیج ایک آدمی کے ہوں اور وہ کسی کاشتکار کو بلا کر پیداوار کے چھٹے یا ساتویں حصہ کے عوض اس پر محنت کروائے، (امام) ابوحنیفہ اور ان کی تائید کرنے والے حضرات کے قول کے مطابق تو یہ معاملہ بھی فاسد ہے، محنت کرنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی اور ساری پیداوار مالک زمین کی ہوگی، خراج کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہوگی، لیکن اگر عشر (واجب) ہو تو وہ پیداوار میں سے لیا جائے گا۔ (جبکہ) میرے نزدیک متعدد آثار کی روشنی میں یہ دو افراد (مذکورہ بالا) شرائط پر جو معاملہ کریں وہ جائز ہوگا۔

ولو ان رجلا دفع الی رجل رحی ماء یقوم علیه او یؤاجرها ویطحن للناس فیها بالاجرة علی النصف .فهذا فاسد لایجوز و کذلك الوجل یدفع الی الرجل بیوت قریة او دار او دواب او سفینة یؤاجرها ویکتسب علیها.فما اخرج الله من شیء فبینهما نصفان.فهذا لایجوز فی قول ابی حنیفة وقولی.ولیس هذا بمنزلة ماذکرنا من المعاملة والمزارعة. للأجیر فی هذا الوجه الفاسد اجر مثله علی مالك ذلك.وما کان من غلة الرحی والسفینة فهی لصاحبها.

اگر نصف آمدنی کے عوض کوئی شخص کسی دوسرے کو ایک پن چکی دے تاکہ وہ اسے چلائے اور اجرت لے کر لوگوں کا غلہ پیسنے کا کام کرے تو یہ معاملہ فاسد اور ناجائز ہوگا۔

یہی نوعیت اس معاملہ کی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی بستی کے جھونپڑے یا مکانات، جانور، یا کشتیاں کرایہ اٹھانے کا کاروبار کرنے کیلئے دے اور یہ طے پائے کہ ان سے جو آمدنی ہوگی اس میں دونوں برابر کے شریک ہونگے۔

یہ صورت نہ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق درست ہے اور نہ ہی میری رائے میں درست ہے، مزارعت اور معاملات کی جو صورتیں اوپر زیر بحث آئی ہیں ان میں اس صورت میں بڑا فرق ہے، معاملہ کی اس فاسد صورت میں اجیر کو اجرت مثل ملنی چاہئے جس کی ادائیگی (سامان یا جائیداد کے) مالک کے ذمہ ہوگی، پن چکی یا کشتی سے جو آمدنی ہو وہ اس کے مالک کی ہوگی۔ (کتاب الخراج: ۲۰۹۔ ۲۱۳)

{مزارعت اور ائمہ کے اقوال}

۹۲۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ وَعَنْ عَامِرٍ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ وَسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ أَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْرَهُوْنَ الزَّرَاعَةَ بِالثُّلُثِ وَاِنَّ سَالِمًا وَطَاوُسًا کَانَا لَا یَرَیَانِ بِذٰلِكَ بَأْسًا.وَذٰلِكَ أَنَّهُ کَانَ لِطَاوُسٍ أَرْضٌ یُؤَاجِرُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام حسن بصری رحمہ اللہ، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ، امام عطاء رحمہ اللہ اور امام مجاہد رحمہ اللہ تہائی پر مزارعت کو ناپسند کرتے تھے جبکہ امام سالم رحمہ اللہ اور امام طاوس رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور امام طاوس رحمہ اللہ کی زمین تھی جسے وہ مزارعت پر دیا کرتے تھے اسی لئے وہ اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۴، باب المزارعۃ بالثلث والربع، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۱ ح ۷۴۳، مصنف

ابن ابی شیبۃ: ج٦ ص٣٤٦۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

٩٤٩۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لِسَالِمٍ أَتَكْرَهُ الْمُزَارَعَةَ؛ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ مَعِيْشَتِيْ لِقَوْلِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ.

امام جعفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سالم رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا آپ مزارعت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اپنی روزی کسی ایک شخص کے قول کی وجہ سے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

{اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ دینا}

٩٥٠۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ عَنِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى حَائِطٍ فَقَالَ لِمَنْ هٰذَا؛ قُلْتُ لِيْ قَالَ مِنْ أَيْنَ هُوَ لَكَ قَالَ قُلْتُ اسْتَأْجَرْتُهُ قَالَ لَا تَسْتَأْجِرْهُ بِشَيْءٍ مِّنْهُ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ أَنَّهُ كَانَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرْضُ خِرَاجٍ وَلِخَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرْضُ خِرَاجٍ وَلِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَرْضُ خِرَاجٍ وَلِشُرَيْحٍ أَرْضُ خِرَاجٍ.

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی ﷺ ایک احاطہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کس کا ہے؟ رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے کرایہ پر لیا ہے، (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ لینا۔

(راوی حدیث نے) کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس خراجی زمین تھی، خباب رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس بھی خراجی زمینیں تھیں، شریح رحمہ اللہ کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، (یہ سب لوگ ان زمینوں پر خراج ادا کیا کرتے تھے)۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۵۵، کتاب الخراج: ۲۰۹، صحیح مسلم: ۱۵۴۷، صحیح البخاری: ۲۳۴۳، مسند الامام احمد: ج ۴ ص ۱۴۰۔

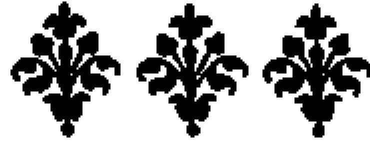
تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو حصین عثمان بن عاصم بن حصین الاسدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۸۲۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۰۷)

۲۔ امام ابو رفاعہ عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج انصاری مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۱۴۹)

۳۔ حضرت سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔



۲۴۔ كِتَابُ الذَّبَائِحِ

ذبیحہ سے متعلق احکام ومسائل

{مجوسیوں کا کھانا کھاسکتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کا ذبیحہ نہ ہو}

۹۵۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ كُلُّ طَعَامِ الْمَجُوْسِ كُلُّهُ مَاخَلاَ الذَّبَائِحَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجوسیوں کا ہر کھانا کھاسکتے ہو بشرطیکہ وہ اُن کا ذبیحہ نہ ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جانور ذبح کرتے ہوئے اہل کتاب اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکار دیں اور تم سن لو تو پھر اسے نہ کھاؤ}

۹۵۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاذَبَحَ أَهْلُ الْكِتَابِ فَأَهَلُّوْا لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالَى وَأَنْتَ تَسْمَعُ فَلاَ تَأْكُلْ وَاِنْ لَّمْ تَشْهَدْهُمْ فَكُلْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب اہل کتاب جانور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکار دیں اور تم سن رہے ہو تو پھر اسے مت کھاؤ اور اگر تم ان کے پاس موجود نہ ہو تو پھر کھالو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا}

۹۵۳. یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِقُدُوْرٍ تَغْلِیْ مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ فَقَالَ اَكْفِئُوْهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جنگ خیبر کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کا دیگوں کے پاس سے گزر ہوا جو پالتو گدھوں کے گوشت سے ابل رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دیگوں کو الٹ دو (چنانچہ صحابہ کرامؓ نے وہ دیگیں الٹا دیں)۔

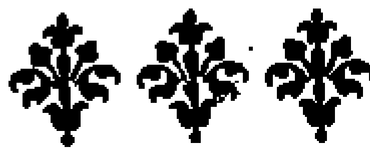
تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۲۸ ح ۱۵۱۹، صحیح البخاری: ۵۵۲۲، صحیح مسلم: ۱۹۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲، سنن ابی داود: ۲۷۰۵، سنن سعید بن منصور: ۲۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۳۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۰۱۰، صحیح البخاری: ۵۵۲۲، صحیح مسلم: ۱۹۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲، سنن ابی داود: ۲۷۰۵، سنن سعید بن منصور: ۲۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۲۳۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۰۱۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ھذہ واقعة غزوة خیبر رواها البخاری وغیرہ من اصحاب الصحاح فی کتبھم)



٢٥۔ كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ

کراہت کا بیان

{باندی کے لئے دوپٹا اوڑھنا مکروہ ہے}

٩٥٥۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْإِمَاءِ قِنَاعٌ فِي الصَّلَاةِ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا. كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَتَقَنَّعْنَ وَيَتَشَبَّهْنَ بِالْحَرَائِرِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: باندیوں کے لئے دوپٹا (اوڑھنا) نہ تو نماز میں ضروری ہے اور نہ ہی نماز سے باہر ضروری ہے، وہ ناپسند کرتے تھے کہ باندیاں اوڑھنی اوڑھیں اور آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں لونڈی کے لئے دوپٹے کو نہ نماز میں ضروری سمجھتے ہیں نہ نماز سے باہر، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٢٢١ باب صلاۃ الأمۃ)

٩٥٦۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا الْعَوْجَاءِ كَانَ يَصْنَعُ الطَّعَامَ فَيَأْتِيْهِ مَسْرُوْقٌ وَكَانَ أَبُو الْعَوْجَاءِ عَلَى الْعُشُوْرِ وَكَانَ يَشْتَكِيْ.

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ نے روایت ہے کہ حضرت ابوالعوجاء رحمہ اللہ کھانا تیار کرتے تھے پس مسروق رحمہ اللہ ان کے پاس تشریف لاتے (اور ان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے) اور ابوالعوجاء رحمہ اللہ عشر وصول کرنے کے نگران تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن قیس الہمدانی ثم المرہبی الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

{اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لے تو کیا حکم ہے؟}

۹۵۷. یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ زَارَ قَوْمًا فَذَبَحُوْا لَهٗ شَاةً، فَاَدْخَلَ لُقْمَةً مِنَ اللَّحْمِ فِیْ فِیْهِ فَجَعَلَ لَا یُسِیْغُهٗ. فَقَالَ مَا شَاْنُ هٰذَا اللَّحْمِ؛ قَالُوْا هٰذِهٖ شَاةُ فُلَانٍ ذَبَحْنَاهَا حَتّٰی یَجِیْءَ فَنُرْضِیَهٗ مِنْ شَاتِهٖ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَطْعِمُوْهَا الْاَسْرٰی یَعْنِیْ الْمَسَاکِیْنَ.

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (انصار کے علاقے میں ان کی) ایک جماعت کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے نبی ﷺ کی مہمان نوازی کے لیے بکری ذبح کی (اور اس کا کھانا تیار کیا)، نبی اکرم ﷺ نے اس کی ایک بوٹی اپنے منہ میں ڈالی (اور اسے منہ میں رکھا، کچھ دیر تک اسے چباتے رہے لیکن) وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ بکری کے اس گوشت کا کیا قصہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ فلاں شخص کی بکری ہے، جو ہم نے ذبح کرلی ہے، وہ آئے گا تو اسے قیمت دے کر خوش کردیں گے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قیدیوں کو کھلا دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹۳ باب الدعوۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۱۹۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۶۹، مسند ابن ابی شیبۃ: ۹۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۵۰۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۰۰۵، ۳۰۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۴۰۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۲، سنن الدارقطنی: ۴۷۶۳، سنن ابی داود: ۳۳۳۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۱۹۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۶۹، مسند ابن ابی شیبۃ: ۹۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۵۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ، سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی ہیں اور ثقہ ہیں ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے راقم الحروف نے اپنی دوسری کتاب "تسکین العینین فی مسئلۃ ترک رفع الیدین" (ص ۱۱۲ تا ۱۲۰) میں پیش کردیے ہیں وہاں دیکھ لیے جائیں۔

۲۔ امام ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۲۲۰، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۹۰۳)

فوائد و مسائل:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ گوشت اپنی اصلی حالت پر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو قیدیوں کو کھلانے کا حکم نہ دیتے لیکن چونکہ آپ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ پہلے مالک کی ملک سے نکل گیا ہے اور خود کھانا اس لئے پسند نہیں کیا کہ ان صاحب نے ابھی تک اس کی قیمہ .اس (بکری) کے مالک کو ادا نہیں کی تھی، جو شخص کسی چیز کی قیمت کا ضامن بنے اور وہ اس کے پاس غصب کے طریقے سے آئی ہو تو ہمارے یہاں بہتر یہ ہے کہ وہ اسے صدقہ کردے خود نہ کھائے، یہی حکم اس سے حاصل ہونے والے نفع کا بھی ہے۔قیدیو ں سے مراد ہمارے یہاں محتاج قیدی ہیں یہ سب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے قیاس کے مطابق ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹۳)

۲۔ اگر کسی کی کوئی چیز بلا اجازت لی گئی ہے تو ایسا کرنا اچھا نہیں اسے اس کے مالک کو اسی طرح واپس دینا چاہیے دوسرے کی چیز بلا اجازت نہیں لینی چاہیے، ان صاحب نے اپنے پڑوسی کے جانور کو اس بنیاد پر لیا تھا کہ اس کی قیمت انہیں ادا کردیں گے لیکن بہرحال یہ نامناسب تھا اس لئے آپ ﷺ نے اسے تناول نہیں فرمایا اور محتاج قیدیوں پر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی کی کوئی چیز غصب کرے اور اس میں ایسا تصرف کرے جس کی وجہ سے اس کا نام اور اصل فائدہ ختم ہوجائے تو اس چیز سے اس شخص کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے جس کی تھی اور وہ غاصب اس کا مالک بن جاتا ہے اور اسے اس کا ضمان دینا پڑتا ہے اور اس کے لئے اس سے انتفاع اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا بدل نہ دے دے جیسے کوئی کسی کی بکری یا دنبہ ذبح کرکے بھون لے یہ پکالے یا گندم پیش لے، اس شخص کے اس سے فائدہ اٹھانے کی اس لئے اجازت نہ دی تا کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے اور غصب کا دروازہ بند ہوجائے، بدلہ ادا کرنے کے بعد یا مالک کو اسے معاف کرنے کے بعد وہ شخص اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

{بچوں کو دوا یا غذا کے طور پر کسی بھی صورت میں شراب اور کوئی بھی حرام چیز نہیں دینی چاہیے}

۹۵۸۔قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَا تَسْقُوْا صِبْیَانَکُمُ الْخَمْرَ وَلَا تُغَذُّوْهُمْ بِهَا، فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِنَّمَا اِثْمُهُمْ عَلٰی مَنْ سَقَاهُمْ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے بچوں کو (علاج کے طور پر) شراب نہ پلاؤ، اور نہ انہیں وہ غذا کے طور پر دو کیونکہ اللہ رب العزت نے جو چیز تم پر حرام کی ہے اس میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی ہے، اس کا گناہ ان پر ہوگا جو انہیں پلائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۰ باب السکر والخمر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۱۷۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۱۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۴۹۲، ۲۳۸۳۲، صحیح البخاری: ۵۶۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۵۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۶۸۰، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۰ باب السکر والخمر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۱۷۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۱۷، صحیح البخاری: ۵۶۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۵۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۶۸۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{کیا عورت اپنے چہرے کے بال دور کر سکتی ہے؟}

۹۵۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتْهَا امْرَأَةٌ عَنِ الْحَفِّ، فَقَالَتْ أَمِیْطِیْ الْأَذٰی عَنْ وَجْهِكِ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ان سے چہرے کے بال دور کرنے کے بارے میں پوچھا (کہ کیا میں انہیں دور کر سکتی ہوں)؟ فرمایا: تکلیف دہ چیز کو اپنے چہرے سے دور کر دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۷ باب حف الشعر من الوجہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۵ ح ۱۷۲۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (واخرج محمد فی الآثار (۹۰۸) عن ابی حنیفة عن زیاد بن علاقة عن عمرو بن میمون عن عائشة رضی الله عنها ان امرأة سألتها أحف وجهی، فقالت أمیطی عنك الاذی.)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کے چہرے پر مردوں کی بال نکل آئیں تو وہ انہیں دور کر دے گی تا کہ مردوں سے مشابہت نہ ہو، لیکن یہ حکم صرف داڑھی اور مونچھوں کا ہے انہیں اکھاڑ سکتی ہے اس کے علاوہ بھووں وغیرہ

کے بال نوچنا حرام ہے۔امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۹۰۸)

{اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور ملوانے والی وغیرہما پر لعنت کی ہے}

۹۶۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوْتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوْتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوْتَشِرَةَ وَالْوَاصِمَةَ وَالْمُوْتَصِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ وَالْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشا فرمایا: ''اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گدوانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کروانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔(وله طرق اخرى)

فوائد ومسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب وزینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یا جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشہ اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرنا ہے۔جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور مٹتا نہیں۔عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔

۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے، خواہ یہ سود بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔

۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام، معصیت اور گناہ ہے۔ حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گذارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام، معصیت اور گناہ ہے۔

{سر کے بالوں کے ساتھ اون ملانے میں کوئی حرج نہیں}

۹۶۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اُمِّ ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْوَصْلِ اِذَا كَانَ صُوْفًا، اِنَّمَا يُكْرَهُ الشَّعْرُ.

ام ثور رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سر کے بالوں کے ساتھ اون کے ملانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکروہ تو بالوں کے ساتھ بال ملانا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۶ باب الوشم والصلۃ فی الشعر بالشعر واخذ الشعر من الوجہ والمحلل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۰۷ ح ۱۶۹۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۲۳۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وذکرہ البیہقی فی الکبری (ج۷ص۴۲۶)معلقامن اولہ قال رواہ سفیان الثوری عن جابر واخرجہ الطحاوی فی شرح مشکل الآثار بعد حدیث (۱۱۴۴)من طریق شریک بن عبداللہ النخعی عن جابر عن شعبۃ مولی ابن عباس عن ابن عباس قال لا بأس ان تصل المرأۃ شعرھابالصوف۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۶)

٩٦٢. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ . .

امام یوسف رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے اور وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔☆

فائدہ:

☆"عن ابی حنیفة" کے بعد قلمی نسخہ سے ورق گرا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کی باقی عبارت معلوم نہیں ہوسکی۔

{ابن عباس گھوڑے کا گوشت کھانے کو ناپسند کرتے تھے}

٩٦٢. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لُحُوْمَ الْخَيْلِ وَيَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا .(النحل: ٨)

عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما گھوڑے کا گوشت کھانے کو ناپسند کرتے تھے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے تھے: "اور گھوڑے، خچر اور گدھے اُسی نے پیدا کئے ہیں تاکہ تم اُن پر سواری کرو۔"

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شيبة(٢٤٣٢٠)عن ابن علية عن هشام الدستوائی عن يحيی بن ابی كثير عن مولی نافع بن علقمة عن ابن عباس.)

{چاندنی راتوں کے دنوں کے روزے}

٩٦٣. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ الْحَوْتَكِيَّةِ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْاَرْنَبِ؛ فَقَالَ لَوْلاَ اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ اَزِيْدَ فِي الْحَدِيْثِ شَيْئًا اَوْ أَنْقُصَ لَحَدَّثْتُكُمْ وَلٰكِنِّيْ مُرْسِلٌ اِلٰى بَعْضِ مَنْ شَهِدَ الْحَدِيْثَ قَالَ فَأَرْسَلَ اِلٰى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حَدِّثْنَا حَدِيْثَ الْاَرْنَبِ يَوْمَ كُنَّا بِقَاعِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَالَ اَتَى رَجُلُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَرْنَبٍ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا فَقَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ دَمًا قَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ فَكُلْ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَ صَوْمُ مَاذَا؛ قَالَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةَ اَيَّامٍ قَالَ اَفَلاَ جَعَلْتَهُنَّ الْبِيْضَ.

ابن حوتکیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے گوشت کے بارے میں پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ میں حدیث کے اندر کمی یا زیادتی کر بیٹھوں گا تو میں ضرور بتاتا، البتہ میں تمہیں ایسے شخص کی جانب بھیج دیتا ہوں جو حدیث کے گواہ تھے؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی جانب بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خرگوش کے گوشت کے متعلق وہ

حدیث بیان کریں کہ جس دن ہم بقاع پر موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (بھنا ہوا) خرگوش لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا، اس شخص نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ (اس کا گوشت) خون آلود تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی کھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسا روزہ؟ اس نے عرض کیا: مہینے کے تین روزے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو انہیں چاندنی راتوں (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے دنوں کے روزے کیوں نہیں بنالیتا؟۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۱۵۲۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۳۰، سنن النسائی: ۲۴۲۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰، السنن الکبری للنسائی: ۲۷۴۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹۶۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۳۹۹، مسند الحمیدی: ۱۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۸۷۴۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۱۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد)

۱۔ امام ابوعیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۲۶۹، معرفۃ الثقات للعجلی: ۱۸۱۸)

۲۔ امام یزید بن الحوتکیۃ التیمی الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(ملخصاً: تہذیب التہذیب: ۶۱۹)

{گوہ کے گوشت کی ناپسندیدگی کا بیان}

۹۶۴۔قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ أُهْدِيَ لَهَا ضَبٌّ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ اَكْلِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ اَكْرَهُهُ فَجَاءَتْهَا سَائِلَةٌ فَأَرَادَتْ اَنْ تُطْعِمَهَا اِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَتُطْعِمِيْنَهَا مَا لَا تَأْكُلِيْنَ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ انہیں کہیں سے گوہ ہدیہ میں آئی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں، اتنے میں ایک سائلہ آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ یہ اسے کھلا دوں تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جو تم خود نہیں کھاتیں وہ دوسروں کو کھلا رہی ہو؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۶۴۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۰۱، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۳۲۸ح۱۵۳۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۶۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۸۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۳۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۷۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الامام احمد من طریق ابراهیم عن الاسود عن عائشة۔ ...فذکره)

فائدہ:

اس حدیث کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ گوہ کا گوشت نہ کھایا جائے۔(ملخصاً: مؤطا محمد: ۶۴۷)

{جانوروں کوخصی بنانے میں کوئی حرج نہیں}

۹۶۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ بِاِخْصَاءِ الدَّابَّةِ اِذَا طُلِبَ بِذٰلِكَ صَلاَحُهَا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جانوروں کو خصی بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کا مقصد ان کی بہتری ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۸ باب الاضحیۃ واخصاء الفحل، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۳۰۲ح۱۶۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

خصی جانور موٹا تازہ اور اس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے، جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انہیں خصی بنانے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۸)

{شطرنج اور نرد کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت}

٩٦٦۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالشَّطْرَنْجِ فَهُوَ كَالَّذِيْ يَتَوَضَّأُ بِلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ۔

امام عبدالکریم رحمہ اللہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ جو شخص شطرنج کھیلتا ہے پس وہ اس کی طرح ہے جو خنزیر کے گوشت سے وضو کرتا ہے۔

فائدہ:

نرد اور شطرنج وغیرہ کھیلنے کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہے کیوں کہ ان جیسے کھیلوں سے عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے ،وقت کا بھی ضیاع ہے تجربہ بتاتا ہے کہ ان میں نمازیں ضائع ہوتی ہیں اور جوے بازی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور جوے کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

٩٦٧۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ النَّرْدَ وَالشَّطْرَنْجَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ شطرنج اور نرد کے کھیل کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

٩٦٨۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ اتَّقُوْا هَاتَيْنِ الْكَعْبَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تُزْجَرَانِ زَجْرًا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خبردار بچو ان دونوں چوکور ٹکڑوں سے جو متعین ہیں اور پھینکے جاتے ہیں (کیونکہ ان کا تعلق جوئے سے ہے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۲۶۳، الادب المفرد للبخاری: ۱۲۷۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۹۵۴، ۲۰۹۵۵، شعب الایمان للبیہقی: ۶۰۸۰، ۶۰۸۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه الحافظ طلحة من طريق الهيثم عن عامر الشعبي عن ابي الاحوص عن ابن مسعود رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتقوا الكعبين اللذين يزجران زجرا فانهما من الميسر الذي للأعاجم)

۴۳۔ بَابُ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ

ریشم اور سونا پہننے کا بیان

{چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے}

۹۶۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَ جَيْشًا فَفُتِحَ عَلَيْهِمْ فَأَقْبَلُوْا فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ خَرَجَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَقْبِلُهُمْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا بَلَغَهُمْ خُرُوْجُ عُمَرَ بِالنَّاسِ لَبِسُوْا مَا مَعَهُمْ مِنَ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ اَلْقُوْا ثِيَابَ اَهْلِ النَّارِ عَنْكُمْ. فَأَلْقَوْهَا وَاعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ، وَقَالُوْا: لَبِسْنَاهَا لِنُرِيَكَ فَيْئَ اللّٰهِ الَّذِيْ فَاءَ عَلَيْنَا، قَالَ فَسُرِّيَ عَنْ عُمَرَ، قَالَ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْعَلَمِ مِثْلَ الْاِصْبَعَيْنِ وَالثَّلَاثِ وَالْاَرْبَعِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اللہ رب العزت نے اسے فتح عطا کی، جب وہ واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ ان کے استقبال کے لئے نکلے، جب لشکر والوں کو یہ اطلاع ملی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ ان کے استقبال کے لئے نکلے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھ موجود ریشم اور دیباج پہن لیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو غصے ہو گئے اور پھر فرمایا: ''دوزخیوں کا لباس اتار دو۔'' (انہوں نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو دیکھا تو) وہ کپڑے اتار دیئے اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے ہم نے یہ کپڑے اس لئے پہنے تھے کہ اللہ رب العزت کا عطاء کردہ مال غنیمت آپ کو دکھائیں جو اللہ نے ہمیں عطاء فرمایا ہے۔ (راوی حدیث نے) کہا کہ اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ دور ہوا پھر علم میں ایک، دو، تین اور چار انگلیوں کے برابر ریشم لگانے کی اجازت دی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵٦ باب اللباس من الحریر والمعصفر والخز، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲٦۔

سنن الترمذی: ۱۷۲۱، السنن الکبری للنسائی: ۹۵۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۴۶، ۷۶۶۴، صحیح ابن حبان: ۵۴۴۱، السنن الکبری للبیہقی: ۶۰۸۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۵۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۶۸۱، ۲۴۶۹۶، ۲۴۶۸۲، ۲۴۶۷۸، ۳۳۸۳۷، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۶ باب اللباس من الحریر والشہرۃ والخز، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۳، سنن الترمذی: ۱۷۲۱، السنن الکبری للنسائی: ۹۵۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۴۶، ۷۶۶۴، صحیح ابن حبان: ۵۴۴۱، السنن الکبری للبیہقی: ۶۰۸۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۵۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابن ابي شيبة وغيره من طرق عن عمر به۔)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ اگر چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے، اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کی یہی تحقیق ہے، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

معلوم ہوا کہ اگر چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے، اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کی یہی تحقیق ہے، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

{سیدنا حذیفہؓ نے اپنے بیٹوں سے ریشم کا لباس اتار دیا اور بیٹیوں پر چھوڑ دیا}

۷۷۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ غَابَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غِيْبَةً ثُمَّ قَدِمَ وَقَدْ كُسِيَ بَنَاتُهُ وَبَنُوْهُ قُمُصَ حَرِيْرٍ فَنَزَعَهَا عَنِ الذُّكُوْرِ وَتَرَكَهَا عَلَى الْاِنَاثِ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہیں گئے پھر جب واپس تشریف لائے تو (انہوں نے دیکھا کہ) ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ریشم کے کپڑے پہنا دیئے گئے ہیں تو انہوں نے لڑکوں کے کپڑے اتار دیئے اور لڑکیوں پر چھوڑ دیئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۸باب اللباس من الحریر والشھرۃ والخز، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۷ ح ۱۷۲۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۶۵۶۔

تحقیق:

اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ابوعبداللہ سلیمان بن ابی المغیرہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۲۵۶۸)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۸۵۸)

{سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور ریشم پہننا منع ہے}

۹۷۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ فَرْوَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ عَلٰى دِهْقَانٍ فَأَتَاهُمْ بِطَعَامِهِ فَأَكَلُوْا ثُمَّ دَعَا حُذَيْفَةُ بِشَرَابٍ فَأُتِيَ بِهِ فِيْ اِنَاءِ فِضَّةٍ فَرَمٰى بِهِ وَجْهَهُ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ نَزَلْتُ عَلَيْهِ الْعَامَ الْمَاضِي فَأَتَانَا بِطَعَامِهِ ثُمَّ دَعَوْتُ بِشَرَابِهِ فَأَتَانَا فِيْ اِنَاءِ فِضَّةٍ فَأَخْبَرْتُهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا اَنْ نَّشْرَبَ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَّأْكُلَ فِيْهَا وَاَنْ نَّلْبَسَ الْحَرِيْرَ وَالدِّيْبَاجَ وَقَالَ هِيَ لِلْمُشْرِكِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔

امام عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن میں ایک کسان کے یہاں کے ٹھہرے، وہ کھانا لے کر آیا جو ہم نے کھالیا، پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، وہ چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے وہ پانی اس کے منہ پر دے مارا، اور پھر فرمایا کہ (میں نے اسے بلاوجہ نہیں دے مارا بلکہ) میں پچھلے سال بھی اس کے یہاں ٹھہرا تھا اور یہ ہمارے کھانا لے کر آیا جو ہم نے کھایا اور پھر میں نے پانی منگوایا تھا تو یہ ہمارے پاس چاندی کے برتن میں ہی پانی لے کر آیا تھا، اور میں نے اسے بتایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے اور حریر اور دیباج پہننے سے منع فرمایا ہے (حریر عام ریشم کو اور دیباج باریک ریشم کو کہتے ہیں) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیزیں مشرکین کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، سنن ابی داود: ۳۷۲۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۹، سنن الدارمی: ۲۱۷۶، السنن الکبری للنسائی: ۶۸۴۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۳۶۵، سنن الدارقطنی: ۹۴۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۸۴۴۶، ۸۴۴۹، ۸۴۸۴، ۸۴، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۱۶، مسند البزار: ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۹۰۲، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۴۱۸، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوفروہ مسلم بن سالم النہدی الکوفی الاصغر رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۲۷، الثقات: ۵۳۷۵)

۲۔ امام ابوعیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری الاوسی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ج۱ص ۲۹۸، تقریب: ج۱ص ۲۹۸)

فوائد ومسائل:

۱۔ مرد اور عورت دونوں کے لیے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔

۲۔ اسی طرح چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی بھر کر وضو کرنے یا ان میں عطر رکھ کر ان سے عطر لگانے اور یا ان میں حقہ رکھ کر حقہ پینے وغیرہ جیسے کاموں میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔

۳۔ ریشم بطور لباس مردوں کے لیے حرام ہے البتہ اگر چار انگشت تک کے بقدر یا اس سے کم ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے جیسا کہ (حدیث نمبر ۹۶۹) میں گزر چکا ہے۔

۹۷۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، سنن ابی داود: ۳۷۲۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۹، سنن الدارمی: ۲۱۷۶، السنن الکبری للنسائی: ۶۸۴۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۳۶۵، سنن الدارقطنی: ۴۷۹۴، مستخرج ابی عوانہ: ۸۴۴۶، ۸۴۴۹، ۸۴۸۴، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۱۶، مسند البزار: ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۹۰۲، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۴۱۸، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عورتوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، مردوں کے لیے مکروہ ہے}

۹۶۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ وَکُرِهَ لِلرِّجَالِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور مردوں کے لیے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۲ باب اللباس من الحریر والشهرة والخز، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۷۸۵ باب من رخص للنساء فی لبس الحریر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۲)

{ام المؤمنین عائشہؓ خواتین کو سونا پہنایا کرتی تھیں}

۹۶۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا کَانَتْ تُحَلِّیْ

بَنَاتَ اَخِیْهَا الذَّهَبَ.

امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی بیٹیوں کو سونا پہنایا کرتی تھیں۔

{نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے مردوں کے لیے سونا اور ریشم حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے}

۹۷۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ مِصْرَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ وَقَدْ اَخَذَ الْحَرِیْرَ بِیَدٍ وَالذَّهَبَ بِیَدٍ فَقَالَ هٰذَانِ مُحَرَّمَانِ عَلَى الذُّکُوْرِ مِنْ اُمَّتِیْ حَلَالٌ لِاِنَاثِهِمْ.

زید بن ابی انیسہ رحمہ اللہ ایک مصری شخص کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ نے اپنے ایک ہاتھ میں ریشم پکڑی اور دوسرے ہاتھ میں سونا پکڑا اور پھر فرمایا: "یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔"

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواھد)

مصری شخص سے عائذ بن سعید بن عبداللہ المصری مراد ہیں اور انہوں نے یہ حدیث سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، چنانچہ جامع المسانید (ج ۲ ص ۳۲۳ ح ۱۷۱۹) میں اس کی سند یوں ہے:

"ابو حنیفة عن زید بن ابی انیسة عن عائذ بن سعید بن عبدالله المصری عن ابی الدرداء رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ .... الحدیث"

{متعدد صحابہ کرام خز پہنا کرتے تھے}

۹۷۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَالَ بَلَغَنِیْ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ وَابْنِ الزُّبَیْرِ وَشُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا یَلْبَسُوْنَ الْخَزَّ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور امام شریح رحمہ اللہ خز پہنا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق (١٩٩٦٣) والطحاوی فی شرح معانی الآثار (ج٣ص٢٥٦) من طریق وهب بن کیسان قال رأیت خمسة من اصحاب النبیﷺ یلبسون الخز: سعد بن ابی وقاص وابن عمر وجابر بن عبدالله وابو سعید وابو هریرة وانس. لفظ عبدالرزاق. واخرجه عبدالرزاق (١٩٩٥٣) و (١٩٩٥٩) وابن ابی شیبة (ج٦ ص٣) والطحاوی فی شرح معانی الآثار للطحاوی (ج٣ ص٢٥٦) والبیهقی (ج٣ ص٢٤١) من طرق عن انس انه کان یلبس من الخز اجوده.لفظ البیهقی.واخرجه عبدالرزاق (١٩٩٦١) وابن ابی شیبة (ج٦ ص٣) من طریق هشام بن عروة قال رأیت علی عبدالله بن الزبیر مطرفا من خز اخضر کسته ایاه عائشة. لفظ عبدالرزاق.واخرجه ابن ابی شیبة (ج٦ص٣) من طریق العیزار بن حریث والطحاوی فی شرح معانی الآثار (ج٣ص٢٥٥) من طریق العیزار والشعبی قالا رأیت علی الحسین بن علی مطرف خز.واخرجه ابن سعد کما فی نصب الرایة(ج٣ص٢٢١) من طریق محمد بن ربیعة بن الحارث قال رأیت علی عثمان بن عفان مطرف خز ثمنه مئتی درهم.واخرجه البیهقی (ج٣ ص٢٧١) من طریق ابی رجاء العطاردی قال خرج علینا عمران بن حصین وعلیه مطرف خز.واخرجه عبدالرزاق (١٩٩٦٠) من طریق الحکم بن عتیبة وابن ابی شیبة (ج٦ص٣) ووکیع فی اخبار القضاة (ج٢ ص٢١٨ و ٢٥١) من طریق اسماعیل بن ابی خالد کلاهما قالا رأیت علی شریح مطرفامن خز اخضر وهو یقضی. واخرجه ابن ابی شیبة(ج٦ص٣) من طریق عمار قال رأیت علی ابی قتادة مطرف خزورأیت علی ابی هریرة مطرف خز. واخرجه عبدالرزاق(١٩٩٥٨) من طریق محمد بن زیاد قال رأیت علی ابی هریرة کساء خز اغبر کساء ایاه مروان.)

فائدہ:

تین قسم کے کپڑے پر خز کا لفظ بولا جاتا ہے:

١۔ خرگوش کی اُون یا اسی قسم کے ایک پانی کے جانور کی اُون سے بنا ہوا کپڑا۔ یہ بالاتفاق جائز ہے۔

٢۔ ریشم اور اُون کا مخلوط کپڑا۔ اس پر اگر اُون غالب ہو مثلاً تانا اُون کا اور بانا ریشم کا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

٣۔ خالص ریشم، اس کی حرمت میں شبہ نہیں۔

{امام ابراہیم نخعیؒ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے}

۹۷۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ الْمُصَبَّغَ بِالْعُصْفُرِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ خوب سرخ رنگ کی چادر پہن کر امامت کرتے تھے}

۹۷۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَخْرُجُ فَيَؤُمُّنَا فِيْ مِلْحَفَةٍ حَمْرَاءَ مُشْبَعَةٍ.

امام حماد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہمیں خوب سرخ رنگ کی چادر میں امامت کراتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ لومڑی کی کھال کی ٹوپی: پہنا کرتے تھے}

۹۷۹ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةَ الثَّعَالِبِ.

امام حماد رحمہ اللہ روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۴ باب لباس جلود الثعالب و دباغ الجلد، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۹۰۹۔۵۰۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۴)

{امام ابراہیم نخعیؒ کی لوہے کی انگوٹھی تھی جس کا نقش یہ تھا: "اللہ ہی ابراہیم کا رکھوالا و مددگار ہے۔"}

۹۸۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهٗ کَانَ نَقْشُ خَاتَمِهٖ: اَللّٰهُ وَلِیُّ اِبْرَاهِیْمَ وَنَاصِرُهٗ. مِنْ حَدِیْدٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی لوہے کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: "اللہ ہی ابراہیم کا رکھوالا اور مددگار ہے۔"

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۷ باب التختم بالذهب ونقش الخاتم وغیرہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۰۶ ح ۱۶۸۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۱۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ مرد سوائے چاندی کے سونے اور لوہے کی انگوٹھی یا کوئی زیور پہنے عورتیں سونا بھی پہن سکتی ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۷)

{امام مسروقؒ کی انگوٹھی پر تسمیہ نقش تھی}

۹۸۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ کَانَ نَقْشُ خَاتَمِهٖ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

امام محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام مسروق رحمہ اللہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: "شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔"

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۸ باب التختم بالذهب ونقش الخاتم وغیرہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ٦ ح ۱٦۸۹،

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۱۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ انگوٹھی پر اللہ کا ذکر کھودا جائے بشرطیکہ کامل ومکمل پوری آیت نہ ہو کیونکہ پوری آیت لکھنا مناسب نہیں کہ حالت جنابت یا غیر وضو کی حالت میں وہ انسان کے ہاتھ میں ہو، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸٦۸)

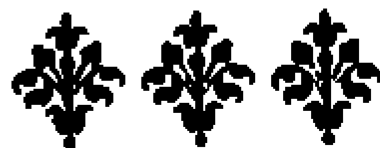
{عبداللہ بن عمرؓ کی انگوٹھی پر "عبداللہ بن عمر" لکھا ہوا تھا}

۹۸۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی انگوٹھی میں عبداللہ بن عمر لکھا ہوا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(واخرجه ابن ابي شيبة(۲۵۱۰۷)عن ابن ادريس عن حصين عن مجاهد۔ ...فذكره.)



۴۴۔بَابٌ فِي الْخِضَابِ وَالْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالشَّارِبِ

خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا بیان

{ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے}

۹۸۴۔يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْرَجَتْ لَنَا أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مُشَاقَةً مِّنْ شَعْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَخْضُوبَةً بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

امام عثمان بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے چند بال مبارک نکال کر ہمیں دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، ۲۶۵۳۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۷۰۶، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام عثمان بن عبداللہ بن موہب تیمی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۰۸، تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ ''خضاب'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ یہ چیز مہندی، وسمہ، کتم یا کوئی اور جدید مرکب چیز ہو خضاب کہلاتی ہے۔

۲۔ "کتم" ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔
۳۔ اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{سیدنا حسین بن علیؓ کا سر اور داڑھی وسمہ سے رنگے ہوئے تھے}

۹۸۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ اَنَّهُ قَالَ اَبْصَرْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ لِحْيَتَهُ مَخْضُوْبَتَيْنِ بِالْوَسْمَةِ وَقَدْ نَصَلَا۔

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر اور داڑھی کو دیکھا جو وسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۴ باب الخضاب بالحناء والوسمہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۵ ح ۱۷۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن قیس ہمدانی مرہبی کوفی ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۶۵)

فائدہ:

"وسمہ" ایک خودرو پودا ہے۔ اس کے پتے پیس کر خضاب کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

{وسمہ کا خضاب لگانے میں کوئی حرج نہیں}

۹۸۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ الْوَسْمَةِ فَقَالَ بَقْلَةٌ طَيِّبَةٌ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے وسمہ کا خضاب لگانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: پاکیزہ سبزی ہے (اس میں کوئی حرج نہیں)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۲ باب الخضاب بالحناء والوسمۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۱۰ ح ۱۷۰۱، الباب الثامن والثلاثون فی الحظر والاباحۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۲)

{سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک خوب سرخ تھی}

۹۸۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ یَزِیْدَ الرِّشْكِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ رَأَیْتُ اَبَابَکْرٍ وَ کَأَنَّ لِحْیَتَہٗ ضِرَامُ عَرْفَجٍ یَعْنِیْ تَلَأْلُأُ۔ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَأَیْتُ مُوْسَیٰ بْنَ طَلْحَۃَ مَخْضُوْبَ اللِّحْیَۃِ بِالْوَسْمَۃِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا گویا ان کی داڑھی مبارک (گہری سرخ ہونے کی وجہ سے) جھاؤ کے (درخت کے) انگارہ کی طرح تھیں۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کی داڑھی وسمہ سے رنگی ہوئی تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۳ باب الخضاب بالحناء والوسمۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۴ ح ۱۷۲۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۰۷۰، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

● امام ابوالازہر یزید بن ابی یزید الضبعی البصری الرشک رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۶۴)

{بالوں کے لیے سب سے اچھا خضاب مہندی اور کتم ہے}

۹۸۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِىْ حُجَيَّةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَحْسَنَ مَاغَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ: رَأَيْتُ عَامِرًا مَخْضُوْبَ اللِّحْيَةِ بِالْحِنَّاءِ، وَرَأَيْتُ مِلْحَفَةً حَمْرَاءَ۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بڑھاپے کے بالوں کا رنگ بدلنے کے لیے سب سے بہتر چیز مہندی اور کتم ہے۔''

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کی داڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی اور میں نے ان پر خوب سرخ رنگ کی چادر دیکھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۳ باب الخضاب بالحناء والوسمة، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۱۵ ح ۱۷۰۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۶۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۳۷، ۲۱۳۶۲، ۲۱۳۸۶، ۲۱۴۰۷، ۲۱۳۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۲، مسند البزار: ۳۹۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۷۴، سنن ابی داود: ۴۲۰۵، صحیح ابن حبان: ۵۴۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله طريق آخر)

فائدہ:

اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے، اس لیے داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو رنگنا ضروری نہیں، صرف بہتر ہے، البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{نبی اکرم ﷺ نے ابوقحافہ کو داڑھی کے بکھرے بال کاٹنے کا کہا}

۹۸۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ قُحَافَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اُتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَلِحْيَتُهُ قَدِ انْتَشَرَتْ فَقَالَ لَوْاَخَذْتُمْ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى نَوَاحِىْ لِحْيَتِهٖ۔

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابوقحافہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو ان کی داڑھی کے بال بکھرے

ہوئے تھے آپ ﷺ نے ہاتھ کے ساتھ ان کی داڑھی کے کناروں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: کاش! تم ان زائد بالوں کو لے لیتے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بال کاٹنا جائز ہے۔ اس سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ یہ موقف کہ "داڑھی کے قبضہ سے زائد بالوں کا چھوڑنا فرض ہے اور کاٹنا حرام ہے" اس حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ امام ملاعلی القاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لو اخذتم نواحي لحيته طولا وعرضا وتركتم قدر المستحب وهو مقدار القبضة وهي الحد المتوسط بين الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقا ومن حلقها وقصها على وجه استيصالها وفي حديث الترمذي عن ابن عمرو انه عليه الصلوة والسلام كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها. (شرح مسند ابی حنیفۃ: ص۴۲۲)

کاش! کہ تم داڑھی کے کناروں سے یعنی طول وعرض سے کچھ بال لے لیتے اور مستحب مقدار چھوڑ دیتے جو کہ ایک قبضہ کی مقدار ہے۔ اور مقدار قبضہ دو مذموم طرفوں کے درمیان ایک متوسط ومعتدل مقدار ہے مذموم دو طرفیں یہ ہیں ایک داڑھی کو مطلقاً چھوڑ دینا دوسری داڑھی کو مونڈنا کا مونڈنے کی طرح کترنا اس افراط وتفریط کے درمیان مقدار قبضہ ایک متوسط مقدار ہے اور یہی مسنون ہے۔

{سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے}

۹۹۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

۹۹۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَأْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد بال ہوتے وہ لے لیتے (یعنی کاٹ دیتے)۔

٩٩٢- يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۱۰ باب حف الشعر من الوجہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۰۹ ح ۱۶۹۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۴۸۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

بخاری و مسلم کی حدیث اعفوا اللحی اور وفروا اللحی (داڑھیوں کو بڑھاؤ) دونوں حدیثوں کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں عسید نا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ سے زاہد سے کا کاٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ اعفاء لحیہ والی احادیث میں ایک قبضہ تک داڑھیاں بڑھانے کا حکم ہے ورنہ خود راوی حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟

پس ان کا یہ عمل دلیل ہے کہ ان احادیث میں قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے اور قبضہ سے زائد بالوں کو کٹوانے کی اجازت ہے۔ ان کا چھوڑنا فرض نہیں ہے اگر زاہد بالوں کو کٹوانے کی رخصت و اجازت نہیں تو انہوں نے کیوں کٹوائے؟ باقی جو بعض روایات میں حج وعمرہ کے موقع پر کاٹنے کا ذکر ہے وہ اتفاقیہ بات ہے ورنہ ان کے نزدیک حج وعمرہ کے علاوہ زائد بالوں کا کٹوانا جائز تھا اور وہ حج وعمرہ کے علاوہ بھی کٹواتے تھے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قلت الذی یظهر ان ابن عمر کان لا یخص هذا التخصیص بالنسك بل کان یحمل الامر بالاعفاء علی غیر الحالة التی تتشوه فیها الصورة بافراط طول شعر اللحیة او عرضه.

(فتح الباری: ج ۱۰ ص ۴۲۹)

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اس فعل کو حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے جس سے داڑھی کے طول وعرض میں افراط کی وجہ سے صورۃ بھدی اور قبیح بنے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

وفی اخذ ابن عمر من احر لحیتہ فی الحج دلیل علی جواز الاخذ من اللحیۃ فی غیر الحج لانہ لو کان ذالك غیر جائز فی سائر الزمان ما جاز فی الحج لانھم انما امروا ان یحلقوا او یقصروا اذا حلوا من حجھم ما نھوا عنہ فی حجھم وابن عمر روی عن النبی ﷺ اعفوا اللحی وھو اعلم بمعنی ما روی فکان المعنی عندہ وعند جمھور العلماء الاخذ من اللحیۃ ما تظایر۔

(الاستذکار: ج۴ص۳۱۷ط بیروت)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا حج میں داڑھی کے اگلے حصے سے بال لینا دلیل ہے غیر حج میں بھی بال لینے کی کیونکہ اگر باقی زمانہ میں ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ محرمین کو حکم یہ ہے کہ جب وہ احرام کھولنے لگیں تو وہ کام کریں جس سے ان کو احرام میں منع کیا گیا تھا یعنی حلق یا قصر پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے داڑھی بڑھانے کی حدیث روایت کی ہے۔ اور وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے معنی کو زیادہ جانتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء کے نزدیک معنی یہ ہے کہ جو بال داڑھی کو قبیح اور بھدا کردیں ان کا لینا جائز ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنی داڑھی سے زائد بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں}

۹۹۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ یَّأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ لِحْیَتِهٖ مَالَمْ یَتَشَبَّهُ بِأَهْلِ الشِّرْكِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنی داڑھی سے کچھ بال لے لے جس سے مشرکین کی مشابہت نہ ہوتی ہو۔

۹۹۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الشَّارِبَیْنِ اِنَّمَا یُکْرَهُ مِنْهُ التَّشَبُّهُ بِأَهْلِ الْکُفْرِ فَأَمَّا مَا سِوَی ذٰلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے مونچھوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ میں مضائقہ نہیں (یعنی مونچھیں اس قدر بڑھانا جس سے کافروں کی مشابہت ہوتی ہو مکروہ ہے)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے}

۹۹۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ اکْتَوٰی وَاسْتَرْقٰی مِنَ الْحُمَةِ وَکَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِهٖ.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے داغ لگوایا، زہر کا دم کرایا اور اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹۸ باب الرقیۃ من العین والکتواء، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۰۹ ح ۱۶۹۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۴۸۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹۸)

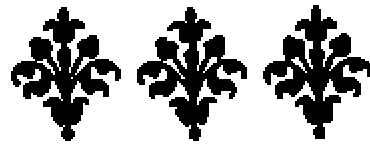
{نوجوانوں میں بہتر وہ ہیں جو متبع شریعت بزرگوں کی مشابہت کرتے ہیں}

۹۹۶۔ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ بَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ شَبَابِکُمُ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّهُوْنَ بِشُیُوْخِکُمْ وَشَرُّ شُیُوْخِکُمُ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّهُوْنَ بِشَبَابِکُمْ وَشَرُّ رِجَالِکُمُ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّهُوْنَ بِنِسَائِکُمْ وَشَرُّ نِسَائِکُمُ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّهُوْنَ بِرِجَالِکُمْ.

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے نوجوانوں میں بہتر وہ ہے جو (متبع شریعت) بزرگوں کی مشابہت کرتا ہے اور تمہارے بوڑھوں میں بدتر وہ ہے جو نوجوانوں کی مشابہت کرتا ہے۔ اور تمہارے مردوں میں بدتر وہ ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتا ہے اور عورتوں میں بدتر وہ ہیں وہ جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۴۸۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰۲، شعب الایمان للبیہقی: ۷۴۱۹، ۷۴۲۰، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی: ۲۰۰۱۔



۲۶۔ كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

مشروبات سے متعلق احکام ومسائل

{نبیذ پینا جائز ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ آیا ہو}

۹۹۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَمَّادٌ دَخَلْتُ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَأَكَلْتُ مَعَهُ فَدَعَالِيْ بِنَبِيْذٍ فَلَمَّارَأَى اِبْطَائِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَيَأْكُلُ فَأَكَلَ مَعَهُ ثُمَّ اُتُوْابِنَبِيْذٍ تَنْبِذُهُ اُمُّ وَلَدِهٖ سِيْرِيْنَ فِيْ جَرٍّ أَخْضَرَ فَشَرِبَ مِنْهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کھانا کھا رہے تھے پس میں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور انہوں نے میرے لیے نبیذ منگوائی مگر جب انہوں نے نبیذ پینے کے سلسلے میں میری طرف سے تاخیر محسوس دیکھی تو مجھ سے امام علقمہ رحمہ اللہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ وہ (یعنی امام علقمہ رحمہ اللہ) ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کھانا کھا رہے تھے پس انہوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر نبیذ لائی گئی تو اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام علقمہ رحمہ اللہ نے پیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۱۱۳۳۴ الباب الثلاثون فی الحدود، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۲۴ باب ماجاء فی النبیذ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مسند ابی حنیفۃ اور جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا ہے، اگر میں نے نبی ﷺ کو یہ پیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں اسے کبھی نہ پیتا۔

{ابوعبیدہؒ نے ضحاکؒ کو ابن مسعودؓ کا وہ مٹکا دکھایا جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی}

۹۹۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ زُفَرَ عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ أَرَانِيْ اَبُوْعُبَيْدَةَ الْجَرَّ الْاَخْضَرَ الَّتِيْ كَانَ يُنْبَذُ فِيْهَا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام ضحاک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابوعبیدہؒ نے ایک سبز مٹکا دکھایا جس میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۳ باب النبیذ الشدید، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۸۷ ۱۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۹۰۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام مزاحم بن زفر بن حارث الضبی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۸۸۲، الثقات: ۱۱۲۲۲)

۲۔ امام ابوالقاسم ضحاک بن مزاحم الہلالی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(الجرح والتعدیل للرازی: ۲۰۲۴، الثقات: ۸۶۸۳)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۳)

{اونٹنی کے موٹے گوشت کو صرف گاڑھی نبیذ ہی ہضم کرسکتی ہے}

۹۹۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ اِنَّ لِلْمُسْلِمِيْنَ كُلَّ يَوْمٍ جَزُوْرًا وَلِآلِ عُمَرَ مِنْهَا الْعُنُقُ وَلاَ يَقْطَعُ هٰذَا اللَّحْمَ فِيْ بُطُوْنِنَا اِلاَّ النَّبِيْذُ الشَّدِيْدُ.

امام عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے ہر روز ایک اونٹنی ہے اور آل عمر کے لیے اس کی گردن ہے اور ہمارے پیٹوں میں اونٹنی کے اس (موٹے) گوشت کو صرف گاڑھی نبیذ ہی ہضم کرسکتی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۴ باب النبیذ الشدید، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۴۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۴۶۱، سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷، ۴۶۸۱، ۴۶۸۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۷۴۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۸۷۵، ۲۳۸۷۶، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۴۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۴۶۱، سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷، ۴۶۸۱، ۴۶۸۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۷۴۱۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۸۷۵، ۲۳۸۷۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم روزانہ ایک اونٹنی ذبح کرتے ہیں، اس کی ران اور گوشت کے عمدہ حصے ہم ان مسلمانوں اور مہمانوں کے لیے رکھ لیتے ہیں جو اطراف واکناف سے ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور اس کی جو گردن ہوتی ہے وہ ہمارے لیے ہوتی ہے، اس لیے ہم یہ موٹا گوشت کھاتے ہیں اور اس پر ہم نبیذ پی لیتے ہیں تاکہ کہ اس گوشت کو ہمارے پیٹ میں ہضم کردے۔ (ملاحظہ ہو: سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاضمے کے لیے گاڑھا نبیذ استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ آیا ہو، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۴)

{ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری سیدنا انس ؓ کیلئے مٹکے کی نبیذ منگوایا کرتے تھے}

۱۰۰۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ عَلَى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ بِوَاسِطٍ فَكَانَ يُرْسِلُ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِيْ لَهُ النَّبِيْذَ مِنَ الْحَوَابِيْ.

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ واسط میں ابو بکر بن ابی موسی اشعری کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے، اور وہ ایک خادم کو بازار بھیجتے جوان کے لیے بڑے مٹکے کی نبیذ خرید کر لاتے تھے۔

{دباء، حنتم اور مزفت نامی برتنوں میں کھانے پینے کی اجازت ہے}

۱۰۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِقَوْمٍ يَزْفِتُوْنَ فَقَالَ مَاشَأْنُهُمْ؟ قَالُوْا شَرِبُوْا مِنْ نَبِيْذٍ لَهُمْ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ فَنَهَاهُمْ اَنْ يَشْرَبُوْا فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّ بِهِمْ رَاجِعًا فَشَكَوْا اِلَيْهِ مَا يَجِدُوْنَ مِنَ التُّخْمَةِ فَرَخَّصَ لَهُمْ اَنْ يَشْرَبُوْا فِيْ ذٰلِكَ وَنَهَاهُمْ اَنْ يَشْرَبُوْا مُسْكِرًا.

علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر کے موقع پر کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو برتنوں کو بھر رہے تھے، آپ ﷺ نے تو چھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کو ان کی شراب ملی ہے، رسول اکرم ﷺ نے ان کو دباء، حنتم اور مزفت نامی برتنوں میں پینے سے منع کر دیا۔ جب واپسی پر ان کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں بدہضمی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے ان کو ان برتنوں میں پینے کی اجازت دے دی اور ہر نشہ آور مشروب کے پینے سے منع کر دیا۔

۱۔الدباء:

کدو کے اس برتن کو کہتے ہیں کہ کدو کو اس کے پودے پر ہی خشک کر لیا جائے پھر اندر سے خشک گودا نکال کر برتن جیسا بنالیا جائے اس کو تو مڑا بھی کہتے ہیں۔

۲۔حنتم:

اکثر و بیشتر شراب سبز رنگ کے برتنوں میں بنتی تھی، اس لئے اس کی تفسیر الجرۃ الخضر اء سے کی جاتی ہے، ثقہ وصدق محقق

ونا قد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مٹکے سبز رنگ کے ساتھ ہی خاص اور منحصر نہیں، بلکہ مٹی کا ہر وہ برتن جس میں کوئی ایسی چیز لگادی جائے جس سے اس کے مسامات بند ہو جائیں اس کو حنتم کہتے ہیں۔

۳۔مزفت:

زفت سے بنا ہے عموماً اس کا معنیٰ زال نے کیا جاتا ہے یہ کسی درخت کا عصارہ ہوتا ہے جو ایران میں ہوتا ہے اسی سے کشتی اور جہاز کی پالش کی جاتی ہے، ثقہ وصدوق محقق ونا قد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے بلکہ یہ ایک قسم کا تیل ہے جو زمین سے نکلتا ہے جیسے تارکول اسی طرح کی کوئی اور چیز ہے۔

شراب کی عادت اہل عرب کی گھٹیوں میں رچی بسی تھی، اس لیے جب شراب حرام کی گئی تو سختی سے کام لیا گیا، حتی کہ ان برتنوں میں کھانے پینے اور نبیذ بنانے سے بھی منع کر دیا گیا جن میں شراب استعمال ہوتی تھی، لیکن جب شراب کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی تو پھر ایسے برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی گئی اور نشہ آور مشروب سے منع کر دیا گیا۔

{پہلے زمانے میں کھجور اور منقع کا نبیذ حالات کی شدت کی وجہ سے ناپسند کیا گیا تھا}

۱۰۰۲۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يُكْرَهُ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ فِی النَّبِيذِ كَمَا يُكْرَهُ فِی شِدَّةِ الزَّمَانِ اللَّحْمُ وَالسَّمَنُ ،فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلاَ بَاْسَ بِهِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے زمانے میں کھجور اور منقی کو ملا کر نبیذ تیار کرنے کو (حالات کی شدت کی وجہ سے) ناپسند کیا گیا تھا جیسے زمانے کی تنگی کی وجہ سے گوشت اور گھی کو بھی ناپسند کیا گیا تھا لیکن آج کل اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۸۴ باب الاشربۃ والانبذۃ والشرب قائما وما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۱۳۴۵۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۱)

{سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما منقی کی نبیذ میں عجوہ کھجور ڈلوایا کرتے تھے}

۱۰۰۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ زَبِيْبٌ فَلَمْ يَسْتَمْرِئْهُ فَأَمَرَ الْجَارِيَةَ فَأَلْقَتْ فِيْهِ عَجْوَةً.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے منقی کی نبیذ بنائی جاتی تھی، وہ اسے میٹھا محسوس نہیں کرتے تھے اور لونڈی کو حکم دیتے اور وہ اس میں عجوہ کھجور ڈال دیتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۰ باب الاشربۃ والانبذۃ والشرب قائما وما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۱۴۴۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام: ۸۴۰)

۱۰۰۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَقَانِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَرْبَةً فَمَا كِدْتُ أَهْتَدِي اِلَى اَهْلِي فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا زِدْنَاكَ عَلَى عَجْوَةٍ وَزَبِيْبٍ.

عقبہ بن زیاد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مشروب پلایا، جس سے قریب تھا کہ میں اپنے گھر تک نہ پہنچ سکوں، پھر جب صبح ہوئی تو میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: ہم نے تمہیں عجوہ کھجور اور منقی سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۹ باب الاشربۃ والانبذۃ والشرب قائما وما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للخوارزمی:

ج۲ ص۱۸۹ ح ۱۴۴۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ کے لیے خربوزہ کی نبیذ بنائی جاتی تھی}

۱۰۰۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ الْبُخْتُجُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے لیے خربوزہ کی نبیذ بنائی جاتی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نشہ ہر مشروب سے حرام ہے}

۱۰۰۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَوْلُ النَّاسِ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ خَطَأٌ مِنْهُمْ، اِنَّمَا اَرَادُوْا السُّكْرَ حَرَامٌ خَاصَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں کا یہ کہنا "ہر نشہ آور حرام ہے" غلط ہے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خاص نشہ (ہر مشروب سے) حرام ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۳ باب الشرب فی الاوعیۃ والظروف والجر وغیرہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ ص۱۸۹ ح ۱۴۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آگ پر پکے ہوئے شیرے کا حکم}

۱۰۰۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ اِلَى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اِنِّيْ اُتِيْتُ بِشَرَابٍ مِنَ الشَّامِ قَدْ طُبِخَ حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثَاهُ فِي النَّارِ وَبَقِيَ

ثُلُثُهُ وَذَهَبَ حَرَامُهُ وَرِيْحُ جُنُوْنِهِ وَبَقِيَ حُلْوُهُ وَحَلَالُهُ يُشْبِهُ طِلَاءَ الْإِبِلِ فَمُرْمِنْ قِبَلِكَ يَتَوَسَّعُوْا بِهِ فِيْ اَشْرِبَتِهِمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ میرے پاس شام سے ایک ایسی شراب لائی گئی ہے جسے اتنا پکایا گیا کہ اس کے دوتہائی حصے اڑ گئے ہیں اور ایک تہائی حصہ باقی رہا ہے تو اس کا حلال حصہ باقی رہا اور حرام حصہ اڑ گیا ہے اور اس کی تیزی کو سکون آ گیا ہے اور اس کی مٹھاس باقی رہ گئی ہے اور یہ حلال ہے، یہ اونٹوں کے طلاء کے مشابہ ہے تو تو اپنی طرف سے لوگوں کو حکم دے کہ وہ اپنے مشروبات میں وسعت پیدا کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۱۴۵۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۰۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۲۰، السنن الکبری للنسائی: ۶۸۲۹، الطب النبوی لابی نعیم: ۷۸۵، ۷۸۷، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج ۵ ص ۱۱۵،

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه عبدالرزاق وابو نعيم من طريق عاصم عن الشعبي قال كتب عمر بن الخطاب رضي الله عنه الى عمار بن ياسر ....فذكره.)

{سیدنا انس بن مالک ؓ طلاء کو آدھا خشک کر کے پیا کرتے تھے}

۱۰۰۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ سُرَيْعٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَشْرَبُ الطِّلَاءَ عَلَى النِّصْفِ.

ولید بن سریع رحمہ اللہ روایت ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ طلاء کو آدھا خشک کر کے پیا کر کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۸ باب نبیذ الجنج، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۱۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۰۳۷ باب من رخص فی شرب الطلاء علی النصف۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ولید بن سریع الکوفی مولیٰ آل عمرو بن حریث المخزومی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ٦٧٠٥، الثقات لابن حبان: ٥٨٧٨، الکاشف: ٦٠٦٥)

{شراب کو بیچنا اور اس کے پیسے کھانا دونوں حرام ہیں}

١٠١٠۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ اَبُوْ كَثِيْرٍ عَنْ بَيْعِ الْخَمْرِ فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَحَرَّمُوْا اَكْلَهَا وَاسْتَحَلُّوْا بَيْعَهَا وَأَكْلَ ثَمَنِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَحَرَامٌ بَيْعُهَا وَحَرَامٌ أَكْلُ ثَمَنِهَا.

١٠١١۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْخَمْرِ مِثْلَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَقُلْ وَسَأَلَهُ اَبُوْ كَثِيْرٍ.

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے ابوکثیر رحمہ اللہ نے شراب بیچنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تھی تو انہوں نے اس کو کھانا تو حرام سمجھ لیا لیکن اس کو بیچ کر اس کی رقم استعمال کرنا حلال سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کیا ہے لہٰذا اس کا بیچنا اور اس کے پیسے کھانا دونوں حرام ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٧٦٣ باب التجارۃ فی العصیر والخمر، جامع المسانید للخوارزمی: ج ٢ ص ٢١٠ ح ١٣٨٠، عقود الجواہر المنیفۃ: ج ٢ ص ٢٤۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام: ٧٦٣)

١٠١٢۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ عَامِرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ ﷺ كُلَّ عَامٍ رَاوِيَةً مِّنْ خَمْرٍ فَأَهْدَى لَهُ رَاوِيَةً فِي الْعَامِ الَّذِيْ حُرِّمَتْ فِيْهِ الْخَمْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَلاَ حَاجَۃَ لَنَا فِیْ خَمْرِكَ فَقَالَ خُذْھَا فَبِعْھَا وَاسْتَعِنْ بِثَمَنِھَا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الَّذِیْ حَرَّمَ شُرْبَھَا، حَرَّمَ بَیْعَھَا، وَأَکْلَ ثَمَنِھَا۔

سیدنا ابو عامر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر سال نبی اکرم ﷺ کو شراب کو ایک مشک ہدیہ دیا کرتے تھے جس سال شراب حرام ہوئی انہوں نے اس سال بھی حسب سابق ایک مشکیزہ پیش کیا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ رب العزت نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے اس لئے ہمیں تمہاری شراب کی کوئی ضرورت نہیں۔" انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کو فروخت کر کے اس کے پیسوں سے اپنی ضروریات پوری کر لیجئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس ذات نے اس کے پینے کو حرام قرار دیا ہے اسی نے اس کے بیچنے اور اس کی قیمت کھانے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

- کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۴ باب التجارۃ فی العصیر والخمر، مؤطا محمد: ۷۱۲، مؤطا مالک: ۱۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۵۷۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۴۳۹، سنن الدارمی: ۲۴۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۴۱، ۳۳۷۳، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۴)

{شراب خواہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے}

۱۰۱۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اَبِیْ عَوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْھَادِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ حَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْخَمْرَ بِعَیْنِھَا قَلِیْلَھَا وَ کَثِیْرَھَا وَالسُّکْرَ مِنْ کُلِّ شَرَابٍ۔

سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

حرام قرار دیا ہے شراب کی ذات کو خواہ قلیل ہو یا کثیر اور دوسرے ہر مشروب سے نشہ کی مقدار کو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۴۲۳، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۷ ح ۱۴۷۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۰۶۷، سنن النسائی: ۵۶۸۳، ۵۶۸۴، ۵۶۸۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۹۸۰، ۴۹۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۴۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۴۴۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۸۳۷، ۱۰۸۳۹، سنن الدارقطنی: ۴۶۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوعون محمد بن عبیداللہ بن سعید ثقفی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۴۳۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۸۱)

فوائد و مسائل:

۱۔ انگور کا ناپختہ پانی جب اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ خمر (شراب) ہے البتہ مجازا ہر مسکر کو خمر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ انگور کے جوس کو بھی مجازا خمر کہا گیا ہے قرآن کریم میں ہے: انی اعصر خمرا یعنی میں خمر نچوڑتا ہوں اور ظاہر ہے کہ انگور سے خمر کو نہیں نچوڑا جاتا بلکہ جوس ہی نچوڑا جاتا ہے پس یہاں پر مجازا جوس کو خمر کہا گیا ہے۔

۲۔ خمر (شراب) کے احکام یہ ہیں:

☆ خمر (شراب) کی حرمت قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔

☆ بیع و ہبہ وغیرہ کے ذریعے خمر (شراب) کا خود مالک بننا یا دوسرے شخص کو مالک بنانا دونوں حرام ہیں۔

☆ تھوڑی سی مقدار جس سے نشہ نہ آئے وہ بھی حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد (اسی کوڑے) واجب ہیں۔

☆ اس کے تلف کرنے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

☆ پیشاب، پاخانہ اور دم مسفوح کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔

☆ اس کے ساتھ کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں مثلاً دوا کے طور پر استعمال کرنا یا بالوں کو لگا کر کنگھی کرنا یا زخم پر لگانا یا جانوروں کو پلانا یا جانوروں کے زخم پر لگانا حتی کہ خمر (شراب) کے ساتھ حقنہ کرنا کا ذکر کے سوراخ میں قطرے ڈالنا، مٹی گوندھ کر اس مٹی کو استعمال کرنا حتی کہ خمر (شراب) کی طرف خوش دلی کے ساتھ بطور لذت و فرحت دیکھنا بھی حرام ہے، آٹا خمر (شراب) کے ساتھ گوندھ کر روٹی پکائی تو وہ روٹی نجس ہے اور اس کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

۲۔ خمر (شراب) کے علاوہ باقی جتنے بھی مسکرات ہیں ان سب کے بارے میں پوری امت محمدیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان میں حد اس وقت واجب ہوگی جب ان کے پینے سے نشہ آجائے اگر مقدار نشہ سے کم پیا تو حد واجب نہ ہوگی بلکہ اس صورت میں تعزیر آئے گی۔ چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خمر (شراب) کے ایک گھونٹ میں بھی حد واجب ہوگی لیکن دوسرے مسکرات کی وجہ سے جب تک نشہ نہ آئے حد واجب نہ ہوگی البتہ تعزیر لگائی جائے گی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ (کتاب الآثار: ص ۱۳۷) ہاں حلت و حرمت کے لحاظ سے اس میں تفصیل ہے۔

باذق:

(انگور کا پانی) اتنا پکایا جائے کہ دو ثلث سے کم خشک ہوجائے اور باقی میں نشہ پیدا ہوجائے۔

منصف:

(انگور کا پانی) اتنا پکایا جائے کہ نصف خشک ہوجائے اور نصف باقی رہ جائے اور اس میں نشہ پیدا ہوجائے۔

نقیع الزبیب:

کشمش پانی میں ڈالی جائے حتی کہ اس کی مٹھاس پانی میں آجائے اور بغیر پکانے کے اس میں نشہ پیدا ہوجائے۔

نقیع التمر:

تر کھجور پانی میں ڈالی جائے اور کھجور کی مٹھاس پانی میں آجائے اور بغیر پکانے کے اس میں نشہ پیدا ہوجائے اس کا نام السکر بھی ہے۔

یہ چار قسمیں بالاتفاق حرام ہیں ان کی معمولی مقدار بھی جائز نہیں ان چار کے علاوہ کچھ اور قسمیں بھی ہیں ان میں سے بعض انگور کے پانی کو پکا کر بنائی جاتی ہیں اور بعض خشک کھجور اور کشمش سے بنائی جاتی ہیں اور بعض قسمیں گندم، جو وغیرہ سے بھی بنائی جاتی ہیں اگر ان کو محض تعیش کے طور پر پیا جائے تو بالاتفاق حرام ہیں اور تقویت حاصل کرنے کیلئے پیا جائے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے دو قول پائے جاتے ہیں۔

(۱)۔۔۔مقدار نشہ سے کم پینا جائز ہے البتہ اتنی مقدار جس سے نشہ آجائے حرام ہے، اس قول کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

(۲)۔۔۔قلیل و کثیر کا پینا حرام ہے، امام محمد رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے عالمگیری میں ہے وبہ ناخذ یعنی ہم امام محمد رحمہ اللہ کے اسی قول کو لیتے ہیں درمختار میں ہے وبہ فتی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے، علامہ شامی نے (۹) کتابوں کے نام لکھ کر فرمایا ان سب نے لکھا ہے ہمارے زمانے میں فتوی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے غلبہ فساد کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ فساق ان اشربہ پر جمع ہوجائیں گے اور ان کا مقصد ہوگا نشہ اور بے ہودگی۔ (درمختار مع ردالمختار: ج ۵ ص ۳۲۳)

پھر خمر (شراب) کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے اس لئے خمر (شراب) کی حرمت قطعی اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر جبکہ دوسرے مسکرات کی حرمت خبر واحد سے ثابت ہے اس لئے ان کی حرمت ظنی ہے ان کی حرمت کا منکر کافر نہیں، نیز یہ مسکرات حقیقتاً خمر (شراب) نہیں کیونکہ ان کے الگ الگ نام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خمر سے جدا قسم ہے اس لئے خمر میں مطلقاً حد واجب ہے خواہ نشہ آئے یا نہ آئے جبکہ باقی مسکرات میں حد کا وجوب محض ان کے پینے کی وجہ سے نہیں بلکہ سکر کی وجہ سے ہے لہٰذا نشہ ہوگا تو حد واجب ہوگی ورنہ نہیں تاہم مقدار سکر سے کم پینا بھی مفتی بہ قول کے مطابق حرام ہے اور قابل تعزیر ہے۔

(فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۱۳۸، درمختار مع ردالمختار ج ۵ ص ۳۰۸، ہدایہ ج ۷ ص ۲۸۴، ادارۃ القرآن کراچی)

{کشمش کی پرانی اور عمدہ نبیذ میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ خمر کے حکم میں ہے}

۱۰۱۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ فِيْ نَبِيْذِ الزَّبِيْبِ النَّقِيْعِ الْمُعَتَّقِ اِذَا غَلاَ هِيَ الْخَمْرُ اِجْتَنِبْهَا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کشمش کی پرانی اور عمدہ نبیذ کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ گاڑھی اور سخت ہو جائے (اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ خمر (کے حکم میں) ہے اس سے بچو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نشہ آور چیز کا استعمال مکروہ تحریمی ہے}

۱۰۱۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ السَّكَرَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نشہ آور چیز کے استعمال کو مکروہ (تحریمی) سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایک دفعہ سیدنا علیؓ نے کھڑے کھڑے پانی پیا}

۱۰۱۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۱۵ سنن النسائی: ۱۳۰، سنن ابی داود: ۳۷۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۱۰۶، ۲۴۱۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۹۵، ۹۱۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۱۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۴۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔(اخرجه البخاری من طریق مسعر عن عبدالملك بن میسرة عن النزال عن علی رضی الله عنه۔ ۔ ۔فذکره.)

فائدہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابی داود: ۳۷۱۷) یہ رسول اللہ ﷺ کی تلقین ہے، پانی حتی الامکان بیٹھ کر ہی پینا چاہیے۔ یہ نہی تنزیہی ہے اور کھڑے ہوکر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

اس موضوع میں کئی احادیث آئی ہیں ان تمام کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا البتہ کبھی کبھار یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر پی لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے لیکن اسے معمول نہیں بنایا جاسکتا۔

{رسول اللہ ﷺ نے گائے کا دودھ پینے کی ترغیب دی ہے}

۱۰۱۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ مَاوَضَعَ اللّٰهُ دَاءً اِلاَّ وَضَعَ لَهُ دَوَاءً اِلاَّ السَّامَ وَالْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلُطُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ.

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں رکھی جس کا علاج نہ رکھا ہو، سوائے موت اور بڑھاپے کے، اس لیے تم پر گائے کا دودھ استعمال کرنا لازم ہے کیونکہ گائے کا دودھ ہر درخت سے مل کر حاصل ہوتا ہے اور اس میں تمام نباتاتی اجزاء شامل ہوتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۴۱، الطب النبوی لابی نعیم: ۱۳، ۳۲۴، ۴۴۷، مسند الحمیدی: ۹۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۸، مسند البزار: ۱۴۵۰، السنن الکبری للنسائی: ۶۸۳۴، ۶۸۳۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۱۷، صحیح ابن حبان: ۶۰۷۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۱۶۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمرو قیس بن مسلم الجدلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۴۰۰)

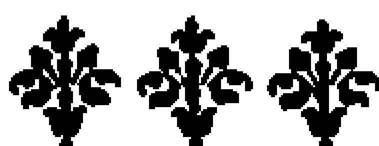
۲۔ سیدنا طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی الکوفی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ (تقریب: ۳۰۰۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ ہر زمانے میں لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے جو دوا دارو کرنا اور اپنی بیماری کو دور کرنے کی کوشش کرنا اچھا نہیں سمجھتا، اس گروہ میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنی غربت کی وجہ سے اپنی بیماری کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتے ہیں، بعض اپنی کنجوسی کے ہاتھوں اپنے علاج پر کچھ خرچ کرنے کو فضول خرچی سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بعض لوگ اسے توکل کے خلاف سمجھ کر اس کے قریب پھٹکنے کو بھی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔

ان میں پہلا طبقہ تو مجبور ہے جس کے متعلق شریعت دوسرے انسانوں کو اس کی امداد کے لیے متوجہ کرتی ہے، دوسرا طبقہ ''بیوقوف'' ہے کہ اپنی کمائی اپنے اوپر ہی خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے اور تیسرا طبقہ ''نادان'' ہے کہ علاج معالجہ کو خلاف توکل سمجھتا ہے حالانکہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں، توکل ترک نتیجہ کا نام ہے۔

۲۔ نومولود بچے کے لیے جس طرح ماں کا دودھ انتہائی مفید ہونے میں دو رائیں نہیں ہیں اسی طرح زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے گائے کے دودھ کی افادیت بھی مسلم ہے، اس کے نباتاتی اجزاء جو مختلف درختوں اور سرسبز و شاداب گھاس کی وجہ سے اس میں پیدا ہو جاتے ہیں، انسان کو بڑھاپے میں بھی تقویت فراہم کرتے ہیں'' گو کہ اس سے بڑھاپا ختم نہیں ہو سکتا'' اور مکمل غذائیت سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔



۲۷۔ كِتَابُ الصَّيْدِ

شکار سے متعلق احکام ومسائل

{تیر جانور کو پھاڑ دے تو تم اسے کھالو اور اگر نہ پھاڑے تو اسے نہ کھاؤ}

۱۰۱۸۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَرَقَ الْمِعْرَاضُ فَكُلْ وَإِذَا لَمْ يَخْرِقْ فَلَا تَأْكُلْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر تیر جانور کو پھاڑ دے تو تم اسے کھالو اور اگر نہ پھاڑے (یعنی اگر تیر چوڑائی میں لگا ہو) تو اسے نہ کھاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (اخرجه الخوارزمی فی جامع المسانید (ج۲ص۲۹۰ح ۱۵۳۶) وابن حبان (۵۸۸۱) ومسلم (۱۹۲۹) من حدیث عدی بن حاتم۔ ....قلت یا رسول الله احدنا یرمی المعراض ؛قال اذا رمیت فسمیت فخرق فکل وان اصاب بعرضه فلا تأکل)

{شکار دو حصوں میں کٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۱۹۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَطَعْتَ الصَّيْدَ نِصْفَيْنِ فَكُلْهُ كُلَّهُ وَإِذَا كَانَ مِمَّا يَلِي الرَّأْسَ أَكْثَرَ فَكُلْ مِمَّا يَلِي الرَّأْسَ وَدَعِ الْآخَرَ وَإِذَا قَطَعْتَ مِنْهُ شَيْئًا فَكُلْهُ كُلَّهُ غَيْرَ ذٰلِكَ الشَّيْءِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مُتَعَلِّقًا بِجِلْدِهٖ فَتَأْكُلُهُ كُلَّهُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم شکار کے دو ٹکڑے کر دو تو دونوں کو کھالو اور اگر سر کی جانب کا حصہ زیادہ ہو تو سر والا حصہ کھالو اور باقی ماندہ نیچے کے حصہ والے کو چھوڑ دو، اور اگر تم نے اس سے ایک ٹکڑا یا ایک عضو کاٹا ہو (اور وہ اس سے جدا ہو گیا ہو) تو اس ٹکڑے یا عضو کو چھوڑ کر باقی ماندہ سارا کھالو مگر یہ کہ اگر وہ (ٹکڑا یا عضو) اس کی جلد کے ساتھ لٹکا ہوا ہو تو اس سمیت سارے کو کھا سکتے ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۳ باب الصید ترمیہ، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۵۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۴۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۷۰۶، صحیح البخاری: ۵۴۷۸، جامع المسانید للخوارزمی: ۱۵۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۴۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۷۰۶، صحیح البخاری: ۵۴۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام: ۸۳۳)

{باز یا شکرا اگرچہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو}

۱۰۲۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ كُلْ مَا اَمْسَكَ الْكَلْبُ اِذَا كَانَ عَالِمًا وَلَا تَأْكُلْ مِمَّا اَكَلَ وَكُلْ مَا اَمْسَكَ الْبَازِيُّ وَاِنْ اَكَلَ فَاِنَّ تَعْلِیْمَ الْبَازِيِّ اَنْ تَدْعُوَهُ فَیُجِیْبُكَ وَلَا تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَضْرِبَهُ فَیَدَعَ الْاَكْلَ كَمَا تَضْرِبُ الْكَلْبَ فَیَدَعُ الْاَكْلَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سدھائے ہوئے کتے نے جو شکار تمہارے لئے پکڑا ہو وہ کھالو لیکن اگر خود اس نے اس سے کھالیا ہو تو تم اس سے مت کھاؤ (کیونکہ اس نے اسے اپنے لئے پکڑا ہے)، رہا باز (اور شکرا) تو وہ چاہے کھالے تب بھی تم کھالو اس لئے کہ اس کا معلَّم (سدھایا ہوا) ہونا یہ ہے کہ تم جب اسے بلاؤ تو وہ تمہاری آواز سن کر آجائے تم اسے مار کر اس سے کھانا نہیں چھڑوا سکتے جیسے کتے کو مار کر کھانا چھڑواتے ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۶ باب صید الکلب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۶ ح ۱۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۵۱۴، ۸۵۱۳، ۸۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۵۶۹، ۱۹۵۷۰، صحیح البخاری: ۵۴۸۲، جامع المسانید

للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۶ ح ۱۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۵۱۴، ۸۵۱۳، ۸۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۵۶۹، ۱۹۵۷۰، صحیح البخاری: ۵۴۸۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۶)

{شکاری کتے کو تسمیہ پڑھ کر چھوڑا تو اس کا کیا ہوا شکار کھا سکتے ہیں اگرچہ وہ اس کو مار ڈالے}

۱۰۲۱۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ كَلْبِ الصَّيْدِ إِذَا أُرْسِلَ عَلَى الصَّيْدِ فَقَتَلَهُ وَسَمَّى عَلَيْهِ قَالَ كُلْ.

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے شکاری کتے کے بارے میں پوچھا کہ جب اسے شکار کیلئے چھوڑ جائے اور یہ شکار کو مار ڈالے جبکہ اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام بھی لیا ہو تو کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اسے کھانے کا حکم دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۳۴ باب صید الکلب، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۱۵۳۹، صحیح البخاری: ۵۴۸۳، ۵۴۸۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۸۶۹، ۱۸۸۷۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۳۸۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الخوارزمی من طریق ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن همام بن الحارث عن عدی بن حاتم ....فذكره)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام: ۸۳۴)

{باز یا شکرا اگرچہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو}

۱۰۲۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ اِذَا اَکَلَ الْکَلْبُ فَلاَ تَأْکُلْ مِنْهُ اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَیُضْرَبُ فَیَتْرُكَ الأَکْلَ وَاِذَا قَتَلَ الْبَازِیُّ وَأَکَلَ فَکُلْ لِاَنَّكَ لاَ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَضْرِبَهُ حَتّٰی یَتْرُكَ الأَکْلَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کتے نے شکار سے کھالیا ہو تو اس سے مت کھاؤ کیونکہ اس نے یہ اپنے لئے شکار کیا ہے اور اسے مار کر اس سے کھانا چھڑوایا جاسکتا ہے، لیکن اگر باز (یا شکرہ) اسے شکار کر کے کھالے تو تم باقی باندہ کھالو کیونکہ تم اسے مار کر اس سے کھانا نہیں چھڑوا سکتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تیر کھا کر جو شکار نگاہوں میں رہے اس کو کھالو اور جو نظروں سے اوجھل ہو جائے اس کو نہ کھاؤ}

۱۰۲۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَتَاهُ عَبْدٌ أَسْوَدُ فَقَالَ اِنِّیْ فِیْ غَنَمٍ لأَهْلِیْ وَأَنَا بِسَبِیْلٍ مِّنَ الطَّرِیْقِ وَاِنِّیْ أُسْأَلُ فَأَسْقِیْ بِغَیْرِ اِذْنِ أَهْلِیْ، قَالَ لاَ. قَالَ فَاِنِّیْ اَرْمِیْ فَأُصْمِیْ وَأُنْمِیْ قَالَ: کُلْ مَا أَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا أَنْمَیْتَ وَالْاِصْمَاءُ مَارَأَیْتَهُ وَالاِنْمَاءُ مَاتَوَارٰی عَنْكَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک کالا غلام آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنے مالکوں کے جانوروں میں راستے میں ہوتا ہوں کیا (مسافروں کو) اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر دودھ پلا دیا کروں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ اس غلام نے مزید پوچھا کہ میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور اسے آنکھوں سے اوجھل نہیں پاتا اور کبھی نگاہوں سے غائب بھی پاتا ہوں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو نظروں کے سامنے ہو اسے کھالیا کرو اور جو آنکھوں کے سامنے نہ ہو اسے چھوڑ دو۔ اصماء وہ جانور ہے جو تیری نگاہوں کے سامنے ہو اور انماء سے وہ جانور مراد ہے جو تیری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲ ۸۳۲ باب الصید ترمیہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۲۴ ح ۱۵۱۵، مصنف

عبدالرزاق: ۸۴۵۳، ۸۴۵۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۶۸۱، الاموال لابن زنجویہ: ۱۸۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۵۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۹۰۱، ۱۸۹۰۲۔

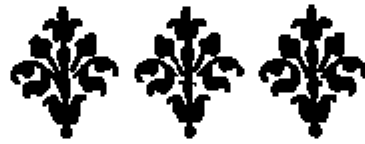
تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

تیر جب شکار کولگ جائے اور وہ بھاگ کر اس سے غائب ہو جائے تو اگر یہ اس کی تلاش میں لگا رہے اور اسے مرا ہوا پالے تو اسے کھالے گا اس لئے کہ جب وہ اس کی تلاش میں لگا رہا اور کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا تو ایسا سمجھا جائے گا گویا اس شکاری کے سامنے مرا ہوتا کہ حرج کو دور کیا جائے اس لئے کہ شکار جنگلوں اور صحراؤں میں عام طور سے چھپ جاتا ہے لہٰذا اگر تلاش سے رکا نہیں مسلسل تلاش میں لگا رہا تو اس کا کھانا حلال ہے۔

لیکن اگر کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، اسی طرح اگر تلاش روک دی پھر مردہ حالت میں ملا تب بھی نہیں کھایا جائے گا۔



۲۸۔ کِتَابُ الرَّهْنِ

گروی سے متعلق احکام ومسائل

رہن کے لغوی معنی:

رہن کے لغوی معنی ہیں: " حبس الشیء " کسی چیز کو روکنا، قرآن کریم میں ہے: "کل نفس بما کسبت رهینة" یعنی ہر نفس اپنے کیے ہوئے معاصی کے سبب محبوس ہوگی۔

رہن کے شرعی معنی:

رہن کے شرعی اور اصطلاحی معنی ہیں: "جعل الشیء محبوسا بحق یمکن استیفاؤہ من الرهن" کسی حق یعنی قرض وغیرہ کی وجہ سے کسی چیز کو محبوس کرنا تاکہ اس کے ذریعے حق کی وصولیابی ممکن اور آسانی ہو جائے۔

{کوئی شخص رہن رکھوائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۲۴۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاکَانَ الرَّهْنُ بِأَكْثَرَ مِمَّا فِيْهِ فَهَلَكَ فَالْمُرْتَهِنُ فِی الْفَضْلِ أَمِیْنٌ، وَاِنْ کَانَ بِأَقَلَّ مِمَّا فِیْهِ فَهَلَكَ ۔۔۔ الْفَضْلَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر رہن اس چیز سے زیادہ ہو جس کے لئے رہن رکھوایا تھا اور وہ ہلاک ہوگئی تو وہ ضائع ہے کیونکہ زیادتی میں مرتہن امین ہے، اور اگر رہن والی چیز سے کم ہو اور پھر ہلاک ہو جائے تو راہن زیادتی واپس کرے گا۔

تحقیق:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۳، باب الرهن، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۴۹ح ۱۰۹۳، الباب الحادی عشر فی الرهن، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۰۴۲، باب الرهن یهلك، مصنف ابن ابی شیبة: ۲۲۷۹۶، باب فی الرجل یرهن الرجل فیهلك۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں}

۱۰۲۵۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ بَأْسَ بِالرَّهْنِ وَالْكَفِيْلِ فِيْ السَّلَمِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

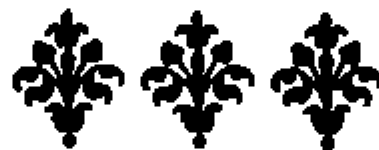
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵ باب الکفیل والرھن فی السلم، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ ص۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۰۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۵۵)



۲۹۔ كِتَابُ الدِّيَاتِ
دیتوں سے متعلق احکام ومسائل

"الدیات" یہ "دیۃ" کی جمع ہے۔ واحد اور جمع دونوں میں "یا" مخفف (بغیر تشدید کے) ہے۔اس کا اصل وَدْیٌ ہے۔واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض "تا" لگادی گئی ہے۔جس طرح عِدَۃٌ میں ہے۔
دیت اس مال کو کہتے ہیں جو مقتول کی جان کے عوض دیا جاتا ہے۔یا زخمی کے اعضائے بدن کے بدلے میں دیا جاتا ہے۔

{قتل کی اقسام اور ان کے احکام}

۱۰۲۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ الْقَتْلُ عَلَى ثَلاَثَةِ أَوْجُهٍ: قَتْلُ عَمْدٍ وَهُوَ مَا تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِالسِّلاَحِ فَفِيْهِ الْقِصَاصُ وَقَتْلُ خَطأً وَهُوَ الشَّيْئُ تُرِيْدُهُ فَتُصِيْبُ غَيْرَهُ بِسِلاَحٍ فَالدِّيَةُ فِيْهِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَشِبْهُ الْعَمْدِ مَاتَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِغَيْرِسِلاَحٍ فَفِيْهِ الدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ اِذَااَتَى ذٰلِكَ عَلَى النَّفْسِ وَشِبْهُ الْعَمْدِ فِي الْجِرَاحَاتِ كُلُّ شَيْئٍ تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِسِلاَحٍ أَوْ غَيْرِهٖ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فِيْهِ الْقِصَاصَ فَفِيْهِ الدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قتل کی تین قسمیں ہیں: ۱۔قتل عمد۔ ۲۔قتل خطاء۔ ۳۔قتل شبہ عمد۔قتل عمد یہ ہے کہ مثلاً آپ نے کسی کو قصداً ہتھیار سے مارا تو اس میں قصاص آئے گا (مگر یہ کہ صلح کر لیں یا معاف کر دیں)۔اور قتل خطاء یہ ہے کہ تم کسی چیز کو نشانہ لگا رہے ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے نشانہ چاہے ہتھیار سے ہو یا کسی اور چیز سے تو اس میں عاقلہ پر دیت آئے گی۔اور قتل شبہ عمد یہ ہے کہ آپ ہتھیار کے علاوہ کسی اور چیز سے عمداً ماریں اس میں عاقلہ پر دیت مغلظہ آتی ہے اگر اس سے جان چلی جائے،زخموں میں شبہ عمد ہر وہ زخم ہے جو ہتھیار یا کسی اور چیز سے لگایا گیا ہو اور اس میں قصاص نہ لیا جاسکتا ہو تو اس میں دیت مغلظہ آئے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۶ باب مالا یستطاع فیہ القصاص، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۹ ص ۳۴، مصنف

عبدالرزاق: ۱۷۱۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں سوائے ایک بات کے کہ بغیر ہتھیار کے جو مارا گیا ہے اور وہ ہتھیار کے قائمقام ہو یا اس سے سخت ہو تو اس میں بھی قصاص آئے گا یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا قول ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق اس میں قصاص نہیں قصاص صرف اس میں آتا ہے جو ہتھیار سے ہو۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۶)

{قتل خطا میں غلام کی دیت کو آزاد کی دیت کے برابر نہیں کیا جائے گا}

۱۰۲۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُبْلَغُ بِالْعَبْدِ دِيَةَ الْحُرِّ، وَذٰلِكَ لَا تَجِدُ عَبْدًا أَبَدًا إِلَّا وَفِي الْأَحْرَارِ خَيْرٌ مِّنْهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (قتل خطا میں) غلام کی دیت کو آزاد کی دیت کے برابر نہیں کیا جائے گا، یہ اس لئے ہے کہ تو کبھی بھی غلام نہیں پائے گا مگر یہ کہ آزاد حضرات میں اس سے بھی بہتر ہوگا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۹ باب جراحات العبید، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۷۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۲۱۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کوئی شخص کسی کی داڑھی مونڈ دے تو اس پر دیت آئے گی}

۱۰۲۸۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا حَلَقَ لِحْيَةَ رَجُلٍ فَلَمْ تَنْبُتْ فَقَضٰى عَلَيْهِ فِيهِ بِالدِّيَةِ.

امام ہیثم رحمہ اللہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی داڑھی مونڈ دی پھر داڑھی نہ نکلی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اس پر دیت آنے کا فیصلہ دیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔(واخرج عبدالرزاق (۱۷۳۷۳)عن اسرائیل عن المنهال بن خليفة عن تميم بن سلمة قال افرغ رجل على رأس رجل قدرا فذهب شعرة فذهب الى على فقضى عليه بالدية. واخرج ابن ابى شيبة(۲۶۸۷۵)من طريق الشقرى قال مر رجل بقدر فوقعت غعلى رأس رجل فأحرقت شعرة فرفع الى على فأجله سنة فلم تنبت فقضى فيه على بالدية.)

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۵۶۶ باب دیۃ ما کان فی الانسان واحدا)

{سیدنا علیؓ کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت کتنی ہے؟}

۱۰۲۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الْخَطَأِ مِثْلَ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهِ عَنْهُ وَقَالَ فِيْ شِبْهِ الْعَمْدِ ثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ حِقَّةٌ وَثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ جَذَعَةٌ وَاَرْبَعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ ثَنِيَّةً اِلَىٰ بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَةٌ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل خطاء میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی مثل فرمایا ہے اور قتل شبہ عمد میں فرمایا کہ تینتیس چوتھے سال والی اونٹنیاں اور تینتیس پانچویں سال والی، اور چونتیس ایسی اونٹنیاں کہ جن کی عمر چھ سات سال کے درمیان ہو اور تمام کی تمام بچہ جننے کی صلاحیت رکھتی ہوں دی جائیں گی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه ابن ابى شيبة (۲۷۲۹۸)من طريق وكيع عن ابن ابى خالد عن عامر عن على رضى الله عنه ...فذكره.)

{قتل خطاء کی دیت کتنی ہے؟}

۱۰۳۰۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي دِيَةِ الْخَطَأِ أَخْمَاسًا: عِشْرِينَ جَذَعَةً وَعِشْرِينَ حِقَّةً وَعِشْرِينَ بَنَاتِ لَبُونٍ وَعِشْرِينَ بَنَاتِ مَخَاضٍ وَعِشْرِينَ بَنِي مَخَاضٍ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قتل خطاء میں دیت پانچ حصوں میں ہوگی بیس چوتھے سال میں چلنے والی اونٹنیاں اور بیس پانچویں اور بیس دوسرے میں چلنے والی اونٹنیاں اور بیس دوسرے سال میں چلنے والے اونٹ، اور بیس تیسرے سال میں چلنے والی اونٹنیاں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۷۴۹، ۲۶۷۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۳۰، سنن الدارقطنی: ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۱۵۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۶۰۲۹۔ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام: ۱۱۸۹ باب الدیات۔ مؤطا محمد: ۶۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۷۴۹، ۲۶۷۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۳۰، سنن الدارقطنی: ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۱۵۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۲۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شيبة من طريق سفيان عن ابی اسحاق عن علقمة بن قيس عن عبد الله.... فذكره.)

{سیدنا ابن مسعودؓ کے نزدیک قتل شبہ عمد میں کتنی دیت ہے؟}

۱۰۳۱۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ أَرْبَعًا: خَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قتل شبہ عمد میں دیت چار حصوں میں ہوگی۔ پچیس پانچویں سال میں چلنے والی اونٹنیاں اور پچیس چوتھے سال میں چلنے والی، پچیس تیسرے اور پچیس دوسرے سال میں چلنے والی اونٹنیاں ہوں گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۷۵۵، ۲۶۷۵۶، سنن ابی داود: ۴۵۵۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۱۲۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۱۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبة من طریق ابی اسحاق عن علقمة والاسود عن عبداللہ۔ ۔ ۔ فذکرہ۔)

{ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دیت میں برابر ہیں}

۱۰۳۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّ شُرَيْحًا، قَالَ فِي الْأَصَابِعِ: أَصَابِعُ الْيَدِ وَالرِّجْلِ سَوَاءٌ فِي كُلِّ أُصْبُعٍ الْعُشْرُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں فرمایا کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دیت میں برابر ہیں، ہر انگلی کے بدلہ میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۰۰۷ کتاب الدیات، باب من قال اصابع الیدین والرجلین سواء، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۰۰ باب الاصابع۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبة من طریق الشعبی ان ھشام بن ھبیرة کتب الی شریح یسأله فکتب۔ ۔ ۔ ۔ فذکرہ۔)

{دانتوں، موضحہ، منقلہ، جائفہ اور پلکوں وغیرہ کی دیت کا بیان}

۱۰۳۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي السِّنِّ نِصْفُ الْعُشْرِ وَكَذٰلِكَ الْمُوضِحَةِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ الْعُشْرُ وَنِصْفُ الْعُشْرِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْآمَّةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَإِذَا ذَهَبَ الْعَقْلُ فَفِيهَا الدِّيَةُ كَامِلَةٌ وَفِي الْأَنْفِ الدِّيَةُ وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّكَرِ

الدِّيَةُ وَفِي الْحَشْفَةِ الدِّيَةُ وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْوَاحِدَةِ النِّصْفُ وَكَذٰلِكَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ فِي كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةِ وَفِي إِحْدَاهُمَا النِّصْفُ وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: دانت میں دیت کا بیسواں حصہ ہے یہی حکم موضحہ کا ہے، منقلہ میں دیت کا عشر اور اسکا بیسواں حصہ ہے، جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے، آمتہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے لیکن اگر عقل ختم ہوجائے تو پوری دیت آئے گی۔ اور ناک، ناک کے بانسے، عضو تناسل، حشفہ، خصیتین اور زبان میں دیت ہے۔ دونوں آنکھوں میں دیت ہے اور ایک میں نصف دیت ہے، اور اسی طرح دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں سے ہر ایک کے بدلے نصف دیت ہے، دونوں کانوں میں دیت ہے اور ایک میں نصف دیت ہے اور ابروؤں میں دیت ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۰ باب دیۃ الاسنان والاشفار والاصابع، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ۴ ص ۳۷۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

آمتہ:

آمتہ زخموں میں سے ہر اس زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک سرایت کرجائے۔

منقلہ:

منقلہ وہ ہے جس کی وجہ سے ہڈی ہٹ جائے۔

موضحہ:

موضحہ وہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۰)

{ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے}

۱۰۳۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ دِیَۃِ الرَّجُلِ مِنْ اَھْلِ الذِّمَّۃِ مِثْلُ دِیَۃِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ذمی (معاہد) کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۶ باب دیۃ المعاھد، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۴۴۸، ۲۷۴۵۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۳۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّھُمَا قَالَا فِیْ دِیَۃِ اَھْلِ الذِّمَّۃِ دِیَۃُ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٥٩٥ باب دیۃ المعاھد، جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ ص۱۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۴۹۱۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (وللحدیث شواھد)

{عورت کے دونوں پستان کے بدلہ میں پوری دیت ہے}

۱۰۳۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ ثَدْیِ الْمَرْاَۃِ نِصْفُ الدِّیَۃِ

وَفِيْ كِلَيْهِمَا الدِّيَةُ وَ كَذٰلِكَ حَلَمَتُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کے پستان میں آدھی دیت آئے گی اور دونوں میں پوری دیت آئے گی اور اس کے سر پستان کا بھی یہی حکم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایة الامام محمد: ۸۸۸باب دیة المراة وجراحہا،مصنف ابن ابی شیبة: ۲۷۱۷۷باب الشدیان ما فیہما؛

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ گونگی زبان، لنگڑے پاؤں، مفلوج ہاتھ وغیرہ کاٹنے کا حکم }

۱۰۳۷۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ لِسَانِ الْأَخْرَسِ وَذَكَرِ الْخَصِيِّ وَالْعَيْنِ الْقَائِمَةِ الذَّاهِبَةِ بَصَرُهَا وَالْيَدِ الشَّلَّاءِ وَالرِّجْلِ الْعَرْجَاءِ وَالسِّنِّ السَّوْدَاءِ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: گونگی زبان، خصی کے آلہ تناسل، بے نور آنکھ، مفلوج ہاتھ، لنگڑے پاؤں اور کالے (خراب) دانت ان سب میں ایک عادل (مجتہد) کا فیصلہ ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے قصاص لیا گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ }

۱۰۳۸۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ رَجُلٍ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ فَاقْتَصَّ مِنْهُ فَمَاتَ الْمُقْتَصُّ مِنْهُ أَنَّ دِيَتَهُ عَلٰى عَاقِلَةِ الْمُقْتَصِّ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جس نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے اس شخص کے لیے قصاص لیا جا رہا تھا تو اس کی وفات ہو گئی تو فرمایا کہ اس سے قصاص لینے والے کے خاندان پر دیت لازم آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جان بوجھ کر قتل کرنے، صلح کرنے اور جرم تسلیم کرنے کی صورت میں خاندان پر دیت لازم نہ ہوگی}

۱۰۴۰۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ قَالَ لاَ تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَبْدًا وَلاَ عَمْدًا وَلاَ صُلْحًا وَلاَ اعْتِرَافًا.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے غلام کی صورت میں، نہ قتل عمد کی صورت میں، نہ صلح کی صورت میں اور نہ ہی اعتراف کرنے کی صورت میں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبة: ۲۷۴۲۹،باب العمد والصلح والاعتراف سنن الدارقطني: ۳۳۷۷ کتاب الحدود والديات وغيره.السنن الكبرى للبيهقي: ۱۶۳۶۰،السنن الصغير للبيهقي: ۳۰۶۹۔مصنف ابن ابی شيبة: ۲۷۴۲۹،باب العمد والصلح والاعتراف،سنن الدارقطني: ۳۳۷۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۴۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ الصُّلْحَ وَلاَ الْعَمْدَ وَلاَ الْاِعْتِرَافَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے صلح کی صورت میں، نہ قتل عمد کی صورت میں اور نہ ہی اعتراف کرنے کی صورت میں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۱ باب دیۃ الخطأ وما تعقل العاقلۃ، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۸۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۴۳۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قتل خطاء کی صورت میں خاندان والے غلام کی دیت ادا نہیں کریں گے}

۱۰۴۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ الْعَبْدَ اِذَا قُتِلَ خَطأً۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے غلام کی دیت ادا نہیں کریں گے جب اسے غلطی سے قتل کیا گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے مگر پانچ سو درہم یا اس سے زائد}

۱۰۴۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ لاَ تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ اِلاَّ خَمْسَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَصَاعِدًا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے مگر پانچ سو درہم یا اس سے زائد۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سونا، چاندی اور مویشیوں والوں پر کیا لازم ہوگا؟}

۱۰۴۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ فَرَضَ عَلٰی اَهْلِ الْوَرِقِ عَشَرَةَ الاٰفِ دِرْهَمٍ وَعَلٰی اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِیْنَارٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْاِبِلِ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَعَلٰی اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَیْ حُلَّةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْغَنَمِ اَلْفَیْ شَاةٍ وَکُلُّ ذٰلِكَ عَلٰی اَهْلِ الدِّیْوَانِ۔

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سونا رکھنے والوں کیلئے

دیت کی مقدار ہزار دینار، چاندی والوں کیلئے دس ہزار درہم، اور اونٹ رکھنے والوں کیلئے سو اونٹ، گائے والوں کیلئے دو سو گائیں، بکری والوں کیلئے دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں کیلئے دو سو جوڑے مقرر کی تھی اور یہ سب اہل دیوان پر تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۹ باب الدیات و ما یجب علی اھل الورق والمواشی، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۹ ح ۱۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۷۲۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۱۸۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۶۰۵۶، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۴ ص ۲۵۹، کتاب الخراج لابی یوسف: ۳۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۴۳، ۱۷۲۶۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے امام عامر شعبی رحمہ اللہ مراد ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ وغیرہ میں ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سب کو اختیار کرتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیت اونٹوں، دراہم اور دینار سے لیا کرتے تھے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۹)

{اگر کہیں کوئی مقتول پایا جائے تو دیت کس پر لازم ہوگی}

۱۰۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ قَتِیْلاً وُجِدَ بِالْیَمَنِ بَیْنَ وَدَاعَةَ وَخَیْوَانَ فَکَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ قِیْسُوْهُ فَاِلٰی اَیِّ الْفَرِیْقَیْنِ کَانَ أَقْرَبَ أُقْسِمَ مِنْهُمْ خَمْسُوْنَ رَجُلاً مَا قَتَلْنَا وَلاَ عَلِمْنَا قَاتِلاً ثُمَّ یَضْمَنُوْنَ الدِّیَةَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یمن میں وادعہ اور خیوان کے درمیان ایک مقتول پایا گیا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنے گورنر) کو لکھا کہ تم دونوں قبیلہ والوں کے درمیان پیمائش کرو کہ یہ مقتول دونوں میں سے کس قبیلہ کے زیادہ نزدیک ہے پس ان میں سے پچاس آدمیوں سے اس طرح قسم لی جائے کہ (بخدا!) نہ ہم نے قتل کیا اور نہ ہی ہم قاتل کو جانتے ہیں پھر ان پر دیت لازم ہوگی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۸۱۴، ۲۷۸۱۳، ۲۷۸۱۰، ۲۷۸۲۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۴۴۹، ۲۰۶۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۲۶۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۶۷۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابن ابی شیبة والبیهقی من طرق عن عمر به.)

{نابینا شخص کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو دیت کس پر آئے گی؟}

۱۰۴۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْأَعْمٰی یَفْقَأُ عَیْنَ الصَّحِیْحِ أَنَّ عَلَیْهِ الدِّیَةَ فِیْ مَالِهٖ اِذَا فَقَأَهَا عَمْدًا وَاِذَا فَقَأَهَا خَطَأً كَانَتِ الدِّیَةُ عَلَی الْعَاقِلَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نابینا عمداً (جان بوجھ کر) کسی تندرست کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر اس کے مال میں سے دیت آئے گی اور اگر غلطی سے پھوڑ دے تو دیت خاندان والوں پر آئے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۳ باب مالا یستطاع فیہ القصاص، المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۱۱ ص ۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۳)

{دیت کتنے سالوں میں دینا ہوگی؟}

۱۰۴۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ الدِّیَةُ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ وَالنِّصْفُ فِیْ سَنَتَیْنِ وَالثُّلُثُ فِیْ سَنَةٍ وَمَا كَانَ أَقَلَّ مِنَ الثُّلُثِ فَفِیْ سَنَةٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پوری دیت تین سال میں آئے گی (ہر سال ایک تہائی دینا ہوگی)، آدھی دو سال میں، ایک تہائی ایک سال میں اور جو ایک تہائی سے کم ہو وہ ایک سال

میں آئے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ٥٧٥ باب دية الخطأ وما تعقل العاقلة، مصنف عبد الرزاق: ١٧٨٦٠ باب في كم تؤخذ الدية؛

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ بالغ مقاتلین پر آئے گی بچوں اور عورتوں پر نہیں آئے گی یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٥٧٩)

{دوسرے کی زمین پر گڑھا کھودا، جانور گر کر مر گیا، تاوان دے}

١٠٢٨۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ اَنَّ عَمْرَوبْنَ الْحَارِثِ حَفَرَبِئْرًا عَلَىٰ بَابِ دَارِ أُسَامَةَ يَجْتَمِعُ فِيْهَا مَاءُ الْمَطَرِ فَوَقَعَ فِيْهَا فَرَسٌ فَعَطِبَ فَخَاصَمُوْهُ اِلَىٰ شُرَيْحٍ فَضَمِنَهُ وَقَالَ اِنَّمَا تَضْمَنُ مَرَّةً وَاحِدَةً۔

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمرو نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں ایک کنواں کھودا، اس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا تھا، پس اس میں ایک گھوڑا گر گیا، یہ جھگڑا قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے عمرو سے فرمایا کہ تو ایک دفعہ گھوڑے کی ضمان دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{غلام کی آنکھیں پھوڑنے کی دیت}

١٠٢٩۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ اِذَا فُقِئَتْ عَيْنُهُ فَنِصْفُ قِيْمَتِهِ، وَاِنْ فُقِئَتْ عَيْنَاهُ فَاِنْ دَفَعَهُ سَيِّدُهُ أَخَذَهُ قِيْمَتَهُ وَاِنْ شَاءَ أَمْسَكَهُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام کی ایک آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس میں اس کی آدھی قیمت ادا کی جائے گی اور اگر دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئی ہوں تو پھر (اس کے آقا و مالک کو اختیار

ہے)اگر اس کا آقا و مالک اسے اس کے پورا حوالے کردے تو اس کی پوری قیمت وصول کرلے اور اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوگا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۰ باب جراحات العبید، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۲۱۷ باب العبد تفقأ أعینا جمیعا، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اگر غلام کے کسی ایسے عضو کو نقصان پہنچایا جائے جو اس کی قیمت کے برابر ہو جیسے دونوں آنکھیں، ہاتھ اور ٹانگیں تو اس کے آقا و مالک کو اختیار ہوگا چاہے اسے پورا حوالے کر کے اس کی قیمت وصول کرلے اور چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی آئی ہے وہ لے لے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۹۰)

{آزاد کے جس معاملے میں دیت ہوتی ہے غلام کے اس معاملے میں قیمت ہوتی ہے}

۱۰۵۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ کُلُّ مَافِی الْحُرِّ فِیْهِ الدِّیَةُ فَفِی الْعَبْدِ الْقِیْمَةُ وَکُلُّ مَافِی الْحُرِّ نِصْفُ الدِّیَةِ فَهُوَ فِی الْعَبْدِ نِصْفُ الْقِیْمَةِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد کے جس معاملے میں دیت ہوتی ہے غلام کے اس معاملے میں قیمت ہوتی ہے اور آزاد کے جس معاملے میں آدھی دیت ہوتی ہے غلام میں بھی آدھی قیمت ہوتی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۹ باب جراحات العبید، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۸۲ ح ۱۴۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۲۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{غلام کی جنایت کا حکم}

۱۰۵۱۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاجَنَی الْمَمْلُوْكُ دَفَعَهُ الْمَوْلَیٰ اَوْفَدَاهُ بِجَمِیْعِ الْجِنَایَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام جنایت کرے تو اس کا مالک غلام کو ہی سپرد کردے یا پھر تمام جنایت کے بدل میں فدیہ دے دے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کوئی غلام جنایت کرے اور پھر اس کا آقا اسے آزاد کردے تو کیا حکم ہے؟}

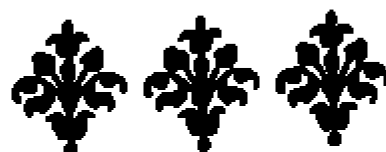
۱۰۵۲۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْعَبْدِ یَجْنِیْ جِنَایَةَ قَتْلٍ اَوْخَطَأً ثُمَّ یُعْتِقُهُ وَهُوَ یَعْلَمُ ذٰلِكَ اَوْ یَبِیْعُهُ اَوْیَهَبُهُ اَنَّ عَلَی مَوْلَاهُ الدِّیَةَ،وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ فَاِذَا فَعَلَ وَهُوَ......

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام نے کوئی جنایت کی یا غلطی سے کسی کو قتل کردیا اور پھر اس کے مالک نے اس کی جنایت کا علم ہوتے ہوئے اسے آزاد کردیا یا بیچ دیا، یا ہبہ کردیا تو اس کے آقا پر دیت ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرے۔۔۔۔۔☆

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

☆اس کے بعد قلمی نسخہ سے ایک یا دو ورق گرے ہوئے ہیں جن کے ساتھ دیت کے بعض آثار بھی ساقط ہو گئے ہیں۔



۳۰۔ کِتَابُ الْوَصَایَا
وصیتوں سے متعلق احکام ومسائل

وصایا کے لغوی وشرعی معنی:

وصایا وصیۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بغیر صلہ کے دینا، مفت دینا، تبرع کے طور پر دینا۔ اور وصیۃ کے شرعی معنی ہیں: تملیك مضاف الی ما بعد الموت بطریق التبرع۔ یعنی انسان کا اپنی موت کے بعد بطریق احسان کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا۔

یہاں چند اصطلاحی الفاظ ذہن نشین کرلیں:

۱۔ مُوْصِی: یعنی وصیت کرنے والا شخص۔

۲۔ مُوْصیٰ لہ: وہ شخص جس کے لیے وصیت کی جائے۔

۳۔ مُوْصیٰ بہ: وہ چیز جس کی وصیت کی جائے۔

{تمام مال کی وصیت نہیں کرنی چاہیے کچھ مال ورثاء کے لیے بھی چھوڑنا چاہیے}

۱۰۵۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَعُوْدُهٗ، فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اُوْصِیْ بِثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ: لَا قَالَ فَبِنِصْفِهٖ، قَالَ: لَا قَالَ فَبِثُلُثِهٖ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ اِنَّكَ اِنْ تَدَعْ اَهْلَكَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَدَعَهُمْ فُقَرَاءَ یَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔

امام عطاء بن سائب رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے دوبارہ عرض کیا: نصف مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا: ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک تہائی کی وصیت کردو مگر ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ جانا

اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۶۲،باب ما یجوز من الوصیۃ،صحیح البخاری: ۲۷۴۲،صحیح مسلم: ۱۶۲۸،سنن ابن ماجه: ۲۷۰۸،سنن ابی داود: ۲۸۶۴،سنن الترمذی: ۹۷۵،سنن النسائی: ۳۶۲۶،مسند ابی یعلی الموصلی: ۸۰۳،مؤطا مالك: ۲۸۲۴،مسند ابی داود الطیالسی: ۱۹۲،مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۵۷،مسند الحمیدی: ۶۶،مصنف ابن ابی شیبة: ۳۰۹۱۳۔مسند الامام احمد: ۱۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند احمد وغیرہ)

فوائد ومسائل:

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب مال زیادہ سے زیادہ اپنے تہائی مال کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے،اس کے سے زیادہ نہیں مگر یہ کہ ورثاء خود بخود ایک تہائی سے زائد کی اجازت دے دیں۔

۲۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ورثاء کو محروم رکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ ورثاء کا غنی رہنا اور دست سوال دراز سے بچنا بہر نوع بہتر ہے۔

{میت کے لیے اس کے مال میں سے صرف ایک تہائی ہے}

۱۰۵۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ لِلْمَيِّتِ مِنْ مَالِهِ اِلاَّ الثُّلُثُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے میت کے لیے اس کے مال میں سے مگر ایک تہائی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ہمدان کے لوگوں کو کہا گیا، جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ جہاں چاہے اپنا مال دے دے}

۱۰۵۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ

يَامَعْشَرَ هَمْدَانَ اِنَّكُمْ أَحْرَى حَيٍّ اَنْ يَمُوْتَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَتْرُكُ وَارِثًا فَلْيَضَعْ مَالَهُ حَيْثُ أَحَبَّ.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ہمدان والو! تم میں سے ایک شخص مرجاتا ہے اور کوئی وارث نہیں چھوڑتا اس لئے وہ اپنا مال جہاں پسند کرے رکھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۰،باب من مات ولم یترك وارثا مسلما،سنن سعید بن منصور: ۲۱۸،المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲۳،شرح معانی الآثار للطحاوی: ج۴ص۴۰۲۔جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۲۲۱ح ۱۶۶۹،مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۸۰،۱۶۳۷۱،سنن سعید بن منصور: ۲۱۸،المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲۳،شرح معانی الآثار للطحاوی: ج۴ص۴۰۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر وہ کوئی وارث نہ چھوڑے اور اپنے تمام مال کی وصیت کرے تو جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۰)

{میت نے جو وصیت کی ہے، وہ اس کے کل مال کے ایک تہائی میں پوری کی جائے گی}

۱۰۵۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَا اَوْصَى الْمَيِّتُ بِهِ مِنْ رَقَبَةٍ عَلَيْهِ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْنَذْرٍ فَهُوَمِنَ الثُّلُثِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت جس غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کرے یا صدقہ کرنے کی وصیت کرے یا نذر کی وصیت کرے تو وہ اس کے مال کے ایک تہائی حصے میں سے پوری کی جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۶۱،باب الرجل یوصی بالوصایاوالعتق ،جامع المسانید

للخوارزمی: ج۲ص۳۲۲ح ۱۶۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے فوت ہونے کے بعد سب سے پہلے اس کے مال میں سے جو اس نے چھوڑا ہے کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کا قرض اتارا جائے پھر اس نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو وہ اس کے مال کے تیسرے حصے میں سے پوری کی جائے گی اور چوتھے نمبر پر اس کی وراثت شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

{وصیت کا نفاذ کرتے وقت آغاز غلام آزاد کرنے سے کیا جائے گا}

۱۰۵۷. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ يُبْدَأُبِالْعِتْقِ فِيْ الْوَصِيَّةِ فَإِنْ كَانَ فَضْلٌ كَانَ لِلْمُوْصَى لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: وصیت میں غلام آزاد کرنے سے ابتداء کی جائے گی پھر اس کے بعد (تیسرے حصے میں سے) اگر کچھ بچ جائے تو وہ ان کو ملے گا جس کے لیے وصیت کی گئی تھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۶۰باب الرجل یوصی بالوصایاوالعتق،جامع المسانید للخوارزمی: ج۲ص۳۲۲ح ۱۶۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{وصی یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کھائے گا یا نہیں؟}

۱۰۵۸. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍأَنَّهُ قَالَ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ مَالَ الْيَتِيْمِ قَرْضًا عَلَيْهِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: وصی یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کھائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۰ باب المضاربۃ بالثلث والمضاربۃ بمال الیتیم ومخالطتہ، مؤطا محمد: ۹۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۳۸۳، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۔۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ وصی یتیم کے مال میں سے کچھ نہیں کھائے گا نہ قرض کے طور پر نہ کسی اور طریقے سے۔'' امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۱)

{یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ اس کا مشروب اپنے مشروب کے ساتھ ملا سکتے ہو}

۱۰۵۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يَضَعُوْنَ طَعَامَ الْيَتِيْمِ عَلَى الاِخْوَانِ عَلٰى حِدَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا كُنْتُ لِاَدَعَهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِيِّ حَتّٰى اُخْلِطَ طَعَامِيْ بِطَعَامِهِ وَلَبَنِيْ بِلَبَنِهِ وَعَلَفَ دَابَّتِيْ بِعَلَفِ دَابَّتِهِ ثُمَّ قَرَأَتْ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ (البقرۃ).

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ یتیم کا کھانا خاص دسترخوان پر علیحدہ رکھا کرتے تھے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس کو وحشی جانور کی طرح الگ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ میں اس کے کھانے کو اپنے کھانے کے ساتھ، اس کے دودھ کو اپنے دودھ کے ساتھ اور اس کے جانور کے چارے کو اپنے جانور کے چارے کے ساتھ ملالوں گی اور پھر آپ رضی اللہ عنہا یہ آیت پڑھا کرتیں: ''اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو (کچھ حرج نہیں کیونکہ) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔''

۱۰۶۰۔ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَقْرَضَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ سَبْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَهِيَ

عَلَيْهِ فَأَوْصَى بِهَا أَنْ تُقْضَى عَنْهُ.

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے سات ہزار درہم قرض لیے تھے جو ان کے ذمے تھے پس انہوں نے وصیت کی کہ وہ ان کی طرف سے ادا کر دیئے جائیں (چنانچہ وہ ادا کر دیئے گئے تھے)۔

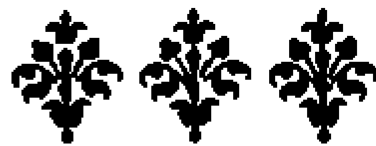
تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۸باب المضاربۃ بالثلث والمضاربۃ بمال الیتیم وخالطتہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۵۷ ح ۱۱۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۱۔ کِتَابُ الْفَرَائِضِ
فرائض (وراثت) سے متعلق احکام ومسائل

{لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے عصبہ کون ہوں گے؟}

۱۰۶۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ عَصَبَةُ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ عَصَبَةُ اُمِّهٖ وَهُمْ یَعْقِلُوْنَ عَنْهُ وَیَرِثُوْنَهٗ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے عصبہ وہ لوگ ہوں گے جو اُس کی ماں کا عصبہ ہیں وہ اس کی طرف سے دیت بھی ادا کریں گے اور اس کے وارث بھی بنیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۹، ۱۰۷ باب میراث المتلاعنین وابن الملاعنۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۴۳ ح ۱۷۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۸۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا}

۱۰۶۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ الْقَاتِلَ لَا یَرِثُ الْمَقْتُوْلَ مِنْ دِیَتِهٖ وَلَا مِنْ غَیْرِهَا.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قاتل (مارنے والا) مقتول کا دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۵ باب میراث القاتل، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۴۰ ح ۱۷۶۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۸۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۱۴۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کیا ہو وہ دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۹۵)

{جب تک دیت ادا نہ کی گئی ہو ولاء کو کسی اور کی طرف پھیرا جا سکتا ہے}

۱۰۶۷۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُوَالِي الْقَوْمَ أَنَّهُمْ يَرِثُونَهُ وَيَعْقِلُونَ عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ تَحَوَّلَ عَنْهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ مَا لَمْ يَعْقِلُوا عَنْهُ فَإِذَا عَقَلُوا عَنْهُ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى غَيْرِهِمْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جو قوم کے ساتھ نسبت ولاء قائم کرتا ہے فرمایا کہ وہ اس کے وارث بھی بنیں گے اور اس کی طرف سے دیت بھی ادا کریں گے اور اگر یہ چاہے تو ولاء کو ان کے علاوہ کسی اور کی طرف بھی پھیر سکتا ہے جب تک انہوں نے اس کی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو لیکن اگر انہوں نے اس کی طرف سے دیت ادا کر دی ہو تو پھر ان کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں پھیر سکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۵ باب میراث المولی، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۴ ح ۱۳۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۹۸۷۳، ۱۶۱۶۰، ۱۶۲۷۲، ۱۶۲۷۳، ۱۶۲۷۵، سنن الدارمی: ۲۹۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ذمی نے موالات کی اور پھر مر گیا تو اس کی میراث اسے ملے گی جس کے ساتھ اس نے موالات کی}

١٠٦٨۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْاُرْدُنِ وَاَتَى ابْنَ عَمٍّ لَهُ وَأَسْلَمَ عَلَىٰ يَدَيْهِ فَمَاتَ وَتَرَكَ مَالاً فَسَأَلَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِ مِيْرَاثِهِ.

امام مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل اردن میں سے ایک (ذمی) شخص آیا اور اس نے ان کے چچازاد بھائی کے ساتھ موالات کر لی اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا پھر اس کا انتقال ہو گیا اس نے مال چھوڑا، پس انہوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی میراث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے انہیں اس کے کھانے کا حکم دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۳ باب میراث المولی، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۶ اح ۱۴۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۲۲۲، ۱۶۲۲۳، ۱۶۲۲۴، سنن سعید بن منصور: ۲۲۵، سنن الدارمی: ۳۰۱۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا ابن مسعودؓ نے غلام آزاد کیا اور اس سے کہا تیرا مال میرا ہے لیکن میں تیرے لئے چھوڑ دونگا}

١٠٦٩۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ فَقَالَ لَهُ مَالُكَ لِيْ وَلٰكِنْ سَأَدَعُهُ لَكَ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک غلام آزاد کیا اور اس سے فرمایا کہ تمہارا مال میرے لئے ہے لیکن میں اسے عنقریب تمہارے لئے چھوڑ دونگا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۷۳ باب فضل العتق، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۶ اح ۱۴۰۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۵۱۷، ۲۱۵۲۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۱۸، السنن الکبری للبیہقی: ۱۰۷۷۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۳۷۔

تحقیق:

حسن ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے اپنے غلام کو آزاد کیا یا اس کو مکاتب بنایا تو اس کا مال اس کے آقا کے ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۷۴)

{اگر غلام آزاد ہوجانے کے بعد مرجائے تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۷۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّ ابْنَةً لِحَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَعْتَقَتْ مَمْلُوكًا لَهَا، فَمَاتَ وَتَرَكَ ابْنَةً فَأَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ابْنَتَهُ النِّصْفَ وَابْنَةَ حَمْزَةَ النِّصْفَ.

سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام آزاد کیا، وہ فوت ہوگیا اور اپنے پیچھے ایک بیٹی چھوڑ گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کی وارثت میں سے آدھا مال اس کی بیٹی کو دے دیا اور آدھا مال سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو دے دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۵۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۴، سنن سعید بن منصور: ۱۷۴، ۱۷۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۱۱۳۷، ۳۱۱۴۲، ۳۱۱۴۵، السنن الکبری للنسائی: ۶۳۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۸۴، سنن الدارقطنی: ۴۱۰۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۹۲۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۲۳۸۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ میت کا ترکہ دوسرے حقوق ادا ہو چکنے کے بعد جب تقسیم کیا جائے گا تو سب سے پہلے ذوی الفروض کو ان کا مقررہ حصہ دیا جائے گا، اگر وہ ان میں پورا پورا تقسیم ہوجائے بہت اچھا، ورنہ وہ مال ''عصبہ'' کو دے دیا جائے گا عصبہ کی دو قسمیں ہیں:

☆ عصبہ نسبی۔ جیسے باپ

☆ عصبہ سببی، اس سے مراد غلام کا وہ آقا ہوتا ہے جو اسے آزاد کر دے، ظاہر ہے کہ جو آقا غلام کو آزاد کرے گا وہ اس کا آخری آقا ہوگا اور اس کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا اس لیے ذوی الفروض کو ان کا حصہ دینے کے بعد اس کا جو بھی مال بچے گا وہ سب اس کے آقا کو ملے گا اور اگر اس کا کوئی بھی قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو تو اس کا سارا مال آقا کو ملے گا، یہی حکم عصبہ نسبی کا بھی ہے کہ اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال اسی کو ملتا ہے بصورت دیگر مابقیہ سارا اسی کا ہوتا ہے۔

۲۔ مذکورہ تفصیل کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے جس غلام کو آزاد کیا تھا، ذوی الفروض میں سے صرف اس کی بیٹی موجود تھی اور شریعت نے بیٹا کا حصہ اکیلی ہونے کی صورت میں نصف مقرر کیا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کل مال کا نصف دے دیا، اور چونکہ کوئی دوسرا رشتہ دار موجود نہ تھا عصبہ سببی کے طور پر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اس لیے بقیہ نصف انہیں دے دیا گیا۔

{سیدنا علیؓ کا سیدنا زبیرؓ کے ساتھ صفیہؓ کے غلام کے بارے میں اختلاف}

۱۰۷۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اخْتَصَمَا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ مَوْلًى لِصَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ اَنَا عَصَبَةُ عَمَّتِيْ وَاَنَا اَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاهَا وَاَرِثُهُ ثُمَّ قَالَ الزُّبَيْرُ اُمِّيْ وَاَنَا اَرِثُ مَوْلَاهَا، فَقَضٰى عُمَرُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيْرَاثِ وَقَضٰى بِالْعَقْلِ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ایک آزاد کردہ غلام کے مرنے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑا لے گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی پھوپھی کا عصبہ ہوں اور ان کے غلام کی طرف سے دیت دینے والا ہوں اور پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میری والدہ تھیں اور ان کے آزاد کردہ غلام کا وارث بھی میں ہی ہوں گا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں وراثت کا فیصلہ کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دیت کا فیصلہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۲ باب میراث المولی، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۷۵ ح ۱۴۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۲۵۵، ۶۲۹۵، سنن سعید بن منصور: ۲۷۴، ۲۷۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۷۵۸۰، ۳۱۵۵۴۔

تحقیق:
صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۲)

{علم وراثت اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ}

۱۰۶۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ فَرِیْضَةٍ فَقَالَ مَالِیْ بِهَا عِلْمٌ قَالَ عَلْقَمَةُ أُجِیْبُهُ قَالَ وَتَعْلَمُهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قَالَ فَأَجِبْهُ قَالَ فَأَجَابَهُ عَلْقَمَةُ فَقَالَ لَهُ حُذَیْفَةُ مِنْ أَیْنَ عَلِمْتَهَا قَالَ عَلْقَمَةُ مِنْ قِبَلِ صَاحِبِنَا یَعْنِیْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ حُذَیْفَةُ أَوَیُعَلِّمُکُمْ هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وراثت سے متعلق کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ امام علقمہ رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ (حضرت اگر اجازت ہو تو) میں اس کو جواب دیتا ہوں، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم یہ مسئلہ جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! پس سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر امام علقمہ رحمہ اللہ نے جواب دیا، اس پر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ تجھے کہاں سے معلوم ہوا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ تمہیں یہ (وراثت کے اتنے دقیق مسائل) سکھلاتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

تحقیق:
صحیح ہے۔

{خالہ اور پھوپھی کی میراث کے سلسلے میں سیدنا ابن مسعودؓ کی تاویل اور ابن زبیرؓ کا جواب}

۱۰۶۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ أَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَأَوَّلَ فِی الْخَالَةِ وَالْعَمَّةِ (وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ) فَقَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِی (الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِنْ

وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْئٍ}وَكَانَ الْأَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ.ثُمَّ نَسَخَتْهَا بَعْدُ:{وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ}فَكَانَ الْأَعْرَابِيُّ يَرِثُ الْمُهَاجِرَ

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خالہ اور پھوپھی کی میراث کے بارے میں تاویل کی ہے: ''اللہ کی کتاب کے مطابق پیٹ کے رشتہ دار دوسرے مؤمنوں کے مقابلے میں (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں (الاحزاب:٦)۔'' اس پر سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ''جولوگ ایمان لے آئے ہیں، (مگر) انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ (اے مسلمانو!) تمہارا اُن سے وراثت کا کوئی رشتہ نہیں ہے (انفال:٧٢)۔'' اور دیہاتی (مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہوتی) مہاجر کا وارث نہ بنتا تھا۔ پھر اس حکم کو آیت کریمہ: ''اللہ کی کتاب کے مطابق پیٹ کے رشتہ دار دوسرے مؤمنوں کے مقابلے میں (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں (الاحزاب:٦)۔'' نے منسوخ کر دیا۔ پس پھر دیہاتی مہاجر کا وارث بنتا تھا۔

{سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے}

١٠٧٤۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ لَا نَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُوْنَا.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے ہم نہ ان کے وارث بنیں گے نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ٩٨٥٦،٩٨٦٤،سنن الدارمی: ٣٠٢٩،٣٠٢٥،٣٠٢٢،سنن سعید بن منصور: ١٤١، ١٤٢۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٦٩٦باب من مات ولم کترک وارثامسلما،جامع المسانید للخوارزمی: ج٢ ص٣٤٢ ح ١٤٤١، مصنف عبدالرزاق: ٩٨٥٦،٩٨٦٤، سنن الدارمی: ٣٠٢٢، ٣٠٢٥، ٣٠٢٩ ،سنن سعید بن منصور: ١٤١، ١٤٢ ،سنن الدارمی: ٣٠٢٣.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الثوری فی الفرائض ص٢٢رقم(٤)ومن طریقه الدارمی عن حماد عن ابراهیم ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال اهل الشرك لا نرثهم ولا یرثونا.واخرجه سعید بن منصور

من طريق مغيرة عن ابراهيم قال قال عمر بن الخطاب لا نرث اهل الملل ولا يرثونا. واخرجه ابن ابي شيبة ...والدارمي من طريق عامر الشعبي عن عمر قال لا يتوارث اهل ملتين. لفظ الدارمي. واخرجه سعيد بن منصور والدارمي من طريق عامر ايضاان المغيرة بنت الحارث توفيت باليمن وهي يهودية فركب الاشعث بن قيس وكانت عمته الى عمر في ميراثهافقال عمر ليس ذلك لك يرثها اقرب الناس منهامن اهل دينهالا يتوارث ملتان.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے وہ اس پر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے چاہے ان کے مذہب جدا کیوں نہ ہوں، عیسائی یہودی کا وارث بنے گا یہودی مجوسی کا وارث بنے گا مگر مسلمان ان کا وارث نہیں بنے گا نہ وہ مسلمانوں کے وارث بنیں گے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٦٩٦)

{عورت مرجائے اور اپنے مولیٰ، باپ اور بیٹے کو چھوڑ جائے پھر مولیٰ مرے اور مال چھوڑ جائے تو کیا حکم ہے؟}

١٠٧٥۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ وَتَرَكَتْ مَوَالِيَ لَهَا وَتَرَكَتْ أَبَاهَا وَابْنَهَا ثُمَّ مَاتَ الْمَوْلَىٰ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهَا السُّدُسُ وَمَابَقِيَ فَهُوَ لِابْنِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت مرجائے اور اپنے مولیٰ، باپ اور بیٹے کو چھوڑ جائے پھر مولیٰ مرجائے (اور مال چھوڑ جائے) تو اس کے باپ کے لئے مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس کے بیٹے کے لئے ہے۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

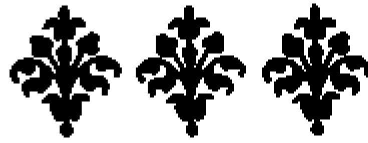
{دادیوں کی وراثت کے بارے میں سیدنا سعد بن مالکؓ کا موقف}

١٠٧٦۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّاحِدَةٍ فَنَهَاهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ: اَنْتَ تُوَرِّثُ الْجَدَّاتِ!! اَفَلَا تُوَرِّثُ الْحَوَّاءَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خود دادیوں کو وارث قرار دیتے ہیں، تو آپ حضرت حواء رضی عنہا کو وارث کیوں نہیں قرار دیتے۔

تحقیق:
صحیح ہے۔

فائدہ:
دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر "یوتر برکعۃ واحدۃ" کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھتے تھے۔



۲۲۔ کِتَابُ الْآدَابِ

آداب کا بیان

{ایک دفعہ سیدنا علیؓ نے کھڑے کھڑے پانی پیا}

۱۰۶۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۱۵،سنن النسائی: ۱۳۰،سنن ابی داود: ۳۷۱۸،مصنف ابن ابی شیبة: ۲۴۱۰۶، ۲۴۱۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۹۵، ۹۱۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۱۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۴۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۹۹، السنن الکبری للبیهقی: ۱۴۶۴۴،۳۵۵، معرفة السنن والآثار للبیهقی: ۱۴۴۵۷،الاحادیث المختارة للمقدسی: ۶۹۵۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔(اخرجه البخاری من طریق مسعر عن عبدالملك بن میسرة عن النزال عن علی رضی الله عنه. ...فذکرہ.)

فائدہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود: ۳۷۱۷) یہ رسول اللہ ﷺ کی تلقین ہے، پانی حتی الامکان بیٹھ کر ہی پینا چاہیے۔ یہ نہی تنزیہی ہے اور کھڑے ہو کر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

اس موضوع میں کئی احادیث آئی ہیں ان تمام کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا البتہ کبھی کبھار یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پی لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے لیکن اسے معمول نہیں بنایا جا سکتا۔

{رسول اللہ ﷺ کی دستار مبارک کا بیان}

۱۰۷۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهِ أَنَّ جِبْرِيْلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَمَّمَهُ بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ وَأَسْدَلَ لَهَا مِنْ خَلْفِهِ.

۱۰۸۰۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهِ أَنَّ جِبْرِيْلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ مُعْتَمًّا بِعِمَامَةٍ قَدْ أَسْدَلَهَا خَلْفَهُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھا اور پچھلی جانب (چار انگلیوں کے برابر یا اس کے قریب قریب مقدار میں) شملہ لٹکایا۔

فوائد و مسائل:

۱۔ یہ روایت مرسل ہے مگر آنحضرت ﷺ کا اپنے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھنا متعدد متصل احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲۸۲۲)

۲۔ عمامہ باندھنا سنت مطہرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عمامہ خود بھی پہنا ہے اور اس کی تعریف بھی فرمائی ہے اور اس کے باندھنے کی ترغیب بھی دی ہے۔

۲۔ عمامہ زعفران کے رنگ والا تو نہیں پہننا چاہیے، باقی کسی بھی رنگ کا جائز ہے، البتہ حضور ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ بھی پہنا ہے اور سفید رنگ کی تو تعریف فرمائی ہے۔

۳۔ حضرت پاک ﷺ نے عمامہ لمبا بھی استعمال فرمایا ہے اور چھوٹا بھی۔ لمبا عمامہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور چھوٹا عمامہ مبارک چھ یا سات ہاتھ کا ہوتا تھا۔

۴۔ حضرت پاک ﷺ کی عادت شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض اہل علم نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے شملہ کے بغیر بھی باندھ لیتے تھے۔

پھر شملہ چھوڑنے میں بھی معمول مختلف رہا ہے، کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دیتے تھے اور کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقے پر چھوڑ دیتے تھے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ یہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح پچھلی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دینا ہے۔ (حاشیہ جمع الوسائل للمناوی: ج ۱ ص ۲۰۶)

۵۔ پیچھے کی طرف لٹکنے والے شملہ کی حد یہ ہے کہ وہ نصف کمر تک ہو، اس سے نیچے نہ ہو اور خاص بات یہ ہے کہ عمامہ کو بغرض عجب اور تکبر باندھنا کہ دوسروں کو حقیر جانے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

{امام شعبیؒ نے فرمایا: جس غلام یا کنیز کو میں نے کبھی لعن طعن کیا ہو وہ آزاد ہے}

۱۰۸۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ اَنَّ عَامِرًا اَصْحَبَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ سَفِیْنَةٍ اِلٰی وَاسِطَ فَجَعَلَ یَلْعَنُ غُلَامَهُ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِنِّیْ أَرَاكَ کَثِیْرَ اللَّعْنِ لِغِلْمَانِكَ أَوْ خَدَمِكَ، فَقَالَ عَامِرٌ کُلُّ مَمْلُوْكٍ أَوْ مَمْلُوْكَةٍ لَعَنْتُهُ قَطُّ فَهُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ.

امام ابو ہند (حارث بن عبدالرحمن ہمدانی دالانی) رحمہ اللہ عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عامر (شعبی) رحمہ اللہ کشتی میں واسط کی طرف ایک سفر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہے، پس یہ اپنے ایک غلام کو لعن طعن کرنے لگے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو اس سے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے غلاموں یا خادموں کو بہت زیادہ لعن طعن کرنے والے ہوں اس پر امام عامر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر وہ غلام یا کنیز جسے میں نے کبھی لعن طعن کیا ہو وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{کسی عورت کا حسن و جمال تعجب میں ڈال دے تو اس کے عیوب کو یاد کرو}

۱۰۸۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ اِذَا رَأَیْتَ الْمَرْأَةَ فَأَعْجَبَتْكَ فَاذْکُرْ مَنَاتِنَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی عورت دیکھو اور وہ (یعنی اس کا حسن و جمال) تمہیں تعجب میں ڈال دے تو اسے کے عیوب کو یاد کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایک عورت کا لمبا سفر طے کر کے امام نخعی رحمہ اللہ سے مسئلہ دریافت کرنا}

۱۰۸۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ مِنْ دِيْرِهِنْدَ تَسْتَفْتِيْهِ فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے پاس ایک عورت دیر ہند (دمشق کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے) سے مسئلہ دریافت کرنے کیلئے آئی تو وہ اس پر حیران ہوئے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عورت کو ٹھگنی اور چھوٹی کہا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے معافی مانگنے کا حکم دیا}

۱۰۸۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ اَنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا خَرَجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا قَصِيْرَةٌ! فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ تَحَلَّلِيْ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور جب وہ جانے لگی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ (کس قدر) ٹھگنی اور چھوٹی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (اٹھئے اور) اس سے معافی مانگئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۱۳، الجامع لابن وہب: ۵۵۴، الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی: ج ۱ ص ۴۰ باب وجوب تعریف المزکی ماعندہ من حال المسئول عنہ، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۰۴۹، شعب الایمان للبیہقی: ۶۳۴۳، ۶۳۴۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه الامام احمد بن حنبل والخطیب البغدادی من طریق سفیان عن علی بن الاقمر عن ابی حذیفة عن عائشة رضی الله عنها....الحدیث.)

{ایک شخص کا امام شعبیؒ کی غیبت کرنا اور امام شعبیؒ کا اس پر اشعار پڑھنا}

۱۰۸۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ هِنْدَ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا اِلٰى اُسْطُوَانَةٍ وَرَجُلٌ

خَلْفَهُ يَقَعُ فِيْهِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ عَامِرٌ فَقَالَ: هَنِيْئًا مَرِيْئًا غَيْرَدَاءٍ مُخَامِرٍ.....لِعِزَّةَ مِنْ اَعْرَاضِنَا مَا اسْتَحَلَّتْ.

ابوہند (حارث بن عبدالرحمن ہمدانی دالانی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ ایک ستون کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی ان کی غیبت کر رہا تھا اس پر عامر رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا: ''بالکل ٹھیک ہیں، خوشحال ہیں اور کسی بیماری کا شکار بھی نہیں، پھر بھی وہ ہماری عزتوں کو اچھالتے ہیں۔''

تحقیق:

حسن ہے۔(واخرجه ابن ابی شیبة (۲۶۰۵۰) من طریق حسین بن علی عن ابن ابجر عن عامر...فذکرہ.)

{والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے}

۱۰۸۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنِّيْ أَتَيْتُكَ لِأُجَاهِدَ مَعَكَ وَتَرَكْتُ وَالِدَيَّ يَبْكِيَانِ قَالَ انْطَلِقْ فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَيْتَهُمَا.

محمد بن سوقہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے حاضر ہوا ہوں میں نے اپنے والدین کو روتا چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا کر انہیں اسی طرح ہنساؤ (خوش کرو) جس طرح انہیں رلایا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸۴ باب صلۃ الرحم و برالوالدین، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۱۶۵۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔(اخرجه الخوارزمی من طریق ابی حنیفة عن محمد بن شوکة عن ابی قیس البجلی مولی جریر بن عبدالله البجلی ان رجلا. ...فذکرہ.وفی الباب عن عبدالله بن عمرو عند احمد (۶۴۹۰) والبخاری (۳۰۰۴) ومسلم (۲۵۴۹).)

فوائد ومسائل:

۱۔ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہیں جانا چاہیے الا یہ کہ مسلمان اس کے لئے مضطر ہوں تو اگر ایسے شدید اضطراری حالات ہوں تو کوئی حرج نہیں۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸۴)

۲۔ والدین کو پریشان اور غمگین کرنے سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔
۳۔ والدین کو پریشان کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

{بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں}

۱۰۹۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَيُّوْبَ الطَّائِيِّ قَالَ اُرَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى تَحْمِلُ مَعَهَا صَبِيًّا رَضِيْعًا وَمَعَهَا صَبِيٌّ فَطِيْمٌ تُمَسِّكُ بِيَدِهَا يَمْشِيْ مَعَهَا قَالَ فَمَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ شَيْئًا اِلاَّ أَعْطَاهَا ثُمَّ قَالَ حَامِلاَتٌ وَالِدَاتٌ رَحِيْمَاتٌ بِأَوْلاَدِهِنَّ وَلَوْلاَ مَا يَصْنَعْنَ بِأَزْوَاجِهِنَّ دَخَلَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ حاملہ تھی اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ایک دودھ پیتا بچہ تھا جسے اس نے (گود میں) اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا بچہ فطیم (یعنی اس نے دودھ چھوڑا ہوا) تھا جسے وہ اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی تھی اور وہ اس کے ساتھ چلتا تھا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اس دن اس خاتون نے جس چیز کا بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے اس کو دے دی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''(یہ عورتیں بچوں کو) اٹھانے والیاں، جننے والیاں اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی ہوتی ہیں، اگر ان کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہوتا تو ان میں سے جو نماز کی پابند ہیں، وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۱۷۳، ۲۲۲۱۹، ۲۲۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۳، مسند الرویانی: ۱۲۵۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۲۱۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۸۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۵، ۷۹۸۶، ۷۹۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، شعب الایمان للبیہقی: ۸۳۲۴، ۸۳۲۵۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{شادی کے نتیجے میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں سن کر خاتون نے شادی سے انکار کر دیا}

۱۰۵۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ زِیَادٍ الْجَزَرِیِّ اَنَّ امْرَأَةً خُطِبَتْ اِلٰی اَبِیْهَا فَقَالَتْ: مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَتَزَوَّجُ حَتّٰی آتِیَ النَّبِیَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ عَنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ قَالَ فَأَتَتْهُ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَی الْمَرْأَةِ، قَالَ اِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَیْتِهٖ مِنْ غَیْرِ اِذْنِهٖ لَمْ یَزَلِ اللهُ یَلْعَنُهَا وَالْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ الْاَمِیْنُ وَخَزَنَةُ دَارِ الرَّحْمَةِ وَخَزَنَةُ دَارِ الْعَذَابِ حَتّٰی تَرْجِعَ اِلٰی بَیْتِهٖ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللهِ فَمَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ؛ قَالَ اِنْ دَعَاهَا وَهِیَ عَلٰی ظَهْرِ قَتَبٍ لَمْ یَكُنْ لَهَا اَنْ تَمْنَعَهٗ ثُمَّ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ؛ قَالَ تُرْضِیْهِ اِذَا غَضِبَ قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ ظَالِمًا؛ قَالَ وَاِنْ كَانَ ظَالِمًا، قَالَتِ الْمَرْأَةُ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَتَزَوَّجُ بَعْدَ مَا اَسْمَعُ۔

امام حکم بن زیاد جزری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کے لئے اس کے والد کے پاس پیغام نکاح بھیجا گیا اس عورت نے کہا میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک نبی کریم ﷺ سے ملاقات کر کے یہ معلوم نہ کرلوں کہ اپنی بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟ پس وہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اپنی بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عورت شوہر کے گھر سے اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ، فرشتے، جبریل علیہ السلام، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ گھر واپس نہ آ جائے۔'' اس عورت نے عرض کیا: شوہر کا بیوی پر اور کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ اس سے اس کی (صحبت) کی خواہش کا اظہار کرے اور وہ کجارہ پر سوار ہو تو بھی اسے یہ حق نہیں کہ اسے منع کرے۔'' اس عورت نے عرض کیا: شوہر کا بیوی پر اور کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر وہ ناراض ہو تو یہ اسے راضی کرے۔'' لوگوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ خواہ مرد ظالم کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مرد چاہے ظالم کیوں نہ ہو۔'' اس عورت نے کہا: یہ سب سننے کے بعد تو میں ہرگز شادی نہیں کروں گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۴۶ باب تزوج الاکفاء وحق الزوج علی زوجتہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۳۲ ح ۱۲۷۸۔

{اگر اللہ کے سوا کسی کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے}

۱۰۸۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ قَالَ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلَا اَسْجُدُ لَكَ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ وَلَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا بِالسُّجُوْدِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں آپ کو سجدہ نہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کیلئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ (اللہ کے سوا) کسی کے لیے سجدہ کرے، اگر میں کسی کو (اللہ کے سوا) کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۱۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۴۰۳، سنن الدارمی: ۱۵۰۵، سنن ابن ماجۃ: ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، سنن الترمذی: ۱۱۵۹، مسند البزار: ۳۴۷۷، السنن الکبری للنسائی: ۹۱۰۲، مسند الرویانی: ۳۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۶۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۱۱۶، ۵۱۱۷، ۶۵۹۰، ۷۲۹۴، ۱۲۰۰۳، ۹۰، ۶۶۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۷۶۸، ۷۳۲۴، مسند البزار: ۱۸۴۳، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۴۸۵، ۱۴۷۰۴، ۱۴۷۱۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۵۹۸، شرح السنۃ للبغوی: ۲۳۲۹، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ۲۱۳۰، ۲۰۱، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۱۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۴۰۳، سنن الدارمی: ۱۵۰۵، سنن ابن ماجۃ: ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، سنن الترمذی: ۱۱۵۹، مسند البزار: ۳۴۷۷، السنن الکبری للنسائی: ۹۱۰۲، مسند الرویانی: ۳۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۶۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ عبادت کے طور پر مخلوق میں سے کسی کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ احترام کے طور پر سجدہ کرنا سابقہ شریعتوں میں جائز تھا، ہماری شریعت میں یہ بھی حرام ہے۔

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ان کے قدم چومتے ہیں، یا کسی کو راضی کرنے کے لیے اس کے پاؤں پڑ جاتے ہیں، اس کے قدموں میں گر جاتے ہیں، یہ بھی سجدہ ہے۔ نام بدل لینے سے حرام کام حلال نہیں ہو جاتا۔

۳۔ یہود و نصاریٰ کے رسم و رواج اور آداب اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ایسے اعمال کا تعلق بالعموم ان کے غلط عقائد سے ہوتا ہے اگرچہ ہمارے لیے وہ تعلق اس قدر واضح نہ ہو۔ دوسری غیر مسلم اقوام، مثلاً ہندو، سکھ، پارسی، مرزائی، اثناعشری شیعہ اور بدھ وغیرہ کے رسم و رواج کا بھی یہی حکم ہے۔

۴۔ خاوند کا حق بہت زیادہ ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کے حقوق فراموش کر دیے جائیں، جیسے والدین کا حق بہت زیادہ ہے لیکن اولاد کے حقوق بھی پیش نظر رہنے چاہییں۔

۵۔ نکاح کا ایک بڑا مقصد عصمت وعفت کی حفاظت ہے، اس لیے عورت کو مرد کی جنسی خواہش پوری کرنے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ مرد کو بھی چاہیے کہ جب محسوس ہو کہ عورت مقاربت کی خواہش رکھتی ہے تو اس کا یہ حق ادا کرے۔

حدیث میں عورت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ کہ عام طور پر تکلف کا اظہار عورت ہی کی طرف سے ہوتا ہے، اس کے برعکس صورت شاذ و نادر ہے۔

۶۔ عورت کو چاہیے کہ مرد کا احترام ملحوظ رکھے۔

{اہل کتاب کو سلام کرنا}

۱۰۹۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَحِبَ نَصْرَانِيًّا فِيْ طَرِيْقٍ فَذَهَبَ النَّصْرَانِيُّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ لِحَقِّ الصُّحْبَةِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک راستے میں نصرانی کے ساتھ رہے، پس جب وہ نصرانی جانے (جدا ہونے) لگا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا، پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حق صحبت کے لیے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(واخرجه عبدالرزاق(۹۸۳۲)من طريق منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله. . .فذكره.)

{ایک مجاہد کے زخمی ہاتھ دیکھ کر سیدنا عمرؓ پر رقت طاری ہوگئی}

۱۰۹۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ بِرَجُلٍ

وَهُوَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَعُمَرُ يَقُوْمُ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ يَأْكُلُوْنَ فَقَالَ لَهُ كُلْ بِيَمِيْنِكَ يَاعَبْدَاللهِ قَالَ اِنَّهَامَشْغُوْلَةٌ ثُمَّ مَرَّ بِهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ شُغْلُ مَاذَا؛ قَالَ قُطِعَتْ يَوْمَ مُؤْتَةَ قَالَ فَفَزِعَ عُمَرُ لِذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ يَغْسِلُ ثِيَابَكَ؛مَنْ يَدْهِنُ رَأْسَكَ؛مَنْ يَقُوْمُ عَلَيْكَ؛قَالَ فَعَدَّدَ عَلَيْهِ بِمِثْلِ هٰذَا،ثُمَّ اَمَرَلَهُ بِجَارِيَةٍ وَرَاحِلَةٍ طَعَامٍ وَنَفَقَةٍ قَالَ قَالَ النَّاسُ جَزَىٰ اللهُ عُمَرَعَنْ رَّعِيَّتِهِ خَيْرًا.

امام علی بن اقمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور ہاتھ میں عصا لے کر ان کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے، چنانچہ) ایک دفعہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے، پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گذر ہوا جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے اللہ کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا اے اللہ کے بندے یہ مشغول ہے (یعنی کام نہیں کرتا)، پھر دوسری مرتبہ گزر ہوا تو آپ نے پھر یہی کہا، پھر تیسری مرتبہ گذر ہوا تو پھر یہی کہا اور فرمایا: اس کا شغل کیا ہے (یعنی یہ کام نہیں کرتا ہے)؟ اس شخص نے عرض کیا کہ غزوہ موتہ میں اسے حادثہ پیش آ گیا تھا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے: تمہارے کپڑے کون دھوتا ہوگا؟ تمہارے سر کو تیل کون لگاتا ہوں؟ اور تمہاری دیکھ بھال کون کرتا ہوگا؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک لونڈی، ایک سواری، کھانے پینے کا سامان اور نفقہ دینے کا حکم دیا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ (یہ سب دیکھ کر) لوگ کہنے لگے: کہ رعایا کے معاملات کا اہتمام کرنے پر اللہ عمر کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷۸ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۹۵ ح ۱۶۵۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الخوارزمی عن ابی حنیفة عن علی بن الاقمر عن عبدالله بن ابی اوفی ان عمر بن الخطاب.....فذکره.)

{سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو گلے لگالیا}

۱۰۹۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدِمَ الشَّامَ

فَخَرَجَ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهُ،فَلَمَّا الْتَقَيَااعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دمشق تشریف لائے تو سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ان کی طرف نکلے اور جب دونوں ملے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کو گلے لگایا۔

{تصاویر کے احکام}

۱۰۹۳۔قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عُلِّقَ فِيْ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَأَبْطَأَعَنْهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ مَاأَبْطَأَكَ عَنِّيْ قَالَ اِنَّالَا نَدْخُلُ بَيْتًافِيْهِ كَلْبٌ وَلَاتَمَاثِيْلُ فَابْسُطْ هٰذَاالسِّتْرَوَاقْطَعُوْارَأْسَ التَّمَاثِيْلَ وَأَخْرِجُوْاهٰذَا الْكَلْبَ.

ابواسحاق سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ کے دولت کدہ پر ایسا پردہ لٹکایا گیا جس میں کچھ تصاویر تھیں، (انہیں دیکھ کر) جبریل علیہ السلام نے حاضر ہونے میں تاخیر کر دی، جب وہ آئے تو نبی ﷺ نے ان سے تاخیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں، اس لیے اس پردہ کا بستر بنا لیجئے، ان تصویروں کے سر اتار دیجئے اور اس کتے کو نکال دیجئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۳۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۱۹۲،۱۹۹۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۶۰۸، سنن الدارمی: ۲۷۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰، مسند البزار: ۸۸۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۹۱۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الحصكفي عن ابي حنيفة عن ابي اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علي كرم الله وجهه....فذكره.وللحديث طرق اخرى)

۱۰۹۴۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے اسی طرح مروی ہے۔

{تصاویر کے احکام}

۱۰۹۵۔قَالَ حَدَّثَنَايُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ جِبْرِيْلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَيْكَ اِلَّاهٰذَا السِّتْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَاِلَّاهٰذَا

التِّمْثَالُ الَّذِیْ فِی الْبَابِ فَأَخْرِجُوْا هٰذَا الْکَلْبَ وَاجْعَلُوْا هٰذَا السِّتْرَ وَسَادَتَیْنِ تُوْطَآنِ وَاقْطَعُوْا رَأْسَ التِّمْثَالِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ فَیَکُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الشَّجَرَةِ قَالَ فَفَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ ذٰلِكَ، وَکَانَ الْکَلْبُ لِصَبِیٍّ۔

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گزشتہ رات آپ کے ہاں آیا تھا مگر اندر آنے سے میرے لیے یہ امر مانع تھا کہ (آپ کے گھر کے) دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں تصویروں والا پردہ تھا، اس کتے کو گھر سے نکال دیجئے اور پردے کو کاٹ کر دو تکیے بنا لیجئے جو پھینکے جائیں اور پاؤں سے روندے جائیں اور ان تصویروں کے سر کاٹ دیجئے یہ درخت کی مانند ہو جائیں گی۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ پس نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور کتا ایک بچے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کا تھا (جو ان کے تخت کے نیچے تھا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابی داود ۴۱۵۸، سنن الترمذی: ۲۸۰۶، صحیح ابن حبان: ۵۸۵۴، السنن الکبری للبیہقی: ۱۴۵۷۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۵۸۹، شعب الایمان للبیہقی: ۵۹۰۱، شرح السنۃ للبغوی: ۳۲۲۳، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۱۴۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابوداود وغیرہ من طریق یونس بن ابی اسحاق عن مجاهد قال حدثنا ابو هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اتانی جبریل علیه السلام فقال لی اتیتك البارحة.....فذکرہ.)

فوائد ومسائل:

۱۔ جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں ان میں "ملائکہ کے داخل نہ ہونے سے مراد" رحمت کے فرشتے ہیں۔ باقی رہے کراماً کاتبین تو وہ انسان سے جدا نہیں ہوتے۔

۲۔ تصاویر بنانا اور تصاویر کو گھروں میں لگانا حرام ہے چاہے وہ تصاویر مجسم اور سایہ دار ہوں یا غیر مجسم ہوں اور سایہ دار نہ ہوں۔ نیز یہ تصاویر ہاتھ سے بنائی گئی ہوں یا کیمرہ وغیرہ سے بنائی گئی ہوں بہر حال حرام ہیں۔

۳۔ کتے سے مراد عام کتا ہے نہ کہ شکاری یا حفاظت والا، کیونکہ یہ جائز ہیں۔

اسلام میں تصویر کا حکم:

آج کل مذہبی حلقوں میں تصویر کے حکم پر کافی بحث مباحثہ چل رہا ہے اور بعض حضرات کی طرف سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ مطلقاً تصویر کے جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ تصویر کے

متعلقہ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کا تفصیلی مؤقف حاضر خدمت ہے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:
آج کے دور میں ''تصاویر'' کا رواج ہر جگہ عام ہو چکا ہے۔ (لہٰذا ہم یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کریں گے) چنانچہ سب سے پہلے ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے جن میں تصاویر کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور اس کے بعد اس کے بارے میں فقہاء کے مذاہب ذکر کریں گے۔

احادیث میں تصاویر کی ممانعت:

جن احادیث میں تصاویر کی ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ: ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم: احیوا ما خلقتم۔

(صحیح بخاری، باب عذاب المصورین و مسلم ایضاً)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔

(۲)۔ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔

(۳)۔ قال ابو زرعۃ: دخلت مع ابی ھریرۃ فی دار مروان فرأی فیھا التصاویر فقال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: قال اللہ عزوجل: ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ۔ (صحیح بخاری، باب نقض الصور، صحیح مسلم ایضاً)

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا، انہوں نے اس گھر میں تصاویر دیکھیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرتا ہے پس اسے کو تو چاہیے کہ وہ ذرہ پیدا کر کے دکھائے اور دانہ پیدا کر کے دکھائے اور جَو پیدا کر کے دکھائے۔

(۴)۔ عن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

٥.عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا تدخل الملائكة بیتا فیه تماثیل او تصاویر .(صحیح مسلم ایضاً)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مجسمے یا تصاویر ہوں۔

٦.عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهما قال:سمعت محمدا ﷺ یقول:من صور صورة فی الدنیا كلف یوم القیامة ان ینفخ الروح ولیس بنافخ. (صحیح بخاری،باب من صور صورة...الخ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا تو قیامت کے روز اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کے اندر روح ڈالے اور وہ اس کے اندر روح نہیں ڈال سکے گا۔

(٧).قال سعید بن ابی الحسن : كنت عند ابن عباس اذجاءه رجل فقال:یاابن عباس !انی رجل انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع هذه التصاویر .فقال ابن عباس :لا احدثك الا ما سمعته یقول:من صور صورة فان الله معذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ فیها ابدا .فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجهه ،فقال:ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بهذا الشجر ،كل شیء لیس فیه روح.(صحیح بخاری، كتاب البیوع،باب بیع التصویر)

حضرت سعید بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آ کر کہا کہ اے ابن عباس! میری معیشت کا مدار میرے ہاتھ کی صنعت پر ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہ بات بیان کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنی ہے، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ اس میں روح ڈال دے اور وہ شخص کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا، یہ سن کر اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارے بھائی، اگر تو بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت کی تصویر بنا اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔

(٨).عن ابی جحیفة رضی الله عنه قال:ان النبی ﷺ نهی عن ثمن الدم وثمن الكلب و كسب البغی

ولعن آکل الربا وموکلہ والواشمۃ والمستوشمۃ والمصور.

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لعن المصور)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے خون کی قیمت لینے سے اور کتے کی قیمت لینے سے اور بدکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور ہاتھ میں گودنے والی اور گدوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۹۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قدم رسول اللہ ﷺ من سفر وقد سترت سہوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ ﷺ ھتکہ وقال: اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھئون بخلق اللہ. قالت: فقطعناہ فجعلناہ وسادۃ او وسادتین. (صحیح بخاری، باب ما وطیٔ من التصاویر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سفر سے تشریف لائے، میں نے روشندان پر ایک باریک پردہ ڈالدیا تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب حضور اقدس ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عمل پیدائش کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ پردہ کاٹ دیا اور اس سے ایک یا دو تکیے بنالئے۔

(۱۰)۔ عن عبداللہ بن عمر قال وعد جبریل النبی ﷺ فراث علیہ حتی اشتد علی النبی ﷺ فخرج النبی ﷺ فلقیہ فشکا الیہ ما وجد فقال: انا لا ندخل بیتا فیہ صورۃ ولا کلب.

(صحیح بخاری، باب لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ سے وعدہ کرلیا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کردی، حضور اقدس ﷺ پر یہ بات شاق گزری، آپ ﷺ گھر سے باہر نکلے، وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، آپ نے انتظار کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی اس کی شکایت کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

(۱۱)۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال: نھی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عن الصورۃ فی البیت ونھی ان یصنع ذلک.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا

ہے اور تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔

(۱۲). عن علی رضی الله عنه انه قال لابی الهیاج الاسدی :الاابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع صورة الا طمستها ولا قبرا مشرفا الا سویته. (مسلم: کتاب الجنائز ،باب الامر بتسویة القبور. ترمذی : کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۰۴۹.وابو داود : کتاب الجنائز، حدیث نمبر ۳۲۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوالہیاج الاسدی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کام کی ترغیب نہ دوں جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ترغیب دی، وہ یہ کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑ و مگر یہ تم اس کو مٹا دو اور کوئی بلند قبر نہ چھوڑ و مگر یہ کہ تم اس کو برابر کردو۔

(۱۳). عن عبدالله بن نجی الحضرمی عن ابیه عن علی رضی الله عنهم فی حدیث طویل عن رسول الله ﷺ انه ذکر عن جبریل علیه اسلام انه قال:انها ثلاث لن یلج ملك ماداموا فیها ابدا واحدمنها کلب اوجنابة اوصورة روح. (اخرجه احمد فی مسنده کمافی فتح الباری ۱۷:۲۷۹.واخرجه ایضا النسائی وابن ماجة مختصرا وسنده جید کما فی الفتح الربانی)

حضرت عبداللہ بن نجی حضرمی اپنے والد سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ کسی جگہ پر ہوں، فرشتے اس جگہ داخل نہیں ہوتے، ان میں سے ایک کتا، دوسرے ناپاکی کی حالت والا، تیسرے جاندار کی تصویر۔

(۱۴). عن عائشة رضی الله عنها قالت لما اشتکی النبی ﷺ ذکر بعض نساء ه کنیسة یقال لها ماریة وکانت ام سلمة وام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرنامن حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال:اولئك اذامات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا ثم صور وا فیه تلك الصور .اولئك شرار خلق الله. (اخرجه البخاری ومسلم والنسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ بیمار ہوئے تو بعض خواتین نے نصاریٰ کے کنیسہ کا تذکرہ کیا جس کو "ماریہ" کہا جاتا تھا، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں حبشہ سے آئی تھیں، اس لئے ان دونوں نے اس کنیسہ کے حسن اور اس کے اندر جو تصاویر ہیں ان کا ذکر کیا، حضور اقدس ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے ہیں اور پھر اس مسجد میں تصاویر بنادیتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

مندرجہ بالا چودہ احادیث مرفوع ہیں اور سب کی سب علی الاطلاق اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ تصاویر ممنوع ہیں اور اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصاویر جسم والی ہوں یا وہ تصاویر کپڑوں پر یا کاغذ وغیرہ پر بنائی گئی ہوں۔

تصویر کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ان کا تعامل:

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بہت سے ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی تصویر کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ ان آثار میں سے چند آثار مندرجہ ذیل ہیں:

(۱). عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال للنصاری: انا لا ندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیھا الصور. (ذکرہ البخاری تعلیقا فی کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی البیعۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے نصاری سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو کہ حقیقت میں تصاویر ہیں۔

عبدالرزاق نے اس اثر کو اسلم مولی عمر کے طریق سے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

لما قدم عمر الشام صنع لہ رجل من النصاری طعاما وکان من عظمائھم وقال: احب ان تجیئنی وتکرمنی فقال لہ عمر: انا لا ندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیھا یعنی التماثیل.

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں تشریف لائے تو نصاریٰ کے ایک شخص نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا، وہ شخص نصاری کے بڑے لوگوں میں سے تھا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور مجھے عزت بخشیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان تصاویر یعنی مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو اس میں موجود ہوتی ہیں۔

(۲). عن علی رضی اللہ عنہ انہ بعث ابا الھیاج الاسدی وقال لہ: الا ابعثک علی: ما بعثنی علیہ رسول اللہ ﷺ ان لا تدع صورۃ الا طمستھا ....الخ.

(یہ اثر اور اس کا ترجمہ اوپر نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے۔)

(۳). عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ رأی صورۃ فی البیت فرجع.

(بخاری، کتاب النکاح، باب ھل یرجع اذا رأی منکرا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے (اور گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے)۔

(۴). عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ ان رجلا صنع لہ طعاما فدعاہ فقال: اثی البیت صورۃ؛قال:نعم !فأبی ان یدخل حتی کسر الصورۃ ثم دخل.

(سنن بیہقی ۲۶۸:۶. کتاب النکاح باب المدعو یری صورا)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کیلئے کھانا تیار کیا اور پھر ان کو بلایا، انہوں نے پوچھا کہ کیا گھر میں کوئی تصویر ہے؟ داعی نے کہا کہ ہاں! آپ نے اس کے گھر میں داخل ہونے سے انکار کردیا حتیٰ کہ اس شخص نے وہ تصویر توڑ دی پھر آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔

(۵). عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ رأی فرسا من رقاع فی ید جاریۃ فقال: الا تری ھذا؛قال رسول اللہ ﷺ: انما یعمل ھذا من لا خلاق لہ یوم القیامۃ. (مسند احمد ۲۸۹:۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بچی کے ہاتھ میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیکھا، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو نہیں دیکھتی ہو؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسی چیز وہی شخص بناتا ہے جس کا قیامت کے روز کوئی حصہ نہیں ہے۔ (یعنی ثواب کا)

(۶). عن شعبۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ ان المسور ابن مخرمۃ دخل علی عبداللہ بن عباس یعودہ. فرأی علیہ ثوب استبرق. فقال:یا ابن عباس !ما ھذا الثوب؛قال ابن عباس : وما ھو ؛قال: الاستبرق قال:انما کرہ ذلک لمن یتکبر فیہ قال: ما ھذہ التصاویر فی الکانون،فقال: لاجرم .الم تر کیف احرقھا بالنار؛فلما خرج قال:انزعوا ھذا الثوب عنی واقطعوا رء وس ھذہ التصاویر التی فی الکانون فقطعھا . (سنن بیہقی:۲۷۰.مسند احمد ۳۵۳:۱)

شعبہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ عیادت کیلئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے اوپر موٹا ریشمی کپڑا ہے، انہوں نے فرمایا اے ابن عباس! یہ کپڑا کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہ تو ریشمی کپڑا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کیلئے پہننا مکروہ ہے جو اس کو پہن کر تکبر کریں ،پھر انہوں نے فرمایا کہ انگیٹھی میں جو تصاویر ہیں، وہ کیسی ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، کیا تم نے نہیں دیکھ رہے ہو کہ ان کو آگ نے کس طرح جلا دیا ہے۔ جب حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کپڑا میرے اوپر سے ہٹادو اور انگیٹھی میں جو تصاویر ہیں ان کے سروں کو کاٹ دو، پس ان کو کاٹ دیا گیا۔

(۷). عن قتادۃ ان کعبا رضی اللہ عنہ قال: واما من آذی اللہ فالذین یعملون الصور فیقال لھم

:احیوا ما خلقتم. (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۴۰۰،حدیث نمبر ۱۹۴۹۲)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنہوں نے اللہ تعالی کو تکلیف دی، یہ وہ لوگ ہیں جو تصاویر بناتے ہیں، ان سے کہا جائے گا (قیامت کے دن) کہ جو تم نے بنایا ہے ان کو زندہ کرو۔

(۸). عن قتادة رضی الله عنه قال یکره من التماثیل مافیه الروح فاما الشجر فلا بأس به.

(مصنف عبدالرزاق: ج۱۰ص۴۰۰،حدیث نمبر ۱۹۴۹۳)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ تماثیل مکروہ ہیں جو ذی روح کی ہوں، اگر درخت کی تماثیل ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۹). اخرج ابن سعد فی طبقاته ان سعید بن المسیب کان لا یأذن فی اللعب ببنات العاج.

(طبقات ابن سعد: ج۵،ص۱۳۴)

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنی بیٹی کو ہاتھی دانت کی گڑیا سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

فقہاء کے مذاہب:

مندرجہ بالا احادیث اور آثار کی وجہ سے جمہور فقہاء تصاویر بنانے اور تصاویر کو گھروں میں لگانے کی حرمت کے قائل ہیں، چاہے وہ تصاویر مجسم اور سایہ دار ہوں یا غیر مجسم ہوں اور سایہ دار نہ ہوں۔

چنانچہ حدیث نمبر ۴ جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے، اس کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغیرهم من العلماء .تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر .لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث. وسواء صنعه بما یمتهن او بغیره فصنعته حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله تعالی....واما اتخاذ المصور فیه صورة حیوان فان کان معلقاً علی حائط وثوبا ملبوسا او عمامة ونحوذلك مما لا یعد ممتهنا فهو حرام .وان کان فی بساط یداس ومخدة ووسادة ونحوها مما یمتهن فلیس بحرام .ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل وما لا ظل له .هذا تلخیص مذهبنا فی المسئلة. وبمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة والتابعین ومن بعدهم وهو مذهب الثوری ومالك وابی حنیفة وغیرهم.

ہمارے اصحاب اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ حیوان کی تصویر بنانا انتہائی شدید حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس لئے کہ اس عمل پر شدید وعید احادیث میں مذکور ہے، چاہے اس کو کسی حقیر چیز پر بنائے یا باعزت چیز پر بنائے، ہر

حال میں اس کی صنعت حرام ہے، اس لئے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل پیدائش میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔ جہاں تک اس چیز کے رکھنے کا تعلق ہے جس پر کسی حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہے، تو اگر وہ تصویر کسی ایسی چیز پر بنی ہوئی ہے جو کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہے، یا وہ کپڑا جو جسم پر پہنا ہوا ہے، یا عمامہ پر ہے، یا اس طرح کی کسی ایسی چیز پر ہے جس کو حقیر نہیں سمجھا جاتا تو ایسی چیز رکھنا حرام ہے، اور اگر وہ تصویر ایسے بچھونے پر بنی ہوئی ہے جو روندا جاتا ہے یا کسی چھوٹے یا بڑے ایسے تکیوں پر بنی ہوئی ہے جن کو معمولی سمجھا جاتا ہے تو ان کو رکھنا حرام نہیں۔ البتہ اس لحاظ سے حلت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر سایہ دار ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں مندرجہ بالا تفصیل ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد کے جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، امام مالک رحمہ اللہ، امام ثوری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری'' میں اسی طرح کا قول نقل فرمایا ہے، دیکھئے (ج ۱۰، ص ۳۰۹) اسی سے احناف اور شوافع کا مسلک بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ مرداوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یحرم تصویر مافیہ روح ولا یحرم تصویر الشجر ونحوہ والتمثل مما لا یشابہ مافیہ روح علی الصحیح من المذھب. ...ویحرم تعلیق ما فیہ صورۃ حیوان وستر الجدار بہ وتصویرہ علی الصحیح من المذھب. (الانصاف للمرادی. ج۱، ص۴۷۴)

صحیح مذہب کے مطابق ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے اور درخت وغیرہ کی تصویر بنانا اور ایسا مجسمہ بنانا جو کسی ذی روح کے مشابہ نہ ہو، حرام نہیں۔ اور صحیح مذہب کے مطابق ایسی چیز لٹکانا جس پر حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہو اور اس چیز سے دیوار کا پردہ کرنا اور کسی حیوان کی تصویر بنانا حرام ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''المغنی'' (ص ۷، ج ۷، کتاب الولیمہ) میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی ہے۔

چونکہ تصویر کے مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف روایات ہیں، اس لئے علماء مالکیہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف پیش آیا ہے، البتہ مذہب مالکیہ کی تمام روایات واقوال کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مجسم تصویر جو سایہ دار ہو حرام ہے، البتہ وہ تصویر جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا کپڑے پر بنائی ہوئی تصویر، اس کی حرمت کے بارے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

واختلف فی تصویر مالا ظل لہ فکرھہ ابن شھاب فی ای شیء صور من حائط او ثوب او غیرھما واجاز ابن القاسم تصویرہ فی الثیاب لقولہ فی الحدیث الاتی "الا رقما فی ثوب"

(شرح المسلم للابی: ج۵ص۳۹۴)

یعنی جو تصویر سایہ دار نہ ہو، اس کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں

چاہے وہ دیوار پر ہو یا کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر ہو، جبکہ علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ صرف اس تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، اس لئے کہ حدیث شریف کے الفاظ ''الا رقمافی ثوب'' میں ایسی تصویر کی اجازت دی گئی ہے۔

اسی طرح علامہ مواق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عرفہ رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم صرف ان تصاویر کے ساتھ ہے جو جسم دار ہوں۔ (دیکھئے: التاج والاکلیل: ج ۴ ص ۴)

علامہ دردیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحاصل ان تصاویر الحیوانات تحرم اجماعا ان کانت کاملۃ لہ ظل لما یطول استمرارہ بخلاف ناقص عضو لا یعیش بہ لو کان حیوانا وبخلاف مالا ظل لہ کنقش فی ورق او جدار وفیما لا یطول استمرارہ (کما لو کانت من نحو قشر بطیخ) خلاف والصحیح حرمتہ.

(حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۔ ۲:۵۰۱)

یعنی خلاصہ یہ کہ اگر حیوانات کی تصاویر کامل ہوں، سایہ دار ہوں اور دیرپا ہوں تو ایسی تصاویر بالاجماع حرام ہیں۔ بخلاف اس تصویر کے جو ایسے ناقص عضو والی ہو کہ اگر وہ حقیقی حیوان ہوتا تو اس عضو کے ناقص ہونے کی وجہ سے زندہ نہیں رہ سکتا تھا اور بخلاف ایسی تصویر کے جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا دیوار پر کسی حیوان کا نقش، البتہ وہ تصویر جو دیرپا نہ ہو (جیسے تربوز کے چھلکے سے کسی حیوان کی صورت بنادی) اس کے بارے میں اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ایسی تصویر حرام ہے۔

مذہب مالکیہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اکثر مالکیہ تصویر کی کراہت کے قائل ہیں اگرچہ وہ سایہ دار نہ ہو، الا یہ کہ وہ تصویر ذلت والی جگہ پر بنائی گئی ہو۔ چنانچہ علامہ خرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال فی التوضیح التمثال اذا کان لغیر حیوان کالشجر جائز وان کان لحیوان فمالہ ظل ویقیم فھو حرام باجماع وکذا یحرم وان لم یقم کالعجبین خلافا لاصبغ وما لا ظل لہ ان کان غیر ممتھن فھو مکروہ وان کان ممتھنا فترکہ اولی. (خرشی علی مختصر الخلیل، ۳:۳۰۲)

علامہ خرشی رحمۃ اللہ علیہ ''توضیح'' میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی غیر حیوان کا مجسمہ ہو مثلاً درخت کا تو وہ جائز ہے، اور اگر حیوان کا مجسمہ ہو تو اگر وہ مجسمہ سایہ دار ہو اور پائیدار ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے، اور اگر پائیدار نہ ہو جیسے گوندا ہوا آٹا تو بھی حرام ہے خلافا لاصبغ۔ اور اگر وہ ایسا مجسمہ جو سایہ دار نہیں ہے تو اس صورت میں اگر وہ کسی حقیر اور ذلیل جگہ پر نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر کسی ذلیل اور حقیر جگہ پر ہو تو بھی اس کا ترک اولیٰ ہے۔

علامہ دردیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الکبیر'' میں بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

(دیکھئے: دسوقی ج ۲ ص ۳۳۸، الزرقانی علی مختصر خلیل ج ۴، ص ۵۳)

خلاصہ یہ کہ جسم دار تصویر بنانا ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے، اگر جسم دار نہ ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک قول حرام ہونے کا ہے البتہ اکثر علماء مالکیہ کے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ ایسی مکروہ ہے، لیکن بعض علماء مالکیہ ایسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں۔

جو حضرات فقہاء غیر مجسم تصویر کے جواز کے قائل ہیں، وہ حضرات بسر بن سعید کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

ان بسر بن سعيد حدثه ان زيد بن خالد الجهني حدثه ومع بسر عبيدالله الخولاني .ان ابا طلحة حدثه ان رسول الله ﷺ قال لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة.قال بسر :فمرض زيد بن خالد فعدناه فاذا نحن في بيته بستر فيه تصاوير فقلت لعبيدالله الخولاني .الم يحدثنا في التصاوير؟ قال الا رقما في ثوب الم تسمعه ؟قلت:لا.قال:بلى قد ذكر ذلك.

(صحيح مسلم. كتاب اللباس والزينة)

حضرت بسر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد جہنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں اور حضرت بسر کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی تھے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ حضرت بسر بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد جہنی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے، ہم ان کی عیادت کیلئے گئے، ہم جس کمرے میں تھے اس میں ایک پردہ تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، میں نے حضرت عبید اللہ خولانی سے کہا کہ کیا انہوں نے تصاویر کے بارے میں حدیث بیان نہیں کی تھی؟ حضرت عبید اللہ خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بھی تو فرمایا تھا "الا رقما فی ثوب" کیا تم نے یہ الفاظ نہیں سنے تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں، انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں سنا، انہوں نے یہ الفاظ بیان کئے تھے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے کہ:

عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة انه دخل على ابي طلحة الانصاري يعوده.قال:فوجدت عنده سهل بن حنيف .قال:فدعا ابو طلحة انساناً ينزع نمطاً تحته فقال له سهل:لم تنزعه ؟قال:لان فيه التصاوير وقد قال فيه النبي ﷺ ما قد علمت.قال سهل:اولم يقل:"الا ما كان رقما في ثوب"؟فقال :بلى ولكنه اطيب لنفسي. (ترمذي. كتاب اللباس.حديث نمبر ۱۷۵۰)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عیادت کیلئے گئے، فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں حضرت سہل بن حنیف کو موجود پایا، فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ ان کے نیچے سے چادر نکال لے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اس کو کیوں نکال رہے ہیں؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں تصاویر ہیں اور

تصاویر کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ جانتے ہیں، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حضورِ اقدس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا" الا ما کان فی ثوب "؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ضرور فرمایا ہے لیکن اس کا نکال دینا مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔

غیر مجسد تصویر کے جواز کے قائلین مندرجہ بالا دو احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، وہ حرمت سے مستثنیٰ ہے، لہٰذا ایسی تصویر جائز ہے۔

جمہور فقہاء ان احادیث کے جواب میں فرماتے ہیں کہ " الرقم فی الثوب" سے مراد وہ تصویر ہے جو کسی درخت یا کسی غیر ذی روح کی تصویر ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

دخل علی رسول الله ﷺ وقد سترت سهوة لی بقرام فيه تماثيل .فلما رآه هتكه وتلون وجهه وقال يا عائشة !اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے ایک طاقچے کو ایک ایسے پردے سے ڈھانپا ہوا تھا جس پر تصاویر تھیں، جب حضورِ اقدس ﷺ نے وہ پردہ دیکھا تو آپ نے اس کو پھاڑ دیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے عمل سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، جائز ہوتی تو اس پردے پر بنی ہوئی تصویر پر حضور اقدس ﷺ نکیر نہ فرماتے جبکہ وہ پردہ کپڑے کا تھا۔ (جہاں تک اس قصہ میں روایات کے اختلاف کا تعلق ہے، اس کی تحقیق انشاء اللہ اس باب کی اسی حدیث کے تحت آجائے گی اور وہاں بر ہم یہ بیان کریں گے کہ تمام روایات میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے اور اس حدیث کو متعدد واقعات پر محمول کرنا بہت بعید ہے۔)

(کیا تصویر کی حرمت اٹھالی گئی ہے؟):

ہمارے زمانے کے بعض متجددین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تصویر کی حرمت ابتداء میں تھی، اس لئے کہ ابتداء اسلام کا زمانہ جاہلیت اور بت پرستی کے زمانے سے قریب تھا اور لوگوں کے دلوں میں توحید کا عقیدہ راسخ نہیں ہوا تھا، لہٰذا جب توحید کا عقیدہ ان کے اندر راسخ ہو گیا تو تصویر کی حرمت اٹھالی گئی۔ متجددین کے اس دعویٰ پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل موجود نہیں، اگر تصویر کی حرمت کا حکم منسوخ ہو جاتا تو حضور اقدس ﷺ صراحۃً اس کا نسخ (عملاً یا قولاً۔ن) بیان فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تصاویر سے منع نہ فرماتے۔ اور آپ نے دیکھا کہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرماتے تھے جن میں تصاویر ہوتیں، یہ سب کچھ حضور اقدس ﷺ کے بعد پیش آیا۔ یہ اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم اب بھی باقی ہے اور اس حکم کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔ اور یہ حکم کیسے منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تورات میں بھی ذی روح کی تصویر کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ وہ محرف شدہ تورات جو آج ہمارے پاس ہے، اس میں بھی یہ حکم موجود ہے، چنانچہ ''سفر الخروج'' میں ہے:

لا تصنع لك تمثالا منحوتا ولا صورة ما مما في السماء من فوق وما في الارض من تحت وما في المآء من تحت الارض. (سفر الخروج،۲:۲۰)

یعنی آپ کیلئے کوئی تراشیدہ صورت نہ بنائی جائے، نہ کسی ایسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان میں ہے یا جو نیچے زمین میں ہے یا جو زمین کے نیچے پانی میں ہے۔

''سفر التثنية '' میں یہ عبارت درج ہے:

لئلا تفسدوا وتعملوا لا نفسكم تمثالا منحوتا صورة مثال ما شبه ذكر او انثى، شبه بهيمة ما مما على الارض، شبه طير ما ذي جناح مما يطير في السماء، شبه دبيب ما على الارض، شبه سمك ما مما في المآء من تحت الارض.

یعنی تاکہ نہ تم فساد کرو (اس طرح کہ) تم اپنے لئے ایسی تراشیدہ تصویر بناؤ جو کسی مذکر یا مؤنث کے مشابہ ہو، یا کسی ایسے چوپائے کے مشابہ ہو جو زمین پر ہے، یا کسی ایسے پرندے کے مشابہ ہو جو پروں والا ہو جس سے وہ آسمان پر اڑتا ہو، یا زمین پر رینگنے والے کے مشابہ ہو، یا زمین کے نیچے پانی میں تیرنے والی مچھلی کے مشابہ ہو۔

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تورات کی پیروی کرتے تھے، لہٰذا یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ ایسی تصاویر بنانے کا حکم دیں جس کو تورات نے حرام قرار دیا ہو۔ لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ وہ تصاویر جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بنایا کرتے تھے، وہ غیر ذی روح کی تصاویر ہوتی تھیں جیسے درخت اور پھول اور کائنات کے قدرتی مناظر وغیرہ کی تصاویر۔

اس آیت سے استدلال درست نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ذی روح کی تصاویر بنانے کی اجازت دے رکھی تھی، تو بھی اصول یہ ہے کہ سابقہ شرائع کے ذریعہ ایسی چیز کے بارے میں استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ہماری شریعت میں اس کے معارض حکم موجود ہو۔ اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تصویروں کے بارے میں انتہائی تاکید سے ممانعت فرمائی ہے اور حضور اقدس ﷺ منع فرمانا ہمارے لئے حجت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا۔ (سورة المائدة: آیت نمبر ۴۸)

تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

عکسی تصاویر (فوٹو) کا حکم:

جہاں تک عکسی تصاویر کا تعلق ہے جس کو ''فوٹوگرافی تصویر'' کہا جاتا ہے، کیا اس تصویر کا بھی وہی حکم ہے جو ہاتھ سے بنائی

ہوئی تصویر کا حکم ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء معاصرین کا اختلاف ہے، چنانچہ مفتی مصر۔۔۔ محمد بخیت۔۔۔ نے "الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتوغرافی" کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ فوٹو گرافی تصویر در حقیقت حبس ظل ہے جو اس صنعت کے ماہرین نے مخصوص طریقے سے اس ظل کو محفوظ کر لیا ہے، یہ وہ تصویر نہیں ہے جو شرعاً منہی عنہ ہے۔ کیونکہ منہی عنہ کسی ایسی تصویر کو بنانا اور ایجاد کرنا ہے جو اس سے پہلے موجود اور مصنوع نہیں تھی اور وہ تصویر ایسے جاندار کے مشابہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، یہ بات اس تصویر میں موجود نہیں جو کیمرہ کے ذریعہ کھینچی جائے۔

لیکن عرب ممالک کے بہت سے علماء اور ہندوستان کے تمام علماء یا ان کی بڑی تعداد نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ عکسی تصویر اور ہاتھ سے نقش کی ہوئی تصویر کے حکم کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ عرب ممالک کے بعض معاصر علماء کی عبارات درج ذیل ہیں:

۔۔۔ مصطفی الحمامی۔۔۔ اپنی کتاب "النهضة الاصلاحية" میں فرماتے ہیں:

وانی احب ان تجزم الجزم كله ان التصوير بآلة التصوير (الفوتو غراف) كالتصوير باليد تمامه فيحرم على المؤمن تسليطها للتصوير ويحرم عليه تمكين مسلطها لالتقاط صورته بها لانه بهذا التمكين يعين على فعل محرم غليظ. وليس من الصواب فی شیء ما ذهب اليه احد علماء عصرنا هذا من استباحة بتلك الآلة بحجة ان التصوير ما كان باليد والتصوير بهذه الآلة لا دخل لليد فيه فلا يكون حراما. وهذا عندي اشبه بمن يرسل اسدا مفترسا فيقتل من يقتل او يفتح تيارا كهربائيا يعدم كل من مربه او يضع سما فی طعام فيهلك كل من تناول من ذلك الطعام فاذا وجه اليه اتهام بالقتل قال: انا لم اقتل، انما قتل السم والكهرباء والاسد....

(النهضة الاصلاحية ص ۲۶۵، ۲۶۴)

یعنی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس پر پورا یقین رکھا جائے کہ کیمرہ کے ذریعہ کھینچی گئی تصویر مکمل طور پر ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کی طرح ہے، لہٰذا ایک مؤمن پر تصویر کیلئے اس آلہ کو استعمال کرنا حرام ہے، اسی طرح کسی دوسرے کو اپنی تصویر کھینچنے پر قدرت دینا کہ وہ شخص کیمرہ کے ذریعہ آپ کی تصویر کھینچ لے، یہ بھی حرام ہے، اس لئے کہ اس قدرت دینے کے ذریعہ ایک انتہائی شدید حرام فعل پر اس کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اور ہمارے موجودہ دور کے ایک عالم جو اس آلہ کے ذریعہ کھینچی ہوئی تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ تصویر وہ ہوتی ہے جو کہ ہاتھ سے بنائی جائے اور جو تصویر اس آلہ کے ذریعہ بنائی جاتی ہے، اس میں ہاتھ کا کوئی دخل نہیں ہے، لہٰذا یہ تصویر حرام نہیں۔ ان عالم کی یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں، میرے نزدیک اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پھاڑنے والا شیر چھوڑ دے اور وہ شیر جا کر کسی شخص کو قتل کر دے یا کوئی شخص بجلی کا کرنٹ چھوڑ دے کہ جو بھی اس کے اوپر سے گزرے وہ کرنٹ اس کو ختم کر دے یا کوئی شخص کھانے

میں زہر ملا دے کہ جو شخص بھی اس کو کھائے تو وہ ہلاک ہو جائے، اس کے بعد جب اس شخص پر قتل کا الزام عائد ہو تو وہ شخص یہ کہے کہ میں نے تو قتل نہیں کیا بلکہ زہر اور بجلی اور شیر نے قتل کیا ہے۔

۔۔۔محمد ناصر الدین البانی۔۔۔اپنی کتاب ''آداب الزفاف'' میں فرماتے ہیں:

وقريب من هذا تفريق بعضهم بين الرسم باليد وبين التصوير الشمسي يزعم انه ليس من عمل الانسان !وليس من عمله فيه الا امساك الظل فقط كذا زعموا. اما ذلك الجهد الجبار الذى صرفه المخترع لهذه الآلة حتى استطاع ان يصور فى لحظة ما لا يستطيعه بدونها فى ساعات .فليس من عمل الانسان عند هؤلاء!و كذالك توجيه المصور للآلة وتسديدها نحو الهدف المراد تصويره.وقبيل ذلك تركيب ما يسمونه بالفلم ثم بعد ذلك تحميضه وغير ذلك مما لا اعرفه فهذا ايضا ليس من عمل الانسان عند اولئك ايضاً. . . .وثمرة التفريق عندهم انه يجوز تعليق صورة رجل مثلاً فى البيت اذا كانت مصورة بالتصوير الشمسي .ولا يجوز ذلك اذا كانت مصورة باليد!اما انا فلم ارله مثلا الا جمود بعض اهل الظاهر قديما مثل قول احدهم فى حديث " نهى رسول الله ﷺ عن البول فى الماء الراكد" قال:فالنهى عنه هو البول فى الماء مباشرة اما لو بال فى اناء ثم اراقه فى الماء فهذا ليس منهيا عنه.(آداب الزفاف للالبانی)

یعنی بعض لوگوں کا ہاتھوں سے بنی ہوئی تصویر اور عکسی تصویر کے درمیان فرق کرنا اس کے قریب قریب ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ عکسی تصویر انسان کا عمل نہیں ہے، اس میں انسان کا عمل دخل صرف اتنا ہے کہ اس نے صرف سایہ کو روک دیا ہے۔ یہ ان کا خیال ہے ورنہ وہ سخت جدو جہد جو موجد نے اس آلے کے بنانے پر صرف کی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو یہ صلاحیت حاصل ہوگئی کہ وہ ایک لمحہ میں تصویر بنا لیتا ہے اور اس آلے کے بغیر کئی گھنٹوں میں بھی ایسی تصویر نہیں بنا سکتا، اس سب کے باوجود ان حضرات کے نزدیک اس عمل میں انسان کا عمل دخل نہیں۔ اسی طرح تصویر کھینچنے والے کا اس آلہ کو متوجہ کرنا اور پھر جس چیز کی تصویر کھینچنی منظور ہے اس کی طرف آلے کو درست کر کے لگانا اور اس سے پہلے اس آلے کے اندر فلم لگانا اور اس کے علاوہ دوسرے کام جن سے میں واقف نہیں، یہ سب کام بھی ایسے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک ان میں انسان کے عمل کو دخل نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک دونوں قسم کی تصاویر میں تفریق کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کسی انسان کی عکسی تصویر کو گھر میں لٹکانا ان حضرات کے نزدیک جائز ہوگا لیکن ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر کو لٹکانا جائز نہیں ہوگا۔ میں نے اس کی کوئی مثال سوائے بعض قدیم خشک اہل ظواہر کے کہیں اور نہیں دیکھی، وہ بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث میں براہ راست پانی میں پیشاب کرنے سے ممانعت ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی برتن میں پیشاب کرے اور پھر اس پیشاب کو پانی میں بہا دے تو اس کی اس حدیث میں ممانعت نہیں۔

۔۔محمد علی الصابونی۔۔۔اپنے رسالے "حکم الاسلام فی التصویر" میں اور "تفسیر آیات الاحکام" میں فرماتے ہیں:

ان التصویر الشمسی لا یخرج عن کونه نوعا من انواع التصویر فما یخرج بالآلة یسمی صورة والشخص مصورا فهو وان کان لا یشمله النص الصریح لانه لیس تصویرا بالید ولیس فیه مضاهاة لخلق الله الا انه لا یخرج عن کونه ضربا من ضروب التصویر .فینبغی ان یقتصر فی الاباحة علی حد الضرورة. (حکم الاسلام فی التصویر :ص۱۵)

یعنی عکسی تصویر بھی تصاویر کے اقسام میں سے ایک قسم ہونے سے خارج نہیں، اسی وجہ سے آلہ (کیمرہ) کے ذریعہ جو تصویر کھینچی جاتی ہے اس کو بھی تصویر کہا جاتا ہے اور تصویر کھینچنے والے کو "مصور" کہا جاتا ہے، پس اگرچہ نص صریح اس تصویر کو شامل نہیں، کیونکہ یہ ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر نہیں اور اس تصویر میں اللہ تعالیٰ کے عمل پیدائش سے مشابہت اختیار کرنا نہیں ہے لیکن اس کو بھی تصویر کی ایک قسم ہونے سے خارج نہیں کر سکتے ،لہٰذا صرف ضرورت کے دائرے میں اس کی اباحت کو محدود رکھنا چاہئے۔

۔۔ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی۔۔۔اپنی کتاب "فقہ السیرۃ" میں فرماتے ہیں:

والحق انه لا ینبغی تکلف ای فرق بین انواع التصویر المختلفة حیطة فی الامر ونظرا لاطلاق لفظ الحدیث. هذا فیما یتعلق بالتصویر اما الاتخاذ فلا فرق بین الفوتوغرافی وغیره.

(فقه السیرة:ص۳۸۰)

صحیح بات یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ مطلق ہونے پر نظر کرتے ہوئے اور حکم کو جامع بنانے کیلئے تصویر کی مختلف اقسام کے درمیان فرق کا تکلف کرنا مناسب نہیں۔ یہ حکم تو تصویر سے متعلق ہے، جہاں تک تصویر بنانے کا تعلق ہے تو اس میں کیمرہ کے ذریعہ تصویر بنانے اور اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے تصویر بنانے میں کوئی فرق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نقش و نگار کے ذریعہ بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان جو تفریق ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو، آلہ کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا، مثلاً شراب حرام ہے، چاہے اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو، چاہے جدید مشینوں کے ذریعہ بنایا گیا ہو یا مثلاً قتل کرنا حرام ہے، چاہے کوئی شخص چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے، شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے، لہٰذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے برش سے بنائی گئی ہو یا کیمرہ کے ذریعہ کھینچی گئی ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ضرورت کے وقت تصویر کھچوانا:

بہرحال! یہ تو تصویر کا اصل حکم تھا جو ہم نے اوپر تفصیل سے عرض کیا۔ جہاں تک کسی ضرورت کیلئے تصویر کھچوانے کا تعلق

ہے جیسے پاسپورٹ کیلئے یا ویزے کے حصول یا شناختی کارڈ کیلئے تصویر کھچوانا یا ایسے مواقع پر تصویر کھچوانا جہاں انسان کے چہرے کی شناخت ضروری ہو، ان ضروریات کیلئے (بامر مجبوری) تصویر کی اجازت دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ فقہاء رحمہم اللہ نے بھی ضرورت کے مواقع کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ''سیر کبیر'' میں فرماتے ہیں:

وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلا باس باستعماله۔

یعنی اگر کسی ایسے ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ جائے جس پر تصویر بنی ہوئی ہو تو (بامر مجبوری) اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما فى تناول الميتة۔ (شرح السرخسی ۲:۲۴۸)

کیونکہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے ضرورت کے وقت مردہ جانور کھانا۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ان المسلمين يتبايعون بدراهم الاعاجم فيها التماثيل بالتيجان ولا يمنع احد عن المعاملة بذلك۔ (حوالا بالا)

بیشک مسلمان عجمیوں کے ایسے دراہم کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے ہیں جن پر تاج پوش بادشاہ کی تصویر بنی ہوتی ہے، ان دراہم کے ذریعہ معاملات کرنے سے کوئی بھی منع نہیں کرتا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

لا باس بان يحمل الرجل فى حال الصلاة دراهم العجم وان كان فيها تمثال الملك على سريره وعليه تاجه۔ (شرح السرخسی ۴:۲۱۲)

آدمی کیلئے اہل عجم کے دراہم کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس درہم پر تخت نشین تاج پوش بادشاہ کی تصویر بنی ہو۔

اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیا سے کھیلنے کی اجازت عطا فرمائی اور فقہاء نے عورت کو (بامر مجبوری) اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ گواہی کے وقت اپنا چہرہ کھول دے۔

ٹی وی اور وڈیو:

جہاں تک ٹی وی اور وڈیو کا تعلق ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں آلات جن بے شمار منکرات مثلاً بے حیائی، فحاشی، عورتوں کا زیب و زینت کے ساتھ یا نیم برہنہ حالت میں سامنے آنا اور اس کے علاوہ فسق و فجور کے دوسرے

اسباب پر مشتمل ہیں، ان پر نظر کرتے ہوئے ان آلات کا استعمال حرام ہے۔لیکن یہ دونوں آلات مندرجہ بالا تمام منکرات سے بالکل خالی ہوں تو کیا ان پر نظر آنے والی تصویر پر تصویر ہونے کا حکم لگا کر یہ کہا جائے گا کہ تصویر ہونے کی بنیاد پر ان کو دیکھنا حرام ہے؟

احقر کو اس بارے میں تأمل ہے، اس لیے کہ وہ تصویر حرام ہے جو اس طرح منقش ہو یا اس طرح تراشی گئی ہو کہ وہ تصویر کسی چیز پر ثابت اور مستقر ہو جائے اور کفار عبادت کیلئے اس طرح کی تصاویر استعمال کیا کرتے تھے، لیکن وہ تصویر جس کو قرار وثبات حاصل نہیں اور وہ تصویر جو کسی چیز پر مستقل طور پر منقش نہیں، ایسی تصویر تصویر کی بجائے ''سائے'' سے زیادہ مشابہ ہے۔ظاہر ہے کہ ٹی وی اور وڈیو پر آنے والی تصاویر کسی بھی مرحلے پر دائم اور مستقر نہیں ہوتیں، صرف ''فلم'' کی شکل میں موجود رہتی ہیں، کیونکہ جس صورت میں اسکرین پر براہ راست انسانی تصاویر دکھائی جارہی ہوں اور وہ انسان دوسری طرف کیمرے کے سامنے موجود ہو، اس صورت میں تو اس انسان کی تصویر نہ تو کیمرہ میں ثابت رہتی ہے اور نہ ہی اسکرین پر ثابت اور مستقر رہتی ہے، لیکن درحقیقت وہ بجلی کے ذرات ہوتے ہیں جو کیمرہ سے اسکرین کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور پھر اسی اصلی ترتیت سے اسکرین پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور پھر وہ ذرات زائل اور فنا ہو جاتے ہیں۔اور جس صورت میں تصاویر کو وڈیو کیسٹ میں محفوظ کرلیا جاتا ہے، اس صورت میں بھی اس کیسٹ کے فیتے پر تصویر منقش نہیں ہوتی بلکہ وہ بجلی کے ذرات ہوتے ہیں جن میں کوئی تصویر نہیں ہوتی، البتہ جب وہ ذرات اسکرین پر ظاہر ہوتے ہیں تو دوبارہ اپنی اصلی ترتیب سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں، لیکن اسکرین پر ان کو ثبات اور استقرار حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ ظاہر ہونے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں، لہٰذا کسی بھی مرحلے پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ تصویر کسی چیز پر دائمی طور پر ثابت ہو کر منقش ہوگئی ہو، بہر حال اس تصویر پر ثابت اور مستقر تصویر کا حکم لگانا مشکل ہے۔رحم الله امرأ هدانی للصواب فی ذلك ،والله سبحانه اعلم۔

(ماخوذ از فقہی مقالات: ج ۴)

{قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی تھی}

۱۰۹۶۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَقَدْ اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تُمْسِكُوا الْحُوْمَ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَاَمْسِكُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَّسِعَ بِهٖ غَنِيُّكُمْ عَلٰى فَقِيْرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ اَنْ تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْمَا بَدَا لَكُمْ مِنَ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ الظُّرُوْفَ لَا تُحِلُّ شَيْئًا وَلَا تُحَرِّمُهٗ وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔(۱)۔قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہٰذا اب بری بات منہ سے نہ نکالو۔(۲)۔اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تا کہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔(۳)۔اور میں نے کدو، سبز مٹکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (نبیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (نبیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔لیکن نشہ آور چیز نہ پیو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المنتقی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۴۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۳ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲، ۶۹۵، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد و مسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت س نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھ، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرد یا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہو جانے کا خطرہ تھا۔پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہو گیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا

ہونے کا ذریعہ ہے۔

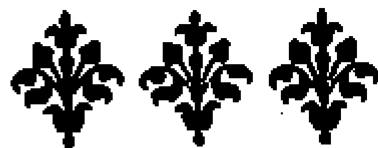
۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کام میں خیر اور نفع کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کر دی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن جب وسعت آ گئی تو یہ حکم ختم ہو گیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھا سکتے ہیں۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشہ آور اور غیر نشہ آور میں فرق نہ کر سکیں اس لیے بعض ایسے برتنوں میں نبیذ بنانے اور پینے سے منع کر دیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرما دیا۔

۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔



۴۳۔ كِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں کا بیان

{طعن اور طاعون کی وجہ سے مرنے والا شہید شمار ہوگا}

۱۰۹۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَاءُ أُمَّتِيْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ عَرَفْنَا الطَّعْنَ فَمَا الطَّاعُوْنُ؟ قَالَ وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ قَالَ وَفِيْ كُلٍّ شَهَادَةٌ. وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَدْمِ وَأَكْلِ السَّبُعِ وَالْبَطْنِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَرْأَةِ تَمُوْتُ جُمْعًا كُلُّ ذٰلِكَ شَهَادَةٌ.

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی تباہی طعن (نیزہ بازی) اور طاعون سے ہوگی، بعض حضرات نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نیزہ بازی کو تو ہم جانتے ہیں، طاعون کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دشمنوں جنوں کا چوبھ مار کر تمہیں ہلاک کر دینا اور ہر ایک صورت میں شہید شمار ہوگے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۸ بباب غسل الشہید، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۲۱۷، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۹۳، مسند ابی داود داود الطیالسی: ۵۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۲۸، ۱۹۷۴۳، مسند البزار: ۲۹۸۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۲۲۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۹۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۲۱۷، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۹۳، مسند ابی داود داود الطیالسی: ۵۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۲۸، ۱۹۷۴۳، مسند البزار: ۲۹۸۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواھد)

{قیامت کی علامتیں دھواں، بڑی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا گزر چکی ہیں}

۱۰۹۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرَى وَانْشَقَّ الْقَمَرُ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (قیامت کی علامتیں): دھواں، بڑی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا گزر چکی ہیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه البخاری (۴۸۲۰) من طریق مسلم عن مسروق عن عبدالله.... فذکرہ.)

{سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا امت کا نبی ہوتا ہے}

۱۰۹۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَعُوْدُهُ فِيْ شَكَاةٍ اشْتَكَاهَافَاِذَا هُوَ عَلٰى عَبَائَةٍ قَطَوَانِيَّةٍ وَمِرْفَقَةٍ مِّنْ صُوْفٍ وَحَشْوُهَا اِذْخِرٌ فَقَالَ بِأَبِيْ أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كِسْرَى وَقَيْصَرُ عَلَى الدِّيْبَاجِ وَأَنْتَ عَلٰى هٰذَا، فَقَالَ يَاعُمَرُ أَمَاتَرْضَى اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَاوَلَنَا الآخِرَةُ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَمَسَّهُ فَاِذَاهُوَشَدِيْدُ الْحُمَّى فَقَالَ تُحَمُّ هٰكَذَا وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ أَشَدَّ هٰذِهِ الأُمَّةِ بَلَاءً نَبِيُّهَا ثُمَّ الْخَيْرُ مِنْ اُمَّتِهٖ وَكَذٰلِكَ كَانَتِ الأَنْبِيَاءُ قَبْلَكُمْ وَالأُمَمُ.

یوسف اپنے باپ ابو یوسف سے وہ ابوحنیفہ سے وہ حماد سے اور وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے آپ ﷺ کسی بیماری میں مبتلا تھے، ایک قطوانی عباء پر لیٹے ہوئے تھے اون کا تکیہ جس میں اذخر (پودے کے پتے بھرے ہوئے تھے) سر کے نیچے تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! کسریٰ و قیصر دیباج پر لیٹتے ہیں اور آپ اس حال میں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو چھو کر دیکھا تو آپ بخار میں تپ رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اس قدر تیز بخار میں مبتلا ہیں حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت میں سب سے زیادہ مصیبت و آزمائش میں نبی ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد بہترین لوگ پھر ان کے بعد کے بہترین لوگ اسی طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام

اور ان کی امتوں کا حال تھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابن خسرو من طریق ابراهیم عن الاسود عن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما... فذکره. واما قصة المرض فأحرجه مسلم (۲/۱۹۹۱)وابن ابی شیبة(۱۰۸۰۰)وابن حبان (۲۹۳۷) والبخاری (۵۶۳۷) والدارمی فی السنن)

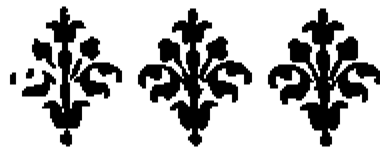
{بادشاہوں کے دروازوں پر فتنے کثرت کے ساتھ آتے ہیں}

۱۱۰۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ أَنَّهُ قَالَ عَلَىٰ اَبْوَابِ السُّلْطَانِ مِثْلُ مَبَارَكِ الْإِبِلِ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ تَعَرَّضَ لَهَاتَعَرَّضَتْ لَهُ لَنْ تُصِيْبُوْا مِنْ دُنْيَاهُمْ شَيْئًا اِلاَّ أَصَابُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ أَفْضَلَ مِنْهُ.

امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بادشاہوں کے دروازوں پر فتنے آتے ہیں جیسے اونٹ اپنے ٹھکانوں پر کثرت کے ساتھ آتے ہیں (لہٰذا بادشاہوں کے دروازوں پر جانے سے بچو) تم ان سے جس قدر ان کی دنیا سے حصہ لو گے وہ اس سے زیادہ قیمتی تمہارے دین کا نقصان کردیں گے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔



۳۴۔ کِتَابُ شَمَائِلِ النَّبِيِّ ﷺ

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان

''شمائل'' شمال یا شمیلہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں سیرت، عادت اور عمدہ طبیعت۔''شمائل النبی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک، آپ کی وضع قطع، آپ کا لباس و پوشاک، آپ کی نشست و برخاست اور آپ کے شب و روز کو بیان کیا جاتا ہے۔

{حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا}

۱۱۰۱۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ حُمْرَةٍ، كَثِیْرَ اللَّحْمِ، بعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْكِبَیْنِ، عَلٰی صَدْرِهٖ قَضِیْبٌ مِّنْ شَعْرٍ لَیْسَ بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالطَّوِیْلِ، رَجِلَ الشَّعْرِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنِهٖ، شَثْنَ الْاُصْبُعَیْنِ مِنْ قَدَمِهِ الْوُسْطٰی وَالَّتِیْ جَانِبَ الْاِبْهَامِ اِذَا مَشٰی تَكَفَّأَ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا، سینہ مبارک پر (سے لے کر ناف تک) بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، آپ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے اور نہ ہی بالکل پست قد تھے (لوگوں میں درمیانہ قد والے تھے)، گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آتے تھے، آپ کے پاؤں ☆☆ ☆پرگوشت تھے، آپ جب چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (اخرج البزار (۲۳۸۵) واحمد (۷۴۶) والترمذی (۳۶۳۸) وابن ابی شیبة (۳۱۸۰۵) صفة النبی ﷺ عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه. واخرج البخاری (۳۵۴۷) واحمد (۱۳۵۱۹) وابو یعلی (۳۸۳۲) والبزار (۳۳۸۸) والترمذی (۱۷۵۴) من حدیث انس فی صفة النبی ﷺ.)

{رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاس سے جانے والے کو کھڑے ہو کر رخصت فرماتے تھے}

۱۱۰۲۔یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ لَا یُقَدِّمُ رُكْبَتَهٗ قُدَّامَ جَلِیْسٍ لَّهٗ، وَلَا یُصَافِحُهٗ رَجُلٌ فَیَكُوْنُ هُوَ یَنْزِعُ یَدَهٗ مِنْ یَدِهٖ حَتّٰی

يَنْزِعَهَا الرَّجُلُ، وَلَا يَجْلِسُ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَيَقُوْمُ حَتّٰى يَقُوْمَ الرَّجُلُ قَالَ وَلَمْ اَجِدْ رِيْحًا قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے سے اپنے گھٹنے آگے نہیں بڑھاتے تھے، اور کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ الگ نہ کرتے حتیٰ کہ وہی اپنا ہاتھ الگ کرتا۔ اور کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا تو جب وہ اٹھ کر جانے لگتا تو آپ ﷺ بھی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں پائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۰۸ ح ۲۸۱، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۶، سنن الترمذی: ۲۴۹۰، سنن ابی داود: ۴۷۹۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۵۱، شعب الایمان للبیہقی: ۷۷۸۰، شرح السنۃ للبغوی: ۳۶۸۰، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ۲۰۵۰، مشکاۃ المصابیح: ۵۸۲۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الخوارزمي من طريق ابي حنيفة عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه عن انس بن مالك رضي الله عنه۔ ...فذكره.)

{ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے}

۱۱۰۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْرَجَتْ لَنَا أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مُشَاقَةً مِّنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَخْضُوْبَةً بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

امام عثمان بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے چند بال مبارک نکال کر ہمیں دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، ۲۶۵۳۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۱۷۰۶، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی

شیبۃ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۰۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام عثمان بن عبداللہ بن موہب تیمی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۰۸، تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

فوائد ومسائل:

۱۔ ''خضاب'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ یہ چیز مہندی، وسمہ، کتم یا کوئی اور جدید مرکب چیز ہو خضاب کہلاتی ہے۔

۲۔ ''کتم'' ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔

۳۔ اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{مسافروں کا اکرام کرنے کا بیان}

۱۱۰۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ صَخْرَةَ اَنَّ رَكْبًا مِنْ مُحَارِبٍ نَزَلُوْا اِلٰى جَنْبِ الْمَدِيْنَةِ فَاشْتَرٰى مِنْهُمُ النَّبِيُّ ﷺ جَزُوْرًا بِوَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ فَلَمَّا اَنْ ذَهَبَ بِهٖ وَتَوَارٰى فِيْ بُيُوْتِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالُوْا اَعْطَيْنَاهَا رَجُلًا لَا نَعْرِفُهُ فَقَالَتْ عَجُوْزٌ مِنْهُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ صَفْحَةَ الرَّجُلِ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُلْبِسَهُ غَدْرَةً فَمَا كَانَ اِلَّا اَنْ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ فَدَعَاهُمْ ثُمَّ اَمَرَ بِالتَّمْرِ ثُمَّ نُثِرَ عَلٰى نِطْعٍ فَقَالَ كُلُوْا فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ اَوْفَاهُمْ تَمْرَهُمْ فَقَالُوْا: مَا رَاَيْنَا كَالْيَوْمِ فِي الْوَفَاءِ.

امام ابوصخرہ (جامع بن شداد محاربی کوفی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ محارب کے چند مسافروں نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے کھجور کے وسق کے عوض ایک اونٹ خریدا، جب آپ ﷺ اونٹ لے کر چلے گئے حتیٰ کہ مدینہ کے گھروں میں نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یہ لوگ (ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور) کہنے لگے کہ ہم نے اپنا اونٹ ایک ایسے آدمی کو دے دیا ہے جس کو ہم جانتے نہیں ہیں۔ اس پر انہی کے قافلہ میں سے ایک بوڑھی خاتون نے کہا کہ میں نے ایک ایسی عمدہ صفات والے شخص کو دیکھا ہے جسے اللہ تعالیٰ دھوکہ دہی کا لباس پہنانے والے نہیں ہیں (یعنی وہ شخص تم سے دھوکہ نہیں کرے گا) پس پھر آپ ﷺ نے ان کی طرف قاصد بھیجا جو انہیں بلا کر لے گیا اور آپ ﷺ کے حکم پر دستر خوان پر کھجوریں رکھ دی گئیں اور آپ

نے ان سے فرمایا کہ کھاؤ بس اس نے کھایا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ان کو ان کی پوری پوری کھجوریں دیں اور (یہ سب دیکھ کر) ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے وفاء میں آج کی طرح نہیں دیکھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴۲۱۹، ذکر اخبار سید المرسلین و خاتم النبیین محمد بن عبداللہ، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۰۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الحاکم والبیهقی من طریق یزید بن ابی الجعد عن جامع بن شداد عن طارق بن عبدالله المحاربی۔ ۔ ۔ ۔ فذکرہ۔)

{بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں}

۱۱۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَیُّوْبَ الطَّائِیِّ قَالَ اُرَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ وَهِیَ حُبْلَی تَحْمِلُ مَعَهَا صَبِیًّا رَضِیْعًا وَمَعَهَا صَبِیٌّ فَطِیْمٌ تَمَسَّكُ بِیَدِهَا یَمْشِیْ مَعَهَا قَالَ فَمَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَئِذٍ شَیْئًا اِلاَّ أَعْطَاهَا ثُمَّ قَالَ حَامِلاَتٌ وَالِدَاتٌ رَحِیْمَاتٌ بِأَوْلاَدِهِنَّ وَلَوْلاَ مَا یَصْنَعْنَ بِأَزْوَاجِهِنَّ دَخَلَ مُصَلِّیَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ حاملہ تھی اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ایک دودھ پیتا بچہ تھا جسے اس نے (گود میں) اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا بچہ فطیم (یعنی اس نے دودھ چھوڑا ہوا) تھا جسے وہ اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی تھی اور وہ اس کے ساتھ چلتا تھا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اس دن اس خاتون نے جس چیز کا بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے اس کو دے دی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "(یہ عورتیں بچوں کو) اٹھانے والیاں، جننے والیاں اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی ہوتی ہیں، اگر ان کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہوتا تو ان میں سے جو نماز کی پابند ہیں، وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۱۴۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۱۷۳، ۲۲۲۱۹، ۲۲۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۳، مسند الرویانی: ۱۲۵۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۲۱۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۸۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۵، ۷۹۸۶، ۷۹۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، شعب الایمان للبیہقی: ۸۳۲۴، ۸۳۲۵۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{آپ ﷺ سو کر اٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا}

۱۱۰۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ مُضْطَجِعًا حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَلَمْ یُعِدِ الْوُضُوْءَ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ فجر سے پہلے پہلو کے بل ایسا سوئے کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۰۱، ۱۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۴۷۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۰۵۲، ۲۵۰۳۶، مسند البزار: ۱۵۸۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۴۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کردی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۴۰۹)، مسند الامام احمد بن حنبل (۲۵۰۳۶) اور سنن ابن ماجہ (۴۷۴) وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت کان النبی ﷺ......الخ.

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں پہلو کے بل سونے پر بھی وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، مگر شارحین حدیث نے صراحت کی ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (تنام عینی ولا ینام قلبی)، (صحیح البخاری: ۳۵۶۹) ''میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔''

(۲) امتی کا محض نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، الا یہ کہ لیٹ کر ہو یا کسی ایسے سہارے سے ہو کہ اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وضو ایسی نیند سے ٹوٹتا ہے جس میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہوں۔

{نبی ﷺ کے اہل خانہ نے مسلسل تین دن بھی گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا}

۱۱۰۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِبُرٍّ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ حَتَّى مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَمَازَالَتِ الدُّنْيَا عَسِرَةً كَدِرَةً حَتَّى مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ صُبَّتِ الدُّنْيَا عَلَيْنَا صَبًّا.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل خانہ نے مسلسل تین دن بھی گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، اور ان حضرات پر دنیا بڑی تنگی اور سختی کی گزری یہاں تک کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو توان پر دنیا کی بارش ہوگئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۴۴۰۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۱، ۲۵۲۲۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۵۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۵۵، ۵۰۹۸، ۸۸۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۲۲۲، صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۴۴۰۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۱، ۲۵۲۲۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۵۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۵۵، ۵۰۹۸، ۸۸۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۲۲۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۹۹، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۳ ص ۴۵۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه مسلم وغيره من طريق الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة.... فذكره.)

فوائد ومسائل:

۱۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ دوسروں کی ضروریات پوری کرنا ضروری سمجھتے تھے اور خود کم سے کم پر

اکتفا کرتے تھے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی کبھی گندم کی روٹی بھی استعمال ہوئی ہے، لیکن زیادہ تر کھجوروں اور پانی یا دودھ پر گزارہ ہوتا تھا۔

۳۔ اس وقت عرب میں گندم قیمتی ہوتی تھی، زیادہ تر جو استعمال ہوتے تھے۔

{رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور دفن کا بیان}

۱۱۰۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَأٰى مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِفَّةً فَاسْتَأْذَنَهُ اِلَى ابْنَةِ خَارِجَةَ وَكَانَتْ فِىْ حَوَائِطِ الْاَنْصَارِ وَكَانَ ذٰلِكَ رَاحَةَ الْمَوْتِ وَلاَ يَشْعُرُ فَأَذِنَ لَهُ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَأَصْبَحَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ يَرَى النَّاسَ يَتَرَامَسُوْنَ فَأَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ غُلاَمًا يَتَسَمَّعُ ثُمَّ يُخْبِرُهُ فَقَالَ سَمِعْتُهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَاتَ مُحَمَّدٌ فَأَسْنَدَ اَبُوْبَكْرٍ ظَهْرَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاقُطِعَ ظَهْرَاهُ قَالَ فَلَمَّابَلَغَ اَبُوْبَكْرٍ الْمَسْجِدَ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهُ لاَيَبْلُغُ، قَالَ فَأَرْجَفَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالُوْا: لَوْكَانَ مُحَمَّدٌ نَبِيًّا لَمْ يَمُتْ فَقَالَ عُمَرُ لاَ اَسْمَعُ اَحَدًا يَقُوْلُ مَاتَ مُحَمَّدٌ اِلاَّ ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ فَكَفُّوْا لِذٰلِكَ، فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُسَجًّى كَشَفَ الثَّوْبَ وَجَعَلَ يَلْثِمُهُ وَيَقُوْلُ بِأَبِىْ أَنْتَ وَأُمِّىْ مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُذِيْقَكَ الْمَوْتَ مَرَّتَيْنِ أَنْتَ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ، ثُمَّ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَقَدْ مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ ﷺ فَاِنَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ حَيٌّ لاَ يَمُوْتُ ثُمَّ قَرَءَ: {وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَاِنْ مَّاتَ أَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ، وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ} قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ لَمْ نَقْرَءْهَا قَبْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ النَّاسُ مِثْلَ مَقَالَةِ اَبِىْ بَكْرٍ مِنْ كَلاَمِهِ وَقِرَاءَتِهِ، قَالَ وَمَاتَ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمَيْنِ وَلَيْلَةَ الثُّلاَثَاءِ وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلاَثَاءِ قَالَ وَكَانَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَاَوْسُ بْنُ خَوْلِيِّ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَصُبَّانِ الْمَاءَ وَعَلِيٌّ وَالْفَضْلُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يغسلانِهِ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنِىْ أَنَّهُمْ صَلُّوْا عَلَيْهِ أَفْوَاجًا بِغَيْرِ اِمَامٍ.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں جب تخفیف محسوس کی تو اپنی زوجہ محترمہ اسماء بنت خارجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی اجازت طلب کی جو کہ انصار کے

باغات کے قریب رہتی تھیں، وصال کے وہ قریبی لمحات تھے لیکن وہ اسے محسوس نہیں کر پائے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ ادھر اسی رات کو نبی کریم ﷺ کا وصال ہوگیا، صبح ہوئی تو لوگ افراتفری میں پڑ گئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو سن گن کر خبر لانے کا حکم دیا، وہ آ کر کہنے لگے کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور وہ کہنے لگے ہائے! میری کمر ٹوٹ گئی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ابھی پہنچے نہیں تھے، لوگ یہ سمجھنے لگے کہ وہ نہیں پہنچیں گے، منافقین شکوک پیدا کرنے لگے کہ اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو ان کا انتقال نہ ہوتا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑادوں گا، اس پر منافقین باز آ گئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا جسے ڈھانپ دیا گیا تھا، اور اسے چومنے لگے، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو دومرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا، آپ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہیں، پھر باہر تشریف لا کر فرمایا: ''اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اور جو شخص محمد ﷺ کے رب کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ کا رب زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا، اس کے بعد انہوں نے یہ آیت تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے): ''محمد ﷺ بھی رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی تو گزر چکے، اگر ان کا انتقال ہوجائے یا وہ شہید ہوجائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے، اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا، اور اللہ شکرگزاروں کو عنقریب بدلہ دے گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا جیسے ہم نے اس سے پہلے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ ہو، اور لوگ بھی وہی کہنے اور پڑھنے لگے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور تلاوت کیا تھا۔ پیر (کا دن شروع ہونے سے پہلے جو) رات (آتی ہے اس کے اختتام پر) نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا، دو دن ٹھہر کر منگل کے دن آپ کو سپرد خاک کیا گیا، اور نبی کریم ﷺ کو غسل دینے والے حضرات میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور سیدنا اوس بن خولی رضی اللہ عنہ پانی بہا رہے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا فضل رضی اللہ عنہ نہلا رہے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (والحدیث ذات اجزاء: اما قوله ان ابابكر رضی اللہ عنہ رای رسول اللہ ﷺ خفة۔۔۔فاخرجه البخاری (۱۲۴۱) والنسائی (۴/۱۱) وغيرهما۔ واما قوله قال عمر: لا اسمع۔۔۔فرواه ابن سعد (۲/۲۰۴) واحمد (۳/۱۹۶) وعبدالرزاق (۹۷۵۵) والبخاری (۴۴۵۴) عن عائشة رضی اللہ عنہا۔)

فوائد ومسائل:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل حاضر خدمت رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے ایام میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے حتی کے سوموار کے دن فجر کی نماز بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آسکتی لیکن وہ حضرات اچانک صدمے کی وجہ سے اوسان کھو بیٹھے تھے۔ وفات نبوی ﷺ کا سانحہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس ذہنی کیفیت میں بعض حضرات کی زبان سے اس قسم کی باتیں نکل گئیں۔

۳۔ اس واقعہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علوشان اور عظیم مرتبے کا اظہار ہوتا ہے کہ اس عظیم سانحہ کے وقت انہوں نے امت کی قیادت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا جس کے لیے ان حالات میں انتہائی قوت برداشت، صبر، حوصلے اور تدبر کی ضرورت تھی۔

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطا نہیں تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اثر تھا کہ جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا تو فوراً اپنے موقف سے رجوع فرما لیتے تھے۔ مسلمانوں اور خصوصاً اہل علم کی یہی عادت ہونی چاہیے۔

۵۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں وفات کا لفظ بولنا بالکل درست اور صحیح ہے، کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات ایک قطعی امر ہے "کل نفس ذائقة الموت" (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔) "انك ميت وانهم ميتون" (اے پیغمبر! بلاشبہ آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی آنی ہے۔) اور دیگر متعدد آیات کریمہ کے مطابق ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے، ہر آدمی کو مرنا ہے، اس سنۃ اللہ سے کوئی ولی اور کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وصال ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا خلیفہ منتخب فرمایا۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سازش سے بچا کر اللہ رب العزت نے آسمانوں پر اٹھا لیا جواب تک زندہ ہیں اور قرب قیامت میں تشریف لا کر دجال کو قتل کر کے چالیس سال زندہ رہیں گیا اور آخر کار وفات پا کر مدینہ منورہ میں روضہ اطہر میں دفن ہونگے۔

بہرحال "کل نفس ذائقة الموت" (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) کے قاعدہ کلیہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہیگی، اس پر سب کا اتفاق ہے، نہ اس میں کسی کو اختلاف ہے، نہ بحث۔ اور اس بات پر بھی اتفاق چلا آرہا ہے کہ وفات کے بعد پھر انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر میں حیات مرحمت ہوتی ہے مگر عصر حاضر کے اہل بدعت اس نظریہ کے منکر ہیں۔

۳۵۔ کِتَابُ الْمَنَاقِبِ

فضائل ومناقب کا بیان

{سیدنا عمر بن خطاب قرشی عدوی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب}

۱۱۰۹۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِیْنَ اُصِیْبَ فَقَالَ اَبْشِرْ،فَوَاللّٰهِ لَقَدْ کَانَ اِسْلَامُكَ عِزًّا،وَلَقَدْ کَانَتْ هِجْرَتُكَ فَتْحًا،وَوِلَایَتُكَ عَدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی تُوُفِّیَ وَهُوَعَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتُوُفِّیَ وَهُوَعَنْكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وُلِّیْتَ فَمَااخْتَلَفَ فِیْ وِلَایَتِكَ اثْنَانِ قَالَ عُمَرُ اَتَشْهَدُ بِذٰلِكَ،قَالَ فَکَعَّ ابْنُ عَبَّاسٍ،فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذٰلِكَ۔

امام ہیثم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کردیا گیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ (امیر المؤمنین! جنت کی) بشارت ہو۔ اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا عزت کا باعث ہوا، آپ کی ہجرت فتح تھی، آپ کی خلافت عادلہ تھی، آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال فرما گئے اور حضور ﷺ آپ سے خوش اور راضی تھے۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور جب جدا ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ بھی راضی اور خوش تھے۔ آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کی خلافت کے بارے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہوا۔ (یہ سب سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ ان تمام باتوں کی گواہی دیتے ہیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دینے میں قدرے دیری دکھائی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! ہم ان باتوں کی گواہی دیتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۶۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۴۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۷۳۱، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱،۵۷۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۶۳، ۱۲۸۹۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴۵۱۵، شعب الایمان للبیہقی:

۰ ۴۵۳، کتاب الخراج لابی یوسف: ۳۴، اثبات عذاب القبر للبیہقی: ۲۲۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابو یوسف فی الخراج والبیهقی فی اثبات عذاب القبر وابن ابی شیبة فی مصنفه من طریق داود بن ابی هند عن عامر عن ابن عباس قال دخلت علی عمر.....الحدیث.واخرجه البخاری من طریق ابن ابی ملیکة عن المسور بن مخرمة عن ابن عباس.....الحدیث.)

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سے عادل اور منصف اور حق پرست اور متبع شرع اور صحابی اور خلیفہ راشد کو اللہ کا اتنا ڈر ہو تو وائے برا حال ہو ہمارا کہ سر سے پیر تک گناہوں میں گرفتار ہیں تو ہم کو کتنا ڈر ہونا چاہیے۔

{سیدنا عمرؓ ہر ہفتے مسجد قباء میں جھاڑو دینے جایا کرتے تھے}

۱۱۱۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ یَأْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ فَیَدْعُوْ بِسَعَفَةٍ فَیَكْنِسُهٗ هُوَ بِنَفْسِهٖ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر ہفتے مسجد قباء میں تشریف لاتے تھے اور جھاڑو منگوا کر خود جھاڑو دیتے تھے۔

فائدہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب بن عبداللہ بن حنطب کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر مسجد قباء آئے اور اس میں نماز پڑھی۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ اے یرفأ! جھاڑو لاؤ۔ وہ جھاڑو لے آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر مسجد میں جھاڑو دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۱۶۰)

{سیدنا علیؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے عمرؓ کے نامہ اعمال کے ساتھ ملوں}

۱۱۱۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مُسَجًّی: مَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی بِصَحِیْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جبکہ وہ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے

فرمایا کہ (اس کرہ زمین پر) کوئی شخص نہیں جو میرے نزدیک پسندیدہ ہو اس ڈھکے ہوئے شخص سے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس کے نامہ اعمال کے ساتھ ملوں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۱۸، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۲۰۴ ح ۲۷۳، المستدرک للحاکم: ۴۵۲۳، فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم الاصبہانی: ۲۰۶، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ۳۴۵، ۳۴۶، ۶۵۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبة واحمد بن حنبل من طریق جعفر بن محمد عن ابیه قال جاء علی.... الحدیث)

{سیدنا علیؓ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

۱۱۱۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ رَجُلاً أَتٰی عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَارَأَیْتُ أَحَدًا خَیْرًا مِّنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَیْتَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ رَأَیْتَ أَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا قَالَ لَوْأَخْبَرْتَنِیْ أَنَّكَ رَأَیْتَ النَّبِیَّ ﷺ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِیْ أَنَّكَ رَأَیْتَ أَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ لَاَوْجَعْتُكَ عُقُوْبَةً.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اور اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔"

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری"

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر کوڑے ماروں گا۔ (الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد للبیہقی: ص ۳۵۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی: ج ۳ ص ۹۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اعلان اس کثرت سے کیا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وهذا متواتر عن علی رضی الله عنه" کہ تفضیل شیخین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۳ ص ۱۱۵) نیز سیدنا علی رضی اللہ نے فرمایا: "اس امت میں اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر میں ہوں۔" (تاریخ دمشق: ج ۵۹ ص ۷۰۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۹۲)

{سیدنا عثمانؓ خلافت کے اہل اور بلند رتبہ شخص تھے}

۱۱۱۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ خَطَبَ بِالْكُوْفَةِ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ مَاأَلَوْنَا عَنْ أَعْلَاهَا ذِيْ فَوْقٍ.

امام عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا گیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: ہم نے خلافت کے اہل بلند رتبہ شخص کو اس کے منصب پر فائز کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۳۲، ۳۲۰۳۳، ۳۷۰۷۶، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ۱۳۷، السنۃ لابی بکر بن الخلال: ۵۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۸۴۰، ۸۸۴۱، ۱۴۰، ۱۴۱، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۴۷، ۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبة وغیره من طرق عن عبدالله به.)

۱۱۱۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْكُوْفَةَ حِيْنَ اسْتَخْلَفُوْا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَاأَلَوْنَا عَنْ أَعْلَاهَا ذِيْ فَوْقٍ. وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ سَمِعْتُ اَبَاجَعْفَرٍ يَقُوْلُ مَا بِالْعِرَاقِ مِثْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے خلیفہ چن لیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے پاس واپس کوفہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے خلافت کے اہل بلند رتبہ شخص کو اس کے منصب پر فائز کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوجعفر رحمہ اللہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا کہ عراق میں حسن بصری رحمہ اللہ کی مثل کوئی نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۰۳۲، ۳۲۰۳۳، ۳۲۰۷۶، ۳۲۰۷۷، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ۱۳۱، ۷۷، السنۃ لابی بکر بن الخلال: ۵۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴۰، ۱۴۱، ۸۸۴۰، ۸۸۴۱، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۴۶، ۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه ابن ابی شیبة وغیرہ من طرق عن عبداللہ به.)

{سیدنا عثمانؓ کی فضیلت}

۱۱۱۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ وَالْهَیْثَمِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ بِعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِدْثَانٍ، تُوُفِّیَتْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَهُ وَهُوَ حَزِیْنٌ، فَقَالَ مَا یُحْزِنُكَ؟ فَقَالَ لَا اَحْزَنُ وَقَدِ انْقَطَعَ الصِّهْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ! فَقَالَ هَلْ لَكَ اَنْ اُزَوِّجَكَ حَفْصَةَ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ حَتّٰی اَذْکُرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَکَرَ عُمَرُ الْقِصَّةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِعُمَرَ: اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی صِهْرٍ خَیْرٍ لَكَ مِنْ عُثْمَانَ وَاَدُلُّ عُثْمَانَ عَلٰی صِهْرٍ خَیْرٍ لَهُ مِنْكَ؟ قَالَ: بَلٰی، قَالَ تُزَوِّجُنِیْ حَفْصَةَ وَاُزَوِّجُ عُثْمَانَ ابْنَتِیْ قَالَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

موسیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ اور ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ غمگین دکھائی دیے، پوچھا کیوں غمگین دکھائی دے رہے ہو؟ فرمایا: غمگین کیوں نہ ہوں؟ جبکہ میرے اور نبی ﷺ کے درمیان سسرالی رشتہ منقطع ہو گیا ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی وفات کے ابتدائی ایام کی بات ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلے یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذکر کر لوں، چنانچہ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سارا قصہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں حفصہ کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر رشتہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حفصہ سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟ عرض کیا ضرور! فرمایا: حفصہ کا نکاح مجھ سے کر دو اور عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح میں اپنی بیٹی سے کر دیتا

ہوں، (وہ اس پر راضی ہو گئے) اور نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

الطبقات الکبری لابن سعد: ج۸ص۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۰۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۸۶۰، الاستیعاب لابن عبدالبر: ج۴ص ۴۶۳ ۔ ۴۶۴، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۶۹۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

{ام المؤمنین عائشہؓ کی فضیلت}

۱۱۱۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ هَوَّنَ عَلَيَّ مَرَضِیْ أَنِّیْ رَأَیْتُ عَائِشَةَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر مرض کی سختی اس لیے آسان ہو گئی ہے کہ میں نے عائشہ کو جنت میں بھی اپنے ساتھ دیکھ لیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۰۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۱۸۵، الزہد لابن المبارک: ۱۰۷۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الطبرانی من طریق ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت قال لی رسول الله ﷺ انه لیهون علی الموت انی اریتك زوجتی فی الجنة. وقد ثبت ان عائشة زوجته ﷺ فی الجنة من حدیث عمار بن یاسر عند البخاری(۳۷۷۲).)

۱۱۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اسْتَأْذَنَ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأَرْسَلَتْ اِلَیْهِ اِنِّیْ اَجِدُ غَمًّا وَ کَرْبًا فَانْصَرَفَ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَنْصَرِفُ حَتّٰی اَدْخُلَ فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ فَأَخْبَرَهَا بِذٰلِكَ فَأَذِنَتْ لَهُ، قَالَتْ لَهُ اِنِّیْ اَجِدُ غَمًّا

وَ كَرْبًا وَأَنَا مُشْفِقَةٌ مِمَّا أَخَافُ أَنْ أَهْجُمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ : أَبْشِرِيْ فَوَاللّٰهِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُزَوِّجَهُ جَمْرَةً مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ فَقَالَتْ فَرَّجْتَ عَنِّيْ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْكَ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی عیادت کی سلسلے میں گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوادیا کہ میں بہت زیادہ پریشانی اور تکلیف محسوس کررہی ہوں اس لیے ابھی (نہیں مل سکتی) واپس تشریف لے جایئے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قاصد سے کہا کہ میں تو ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، قاصد نے جاکر عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے اجازت دے دی، (جب وہ آئے تو) فرمایا کہ میں بہت پریشانی اور تکلیف محسوس کررہی ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ اب مجھ پر موت کا حملہ ہونے والا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو (جنت کی) بشارت ہو کہ بخدا! نبی کریم ﷺ اللہ کے نزدیک اس سے معزز تھے کہ جہنم کے کسی انگارے سے نکاح فرماتے، یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ پر خوشی کا دروازہ کھولا، اللہ تم پر کشادگی کرے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(اخرجه الحصكفي من طريق ابي حنيفة عن الهيثم عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما...فذكره.)

۱۱۱۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فِيَّ سَبْعُ خِصَالٍ لَيْسَتْ فِيْ أَحَدٍ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ : تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ بِكْرًا وَلَمْ يَتَزَوَّجْ اَحَدًا مِنْ نِسَائِهِ بِكْرًا غَيْرِيْ، وَنَزَلَ جِبْرِيْلُ اِلَيْهِ بِصُوْرَتِيْ قَبْلَ اَنْ يَّتَزَوَّجَنِيْ وَلَمْ يُنْزِلْ صُوْرَةَ اَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ غَيْرِيْ وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ وَلَمْ يَرَهُ أَحَدٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ غَيْرِيْ، وَكُنْتُ مِنْ أَحَبِّهِنَّ اِلَيْهِ نَفْسًا وَوَالِدًا وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْوَحْيِ وَأَنَا مَعَهُ فِيْ شِعَارِهِ وَلَمْ يَكُنْ يَأْتِيْهِ وَهُوَ مَعَ أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ غَيْرِيْ، وَنَزَلَ فِيَّ آيَاتٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَادَ يَهْلِكُ فِيْهَا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ وَمَاتَ فِيْ يَوْمِيْ وَلَيْلَتِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ.

حضرت امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی میں نہیں ہیں۔(۱) مجھ سے نکاح کیا جب کہ میں کنواری تھی اور آپ نے اپنی کسی بیوی سے کنوار پنے میں نکاح نہیں کیا۔(۲) جبریل علیہ السلام میری شبیہ لے کر آئے اس سے پہلے کہ آپ مجھ سے نکاح کریں۔ حالانکہ میرے علاوہ آپ کی کسی بیوی کی شبیہ لے کر نہیں آئے۔

(۳)اور (نبی کریم ﷺ کے دکھانے پر) میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جبکہ میرے علاوہ آپ کے ازواج میں سے کسی نے بھی جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ (۴)اور میں آپ کو اپنی ذات سے بھی بہت پیاری تھی اور میرے والد بھی آپ ﷺ کو بہت محبوب تھے۔ (۵)اور میرے بارے میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جاتیں۔ (۶)اور میری باری کی رات و دن میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (۷)اور میرے گلے اور سینے کے درمیان آنحضرت ﷺ کی روح پاک قبض ہوئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۸۲، صحیح البخاری: ۱۳۸۹، ۳۱۰۰، ۴۴۴۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۲۵۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۱۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۵۸۶، صحیح ابن حبان: ۶۶۱۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۸۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۵، المستدرک للحاکم: ۶۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۱۱۱۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اسْتَأْذَنَ عَلَىٰ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِنِّيْ أَجِدُ غَمًّا وَكَرْبًا فَانْصَرِفْ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ مَا أَنَا بِالَّذِيْ أَنْصَرِفُ حَتّٰى أَدْخُلَ! فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ فَأَخْبَرَهَا بِذٰلِكَ فَأَذِنَتْ لَهُ، قَالَتْ لَهُ إِنِّيْ أَجِدُ غَمًّا وَكَرْبًا وَأَنَا مُشْفِقَةٌ مِمَّا أَخَافُ أَنْ أَهْجُمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَبْشِرِيْ فَوَاللّٰهِ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ أَنْ يُزَوِّجَهُ جَمْرَةً مِّنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ فَقَالَتْ فَرَّجْتَ عَنِّيْ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْكَ.

امام ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی عیادت کی سلسلے میں گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوا دیا کہ میں بہت زیادہ پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اس لیے ابھی (نہیں مل سکتی) واپس تشریف لے جایئے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قاصد سے کہا کہ میں تو ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، قاصد نے جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے اجازت دے دی، (جب وہ آئے تو) فرمایا کہ میں بہت پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ اب مجھ پر موت کا حملہ ہونے والا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو (جنت کی) بشارت ہو کہ بخدا! نبی کریم ﷺ اللہ کے نزدیک اس سے معزز تھے کہ جہنم کے کسی انگارے سے

نکاح فرماتے، یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ پر خوشی کا دروازہ کھولا، اللہ تم پر کشادگی کرے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحصكفي من طريق ابي حنيفة عن الهيثم عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما....فذكره.)

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب}

۱۱۲۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ سَمَرَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجَا فَخَرَجَ مَعَهَا فَمَرَّا بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَقْرَءُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّقْرَءَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَءْ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَجَعَلَ يَقُوْلُ لَهُ سَلْ تُعْطَه فَأَتَاهُ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُبَشِّرَانِهِ فَسَبَقَ اَبُوْبَكْرٍ عُمَرَ فَبَشَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَدْ دَعَا لَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شب گزاری کی۔ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ وہاں سے نکلے، ان کا گزر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہتا ہو جس طرح وہ نازل ہوا تھا، تو وہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق اس کی تلاوت کرے۔ نبی اکرم ﷺ ان سے کہنے لگے تم مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشخبری دینے کے لیے ان کی جانب دوڑے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گئے، ان کو خوشخبری دی اور ان کو بتلایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی ہے، تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں یہ کچھ مانگا: (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ) ''اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں، جو پلٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا، جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے عالی حصے میں ہمارے نبی کے ساتھ رہنے کا (سوال کرتا ہوں)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۴۱ ح ۵۳۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۵۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۹۷، ۴۲۵۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۰۶۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۸۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۶، ۱۷، ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، صحیح ابن حبان: ۷۰، ۱۹۷، ۷۰۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۴۱۶، ۸۴۱۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۳۸۶، ۱۹۲۸، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۲۳۲، الاحادیث المختارۃ: ۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ طرق اخری)

۱۱۲۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مَعْنٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَا كَذَبْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ اِلاَّ كَذِبَةً وَاحِدَةً كُنْتُ أُرَحِّلُ لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَأَتٰی بِرِجَالٍ مِّنَ الطَّائِفِ فَسَأَلَنِیْ أَیُّ الرِّحْلَةِ أَحَبُّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقُلْتُ الطَّائِفِیَّةُ وَكَانَ یَكْرَهُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا أُتِیَ بِهَا قَالَ مَنْ رَحَّلَ لَنَا هٰذِهٖ؟ قَالُوْا: رَحَّالُكَ، فَقَالَ مُرُوْا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ فَلْیُرَحِّلْ لَنَا قَالَ فَأُعِیْدَتْ اِلَی الرِّحْلَةِ۔

معن (بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی) رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جب سے مشرف بہ سلام ہوا میں نے کبھی خلاف حقیقت بات نہیں کہی سوائے ایک کے۔اس کا واقعہ یہ ہے کہ میں نبی ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ باندھتا تھا کہ ایک کجاوہ باندھنے والا طائف سے آیا۔اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا کجاوہ محبوب تر ہے میں نے کہا طائف (یعنی وہاں جو باندھاجاتا ہے) حالانکہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند کرتے تھے، پھر جب کجاوہ سے کسی ہوئی اونٹنی خدمت میں حاضر کی گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ ہمارا کجاوہ کس نے باندھا ہے۔حاضرین نے عرض کیا کہ آپ کے نئے کجاوہ باندھنے والے نے (جو طائف سے آیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن ام عبد سے کہو کہ وہ ہمارا کجاوہ باندھے (عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پھر میں نے دوبارہ کجاوہ کسا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸۰ باب الصدق والکذب والغیبۃ والبھتان، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۷۷ باب فضائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۲۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۳۶۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۱۶ ح ۲۹۰۔

۱۱۲۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً فَحَاضَتْ حَیْضَتَیْنِ حَتّٰی اِذَادَخَلَتْ فِی الثَّالِثَةِ وَانْقَطَعَ الدَّمُ وَدَخَلَتْ فِیْ مُغْتَسَلِهَاوَاَدْنَتْ مَاءَ هَاوَوَضَعَتْ ثَوْبَهَااَتَاهَافَرَاجَعَهَاقَبْلَ اَنْ تُفِیْضَ عَلَیْهَاالْمَاءَ فَأَتَتْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَکَرَتْ ذَالِكَ لَهُ وَعِنْدَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ قُلْ فِیْهَاقَالَ أُرَاهَاامْرَأَتَهُ لِاَنَّهَالَمْ تَحِلَّ لَهَاالصَّلَاةُ وَهِیَ حَائِضٌ حَتّٰی تَحِلَّ لَهَاالصَّلَاةُ قَالَ وَاَنَا أَرٰی ذَالِكَ فَرَدَّهَا عَلٰی زَوْجِهَا وَقَالَ لِعَبْدِاللّٰهِ کُنَیْفٌ مُلِئَ عِلْمًا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کی بیوی کو دو حیض آئے یہاں تک کہ جب وہ تیسرے حیض میں داخل ہوئی اور حیض کا خون آنا رک گیا تو وہ غسل خانے میں گئی، پانی کے قریب ہوئی اور اپنے کپڑے ہٹانا ہی چاہتی تھی کہ اس آدمی نے اس کے پاس آ کر رجوع کر لیا ابھی اس نے پانی اپنے اوپر ڈالا نہیں تھا۔ یہ عورت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے واقعہ ذکر کیا جبکہ ان کے پاس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کے بارے میں بتلائیے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی شمار ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی حائضہ ہے ابھی اس کے لیے نماز حلال نہیں ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کو واپس لوٹا دیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ایک جھونپڑی ہو جو علم سے معمور ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۸ باب من طلق ثم راجع فی العدۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۵۰۰، مؤطا محمد: ۶۰۷، سنن سعید بن منصور: ۱۲۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۸۸، ۱۰۹۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۳۹۴، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۷۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۹۷، ۱۸۸۹۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه سعید بن منصور وابن ابی شیبة والطحاوی والطبرانی والبیهقی من طریق منصور عن ابراهیم عن علقمة عن عمر وعبدالله به.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ عورت جب تک تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرے مرد اس سے رجوع کرنے کا حقدار رہتا ہے لیکن اگر عورت نے اتنی دیر غسل مؤخر کیا کہ ایک نماز کا اتنا وقت نکل جائے جس میں وقت نکلنے سے پہلے وہ غسل کر سکتی ہو تو اس سے رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکے گی اور اس پر نماز لازم ہو جائے گی۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۸)

۱۱۲۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا وَلَدَتِ امْرَأَتُهٗ فَمَاتَ وَلَدُهَا فَكَثُرَ اللَّبَنُ فِیْ ثَدْیِهَا فَقَالَتْ لَهٗ امْصُصْهُ ثُمَّ امْجُجْهُ فَفَعَلَ ذٰلِكَ فَدَخَلَ بَعْضُهٗ فِیْ حَلْقِهٖ فَأَتٰی اَبَامُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ حَرُمَتْ عَلَیْكَ امْرَأَتُكَ ثُمَّ اَتَی ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ وَأَخْبَرَهٗ بِقَوْلِ اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ اِنَّمَا كُنْتَ مُدَاوِیًا وَاَنَّهٗ لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَاِنَّمَا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا اَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالْعَظْمَ فَأَمْسِكْ عَلَیْكَ امْرَأَتَكَ فَأَتٰی اَبَامُوْسٰی فَأَخْبَرَهٗ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِیْ مَادَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِیْكُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی کی: بیوی نے بچہ پیدا کیا، وہ بچہ فوت ہو گیا، عورت کے پستانوں میں بہت دودھ اتر آیا، اس نے اپنے شوہر سے کہا: اس کو چوس کر کلی کر دے۔ اس نے اسی طرح کیا، اس طرح کرنے میں تھوڑا سا دودھ اس کے حلق میں اتر گیا۔ وہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ پھر وہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا اور انہیں سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی بتلایا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک علاج کر رہا تھا، دودھ پینے سے حرمت تب ثابت ہوتی ہے جب وہ دودھ گوشت اور ہڈیاں پیدا کرے (اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب دو سالوں کے اندر اندر دودھ پیا جائے) دودھ چھڑانے کے بعد جب بچہ کھانا کھانے لگ جائے اس زمانے میں دودھ پینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ وہ شخص دوبارہ لوٹ کر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا موقف ان کو بتایا (سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور) فرمایا: جب تک یہ متبحر عالم تمہارے اندر موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۰۳ ح ۱۲۲۴، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۹۵، ۱۳۸۹۶، مؤطا مالک: ۱۴ باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبیر، السنن الکبری للبیہقی: ۱۵۶۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری)

۱۱۲۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ تَفَقَّهَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ رَهْطٍ ،ثَلَاثَةٌ مِّنْهُمْ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَثَلَاثَةٌ يُلْقِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ،فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ،وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ.

عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ''نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چھ حضرات نے فقہ کا علم حاصل کیا (اور آپس میں اس کا مذاکرہ کیا کرتے تھے) جن میں تین حضرات تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور تین حضرات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں مذاکرہ کیا کرتے تھے۔''

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ ہیں۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۶۱۹، رقم الحدیث: ۸۶۶) جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۶۶۳۲)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زبردست فقیہ تھے، استخراجِ مسائل اور فقہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

{محمد (ﷺ) کی آل محمد (ﷺ) کی امت ہے}

۱۱۲۵. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ: آلُ

مُحَمَّدٍ ﷺ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ

یوسف اپنے باپ سے وہ ابوحنیفہ سے وہ اس شخص سے جس نے ان سے بیان کیا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

{شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ}

۱۱۲۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا افْتَتَحَ مَكَّةَ لَمْ یَدْخُلْ بَیْتًا حَتّٰی اَنْزَلَ خُبَیْبًا فَاحْتَضَنَهُ اِلَیْهِ وَصَلّٰی عَلَیْهِ وَدَفَنَهُ.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو (سولی کی لکڑی سے) اتروا کر اپنے بازوؤں میں لیا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان کی میت کو دفن کر دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

عضل اور اور وقارہ والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ چند صحابہ کو بھیج دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ بھیج دیا، راستے میں بنولحیان کے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے کو گرفتار کر کے لے گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک سولی پر ہی لٹکی رہی (مگر گلنے سڑنے سے بالکل محفوظ رہی) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو پھر ان کی لاش مبارک کو سولی کی لکڑی سے اتروا کر جنازہ پڑھا اور پھر دفن کر دیا مذکورہ بالا حدیث میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ نیز صحیح روایات میں احد کے شہداء کا نماز جنازہ پڑھے جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے جمہور اہل علم شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

اُتِیَ بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ فَجَعَلَ یُصَلِّیْ عَشَرَةً عَشَرَةً وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ یُرْفَعُوْنَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَرْفُوْعٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّحَاوِیُّ وَالطَّبَرَانِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ. (آثار السنن: ۱۰۷۹)

غزوہ احد کے دن شہداء کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ان میں سے دس دس افراد کا جنازہ ادا کرنے لگے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جہاں تھے وہیں رہے (ان کی میت سامنے رہی)، دوسروں کی میتیں اٹھالی جاتی تھیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت جیسے تھی، ویسے ہی (سامنے) پڑی رہتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۱۵۱۳)، طحاوی (ج ۱ ص ۵۰۳)، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير حدثنا ابوبكر بن عياش عن يزيد ابن ابى زياد عن مقسم عن ابن عباس رضى الله عنهما .... الخ. (سنن ابن ماجه: ۱۵۱۳)

اور حسن درجہ کی ہے۔ اس کے طحاوی (ج ۱ ص ۵۰۳) وغیرہ میں شواہدات موجود ہیں۔ مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے اس حدیث کو حسن جبکہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھیے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۴۶۹، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۵۱۳)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ يَوْمَ اُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهٖ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ اُتِيَ بِالْقَتْلٰى يُصَفُّوْنَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلُ صَحَابِيٍّ. (آثار السنن: ۱۰۸۰)

کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد والے دن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا تو انہیں چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا پھر ان پر نماز پڑھی تو نو تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو قطار میں لایا جاتا رہا اور آپ ان سب پر اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ اسے طحاوی (۲۸۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے اور یہ ایک صحابی کی مرسل ہے۔

سیدنا شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اُهَاجِرُ مَعَكَ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قَسَمَ لَهٗ وَكَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا قِسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَخَذَهٗ فَجَاءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ قَسَمْتُهٗ لَكَ قَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ فَاَمُوْتُ فَاَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يُصَدِّقْكَ فَلَبِثُوْا قَلِيْلًا ثُمَّ نَهَضُوْا اِلٰى قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَهُوَ هُوَ

قَالُوْا نَعَمْ قَالَ صَدَقَ اللّٰہَ فَصَدَّقَہٗ ثُمَّ کَفَّنَہُ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ جُبَّۃِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ قَدَّمَہٗ فَصَلّٰی عَلَیْہِ فَکَانَ مِمَّا ظَھَرَ مِنْ صَلَاتِہٖ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُھَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِكَ فَقُتِلَ شَھِیْدًا اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ذٰلِكَ. رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۸)

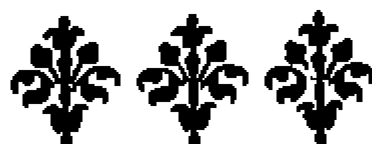
کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا تبع بن گیا، پھر وہ کہنے لگا: میں تو آپ کے ساتھ مہاجر بن کر رہوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو اس (کے قیام وطعام) کا خیال رکھنے کو کہا، پھر ایک جنگ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت میں قیدی ملے۔ آپ نے انہیں تقسیم کیا۔ تو اس اعرابی کا حصہ بھی رکھا اور اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ ان کے سواری کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب وہ چرا کر واپس آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے (غنیمت سے) حصہ دیا ہے۔ اس نے اپنا حصہ لیا اور اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے تجھے تیرا حصہ دیا ہے۔'' وہ کہنے لگا: میں اس کی خاطر تو آپ کا پیروکار نہیں بنا تھا، میں تو آپ کا پیروکار، اس لیے بنا ہوں کہ مجھے یہاں تیر لگے، اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو یہ بات سچے دل سے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے گا۔'' تھوڑے عرصے کے بعد وہ (صحابہ) پھر دشمن سے لڑائی کے لیے گئے تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ اسے اسی جگہ تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ وہی اعرابی ہے؟'' لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرما دی۔'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قمیص میں کفن دیا، پھر اسے آگے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی دعا کے یہ الفاظ ظاہر ہوئے: ''اے اللہ! یہ تیرا (سچا) بندہ ہے۔ تیرے راستے میں ہجرت کرتے ہوئے گھر سے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں ان باتوں کا عینی گواہ ہوں۔'' اسے نسائی (۱۹۵۳) اور طحاوی (۲۸۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سوید بن نصر قال انبأنا عبداللہ عن ابن جریج قال اخبرنی عکرمۃ بن خالد ان ابن ابی عمارۃ اخبرہ عن شداد بن الھاد ان رجلا من الاعراب جاء الی النبی ﷺ ...... الخ.

(سنن النسائی: ۱۹۵۳)

اور صحیح وثابت ہے۔ حتیٰ کہ زبیر علی زئی اور البانی جیسے غالی حضرات نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۹۵۵، سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: ۱۹۵۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔



اشاریہ اسماء الرجال

حرف الالف

حرف الباء

حرف التاء

حرف الثاء

حرف الجیم

حرف الحاء

حرف الخاء

حرف الدال

حرف الذال

حرف الراء

حرف الزاء

حرف السین

حرف الشین

حرف الصاد

حرف الضاد

حرف الطاء

حرف العین

حرف الغین

حرف القاف

حرف الکاف

حرف اللام

حرف المیم

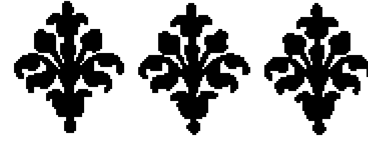
حرف النون

حرف الواو

حرف الهاء

حرف الیاء

الکنی



یادداشت